سلسلہ دار الاشاعت ۲

إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (قرآن)

آثارِ پھلواری شریف

۱۹ ء ۴۷

موسوم بہ

اعیانِ وطن

پھلواری شریف کے دو سو چوالیس ۲۴۴ علما و صوفیا و محدثین و عہدہ داران حکومت مثل قاضی القضاۃ و مفتی و حکما و دیگر باشندگان کی سوانح حیات و آثارات و تبرکات و اسنادِ سلاسل طریقہ و احادیث جو پھلواری شریف میں پہنچے ہیں و مقابر و مساجد و امام باڑے و خانقاہیں و مدارس و اوقاف و توضیحات سے بھری ہوئی

جامع تاریخ و دیگر معلومات و مباحث علمیہ کا بہتر مجموعہ

مؤلفہ

جناب مولانا حکیم سید شاہ محمد شعیب صاحب نیر مدظلہ

طابع و ناشر

دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ۔ پھلواری شریف

(پٹنہ)

مختصر قواعد
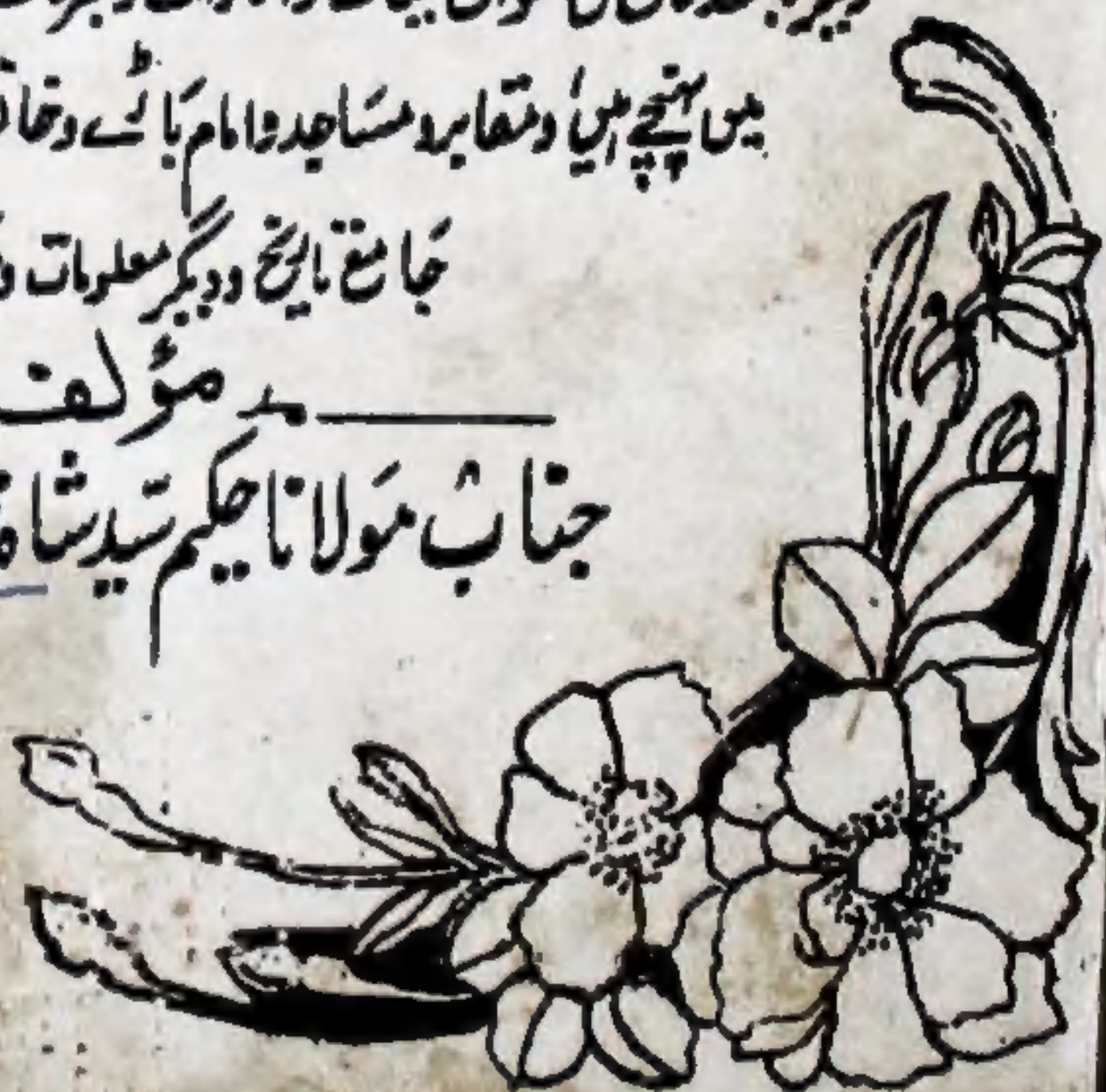
دار الاشاعت پھلواری شریف پٹنہ

تصنیف وتالیف اور نشر واشاعت کے سلسلہ میں دار الاشاعت پھلواری شریف کا قیام عمل میں آیا ہے جس کا مقصد بالعموم صوبۂ بہار اور بالخصوص پھلواری شریف کے فضلاء، صوفیاء، شعراء اور اہل قلم حضرات کی تصنیفات اور علمی نوادرات کی طبع واشاعت اور اکابر پھلواری شریف کے سوانح حیات کی ترتیب واشاعت ہے۔

اہل ذوق اور ارباب ہمت حضرات کی اس میں شرکت اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے یہ قواعد ہیں:-

لائف ممبر قسم اول جو صاحب نقد ایک سو روپے عنایت فرمائینگے۔ ایسے علم دوست حضرات کو دار الاشاعت کی جملہ مطبوعات بلاقیمت پیش کی جائیں گی۔ اور ادارہ ان کے قیمتی مشوروں سے مستفید ہوگا

لائف ممبر قسم دوم جو صاحب پچاس روپے عطا فرمائینگے۔ ان حضرات کو "اعیان وطن" مفت، اور بقیہ مطبوعات نصف قیمت پر دیجائیں گی۔

ممبر قسم سوم جو صاحب پچیس ۲۵ روپے عطا کریں گے، ان کی خدمت میں اعیان وطن "نصف قیمت پر" اور پانچ سال تک جو کتابیں شائع ہوں گی وہ بھی نصف قیمت پر دیجائیں گی۔

ان میں جو شق صورت حالات کے لحاظ سے مناسب ہو اُس کو پسند فرما کر دار الاشاعت کے علمی و دینی کاموں میں حصہ لیں۔

فہرست

مضمون	صفحہ
تعارف	۱-۴
مقدمہ	۵-۲۰
دیباچہ	۲۱-۲۴
آغاز کتاب	۱
انسانی آبادی کی ابتدا	''
سیامی، چین مذہب کے فقرا کا معبد و مسکن	''
قصبۂ پھلواری کے متعلق بزرگوں کے ارشادات	۲
پھلواری کی خصوصیات	۲-۳
مخدوم منہاج الدین راستی	۳
اصل وطن۔ مخدوم الملک کی خلافت و ریاضت و مجاہدہ	۴
پھلواری میں آمد و وفات	۵
شادی و اولاد	''
سلسلہ جانشینی	''
منصب قضاء	۶
شاہی پروانے	''
خانقاہ و عیدگاہ وغیرہ	۹
توضیحات پھلواری	۱۱
موضع شہباز پور سے پھلواری کا تعلق	۱۴
مخدوم بدر الدین بدر عالم	''
حضرت قیص قادری اور ان کی چلہ کشی	۱۵
وفات و نقل جنازہ	''

مضمون	صفحہ
مخدوم بدر عالم کا نسب نامہ	۱۶
جزئیت، خلفاء	''
اجرائے سلسلہ	۱۷
شاہ فضل اللہ عرف کلاں	۱۸
اولاد و اجزاء	۱۹
تذکرہ خاندان امیر عطاء اللہ	۲۲
مخدوم نور الدین یار پراں	۲۲
ہندوستان میں جعفری خاندان سے جزئیت	''
جعفری نسب نامہ کی تحقیق	۲۳
امیر عطاء اللہ کے نسب نامہ پر بحث	۲۵
پھلواری میں آمد و اقامت	۲۹
والد کی شہادت	۳۰
وزارت شاہی	''
سنگی مسجد کی تعمیر	''
وفات	۳۱
اولاد حضرت امیر عطاء اللہ	''
قاضی مزید حیات	''
ملا مبین نقشبندی	۳۲
مولوی عبد العلی جعفری	''
مولوی نوازش علی	۳۳
مولوی عنایت علی	''
مولوی رعایت علی	''
مولوی عبد الرحمن	۳۴
مولوی کمال علی	''
مولوی محمد عیسیٰ	۳۵
مولوی شہید علی	۳۶

مضمون	صفحہ
مولوی محمد یونس	۳۶
ملا معین جعفری	۳۷
مولانا شاہ عبد المغنی	''
مولانا شاہ نثار علی	۳۸
مولانا رحم علی	''
مولانا شاہ عبد الغنی	۳۹
علم کا شوق	''
مشغلہ درس و تدریس	''
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے بالمشافہ حدیث کی اجازت	۴۰
تصنیفات، تلامذہ	۴۱
مولوی شاہ منعم	۴۳
مولوی محمد طالع	''
مولوی سید علی وارث	۴۴
مولوی سید جواد علی	''
مولوی سید ابراہیم علی	۴۵
مولوی سید آل علی	''
شاہ محمد اسماعیل بن امیر مظفر	۴۵
رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کرنے والے	۴۶
مسجد جنیدیہ کی بنیاد	''
مخدوم شمس الدین جنید ثانی	''
بارگاہ رسالت سے تعلیم و تربیت	۴۷
ملا جمال اولیاء سے بیعت و خلافت	''
تنبیہ	''
مثنوی ترقی کے اشعار	''

مضمون	صفحہ
شیوخ طریقت ملا جمال اولیاء	۵۲
قرآن خوانی۔ قتل وغیرہ	۵۵
تاریخ وفات و قطعہ	''
شادی و اولاد	۵۶
شاہ محمد امین	''
مولانا شاہ محمد امان اللہ	''
شاہ محمد حسین	۵۸
شاہ محمد مخدوم	''
بی بی ولیہ	۵۹
شاہ آیت اللہ	۶۰
ملا وجیہ الحق محدث	۶۱
تصنیفات، تلامذہ	۶۲
ملا وحید الحق ابدال	''
مشہور تلامذہ، خلفا	۶۳
سید العلماء مولانا احمدی	''
تعلیم و تربیت	''
ہنگام تعلیم میں مولانا بحر العلوم کی تشریف آوری	''
تصانیف، ملازمت	۶۴
شادی و اولاد	۶۵
مولانا شاہ ہادی	''
تصانیف	''
مولوی فضل احمد	''
مولوی شاہ فضل اللہ	۶۶
مولانا شاہ شرف الدین	''
سجادہ جنیدیہ کی نقشبندی	۶۷

مضمون	صفحہ
سفر حج، تصنیفات	۶۷
شادی و اولاد	〃
پیر و مرشد مولانا شاہ نور الدین	۶۸
شیوخ حدیث	〃
جملہ سلاسل طریقت کی تفصیل	۶۹
فن تجوید سجادۂ مجیبیہ	۸۷
سجادہ مجیبیہ	۸۸
شیخ العالمین کا خواب	۸۹
حضرت نصیر کا خواب	۹۰
پیر و مرشد قدس سرہ کا خواب	۹۱
سجادہ مجیبیہ کی جانشینی	〃
خطاب شمس العلماء اور اس کی واپسی	۹۲
امیر شریعت	۹۴
تصنیفات	۹۵
گل تراشی و طغرا نویسی	〃
وفات خلفاء و مجازین	۹۶
مولانا شاہ محمد محی الدین	۹۸
سند حدیث و سلسلۂ طریقت	〃
بیعت و تعلیم و تربیت	۹۹
امیر شریعت	〃
سفر حج و زیارت	〃
علم طب	〃
تصنیفات	۱۰۰
تعمیرات	〃
تحسّر	〃
وفات	۱۰۱
مولانا شاہ امان اللہ	
زیب سجادہ مجیبیہ	۱۰۲
تعلیم و تربیت	〃

مضمون	صفحہ
بیعت و اخذ طریقت	۱۰۲
سفر حج	〃
مولانا شاہ محمد قمر الدین	۱۰۳
سفر حج	〃
شیوخ حدیث و سلاسل تصوف	〃
انتخاب امیر	۱۰۴
مولوی عماد الدین سلمہ	〃
مولانا شاہ محمد نظام الدین	〃
درس و تدریس	〃
علمی مہارت اور افتاء	۱۰۵
سفر حج	〃
مولوی عون احمد سلمہ	〃
مولوی عیلن احمد سلمہ	۱۰۶
مولوی حافظ شہاب الدین	〃
تنبیہ	〃
مولوی احمد علی ابراہیم	〃
سلب امراض بید طولیٰ	〃
شاہ محمد مہدی	۱۰۷
مولانا شاہ محمد عارف	〃
مولانا حمید الحق	〃
کمسنی میں مفقود البصری	
اور تحصیل علم کا شوق	〃
شاہ اسد اللہ	۱۰۸
حکیم اویس رسول	〃
مولانا شاہ علی اکبر	〃
قاضی علی اشرف	۱۰۹
منصب منصفی و قضاء	〃
امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ	۱۱۰
ملا فصیح الدین جعفری	〃

مضمون	صفحہ
تدوین فتاویٰ عالمگیری	
میں شرکت	۱۱۰
مشغلۂ تدریس	〃
تلامذہ	〃
وفات	〃
مثنوی ترقی کے اشعار	۱۱۱
اولاد و احفاد	۱۱۲
صوبہ بہار میں ملا فصیح الدین	
کی جزئیت	〃
مولوی فرید الدین	۱۱۵
شاہ غلام مرتضیٰ	۱۱۶
مولوی صریح الدین	〃
مولوی شاہ امان علی ترقی	۱۱۷
مولوی احسان علی	۱۱۸
مولوی ملیح الدین	〃
مولوی تسلیح الدین	۱۱۹
مولوی افضل الدین	〃
مولوی احمد عبد اللہ	〃
مولوی رفیع الدین	〃
مولوی شاہ حبیب الدین	〃
شاہ محمد امین الدین	۱۲۰
مولوی شاہ عزیز الدین	〃
مولوی شاہ معز الدین	
وعز الدین	〃
شاہ حنیف الدین	〃
حکیم مولوی وحید الدین	〃
برہان العارفین	〃
مخدوم شاہ برہان الدین	〃
محبوب رب العالمین خواجہ	
عماد الدین قلندر	۱۲۱

مضمون	صفحہ
شمس العارفین شاہ	
غلام نقشبند	۱۲۱
مولوی شاہ انعام الدین	۱۲۲
شاہ محمد ابوتراب	〃
شاہ نظام الدین احمد	۱۲۳
شاہ محمد اکرم	〃
شاہ لعل محمد	〃
شاہ محمد مقیم	〃
شاہ مظہر اولیا	〃
آفتاب طریقت تاج العارفین	
شاہ محمد مجیب اللہ قادری	۱۲۴
نام و نسب	〃
اکتساب علوم درسیہ	۱۲۵
اکتساب طریقت	〃
حضرت قطب الاقطاب	
سید محمد وارث رسول نما	۱۲۶
نسب نامہ مولانا رسول نما	۱۲۷
ولادت و وفات	〃
تکمیل درسیات و	
سلسلۂ تلمذ	〃
علم حدیث	۱۲۸
تصنیفات	〃
اکتساب طریقت	〃
بیعت و اجازت	۱۲۹
ممتاز خلفاء و شاگرد	〃
خصوصیت خواجہ	۱۳۰
ملا عتیق بہاری	۱۳۱
شیخ سلطان	〃
شاہ معز الدین کرجوی	〃

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
سلاسل مجیبیہ	۱۳۳	مسجد مجیبیہ	۱۹۷	خانقاہ	۲۶۴	مولانا شاہ احمد عبد الحق	۲۹۸
شیوخ غوث الثقلین	۱۳۶	مسجد میں نماز کیلئے تعین		وقف نامہ	۲۷۱	مولانا شاہ محمد نور الحق تپاں	۲۹۹
چشتیہ	۱۳۸	اور اس پر بحث	۲۰۴	مولانا شاہ ابوالحسن فرد	۲۷۴	مولانا شاہ محمد ظہور الحق	۳۰۰
سہروردیہ	۱۴۱	خطبہ کی اذان سے پہلے		مولانا شاہ نور العین	۲۷۷	مولانا حافظ محمد ظہیر الحق	۳۰۱
فردوسیہ	۱۴۳	اُسکتوا رحمکم اللہ کہنے کا	۲۱۷	مولانا شاہ علی حبیب نصر	〃	مولانا شاہ امیر الحق	〃
نقشبندیہ	۱۴۵	دستور / جمعہ کی ترغیب میں سات		شاہ محمد عبد الحق	۲۸۰	مولانا شاہ محمد رشید الحق	۳۰۳
طیفوریہ	۱۴۹	اذان دینے کا معمول	۲۱۸	شاہ محمد علیم الحق	۲۸۱	مولانا شاہ محمد حبیب الحق	〃
شطاریہ	۱۵۰	آداب مسجد	۲۲۰	مولانا شاہ محمد ابوتراب	۲۸۳	مولانا شاہ صبیح الحق	۳۰۴
قلندریہ	۱۵۱	مؤذن مسجد مجیبی	۲۲۶	مولوی علی کریم	〃	مولانا شاہ صفیر الحق	〃
طبقاتیہ امدادیہ	〃	امام مسجد مجیبیہ	〃	مولانا شاہ محمد امام	۲۸۴	مولانا شاہ نذیر الحق	۳۰۵
امامیہ عتیقیہ	۱۵۲	مدرسہ مجیبیہ	۲۲۷	مولانا آل احمد	۲۸۵	مولانا محی الدین تمنا	〃
زاہدیہ	۱۵۳	حضرت تاج العارفین کے خلفاء	۲۳۲	مولانا شاہ نور احمد	۲۸۷	مولانا شاہ احمد عبد الحق	
سلسلہ خلفاء راشدین	〃	تاج العارفین کا تاہل و اولاد	۲۳۵	مولوی منظور احمد	۲۸۸	کی صاحبزادیوں کی اولاد	۳۰۶
سلاسل ائمہ مجتہدین	۱۶۰	جانشینی	۲۳۶	مولوی محمد انس	۲۸۹	مولوی شاہ وجیہ اللہ	〃
سرمایہ دارین متاع کونین		شیخ العالمین مخدوم شاہ نعمت اللہ	۲۳۹	مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ	۲۹۰	مولوی شاہ محمد ولی	〃
موئے مبارک حضرت رسول الثقلین	۱۶۵	تاج العارفین کے جانشینی کے		مولانا محمد یحییٰ	۲۹۱	مولوی شاہ محمد صفی	〃
صلی اللہ علیہ وسلم		شرائط و قیود	۲۴۳	مولوی عنایت رسول	۲۹۲	بی بی شریفہ کی اولاد	۳۰۷
ذکر تشریف آوری		سجادہ نشین خانقاہ		مولوی حکیم علی نعمت	〃	مخدوم آدم صوفی	۳۰۸
موئے مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۶۸	تاج العارفین کا مخصوص لباس	۲۴۴	مولوی علی محی الدین	۲۹۳	شجرۂ نسب	۳۱۲
محفل سماع	۱۷۷	جانشین تاج العارفین کا احترام	۲۴۶	مولانا شاہ محمد قادری	〃	مخدوم شہاب الدین	
آداب سماع	۱۷۹	ریاضات و مجاہدات	〃	مولانا شاہ علی سجاد	۲۹۴	پیر جگجوت	۳۱۳
ذکر مناقب حضرت تاج العارفین	۱۸۱	مثنوی ترقی کے اشعار	۲۴۹	مولوی عمر دراز	〃	خاندان مخدوم شہاب الدین	
تاج العارفین کی عظمت	۱۸۷	مقبولیت شیخ العالمین	۲۵۵	مولوی محمد عبد اللہ	۲۹۵	پیر جگجوت اور خاندان	
توکل و قناعت	۱۹۰	خانقاہ مجیبیہ کا باغ وغیرہ	۲۶۲	مولوی ظہور محی الدین	〃	امیر عطاء اللہ جعفری	۳۱۵
خانقاہ پیر مجیب	۱۹۲	چنوڈ کنواں	〃	مولوی محمد معشوق کشش	〃	ازدواجی تعلقات	
گنبد موئے مبارک	〃	پختہ سنگی مسجد	۲۶۳	مولانا شاہ محمد حسین	۲۹۶	حکیم احمد اشرف رضوی	۳۱۶
خلوت مجیبی	۱۹۴	ممتاز خلفاء و مجازین	〃	مولوی شاہ ید اللہ	۲۹۷	پھلواری میں توطن کا سبب	۳۱۷
کتب خانہ مجیبیہ	۱۹۵	شادی اور اولاد	〃	مولوی افضیات حسین	〃	مولوی سید احمد یعقوب	〃
حجرۂ اربعین	۱۹۶	وفات	۲۶۴	مولوی محمد مولائی	۱۹۸	مولوی سید زین الدین احمد	۳۱۸

مضمون	صفحہ
کتب خانہ خاندانی	
حکیم احمد اشرف	۳۲۰
مولوی سید محی الدین احمد	۳۲۱
مولانا سید معین الدین احمد	۳۲۷
مولوی سید عز الدین سلمہٗ	۳۲۸
مولوی سید خلیل الدین احمد	۳۲۹
کاتب الحروف محمد شعیب رضوی	۳۳۰
مولوی حکیم محمد یوسف	۳۳۶
مولوی سید ابراہیم رضوی	۳۳۷
مولوی حکیم محمد وحید الدین	〃
مولانا شاہ وحید الحق منعمی	〃
مولانا شاہ احمد عبد الحی	۳۳۸
مولانا شاہ شمس الدین	۳۳۹
مولانا شاہ محمد علی	۳۴۰
مولوی عماد الدین الحنفی	۳۴۱
مولوی ابو قلندر	〃
مولوی غلام دستگیر	〃
منشی محمد عمر	〃
مولوی سید محمد عزیز منعمی	۳۴۲
داروغہ نظیر احسن	۳۴۳
پروفیسر ظہیر احسن	〃
ڈاکٹر عبد الحفیظ	〃
حکیم محمد مخدوم محی الدین	〃
قاضی سید شاہ نور الحسن	〃
مولوی امیر الحسن	۳۴۴
مولوی عبد الرحمٰن	〃
مولوی حکیم عبد الرزاق	〃
مولوی شمس الحق	〃
مولوی محی الدین	〃

مضمون	صفحہ
مولوی حاجی رکن الدین	۳۴۷
مولانا قطب الاولیا محمد وارث	〃
مولوی ابو الفضل	۳۴۸
مولوی شاہ حسین	〃
مولوی شاہ احمد	〃
مولانا شاہ مصطفیٰ ابو القاسم	〃
مولانا شاہ وصی احمد	۳۴۹
مولوی شاہ مجتبیٰ	〃
شاہ جار الدین	۳۵۰
شاہ ظہور اللہ	〃
ملا امر اللہ بن عبد اللہ	۳۵۱
آپکی تصنیف تحصیل المعتقد کتب خانہ لندن میں موجود ہے	〃
پھلواری میں خاندان فریدی کی ایک شاخ	۳۵۲
شاہ محمد سعد اللہ فریدی	〃
شاہ وحید اللہ فریدی	۳۵۳
شاہ محمد علی یوسف	〃
شاہ احمد مصطفیٰ	۳۵۴
شاہ محمد نعمت مجیبی	〃
مولوی شاہ عبید اللہ	۳۵۵
مولوی شاہ محمد نعمت اللہ	〃
مولانا شاہ محمد صفت اللہ	۳۵۶
مولوی شاہ محمد موسیٰ	۳۵۷
مولوی شاہ محمد ادریس	〃
مولانا شاہ اشرف مجیبی	۳۵۸
خانقاہ فریدی	۳۵۹
تذکرہ اولاد حکیم محبوب عالم	۳۶۰
مولوی شیخ فتح محمد	۳۶۸

مضمون	صفحہ
مولوی بشیر مظفر محمد	۳۶۱
حکیم محبوب عالم	〃
موضع حکیم آباد گھاگھٹ میں قیام	۳۶۳
پھلواری سے تعلقات	۳۶۶
حکیم غلام جیلانی	〃
حکیم محمد واعظ اللہ	〃
مولانا شاہ سلیمان قادری چشتی	۳۶۹
بیان سیرت کی ابتدا	۳۷۰
جماعت خانہ	۳۷۱
بیعت و تعلیم	۳۷۲
شادی، اولاد، وفات	۳۷۳
مولوی شاہ حسن میاں	〃
مولوی حسن مثنیٰ	〃
مولوی شاہ حسین میاں	۳۷۴
سید علی اکبر سلمہٗ	〃
مولوی شاہ غلام حسنین	〃
مولوی شاہ جعفر	۳۷۵
مولوی شاہ محمد ایوب	۳۷۶
بیعت، اجازت، خلافت	〃
درود خوانی	〃
مولوی عزیز فریدی	۳۷۷
خاندان مخدوم جلال الدین بخاری کی شاخ	〃
پھلواری سے تعلق	۳۷۸
قرابت مندانہ تعلقات	〃
روحانی تعلقات	۳۷۹
پھلواری میں توطن کا سبب	〃
مولوی سید افضل علی	۳۸۰

مضمون	صفحہ
مولوی سید علی اعظم	۳۸۱
مولوی سید احمد منیر	۳۸۲
خاندان قادریہ کی ایک شاخ	۳۸۴
شاہ احمد اللہ منیری	〃
اصلی وطن اور خاندان امیر عطاء اللہ سے تعلق	۳۸۹
شاہ عنایت احمد	۳۹۳
معمولات و مراسم	
خانقاہ مجیبیہ	۳۹۵
عہد تاج العارفین کے اعراس	〃
زیارت موئے مبارک	۳۹۸
آثارات شریف لانیکی مدت	〃
غسل موئے مبارک	۴۰۵
عہد فصیح العالمین میں عرسوں کا اضافہ	۴۰۷
عرس بنارس کی تفصیل	۴۱۷
۲۰ جمادی الاول کے عرس کی تفصیل	۴۲۰
معمولات رمضان شریف	۴۲۷
معمولات یوم الفطر	۴۲۹
اجازہ فاتحہ و قل کی تفصیل	۴۲۹
قلمی [illegible] سورتیں معمول ہیں	۴۳۰
درود تاج	۴۳۰
درود تاج کا دوسرا طریقہ	۴۳۱
[illegible] امور خانقاہ مجیبیہ	۴۳۲

تعارف

الحمد للہ وحدہٗ والصّلوٰۃ والسّلام علےٰ نبی لانبی بعدہٗ وعلےٰ آلہ
وصحبہ الذین اختاروا اسوتہٗ واشاعوا طریقتہ المثلیٰ وسنّتہٗ۔

خداوند قدوس کے وہ بندے جو رجوع الی الحق اور تبتل الی اللہ کے اعلیٰ صفات کے مالک ہوتے ہیں ان کو وہ اپنے بارگاہ قدس کے تقرب سے نوازتا ہے اور دُنیا کے لئے ان کو نور ہدایت بنا کر بھیجتا ہے، ان کا وجود بھٹکے ہوؤں کے لئے چراغ اصلاح و ہدایت ہوتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ان کی ذات دوائرِ عالم کے لئے نقطۂ فضیلت اور ان کے صفات اَقطارِ ارض کے لئے سرمایۂ حسنات و خیرات ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے ان بندوں کی اتباع اور ان کے نقشِ قدم کی اقتدار لوگوں کی ہدایت و اصلاح کا واحد ذریعہ ہے۔

لیکن نہ صرف یہ کہ وہ اپنی اس دنیاوی زندگی ہی میں لوگوں کو درس ہدایت دیتے ہیں بلکہ اخروی و ابدی زندگی اختیار کرنے کے بعد ان کے نقوشِ و تاثرات سے درس و افادہ کی نہریں جاری رہتی ہیں۔

اس بدیہی قانون کے تحت اَخیار و اَبرار نے ہر دَور اور ہر طبقہ میں ان نفوسِ قدسیہ کے نقوش کو اُجاگر کرنے کی سعی مشکور کی۔

پیشِ نظر کتاب میں حضرت مؤلف مدظلہٗ العالی (جن کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی افادی حیثیت کو پیش کرنے میں صرف ہوتا ہے) نے بھی علماءِ ربانیین کے ایک اہم طبقہ کے حالاتِ زندگی، افادی کارنامے، ان کے ہدایت و ارشاد کے کلمات کو پیش کرنے کی گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

پھلواری کا یہ مردم خیز خطہ جس کے فیضِ کمال سے بہار و اودھ کی ساری سرزمین لہلہا اٹھی تھی اب اللہ تعالیٰ کے کن کن مقرب بندوں کی خوابگاہ بننے کی عزت حاصل کئے ہوئے ہے، اس کی مکمل تاریخ آج تک کسی نے

نہیں لکھی ـــــ اگلے زمانہ کی روش ہی کچھ اور تھی، تاریخ نویسی کا دستور ہو یا نہیں، لیکن ہر چھوٹی بڑی بات کو محفوظ رکھنے کی غرض سے یادداشت میں لکھ لینا اکابر کا معمول ضرور تھا۔

اس قصبۂ پھلواری کی وہ گرامی ذات جس کے سلسلۂ فیض نے نہ صرف پورب کے سارے اضلاع کو سرسبز و شاداب کیا بلکہ ظاہر و باطن کے برکات سے بھر دیا، یعنی حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ مجیب اللہ قادری قدس اللہ سرہٗ کی اپنے خانوادہ میں پہلی ذات ہے جس نے اکابر اولیا، کی تاریخ ولادت و وفات اور دیگر ضروری باتیں بطور یادداشت لکھنا شروع کیں لیکن اس کے لئے کوئی مستقل کتاب نہ تھی بلکہ متفرق کتابوں کی جلدوں پر تحریر فرمایا کرتے، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے و جانشین جن کے دم سے پیر مجیب کا چشمۂ فیض بڑھکر دریائے فیض بن گیا، یعنی حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس اللہ سرہٗ نے اس میں اتنا اضافہ فرمایا کہ یادداشت کی ایک مستقل کتاب مدوّن فرمائی اور ہر ماہ میں تاریخ وار اکابر کے سنین وفات وغیرہ درج فرمائے اور متقدمین کے سنین کا ماخذ تذکرۃ الاولیا اور نفحات الانس جیسی کتابوں کو بنایا ـــــ آپ کے تتبّع میں آپ کے اخلاف و اعزہ حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ اور ان کے دو بھائی حضرت مولانا ابوالحیوٰۃ، حضرت مولانا محمد حسین قدس سرہما اور حضرت مولانا وصی احمد قدس سرہٗ نے یادداشت لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید خاص منشی علی عظیم عیسٰی پوری نے آپ کے عہد ہی میں جنتری بنائی، جس میں ہجری و عیسوی و فصلی سنین کے جدول بنا کر واقعات ولادت و وفات وغیرہ لکھا کرتے تھے۔

عرصہ کے بعد حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس اللہ سرہٗ نے جبکہ جنتریاں طبع ہونے لگیں، ان مطبوعہ جنتریوں میں کچھ اجزا کا اضافہ کر کے یادداشت تحریر فرمانے لگے اور اپنے ابتدائی عہد سے وفات کے زمانہ تک واقعات تحریر فرماتے رہے، یادداشت لکھنے کی مختصر کیفیت تو یہ ہوئی۔

حضرت تاج العارفین قدس اللہ سرہٗ کے احفاد میں حضرت مولانا شاہ نورالحق تپاں قدس اللہ سرہٗ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تذکرہ نویسی کی بنیاد ڈالی، انہوں نے تصرّف کے اعمال و اشغال میں ایک کتاب "انوار الطریقۃ" تحریر فرمائی جس میں اپنے جد امجد رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اپنے اسلاف کا مختصر تذکرہ اور پیرانِ سلسلہ کا اجمالی ذکر قلمبند فرمایا۔

مگر تذکرہ اور تاریخ کی حیثیت سے مکمل کتاب مرتب کرنے والے پہلے شخص حضرت تاج العارفین ہی کے حفید حضرت مولانا ابوالحیوٰۃ قدس اللہ سرہٗ ہیں، جنہوں نے صاحب النسبتہ الاویسیۃ حضرت مولانا سید وارث رسولنا رضی اللہ عنہ اور ان کے خلفاء کا مفصل تذکرہ اور حضرت تاج العارفین کا مع خلفاء کے مفصل تذکرہ اور اپنے شیخ ومرشد حضرت شیخ العالمین اور دیگر مشاہیر پھلواری کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب کا نام "تذکرۃ الکرام" ہے، اصل کتاب فارسی میں طبع ہوچکی ہے اور نصف حصہ کا اُردو ترجمہ بھی طبع ہوچکا ہے۔

حضرت شیخ العالمین قدس اللہ سرہٗ کے ایک مرید شیخ طالب علی پھلواروی نے اپنے شیخ کے ملفوظات مرتب کئے ہیں، جو "ملفوظات شیخ العالمین" کے نام سے موجود ہے اور پُر از معلومات ہے۔

اُسی دَور میں مولانا امان علی ترقی علیہ الرحمۃ نے بزرگانِ پھلواری کا تذکرہ ایک طویل مثنوی میں نظم کیا، جس میں حضرت امیر عطاء اللہ جعفری علیہ الرحمۃ اور ان کے بعد مشاہیر پھلواری کا اجمالی تذکرہ نظم کرتے ہوئے حضرت فرد الاولیاء قدس اللہ سرہٗ کے مختصر ذکر پر ختم کیا ہے۔

حضرت فرد الاولیاء قدس اللہ سرہٗ کی وفات کے بعد آپ کے مریدین وفیض یافتہ حضرات میں حضرت مولانا شاہ محمد شرف الدین و مولانا شاہ وصی احمد قدس سرہما نے آپ کا تذکرہ مرتب فرمایا۔

مولوی احمد کبیر حیرت پھلواروی نے تاریخ الکملاء کے نام کی کتاب دو جلدوں میں مدوّن فرمائی، جس میں ابتداء سے اپنے عہد تک تمام اکابر واصاغر کے تاریخ وفات کے قطعات لکھے، پھلواری کے نسب نامہ کے پہلے مدوِّن مولوی سید احمد یعقوب علیہ الرحمۃ تھے (جو حضرت شاہ احمد عبد الحیٔ بن حضرت تاج العارفین قدس سرہما کے اولاد اناث میں تھے اور مؤلف کتاب مدظلہ کے جدِّ اعلیٰ تھے) اس کے بعد انہیں کے عہد میں قاضی سید مخدوم عالم علیہ الرحمۃ نے نسب نامہ کو مزید اضافہ کے ساتھ تدوین فرمائی۔

پھر حضرت مولانا شاہ محمد شرف الدین قدس سرہٗ نے ان نسب ناموں میں اضافہ فرمایا آخر میں ان سب نسب ناموں کا مجموعہ کتاب کی شکل میں حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس اللہ سرہٗ نے مدوّن فرمایا۔

یہ سب کچھ ہوا ـــــ لیکن پھلواری کی مکمل تاریخ، اسلامی آبادی کب سے شروع ہوئی؟ اس

سرزمین پر آفتاب ہدایت کب طلوع ہوا، کون کون خانوادے کب کب آئے اور کس طرح اس کو اپنے فیوض و برکات کا مرکز بنایا، ان کے فضائل و محاسن نے کیسے کیسے جواہر بکھیرے، ان کے فرزندوں اور فرزندوں کے فرزندوں میں کیسے کیسے نامور پیدا ہوئے اور دور کی دنیا اس سے کہاں تک متاثر ہوئی اور باہر کے ممتاز خانوادوں سے کیا تعلقات رہے، اس کا مفصل تذکرہ باقی تھا۔

حضرت جدی و استاذی مولانا حکیم سید شاہ محمد شعیب صاحب مدظلہ العالی نے اپنی تذکرہ نویسی اور تاریخ دانی کے ذوق کے تحت پہلی مرتبہ ہمت فرمائی اور پھلواری کی مکمل تاریخ میں ایک کتاب "القرون الماضیۃ فی القریۃ الناجیۃ" عرصہ دراز ہوا مرتب فرمائی، یہ کتاب "اعیان وطن" اس کا خلاصہ ہے۔

مسرت کا مقام ہے کہ قصبۂ پھلواری کی آبادی جن نفوس قدسیہ کی یادگار ہے، اُن دعوتِ حق کے علمبرداروں سے کسبِ کمال اور اکتسابِ فیض کا کلماتِ ہدایت و ارشاد کی نشر و اشاعت کی صورت میں عرصہ کے بعد پھر ایک موقع نکالا گیا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اس سلسلۂ اشاعت کو ان کے فیض تربیت کا مرکز بنائے رکھے، اُن کا چشمۂ فیض اس سے جاری ہو اور اُس کی برکتوں کا سلسلہ قائم رہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

عبد عاجز

عون احمد قادری

رحم اللہ علیہ و علی ابویہ

۱۷ جمادی الاولیٰ سہ شنبہ

۱۳۷۲ھ

مقدمہ

از علامہ مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

واللہ اعلم بالصواب۔ خود علم نجوم سے راقم واقف نہیں، لیکن مولوی غلام حسین طباطبائی جیلانی نے اپنی مشہور تاریخ سیر المتاخرین میں "ہندوستان" کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"ایں اقلیم منسوب بزحل و مُربّیش ستارۂ مذکور ست۔"

اسی ستارۂ زحل کی طرف انتساب، اور اسی ستارے کے زیر پرورش ہونے کا بقاعدۂ علم نجوم انہوں نے یہ اثر بتایا ہے، کہ

"اکثر مردم ایں جا پست فطرت، وضعیف العقول وکم طاقت۔" صـ ۲۲۵ جلد ۲

کسی معنی میں یہ تنجیمی فیصلہ اگر صحیح بھی ہو جب بھی ظاہر ہے کہ اس کا تعلق عام ہندوستان سے ہے، مگر اسی ہندوستان کا ایک صوبہ "بہار" بھی ہے، خدا جانے یہ خاص صوبہ کس ستارہ کی طرف منسوب ہے، اور ارباب نجوم کی اصطلاح میں اس کا مربی کون سا ستارہ ہے اور اس کے آثار وخواص کیا ہیں۔

لیکن فرشتہ نے حام وسام ویافث حضرت نوح علیہ السلام کے ان تینوں صاحبزادوں کی طرف دُنیا کی موجودہ نسلوں کے مشہور انتساب کا ذکر کرتے ہوئے حام کے پوتے کشن نامی کے متعلق لکھا ہے کہ اسی کشن[1] کا ایک لڑکا بہاراج نامی تھا، اسی نے

"بلدہ بہار بنا کرد واہلِ علم وفضل از اطراف واکناف طلب داشتہ دراں شہر متوطن ساخت ومعابد ومدارس بسیار ساختہ وبہ پرداختہ آں حدود را وقف طلبہ علم نمود۔" صـ فرشتہ جلد ۱

ظاہر ہے کہ یہ ایک پارینہ داستان ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ فرشتہ تک یہ بات کس ذریعہ سے پہنچی۔

---

[1] اسی موقع پر فرشتہ نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ یہ گیتا والے سری کرشن جی نہیں ہیں جنہیں عام طور پر لوگ کشن بھی کہتے ہیں "قائل ہند او را معبود دیتا برداشتہ" صـ ۱ جلد ۱

کچھ بھی ہو اتنے قدیم اور پرانے زمانے کی بات کی تاریخی تحقیق تو مشکل ہے، لیکن بجائے درخت کے پھل سے درخت کو پہچاننے کا جو مشہور طریقہ ہے اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اگر دیکھا جائے تو ہند کے عہدِ پاستانی کے اس فسانہ میں حقائق و واقعات کے بہت سے ذرات چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بہار جیسا کہ معلوم ہے لفظ وہارا کی ایک مروجہ شکل ہے اور وہارا بودھ مت کے علمی و عملی مرکزوں کی تعبیر تھی، اپنے ان ہی وہاروں کی وجہ سے جن کا جال اس صوبہ کے طول و عرض میں پھیلا ہوا تھا، اس پورے علاقے کا نام بہار ہو گیا۔ آج علمی حلقوں کی یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ پچھلے دنوں کوہ راجگیر کے دامن میں نالندا نامی بودھ مت تعلیم گاہ کے جو پرانے آثار برآمد ہوئے ہیں، اور اس وقت تک اربابِ تاریخ نے مختلف ذرائع سے نالندا کے متعلق معلومات کا جو ذخیرہ جمع کر دیا ہے، اس سے اس بات کی توثیق ہوتی ہے کہ بہار کم از کم اس زمانہ میں جب بدھ مت کا اس ملک میں دار و دورہ تھا، صرف ہندوستان ہی کا نہیں بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ عام ایشیائی ممالک کا علمی مرکز سمجھا جاتا تھا۔ ایک طرف جاپان و چین سے اور دوسری طرف عراق و ایران سے تشنہ کامانِ علم ان علمی مرکز کی طرف کھچے چلے آتے تھے، تاریخی وثائق سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

دریائے گنگا کے جنوبی ساحل کا علاقہ جو مگدھ کے نام سے موسوم تھا، اگر ایک طرف اس میں نالندا کی یہ یونیورسٹی قائم تھی جہاں بیان کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ علوم کے تعلیم پانے والوں کی تعداد کبھی کبھی بارہ ہزار تک پہنچ جاتی تھی۔

تانبے کے پتروں پر نالندا کے دبے دبائے کھنڈروں سے، ہند کے پرانے حکمرانوں کے فرامین جو برآمد ہوئے ہیں ان سے بھی فرشتہ کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ سرزمین مگدھ کا بہت بڑا زرعی حصّہ نالندا کی اسی تعلیم گاہ پر وقف تھا، اور کچھ تعجب نہیں کہ اس مرکزی درسگاہ کے معاون مدارس و مکاتب مگدھ کے مختلف قصبات اور دیہاتوں میں جاری ہوں۔ "مدارس بسیار ساختہ و پرداختہ" فرشتہ کے یہ الفاظ ممکن ہے کہ کلیتہً بے معنی نہ ہوں۔

اسی طرح صوبہ کا شمالی خطہ جو دریائے گنگا کے شمالی ساحل پر ہمالیہ تک پھیلا ہوا ہے، کسی زمانہ میں جو میتھلا کہلاتا تھا اور آج کل اسی کو ترہت کہتے ہیں، ابوالفضل نے آئین اکبری میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "از دیر گاہ بن گاہ ہندی دانش"

"ہندی دانش" یعنی "حکمت ہندی" یا "ہندی فلسفہ" کی تعلیم کا زمانۂ دراز سے بہار کا شمالی علاقہ مرکز تھا
یہی ابو الفضل کے مذکورہ بالا فقرہ کا ماحصل ہے، نہ صرف عہد قدیم میں جب گوتم رشی جیسے فاضل اور
راجہ جنک جیسے عارف اس علاقہ میں جیسا کہ کہا جاتا ہے پیدا ہوئے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ علم و فضل سے
اس علاقہ کا ہر زمانہ میں خصوصی تعلق رہا ہے۔ غیر معمولی دماغ رکھنے والے افراد اس خطہ میں مسلسل پیدا
ہوتے رہے، شاہجہاں کے زمانہ کا واقعہ ہے، پادشاہ نامہ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ

"یمین الدولہ دو زنار دار ترہتی را از نظر اقدس گذرانیدہ معروض داشت کہ ایں بر دو شنودہ بیت ہندی را کہ دہ شاعر بتازگی گفتہ باشند و گوش زد ہیچ کس نشدہ باشد بیک شنیدن یاد می گیرند و آں ابیات را بہماں ترتیبے کہ شعرا گفتہ و خواندہ باشند از بر خوانندہ دہ بیت دیگر بہماں وزن و مضمون در بدیہہ می گویند۔" پادشاہ نامہ جلد ۱ ص ۲۶۹

جس کا مطلب یہی ہوا کہ ترہت کے دو شریف آدمی جو جنیو پہننے والوں میں سے تھے، غالباً برہمن یا بابھن ہوں گے، ان کو شاہجہانی دربار میں یمین الدولہ نے پیش کیا، دونوں میں سے ہر ایک کی یادداشت اور حافظہ کی قوت بھی عجیب تھی، اور اسی کے ساتھ شعر گوئی کا ملکہ بھی دونوں کے حیرت انگیز تھا، حافظہ اتنا قوی تھا کہ دس شاعروں کے ایک ایک شعر کو سننے کے ساتھ ہی صرف یہی نہیں کہ اسی وقت سنا دیا کرتے تھے، بلکہ جس ترتیب سے اشعار سنائے جاتے تھے اسی ترتیب کے ساتھ سناتے تھے، اور اسی کے ساتھ شعر گوئی میں یہ کمال تھا کہ کسی وزن و بحر میں شعر کہا گیا ہو، مگر اس کو سنانے کے بعد ٹھیک ان ہی سنے ہوئے اشعار کے مضامین کو ان ہی اوزان میں نظم کر کے پیش کر دیتے تھے۔ بادشاہ کے سامنے دونوں کے کمالات کا مظاہرہ کیا گیا، خلعت اور شاہانہ انعام و اکرام کے ساتھ دونوں کو رخصت کیا گیا۔

خیر یہ قصہ تو طویل ہے، مجھے کہنا یہ ہے کہ علم و معرفت کے ساتھ بہار کے جنوبی و شمالی دونوں حصوں کا غیر معمولی تعلق ایک ایسا واقعہ ہے جسے کسی حیثیت سے بھی "صوبہ داری عصبیت" کا نتیجہ قرار دینا، کم از کم میرے نزدیک خود ایک قسم کی جانب داری اور عصبیت ہے، بلکہ اپنی بے جا خود بینی اور دوسروں کی کمتری کے شعوری یا غیر شعوری احساس پر ممکن ہے کہ اس کی بنیاد قائم ہو۔

دیکھئے! اس وقت آپ کے سامنے بہار کے صوبہ کی نہیں، ضلع کی نہیں، ضلع کے کسی تعلقہ (سب ڈویژن) کی نہیں بلکہ ایک قصبہ، صرف قصبہ یا شاید آبادی کے لحاظ سے بڑے دیہات کے خاص عہد کی تاریخ "اعیان وطن" کے نام سے پیش ہو رہی ہے، اس خاص عہد میں بھی سچ پوچھئے تو زیادہ تر اس کتاب کا تعلق پچھلی دو صدیوں سے ہے۔

اور ان صدیوں کی بھی عموماً ایسی شخصیتوں کو زیادہ نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن کا کچھ رنگ بھی نرالا ہے، اور ڈھنگ بھی نرالا ہے۔ نہ صرف ان ہی کے لئے نرالا ہے جو "سب کچھ" اسی خاکی زندگی میں پانا چاہتے ہیں، جس میں ہر پانے والا آج بھی دیکھ رہا ہے، کل بھی دیکھ رہا تھا اور آئندہ بھی ہمیشہ دیکھتا رہے گا۔ کہ اس کا سب کچھ چھین گیا" حتیٰ کہ وہ زندگی بھی جس کے لئے سب کچھ پایا اور کمایا جاتا ہے۔ بلکہ سچ پوچھئے تو زندگی کے اس نرالے رنگ اور جینے کے اس نرالے ڈھنگ سے عموماً جو مانوس سمجھے جاتے ہیں، ان کی نگاہوں سے بھی اس نرالے رنگ اور نرالے ڈھنگ کی اصل حقیقت اس حد تک اوجھل ہو چلی ہے کہ اگلے زمانے کی ان ایسی شخصیتوں کے ساتھ اُنس و شناسائی کا دعویٰ بہت کچھ صرف ایک رسمی رواج اور منھ دیکھی سی بات بن کر رہ گیا ہے، ان گذرے ہوئے بزرگوں کا تعلق مسلمانوں کے طبقۂ صوفیہ سے تھا، وہی صوفیوں کا طبقہ جس میں غیر تو غیر خود اپنوں کے لئے بھی وہ دل آویزیاں اب باقی نہیں رہی ہیں، جن کے ساتھ کسی زمانہ میں ہر مسلمان کی جان کی آسودگی اور دل کا چین وابستہ تھا۔

بہر حال محدود زمانہ کی ان ہی محدود شخصیتوں کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا ہے جو بہار کے ایک مختصر سے قصبہ یا قریۂ کبیرہ پھلواری شریف کی خاک پاک سے اُٹھیں۔

خاکسار کسی معنی میں نہ صوفی ہے اور نہ صوفیہ کے فضائل و کمالات سے علماً و عملاً اسے کوئی حصّہ ملا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت مرحومہ کے ادنیٰ ترین فرد کی جو حیثیت ہو سکتی ہے اس سے زیادہ اپنے آپ کو کچھ نہیں پاتا۔ بلکہ اس سلسلہ میں بھی دناءت اور پستی کا جو آخری درجہ ہو سکتا ہے، نہیں کہہ سکتا کہ اس پر بھی صحیح معنوں میں اسے کوئی جگہ مل سکتی ہے یا نہیں۔

اس لئے صوفیہ اور ان کے علم و عمل کے طریقۂ خاص جس کا اصطلاحی نام "تصوّف" ہے۔ اس کے متعلق اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے، تصویباً یا تنقیداً لب کشائی کے استحقاق سے اپنے آپ کو ان امور کے متعلق محروم پاتا ہے، پاکوں کا کام، پاکوں کا کام ہے، وہ بڑے بے باک ہیں جو اپنی ناپاکیوں سے آنکھیں میچ کر جن کی پاکی تسلیم کی گئی ہے ان پر اپنی زبانیں کھولتے ہیں۔

کچھ بھی ہو مولویت و صوفیت کی لاگ ڈانٹ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کا اتنا پُرانا مسئلہ ہے کہ تابعین سے آگے بڑھ کر میں تو سمجھتا ہوں کہ خیر القرون کے قرن اول عہد صحابیت میں بھی افراد کے انفرادی و شخصی رجحانوں میں ان دونوں طبقوں کے تائیدی شواہد مل سکتے ہیں۔

صدیوں سے گذر کر اسی کا نتیجہ ہے کہ ہزار سال اور ہزار سال سے بھی زیادہ مدّت میں اس مسئلہ میں کسی ایک

پہلو کی طرف کامل یکسوئی کی صورت نہ پیدا ہو سکی۔ اسلئے جھگڑے کے اس قصّہ کو بجائے آگے بڑھانے کے شاید یہ زیادہ مناسب ہے کہ ان دونوں طبقوں کی جو باتیں جس کسی کو جس حد تک پسند آجائیں، ان پر عمل کریں، اور جن کی گنجائش کسی وجہ سے اپنے اندر نہ پائیں، انہیں کرنے والے اور ان کے خدا کے سپرد کردیں۔ واللّٰہ یحکم بینکم فیما فیہ تختلفون۔

اب میں کیا عرض کروں، اس کتاب میں پھلواری شریف کی موجودہ خانقاہ کے معمارِ اوّل حضرت مخدوم شاہ محمد مجیب اللّٰہ قادری قدس اللّٰہ سرّہٗ جو اپنے خانوادۂ خاص میں "تاج العارفین" کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں، ان کے متعلق یہ لکھتے ہوئے کہ ایک صاحب بغرض بیعت ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا ——— "اگر بیعت بغرض طلبِ حق کی گئی ہے تو اس کے لئے نذر و نذورات ضروری نہیں اور اگر بغرض حصول دُنیا ہے، تو بیعت اس کے لئے نہیں کی جاتی۔"

اسی کے بعد فرمایا:-

دُنیاوی کام کے حصول کے لئے بہت سے ذرائع ہیں، جس سے دنیا کا حصول بآسانی ہو سکتا ہے۔"

ہیں تو یہ چند ہی فقرات، لیکن تصوف کے متعلق بدگمانیوں کے پھیلانے والوں کے لئے جہاں تک میرا خیال ہے سُوءِ ظن کے قرآنی اِثم اور پاپ کے ازالہ کا کافی سے زیادہ سامان ان ہی چند فقروں میں سمٹا ہوا ہے۔

ع ان کان فی القلب ایمان واسلامٗ

"طلبِ حق" کی اسی راہ میں جو کچھ سکھایا یا سکھلایا جاتا ہے، کیا اور کرایا جاتا ہے، ان سے صحیح معنوں میں تو وہی واقف ہو سکتے ہیں جنہوں نے اس راہ کی باتیں سیکھی ہوں، سیکھ کر ان پر عمل کیا ہو۔ مگر جو اس راہ سے بیگانہ قطعاً بیگانہ ہے، اس کتاب کے مطالعہ کا اور کوئی اثر اس پر پڑا ہو یا نہ پڑا ہو، مگر اس انکشاف نے کم از کم مجھے تو ششدر و مبہوت سا بنا دیا کہ اس خانقاہ میں کسی خاص مزار یا روضہ کو خصوصی مرکزیت جیسا کہ اس کتاب سے بھی معلوم ہوتا ہے، نہیں عطا کی گئی۔ بلکہ خانقاہ کے معمارِ اوّل حضرت پیر مجیب رح کے متعلق مصنف کتاب نے نقل کیا ہے کہ

"حضرت تاج العارفین (یعنی پیر مجیب اللّٰہ قدس سرّہٗ) اپنے لئے عام مزار ہی پسند فرماتے تھے۔" ص ۲۷۸

مگر با ایں ہمہ جہاں تک میں جانتا ہوں ہندوستان کی عام خانقاہوں سے الگ اس مجیبی خانقاہ میں

"مصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست" کے جوہری نقطۂ نگاہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے دین میں جو چیز درحقیقت "ہمہ اوست" ہونے کی حیثیت رکھتی ہے اور متکلمین کے مزائی وجدلی بقبقوں یا وعاظ و قصاص کے خطابی و اقناعی شقشقوں کے مقابلہ میں اپنا خیال تو یہی ہے کہ بزرگانِ پھلواری کی یہی نکالی ہوئی راہ صحیح معنوں میں "رہِ قلندر" کہلانے کی جائز حقدار ہے۔ [1]

اس کتاب میں "موئے مبارک" (علیٰ صاحبہ افضل الصلوٰت والتسلیمات) کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کو پڑھ جائیے، ممکن ہے کہ رسوم کے بعض بیرونی قوالب "مولویت" کی پیشانی پر کچھ شکن آور بھی ہوں۔ مگر "دین کے ہمہ اوست" تک پہنچنے اور پہنچانے کی یہ کتنی مختصر راہ ہے، اس کا اندازہ کچھ تجربہ ہی سے ہو سکتا ہے، اور انسانی نفسیات کی حکیمانہ بصیرت جو اپنے اندر رکھتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کتنا کارگر، مؤثر، زود اثر نسخہ ہے۔

دو عالم بہ کاکل گرفتار داری
بہر "مو" ہزاراں سیہ کار داری

شاید دو سو سال تک پھلواری شریف کی خانقاہ میں اسی شعر کی عملی شرح جس شان، آن بان کے ساتھ ہوتی رہی ہے، دیکھنے والوں سے اس کا حال آپ پوچھ سکتے ہیں۔

لاکھوں کتابیں، ہزارہا تقریریں یقیناً اس ایمانی نتیجہ کو پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتیں، جسے "خانقاہ مجیبیہ" کی یہی "رہِ قلندری" پیدا کرتی رہی ہے۔ دوسروں کے متعلق کیا عرض کروں، اسی کتاب میں جس وقت

ہر دو زلفش کہ مظلّما   بر سرم سایۂ حمایتِ اوست   (فرد ؟)

کے شعر پہ نظر پڑی، اور کہاں کہاں پہنچی۔ اسے کیا بیان کیا جائے، رحم اللہ الجامی السامی حیث قال

صفت بادۂ عشقش زمن مست مپرس   ذوقِ ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی

اور دین کی اس جیتی جاگتی "زندہ راہ" کے سوا اسی کتاب سے آپ کو معلوم ہوگا، کہ چندوں کی فہرست کھولی گئی اور نہ ملک کے طول و عرض میں سفراء کے وفود بھیجے گئے، نہ اخباروں میں سوال کی اپیلیں شائع کی گئیں، الغرض کسی تعلیمی و تدریسی ادارے کے چلانے کے لئے آج کل جو کچھ کیا جاتا ہے، کچھ نہیں کیا گیا، لیکن جن فقیروں کے

---

[1] آستانہ نبوت کبریٰ پر "عرض احسن" کے نام سے ایک منظوم معروضہ کے پیش کرنے کی سعادت اس فقیر کو جب حاصل ہوئی تھی اپنی التجائی نظم میں دوسرے خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں سب کا خلاصہ "ہاں دینی و ایمانی" کے الفاظ پیش کیا گیا تھا۔

پاس فقیری کے سوا اور کچھ نہ تھا، آپ دیکھیں گے کہ ان ہی فقیروں کی وجہ سے پھلواری شریف کی یہ بستی ایک ایسی "مرکزی جامعہ یا یونیورسٹی" کے خدمات انجام دیتی رہی، جس سے تقریباً دو سو سال تک فارغ التحصیل ہو ہو کر ارباب فضل و کمال ملک کے طول و عرض میں مسلسل پھیلتے رہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں شریک ہو ہو کر امتیاز حاصل کرتے رہے، نہ صرف دینی راہوں میں کام کرنے والے لوگ پھلواری کی اس "خانقاہی یونیورسٹی" سے نکلتے رہے، بلکہ آج کل "سولین" بنانے والے علمی ادارے جس خدمت کو لاکھوں روپے کے مصارف سے انجام دے رہے ہیں، آپ اس کتاب کو پڑھئے! دیکھئے گا کہ حکومت کے سول عہدوں کے لئے عہدہ داروں کی پلٹن کی پلٹن پھلواری کی یہی خانقاہی بستی حکومت کو مسلسل دیتی چلی گئی تھی۔

کتنے قاضی، کتنے مفتی، کتنے صدر اعلیٰ، کتنے صدر امین، قانون گو اور انقلاب کے بعد کتنے منصف، کتنے ڈپٹی، کتنے مجسٹریٹ، کتنے وکیل، کتنے مختار، سررشتہ دار، پیشکار وغیرہ پھلواری کے تعلیمی شعبہ سے حکومت قائمہ کو ملتے رہے، گننے کے بعد شاید ان کا شمار سینکڑوں سے بھی آگے بڑھ جائے تو تعجب نہیں، بہار ہی نہیں بلکہ بیرون بہار بنگال کے مشرقی و مغربی علاقوں کے حکام کی ایک بڑی تعداد آپ کو پھلواری کے تعلیم یافتوں کی ملے گی، یہی نہیں کہ بیش قرار تنخواہوں کے پانے والے اور بڑے بڑے عہدوں تک پہنچنے والے ان تعلیم پانے والوں سے پھلواری کی اس یونیورسٹی میں کوئی تعلیمی فیس نہیں لی گئی بلکہ دو سو سال کی اس طویل مدّت میں پھلواری کی اس یونیورسٹی سے جن ہزارہا طلبہ نے استفادہ کیا، ان پر قیام و طعام کے معاوضہ میں ایک حبّہ کا بار بھی کبھی کسی زمانہ میں کسی حیثیت سے نہیں ڈالا گیا، بلکہ قیام و طعام، سوا پوشاک وغیرہ جیسی ضرورتیں بھی عموماً مفت پوری ہوتی رہیں۔ —— آپ کو اس کتاب میں مختلف بزرگوں کے تذکرے میں اس قسم کے الفاظ ملیں گے۔ کہ —— "طلبہ کی کفالت خود کرتے تھے"

اس کا یہی مطلب ہے۔ بلکہ اعراس اور اعراس میں عموماً پختہ و پز کا ذکر بھی ملے گا۔ اسی کتاب میں آپ پائیں گے۔ —— کثیر مقدار میں گھی، تیل فراہم ہوتا یا سمتی چاول تقریباً سو من خریدا جاتا" ص۲۹۶ اور سب لوگوں کو کھلا دیا جاتا تھا۔

عرسوں کا یہ سلسلہ تقریباً ہر زمانہ میں جاری تھا۔ ایسی صورت میں کیا یہ پوچھنے کی بات رہ جاتی ہے کہ پھلواری کی اس جامعہ میں قیام پانے والے ان طلبہ کے طعام کا انتظام کہاں سے ہوتا تھا اور کس طرح ہوتا تھا۔

جب یہ حال تھا کہ خانقاہ سے تعلق رکھنے والے ہی نہیں بلکہ

"پلاؤ، قلیہ اور میٹھا قصبہ میں ہر مسلمان کے گھر تقسیم کیا جاتا تھا" ص۲۹۶

تو اس پلاؤ اور قلیہ و میٹھے سے وہ کیوں محروم رہ سکتے تھے جو اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ کر تحصیل علم کے لئے اس خانقاہ کے

تعلیمی و تدریسی شعبہ میں شریک ہو جاتے تھے، جو اپنے گھر میں مقیم تھے، جب ان کے پاس بھی نعمت کا یہ خوان بے طلب پہنچا یا جاتا تھا تو "بن گھرے" کیا بھلائے جا سکتے تھے؟ بلکہ میرا خیال تو یہی ہے کہ عرسوں کی اس "کثرت" میں اگر ان غریب الدیار طلبۂ علم اور تشنہ کامان معرفت کی حاجت روائی کا راز بھی پوشیدہ ہو تو اس پر تعجب نہ ہونا چاہیے[1]۔

الغرض دین کے "قلب" اور "قالب" دونوں کی تعمیر میں پھلواری کا یہ قصبہ اور اس کی خانقاہ جو کام کرتی رہی اس کی ایک دلچسپ داستان آپ کو اس کتاب میں ملے گی۔

اس کے سوا بھی ایسی بیسیوں چیزیں ضمناً دوسرے امور کے ذکر کے سلسلہ میں پڑھنے والے مسلسل اس کتاب میں پاتے چلے جائیں گے جو بجائے خود زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق اہم معلومات و انکشافات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تفصیلات کا علم تو خود اصل کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی ہوگا، مگر بطور تعارف کے چند چیزوں کا ذکر اس لئے کر دیا جاتا ہے کہ لوگوں کو اس کتاب کی اہمیت کا کچھ اندازہ ہو سکے اور خیال نہ کیا جائے کہ فقر و فقرا، یا صوفیت و صوفیہ سے دلچسپی رکھنے والوں ہی کے لئے یہ کتاب ہے۔ آپ ڈھونڈھئے، اس قسم کی باتیں آپ کو اس کتاب میں ملتی چلی جائیں گی، مثلاً

(۱)

میں نے عرض کیا کہ خانقاہ مجیبی کی بنیاد "دین ہمہ اوست" کی رہِ قلندری پر قائم ہے، اس کا ثبوت ورق ورق صفحہ صفحہ پر اس کتاب میں آپ کے سامنے آتا جائے گا۔

"نبوت کبریٰ" علیٰ صاحبہا الف سلام و تحیہ کے ساتھ غیر معمولی زندہ ربط و ضبط جو فنائیت کے مقام تک پہنچا ہوا ہے اور اس سلسلہ کے مکاشفات و منامات، ان باطنی کیفیات کے حصول کے لئے خاص خاص قسم کے درود شریف یا وظائف، یا دوسرے صوفیانہ مشاغل و اوراد ہی نہیں بلکہ اَلسُّنّت یا اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات طیبات" آپ کی سیرت پاک یعنی علم حدیث کے ساتھ بھی بزرگان پھلواری کے اندر غیر معمولی دلہ و شغف کی ایسی مثالیں آپ کو ملیں گی جنہیں ہندوستان کے علماء رسوم یعنی مولویوں کے طبقہ میں بھی آپ کو مشکل ہی سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ دس بیس حدیثیں نہیں بلکہ کامل صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو زبانی یاد کر کے صحیحین کے حفاظ بھی آپ کو ان بزرگوں میں ملیں گے، ان میں ایسی ہستیاں بھی نظر آئیں گی جنہوں نے

---

[1] امیر شریعت ثانی حضرت مولانا شاہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری پر خاکسار کا جو مختصر مقدمہ ہے۔ آپ کو اس مقدمہ میں میرے اس خیال کے تائیدی شواہد بھی مل سکتے ہیں۔

اپنی ساری عمر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہی حدیثوں کی تحصیل میں صرف فرما دی، نہ صرف ہندوستان بلکہ بار بار ہندوستان سے باہر گئے، اس فن کے اساتذہ سے حدیثیں سنتے رہے، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ جیسے مراکز اسلام میں ان کی زندگی کا بڑا حصہ اسی پاک مشغلہ میں بسر ہوا۔

آپ ان ہی بزرگوں میں ان کو بھی دیکھیں گے، جو خود خاص حالات کی وجہ سے باہر نہ جا سکے تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو درساً درساً پڑھنے اور تصحیح سند کے لئے باوجود سجادگی کے حجاز سے غیر معمولی مصارف برداشت کرکے استاذ کو طلب کیا، اور مسندِ سجادگی کی عظمت و احترام کو عشق کی اس راہ میں قربان کر دیا ———— بلکہ اسی کتاب میں ایک قصہ ملے گا، ممکن ہے کہ عوام کو اس کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو، قصہ تو کتاب ہی میں پڑھیے، خلاصہ یہ ہے کہ مسند سجادگی پر رونق افروزی کے بعد خاندان مجیبی کے ایک رکن پر یہ حال طاری ہوا کہ سارے جاہی و مالی منافع سے دست بردار ہو کر سجادگی سے مستعفی ہو گئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ حال ان پر حدیث کی تعلیم اور جن صاحب نے تعلیم دی تھی اس کی وجہ سے طاری ہوا، ممکن ہے کہ یہی ہوا ہو، مگر خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی طلب کا شغف، میرا خیال تو یہی ہے کہ اس ماحول کا نتیجہ تھا جسے خانقاہ مجیبیہ کے معماروں نے اپنی اس عجیب و غریب "خانقاہ" میں قائم کیا تھا، اتنی جرأت، اتنی ہمت اس غیر معمولی حبی و عشقی نسبت کے بغیر پیدا ہی نہیں ہو سکتی تھی، جس کی آگ اس خانقاہ میں دلوں کے اندر لگائی جاتی تھی، پس یہ جو کچھ ہوا، ظاہر فان اس کا جو کچھ بھی ہو مگر تھا یہ نتیجہ اسی نسبت کا جو خانقاہ کے باہر نہیں بلکہ اندر پیدا کی جاتی تھی۔

اسی لئے میں دوسروں کے متعلق تو نہیں کہتا مگر اس ماجرا کو سن کر اور پڑھ کر مجھ پر تو یہی اثر مرتب ہوا کہ یہ باہر سے نہیں بلکہ کہا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ؏ "اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

یہ حضرت شاہ عین الحق مرحوم کا قصہ ہے، جنہوں نے مسلک اہل حدیث اختیار فرما لیا تھا، اور سجادہ ہونے کے بعد سجادگی اور اس کے سارے منافع سے دست بردار ہو کر ایک گاؤں یا قصبہ میں مبلغ کی حیثیت سے ساری زندگی گذار دی۔ رحمۃ اللہ علیہ "خانقاہ مجیبیہ" کی تاریخ کا یہ بڑا دل سوز سانحہ ہے، ان کیلئے بھی جنہوں نے سمجھا، اور ان کے لئے بھی جنہوں نے نہ سمجھا۔

اسی سلسلہ میں آپ یہ پڑھیں گے کہ وہی صوفی جو عموماً ترویج بدعات کے ساتھ بدنام ہیں، ان ہی صوفیوں کے لباس میں آپ کو "خانقاہ مجیبیہ" کی مسند سجادگی پر ایسے نفوس بھی نظر آئیں گے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ایسی سنتوں کو زندہ کیا، جس پر عمل کرنے کی توفیق سے ہندوستان کے عوام تو عوام خواص تک

محروم ہو گئے تھے، آپ اس کتاب میں پڑھیں گے کہ "السّلام علیکم" کو ہندوستانی مسلمانوں کی مقامی تہذیب سے خارج کر دیا گیا تھا، لیکن پھلواری کی خانقاہ اس سنّت کو زندہ کرنے میں بحمد اللہ کامیاب ہوئی۔
اسی طرح غیر اسلامی رسوم جو اس ملک کے خصوصی ماحول میں مسلمانوں کے اندر مروّج ہو گئے تھے، خانقاہ پھلواری کے وابستوں کو ان بُری رسموں کے ازالہ میں آپ مشغول دیکھیں گے۔
اور ان امور کا تعلق تو دین کے عملی کاروبار سے ہے، حیرت اس پر ہوتی ہے کہ اس خانقاہ کے تعلیمی و تدریسی شعبہ سے فارغ ہو کر حالانکہ بڑے بڑے عہدوں تک پہونچ رہے تھے، لیکن عمل کے سوا علم کا رنگ جو ان پر چڑھا ہوا تھا وہ اتنا گہرا ہوتا تھا کہ ان میں زیادہ تر افراد اسی قسم کے نظر آتے ہیں جنہوں نے ملازمت کی مشغولیت میں بھی درس و تدریس کے سلسلے کو برابر جاری رکھا، جہاں کہیں جاتے تھے، طلبہ ان کے ساتھ جاتے تھے، آج اس کا کوئی تخیل بھی کر سکتا ہے کہ کوئی جج یا ڈپٹی یا کلکٹر کچہری کے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد گھر پر طلبہ کو باضابطہ درس بھی دے رہا ہو۔
مگر آپ کو اس کتاب میں اس کی ایک دو نہیں بیسیوں مثالیں ملتی جائیں گی، صرف درس ہی نہیں بلکہ آپ پائیں گے کہ ان میں بہت سے ایسے بھی تھے جو ان پڑھنے والے طلبہ کے طعام و قیام کے بھی خود متکفل تھے اور اپنی تنخواہ کا کافی حصّہ ان ہی طلبہ پر خرچ کر دیتے تھے۔

—(۲)—

اس کتاب سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اپنی علمی و عرفانی خصوصیتوں کے لحاظ سے بہار کے اس قریۂ نجابت کی تاریخ کتنی پرانی ہے، مصنّفِ کتاب نے ایک تصویری مرقع (البم) کی نشاندہی کی ہے، جس میں دلّی کے مغل سلاطین کے ساتھ پھلواری کے ایک امیر کو شاہ ہمایوں کا وزیر ظاہر کیا گیا ہے۔
اسی میں آپ پائیں گے حضرت اورنگ عالمگیر انار اللہ برہانہٗ نے فقہ اسلامی کی تدوینِ جدید کے لئے جو دفتر قائم کیا تھا، اس دفتر کے تدوینی اراکین میں پھلواری شریف کے اہلِ علم بھی شریک تھے۔
تاریخِ ہند کے مختلف ادوار میں جو مشہور علمی و سیاسی ہستیاں گذری ہیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں کتنے بڑے بڑے اکابر نے پھلواری میں قدم رنجہ فرمایا، ان میں آپ حضرت مولانا عبد العلی بحر العلوم لکھنوی جیسے بزرگوں کو بھی پائیں گے اور شاہ عالم بادشاہ کو بھی اور شجاع الدولہ اور میر قاسم کو بھی۔
اسی کے ساتھ اسی تقریب میں آپ کو حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی

ملّا نور اسحٰق، ملّا جلال جیسے بزرگوں کے سند یافتہ یا شرف اجازت سے سرفراز ہونے والے لوگ بھی ملیں گے۔

کافی تعداد ایسے بزرگوں کی بھی اس قصبہ میں گذری ہے جنہوں نے حجاز سے سند حدیث حاصل کی، ایسے بھی ہیں جنہیں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں آخری خوابگاہ بنانے کی نعمت میسّر آئی۔

اسی قصبہ میں ایسے عزم ارادے والے بھی تھے جو پیدا ہوئے پھلواری میں مگر امتیاز حاصل کیا انہوں نے مدراس، حیدر آباد، کلکتہ، دہلی، مرشد آباد جیسے مرکزی شہروں میں۔

اسی سلسلہ میں آپ کو کافی تعداد اس قصبہ کے ایسے ارباب علم و فضل کی بھی ملے گی جنہوں نے عربی، فارسی جو اس زمانے کی علمی و دفتری زبانیں تھیں، ان زبانوں کی نظم و نثر کا غیر معمولی ملکہ اور سلیقہ حاصل کیا، مختلف علوم و فنون اور عنوانوں پر کتابیں لکھیں، ان کی نثر و نظم کے نمونے بھی موقع موقع سے اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں، جنہیں دیکھ کر واقعی حیرت ہوتی ہے اور خدا کی شان نظر آتی ہے، وہ چاہے تو کسی ملک اور علاقہ کو بھی جو کمالات عطا نہیں ہوتے، ان ہی کمالات کو جب اس کا جی چاہتا ایک قصبہ یا قریہ کے باشندوں کو ارزانی فرمادیتا ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

لیس علی اللہ بمستنکر   ان یجمع العالم فی واحد

(۳)

اور یہ چیزیں تو ایسی ہیں جن سے زیادہ دلچسپی ان ہی لوگوں کو ہو سکتی ہے جو قدیم مشرقی و اسلامی علوم سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں، ان کی صحیح قدر و قیمت وہی پہچان بھی سکتے ہیں، اور ان کی اہمیت کا بھی صحیح اندازہ ان ہی کو ہو سکتا ہے، مگر ان کے سوا بھی ضرورۃً اس کتاب میں بعض پرانے قدیم وثائق و فرامین جو خوش قسمتی سے مصنف کتاب کو مختلف خاندانوں میں مل گئے، ان کی بجنسہ نقلیں مصنف نے اپنی اس کتاب میں جو درج فرمادی ہیں، میرے نزدیک تو وہ بڑی اہم تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں اور نتائج نکالنے والے ان سے بیسیوں نتیجے نکال سکتے ہیں، مثلاً قاضی نور عالم کے نام تقرر کا جو فرمان شاہی دفتر سے نافذ ہوا تھا، اس میں قاضیوں کے فرائض کو بتاتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ

"در فصل قضایا، و خصومات، و اجرائے حدود و تعزیرات، و اقامت جمعہ و اعیاد، و ترغیب مردم بطاعات، و انکاح من لا ولی لہ، و قسمت ترکات، و حفظ اموال غیبہ و ایتام و تعیین اوصیاء و نصب قوام"

جس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا ہفت گانہ فرائض کی انجام دہی ہر قاضی پر لازم تھی۔ [1]

اسی طرح "منصب احتساب" پر بحالی کا جو پروانہ قاضی نصر اللہ کے نام جاری ہوا۔ اس میں ہے کہ

"در تنبیہ و تادیب ارباب خمور و مسکرات و زجر و منع اسباب مناہی و منکرات و تعدیل اوزان و ذراع

و کیال و مایکون مثل ہذا المثال مساعی موفورہ بردہ بہم رسانند"

جس سے معلوم ہوا کہ ہر علاقہ کے محتسب کا منجملہ دیگر فرائض کے بڑا فرض یہ تھا کہ لین دین کے عام ذرائع

گز، بٹے کھڑے، پیمانوں وغیرہ کی نگرانی رکھیں کہ کمی و بیشی کا موقع نہ ملے۔ و مایکون مثل ہذا (یعنی اور اسی

[1] جس کا مطلب یہی ہوا کہ ہر قاضی اپنے علاقہ میں عدالت اور فوجداری کے مقدمات کے سوا، کورٹ آف وارڈ اور مسلمانوں

کی دینی زندگانی کا نگران کار بھی ہوتا تھا، یہ ایک نظام تھا، مگر آپ جانتے ہیں کہ بالآخر اسی ہندوستان میں "قضا" کے

اس منصب جلیل کا آخری حشر کیا ہوا، کلیجہ پھٹ جاتا ہے اور وما ظلمنا ھم ولکن انفسھم کانوا یظلمون کی

تفسیر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی ہے۔ طباطبائی نے اپنے زمانہ کے عام قاضیوں کا ذکر کرتے ہوئے سیر المتاخرین میں جو

کچھ لکھا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ یہ لکھ کر کہ "قاضی برائے اجرائے احکام شرعی مقرر بود کہ بے حیف و میل برائے ہر کہ ہر امر

کہ از امور شرعیہ استحقاق یافتہ باشد بعمل آرد، و از سرکار بادشاہ مشاہرہ و جاگیر بقدر معاش خود بفراغت یافتہ مجال آں

نداشت کہ دلے درمے بطور رشوت از کسے تواند گرفت و اگر احیاناً ظاہر می شد کہ یکے از جماعہ ازیں مرتکب ایں شناعت

گشتہ مورد غضب سلطانی و ننگ اسلام و مسلمانی گردیدہ مطعون طوائف امم و مبتلائے غم و غصہ ہمیشہ ازاں کار محروم

و در دنیا و عقبیٰ ملوم و مذموم می ماند" یہ حال تو پہلے تھا، لیکن آخر زمانہ میں وہ اپنی چشم دید شہادت یہ نقل کرتے ہیں

"از مدتے الی الآن اصطلاح میراں در قضا مقرر گشتہ اجارہ و استجارہ آں بعمل می آید، و رسومے کہ در ہیچ مذہب ملت

بگوش احدے نہ رسیدہ شیوع یافتہ عوام مسلمانان را در مفصل باخذ بعضے از وجوہ مخترعہ قضاۃ بے ایمان کہ معتقد مسلمانان

خود عیاذاً باللہ جزا خواہد بود ہیچ محدثے، ہمچنیں عقائد نداشتہ باشد بجائے می آرند"

پھر ان قاضیوں کی "حق مانگنے" من گھڑت طریقوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ

"از جملہ مخترعہ مبتدعہ بد بختان مذکور یکے ایں است کہ اگر کسے از غربائے مسلمانان بمیرد، تا نائب قاضی بہ وزن معین

نباید و وجہے کہ قاضی مقررہ کردہ نرساند باعتقاد آں بیچارگان حکم مقتدایان بے ایمان، روح آں میت از خانہ اش

بیروں نمی رود، آں شخص صاحب تعزیہ اگر مقدور ندارد وجہ مذکور نرساند مع عیال و اتباع چناں نجس و ناپاک ہست کہ

اقوام او باد آب و طعام نمی خورند و او را آب و آتش نمی دہند تا ناچار گشتہ بدزدی و قطاع طریقی یا قرض دوام یا بیع مملوکات

وجہ مذکور بقاضی رساند و خود را ازاں بلیہ برہاند"

جس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں میں بھی ان نام نہاد قاضیوں نے چھٹکے کے عقیدے کو پھیلا دیا تھا اور اپنی مٹھی

گرم کرنے کا ذریعہ اس کو بنا یا تھا، قصہ اسی پر ختم نہیں ہو گیا ہے آگے لکھتے ہیں کہ

"و ہمیں صورت است در ختنہ پسران و نکاح دختران کہ بعد بلوغ رسیدہ سالہا محروم و ممتنع از ختان و مناکحت می مانند

(باقی اگلے صفحہ پر)

قسم کی دوسری باتوں کی نگرانی بھی ہر محتسب کے فرائض میں داخل تھی۔ [۱]

اور یہ تو بطور مثال کے سرسری طور پر ان دو[۲] چیزوں کا ذکر کر دیا ہے، اس کتاب میں اس قسم کے وثائق و فرامین کا کافی ذخیرہ جمع ہو گیا ہے، اس زمانہ میں سرکاری حکام کے فیصلوں کی نوعیت کیا ہوتی تھی، اس کا نمونہ بھی آپ کو اس کتاب میں مل سکتا ہے اور ازیں قبیل بیسیوں تاریخی حقائق جن کے جاننے والے اب موجود نہیں ہیں اور نہ کتابوں میں ان کے متعلق کچھ ملتا ہے۔ اس کتاب سے ان کے جاننے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

مثلاً شاہ عبدالحی مرحوم پھلواروی سے جب دہلی جا رہے تھے تو حکومت کی طرف سے ان کو پروانہ راہداری عطا کیا گیا تھا، اس پروانہ کی نقل اس کتاب میں موجود ہے، اس میں اور تو جو کچھ ہے، ہے.. دلچسپ چیز اس میں مجھے جو نظر آئی وہ سامان سفر کی فہرست ہے "یعنی ۱ دستہ سواری یک منزل۔ ۲ چھکڑہ باربرداری یک منزل۔ ۳ اسپ مولیشی وغیرہ ۱۴ راس ۱۲ مردمان ہمراہی ۱۵ نفر ـــــ"

گویا اس ساز و سامان کے ساتھ ہندوستان کے متوسط الحال باشندے عہدِ ریلوے سے پہلے سفر کرتے تھے، اس کا کچھ اندازہ اس سے ہوتا ہے ـــــ الغرض یہ اور اسی قسم کی بیسیوں[۳] معلومات اس کتاب کے نقل کردہ وثائق و کاغذات سے مہیا ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح اس کتاب میں بعض غیر معمولی اثر انگیز واقعات بھی ملتے ہیں، مثلاً قاضی غلام امام جو خانقاہ مجیبیہ کے تربیت یافتوں میں تھے، ان کا یہ کتنا عبرت آموز واقعہ ہے کہ پھلواری کے زمیندار قاضی سید مخدوم عالم اور قاضی غلام امام کے درمیان کوئی جھگڑا اٹھا تو بہت مقدمہ بازی کی آئی، قاضی مخدوم عالم جو سرکاری عہدہ دار بھی تھے ان کا تبادلہ ایسی جگہ ہو گیا

(مسلسل حاشیہ صفحہ ۱۶ کا) "تا وجہے برائے رسوم شادی داول ازاں وجہ نذرانہ قاضی اگرچہ عمرہا بگذرد، بہم نہ رسانند بالتمل آوردن کارہائے مذکور از معتذرات و ممتنعات است" ـــــ لکھا ہے کہ اس روک ٹوک اور سرکاری مداخلت بے جا کا نتیجہ یہ ہے کہ "اکثر را مدت اعمار بسر آمد و ختنہ و نکاح میسر نگشت"۔ آخر میں اس فقرے پر بیان کو ختم کیا ہے کہ "در ہر معاملہ کہ بقاضی رجوع آرند باخذ زر بجائے رشوت حق را باطل و باطل را حق می گردانند" سیر المتاخرین جلد دوم ص ۲۲۸

پوچھنے والے اس کے بعد بھی مسلمانانِ ہند کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس حالت تک وہ کیسے پہنچ گئے جس میں آج وہ اپنے آپ کو مبتلا پاتے ہیں ـــ وکذلک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیہا لیمکروا فیہا وما یمکرون الا بانفسہم وما یشعرون ۞ (اور یوں ہی ہر آبادی میں مجرموں کے بڑوں کو ہم ایسا کر دیتے ہیں کہ وہ اندرونی چالبازیوں میں لگ جاتے ہیں اور نہیں چالبازی کرتے ہیں مگر خود اپنے آپ کے ساتھ اور یہ نہیں سمجھتے) (الانعام ع ۱۴)

[۱] جیسا کہ جاننے والے جانتے ہیں، ان الفاظ سے اشارہ ادھر کیا گیا ہے کہ بازار میں بکنے والی ایسی چیزیں جن کا تعلق عوام کی خوراک یعنی ماکولات و مشروبات سے تھا، ان میں آمیزش و حرفت وغیرہ جیسی باتوں کی نگرانی بھی "احتساب" کا اہم فریضہ تھا۔ "عوام کی مرضی کے مطابق عوام کے لئے" عصری حکومتوں کے ان نعروں کو سنئے اور بازاروں میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے آنکھوں سے دیکھئے! اور اندازہ کیجئے کہ "شخصی حکومت" کے رسوا کن ناموں سے جو حکومتیں بدنام ہیں اس بدنامی کی وہ کس حد تک مستحق ہیں۔

جہاں سے پٹنہ کی عدالت میں حاضری دشوار تھی، خیال گذرا کہ اپنا مقدمہ کسی دیانت دار آدمی کے سپرد کر دیا جائے، جانتے ہیں اس کے لئے انتخاب کی نظر کس پر پڑی، یعنی وہی قاضی غلام امام جو مقدمہ کے فریق تھے ان ہی کے سپرد قاضی مخدوم عالم نے اپنے سارے کاغذات کر دیئے، مصنف نے لکھا ہے اور معتبر ذرائع سے اس روایت کو درج کیا ہے کہ

قاضی غلام امام نے (اپنے فریق) سید مخدوم عالم کے کاغذات ثبوت دیکھکر اس کی پیروی اپنے ذمہ لی۔ اور اپنے مقدمہ کی پیروی دوسرے کے حوالہ کیا، اور تاریخ پر خود قاضی صاحب (یعنی اپنے فریق مخالف) کی طرف سے پیروی کرتے رہے۔

جانتے ہیں کہ پھر نتیجہ کیا ہوا ــــ قاضی مخدوم عالم (قاضی غلام امام کے فریق، دہا) مقدمہ جیت گئے "اور قاضی غلام امام صاحب مقدمہ ہار گئے ــــ سمجھا آپ نے مطلب؟ اپنے فریق کی طرف سے پیروی کی اور پیروی کا پورا حق ادا کر دیا، تا اینکہ خود ہار گئے اور ان کا فریق جیت گیا، سچ پوچھئے تو جیتنے والے قاضی صاحب تو خیر جیت ہی گئے، مگر عدالت کے رو سے ہارنے والے کی جیت کا تو جواب ہی نہیں ہے ــــ اخلاقی قوت کے صحیح دباؤ کا لوگوں کو اندازہ نہیں ہے، آپ دیکھ رہے ہیں، ہارنے والے قاضی غلام امام کے اخلاقی زور کا کوئی ٹھکانہ ہے، جس پر اعتماد کلی کرنے پر وہ بھی مضطر تھا جو اس مقدمہ میں ان کا دشمن تھا۔

اور یہ ٹھیک اسی زمانہ کی بات ہے جب مسلمانوں کو گھر میں میت ہو جانے کی وجہ سے ان ہی کے شریعت پناہ قضاۃ اس لئے ناپاک ٹھہرائے رہتے تھے کہ پاک کرائی کی فیس ان کی داخل نہیں ہوئی ہے اور ختنہ و نکاح سے لوگ اس لئے محروم رہ جاتے تھے کہ چوری ڈاکہ، قرض اور بھیک کے ذریعہ سے وہ فیس کی اس رقم کو شریعت پناہ کے دفتر مقدس میں پیش کرنے سے قاصر تھے ــــ مگر اخلاق دیوالیہ پن کے ان ہی دنوں میں پھلواری شریف کی خانقاہ اخلاقی برتری کی ان عجیب و غریب نمونوں کی تعمیر میں کامیاب ہو رہی تھی، جن کی مثال "انسانی تاریخ" کے طویل عہد میں مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔

یہ ایک اخلاقی بلندی کی مثال تھی، دینی احساس کی بیداری کا ایک دل چسپ نمونہ اسی کتاب میں یہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ مصنفِ کتاب کے گھر کی بات ہے اس لئے شک و شبہہ کی بھی گنجائش کم ہی پیدا ہوتی ہے، یہ مولوی سید محی الدین احمد رضوی کا قصہ ہے، ان کے والد کلکتہ میں ملازمت کی وجہ سے مقیم تھے، اس لئے بچپن میں انگریزی پڑھنے کا مختتم موقعہ ان کو میسر آگیا، کیونکہ اس زمانہ میں نہ انگریزی کا رواج ہوا تھا، اور نہ لوگ پڑھنے کی طرف مائل تھے، بہرحال انگریزی شروع ہوئی، محنت و توجہ سے پڑھنے لگے، ایک دن اتفاق سے کسی بچے کو قرآن پڑھانے لگے، بچہ سے پڑھنے میں غلطی ہوئی، مولوی سید محی الدین صاحب جو ابھی خود بھی تو عمر ہی تھے، انہوں نے ٹوکا اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا کہ "اسپیل کر" "اسپیل" کیا بلا ہے، بچے کی سمجھ میں تو نہ آیا، لیکن سید محی الدین احمد صاحب کا دل ہی الٹ گیا، لکھا ہے کہ معاً ان کو خیال آیا کہ "لاحول ولاقوۃ" جب قرآن تک کے پڑھانے میں بجائے "ہجے" کے میری زبان پر اسپیل کا لفظ اضطراراً جاری ہو گیا اور انگریزی کی تعلیم کی ابتدا ہی میں اپنی ملی خصوصیات سے میں اس حد تک دور ہو چکا ہوں تو خدا ہی جانتا ہے آگے کیا صورتِ حال میرے سامنے پیش آئے گی، اسی وقت ترکِ انگریزی کا فیصلہ کیا اور مرتے دم تک پھر

اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور یہ تو اخلاقی و دینی حاسّہ کی برتری و بیداری کی مثالیں تھیں، اس کتاب میں بعض دلچسپ لطیفے بھی ملتے ہیں، آدمی میں کتنی غیر معمولی صلاحیتیں قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہیں، اس کی یہ کتنی دلچسپ مثال ہے۔
پھلواری ہی کے ایک صاحب مولوی نظیر حسین نامی تھے، بچپن ہی میں شنوائی کی قوت سے کلیتہً محروم ہو گئے تھے، مگر ایک طرف شنوائی کی قوت چھنی اور دوسری طرف ان میں ایک نیا کمال یہ ابھر آیا کہ بقول مصنف ــــ "لب کی حرکت سے الفاظ محسوس کرتے، لوگ اشاروں سے "ہوا" پر لکھ کر ان سے بات کرتے اور "حروف مکتوبہ بہوا" آسانی سے صحیح پڑھ کر جواب دیتے تھے۔[۱]
ان کے اسی غیر معمولی ملکہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ "حروف مکتوبہ بہوا" کی مدد سے نہ صرف نصاب فارسی کی تکمیل کی بلکہ شرح جامی وغیرہ تک عربی بھی پڑھی، کتب بینی اور اخبار بینی کا ذوق بھی رکھتے تھے۔
ان ہی غیر معمولی واقعات اور نمونوں کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو اس کتاب میں بعض غیر معمولی معمّرین جن کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ سینکڑوں سال تک زندہ رہے، کون کہہ سکتا ہے کہ قدرت کے "قانون شذوذ" میں اس قسم کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴)

آخری چیز جو اس کتاب میں خصوصاً عہد حاضر کے لحاظ سے خاص طور پر قابل توجہ ہے وہ "ہندو مسلمانوں"[۲] کا وہ تعلق ہے جس کا تماشا کسی زمانہ میں اسی ملک کی آنکھوں نے کیا تھا۔
ذرا ملاحظہ فرمایئے! شاہ خدا بخش مجیبی قادری، بزرگان پھلواری سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ گذرے ہیں اپنے خصوصی کمالات کی وجہ سے ان کا لقب "شہباز طریقت" تھا، بنارس میں آسودہ ہوئے، وہیں مدفون ہیں، بہر حال کہنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک مذہبی پیشوا کی وفات ہوتی ہے، مگر جانتے ہیں وفات کی تاریخ کس نے لکھی، اور کس زبان میں لکھی؟
ان کا نام رائے مانک چند جیو تھا، بنارس باشی تھے، تاریخ وفات "شہباز طریقت" کی انھوں نے یہ لکھی ہے ــ

عزیز معرفت کیشاں خدا بخش	شریعت زو خبر دار حقیقت
بجنت شد بسال او خرد گفت	فلک پیمودہ شہباز طریقت

۱۲ ـــــ ۳۱

یہ سو سال سے زیادہ کا واقعہ نہیں ہے۔
اسی سلسلہ میں دیکھئے، خانقاہ مجیبیہ کے معمار اوّل کے عہد کا ذکر کرتے ہوئے مصنف کتاب یہ بتاتے ہوئے کہ مہمانوں کی خاطر و مدارات کا نظم کس طریقہ سے اعراس وغیرہ کی تقریبوں میں ہوتا تھا۔ لکھتا ہے کہ
"مسلمانوں کو باورچی خانہ سے کھانا دلوایا جاتا تھا اور ہندوؤں کی خوراک مودی کی دوکان سے دلوائی جاتی تھی۔"
اسی کتاب میں آپ پڑھیں گے کہ پھلواری شریف کی خانقاہ کے انتظامی مختار کل جن کا نام دارو غہ الٰہی بخش تھا وہ چلین پور ٹیکھوا (شاہ آباد) کے رہنے والے تھے، غدر کے زمانہ میں انگریزی حکومت کی بہی خواہی میں انھوں نے بہت کارہائے نمایاں کیے تھے جس کے صلہ میں ان کو سند و تمغہ ملا تھا، قوم کا نستھ تھے، حضرت قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر

---

[۱] ہو بہو تو نہیں لیکن کافی ثقل سماعت ہی کا ایک نمونہ فقیر کی نظر سے بھی گذرا ہے، آجکل نہ صرف ہند بلکہ یورپ و امریکہ میں ایک ہندی مسلمان ڈاکٹر رضی الدین سابق وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ جدید مغربی ریاضی کے غیر معمولی ماہروں میں شمار ہوتے ہیں، نوبل پرائز کے مستحق بھی قرار دیے گئے تھے، لیکن بعض ناگفتہ بہ مواقع پیش آگئے، بہر حال جب جامعہ عثمانیہ ایف اے اور بی اے کی جماعتوں میں یہی ڈاکٹر رضی الدین تعلیم پاتے تھے تو فقیر سے بھی ان کے بعض اسباق کا تعلق تھا، ثقل سماعت کی شکایت ان کو بھی بچپن سے ہے، مگر بہری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب پہلی دفعہ انٹر کی جماعت کے میقاتی امتحان کی جوابی بیاض ان کی میری نظر سے گذری، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے لکچروں کے ایک ایک نقطہ کو انہوں نے سنا اور یاد رکھا اور بجنسہ اس کو ادا کیا، دریافت پر انھوں نے یہی کہا کہ لب کی حرکت سے آپ کا ایک ایک لفظ میری سمجھ میں آتا تھا۔ ـــــ [۲] اس کتاب میں تو اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، لیکن راجہ رائے موہن بابو فرقہ برہمو سماج کے حالات میں لکھا ہے کہ فارسی و عربی کی تعلیم انھوں نے پھلواری شریف ہی میں حاصل کی تھی میرا خیال ہے کہ پھلواری کے تعلیمی اداروں کی افادیت مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ غیر مسلم طلبہ بھی یہاں تعلیم پاتے تھے، کاش اس سلسلہ میں معلومات فراہم کیا جاتے۔"

مع اہل وعیال مشرف باسلام ہوئے اور بیعت حاصل کی پنشن پانے کے بعد پیر کی خانقاہ میں تازندگی مقیم رہے۔"
یا مولانا شاہ ابو الحیوٰۃ (صاحب تذکرۃ الکرام) کے مریدین کی فہرست میں دوسرے ناموں کے ساتھ حاجی عبد الرسول
نو مسلم بنگالی عرف حیاتر جی " جو نظر آئے گا یہ سارا قصہ ایسی ربط وضبط، میل جول کا تھا ـــ حد تھی اس قلبی وسعت
نظری کشادگی کی کہ یہی شاہ ابو الحیوٰۃ مرحوم جو براہِ راست صاحب سجادہ کے فرزند دلبند بھی تھے اور خود بھی عالم و
فاضل غیر معمولی کا سینہ تھے، مگر پایا ہی جہ ـــــ "کچھ دنوں مہاراجہ بیتیا نے اردو و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے
کے خیال سے آپکو اپنے ہاں ملازم رکھا تھا"۔ـــ بقول مولانا شبلی مرحوم، سچ پوچھئے تو ان ہی شمیم انگیزیوں سے مشام
جان ہند معطر تھا، جسے آہ! کہ آج کتنا گندہ اور کتنا غلیظ و ناپاک کر دیا گیا۔ اللھم ارحم واغفر فانک ارحم الراحمین۔
کتاب کے تعارف کیلئے شاید اتنا بیان کافی ہو سکتا ہے۔ـــ ناظرین سے اب عرض کروں گا کہ براہِ راست اس کتاب
کا مطالعہ شروع فرمائیں، مقصد یہ ہے کہ اس قسم کی کتابوں کے پڑھنے میں چاہیے کہ ذہن کو بیدار رکھا جائے گا اور صرف گذرے
ہوئے بزرگوں کی سوانح خوانی تک اپنے آپ کو محدود نہ رکھا جائے، بلکہ ارد گرد کی دوسری چیزوں پر بھی نظر رکھیں۔
واقعہ تو یہ ہے کہ اسی کتاب میں علاوہ مذکورہ بالا امور کے بین السطور میں ایسی باتیں مثلاً چادر کا رواج ہندوستانی
خانقاہوں میں کتنے قدیم زمانہ سے جاری ہے۔ یا قضا کے محکمہ کو منسوخ کر کے عدالت کا نیا نظام حکومت افرنجی نے اس ملک میں
کب سے جاری کیا، مسلمانوں پر غدر کے سلسلہ میں وفاداری کا جب الزام عائد کیا گیا تو پھلواری کی خانقاہ پر بھی شبہ کیا گیا۔
مرہٹہ گردی کے زمانہ میں بزرگان پھلواری نے جو عملی نمونہ پیش کیا انھی قسم کی بہت سی باتیں مستحق توجہ ہیں۔ اور یہ تو عام
پڑھنے والوں کی دلچسپی کی چیزیں ہیں، ان ہی کے ساتھ خاندان پھلواری سے نسبی یا رشتہ داری کے تعلقات رکھنے والوں کو اس
کتاب میں معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ ملے گا، جسے کافی عرق ریزی سے بیسیوں شجرہ ہائے نسب کے مطالعہ کے بعد کتاب کے مصنف جلیل نے
جمع کر دیا ہے، ممکن ہے دوسروں کو اس سے دلچسپی نہ ہو لیکن تعلق رکھنے والوں کیلئے بڑی قیمتی دستاویز اس کتاب میں جمع ہو گئی ہے۔
رہا خود مصنف چونکہ اپنا اور اپنے خاندان کا تفصیلی تذکرہ انہوں نے خود کر دیا ہے، اسلئے ان کے ذاتی تعارف
کی ضرورت معلوم نہ ہوئی، امید ہمارے مخدوم و محترم، رفیع القدر مولانا حکیم محمد شعیب صاحب پھلواروی وفقہ اللہ لما یحب و یرضٰی ہیں
آپ ہی کے حکم کی تعمیل میں فقیر نے "مقدمہ نگاری" کی یہ سعادت حاصل کی ہے، آپ کے لئے یہی کہنا کافی ہے کہ بہار کے امیر شریعت
اولیٰ، بدر العرفاء محبوب العلماء سیدنا مولانا شاہ بدر الدین قدس سرہ العزیز کے نظر کردوں اور خصوصی دست گرفتوں میں ہیں۔
بلکہ جو خصوصیت حضرت امیر شریعت آپ کے ساتھ رکھتے تھے، شاید آپ ہی کی خصوصیت تھی۔ پھلواری سے کسی زمانہ میں
معارف نامی ماہ نامہ جو نکلتا تھا اس رسالہ میں پہلی دفعہ حکیم صاحب قبلہ علم و ادب کے حلقہ میں نمایاں ہوئے۔
بہر حال جہاں تک میرا خیال ہے حکیم صاحب قبلہ نے نہ صرف صوبہ بہار کی ایک مردم خیز آبادی کے جواہر ریزوں کو
اس کتاب کی روشنی سے چمکانے کی سعی مشکور فرمائی ہے بلکہ "رسوم صوفیہ" کی بہت ایسی باتیں جو اب تک صرف سینہ بہ سینہ
منتقل ہوتی چلی آتی تھیں پہلی دفعہ "قید کتابت" میں لاکر ان لوگوں کے لئے بڑی سہولتیں پیدا کر دی ہیں جو ہندوستان
کے صوفیہ اسلام اور ان کے اطوار و طرق رسوم و رواج پر کام کرنا چاہیں گے۔ فجزاہ اللہ عن الاسلام والدین خیر الجزاء۔

خاکسار مناظر احسن گیلانی (بہار)

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی والسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

مجھے بدو شعور سے یہ ذوق تھا کہ اکابر وطن اور خصوصاً بزرگان پھلواری کی مکمل اور مبسوط سوانح حیات مرتب کروں، مگر وہ کم عمری اور ناواقفیت کا زمانہ تھا، اتنے بڑے اور اہم کام کے انجام دہی کی ہمت نہ ہوئی، پھر بھی جب اپنے بزرگوں سے ملتا، یا قدیم یادداشتیں دیکھتا اور اگر کوئی مفید بات معلوم ہو جاتی تو اُن کو نوٹ کر لیا کرتا تھا، اس طرح یادداشت کا کافی سرمایہ مہیّا ہو گیا، ضرورت تھی کہ ان کو مرتب کر لیا جائے چنانچہ سب سے پہلے میں نے ۱۳۱۷ھ میں فرد الاولیا حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ کی سوانح حیات لکھنی شروع کی، بفضلہ یہ سوانح عمری مکمل ہوئی اور ۱۳۳۰ھ میں "حیات فرد" کے نام سے دیوان فرد کے ساتھ شائع ہوئی۔

اب ارادہ تھا کہ اور دوسرے بزرگوں کے تذکرے بھی مرتب کروں، مگر حضرت پیر و مرشد مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے مکتوبات کی نقل و تدوین میں میرے اوقات زیادہ صَرف ہوتے تھے اس لئے کسی اور چیز کے لکھنے کا موقع نہ ملتا تھا، اسی زمانہ میں بماہ شعبان ۱۳۲۳ھ جناب شاہ صاحب میدنی پوری کا ایک مکتوب گرامی حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے نام سے آیا، جس میں ممدوح نے اکابر پھلواری کے حالات دریافت کئے تھے، اس خط کا جواب حضرت پیر و مرشد نے مختصراً لکھ کر روانہ فرمایا، مگر ممدوح مفصّل تاریخ معلوم کرنی چاہتے تھے اور ایسی کوئی مستقل تصنیف موجود نہ تھی کہ ان کے پاس بھیجی جاتی، اور حضرت پیر و مرشد کے پاس اتنا وقت بھی نہ تھا کہ تفصیلی جواب لکھ سکیں، اس لئے آپ نے معذرت چاہی، اب جناب شاہ صاحب موصوف نے ایک خط راقم سطور کے نام سے روانہ کیا، جس کا مختصر جواب میں نے لکھ دیا تھا، مگر مسلسل خطوط آنے لگے، خطوط اتنے طویل اور وسیع استفسارات پر مشتمل ہوتے تھے کہ ان کا جواب خط کی شکل میں ناممکن تھا، اس لئے ان خطوط کا مختصر جواب لکھ کر میں نے یہ ارادہ کیا کہ ایک مفصّل تذکرہ بزرگان پھلواری کا مرتب کر دوں، چنانچہ ایک مفصّل تذکرہ جس کا نام [illegible]

ہے، مرتب کیا۔[۱] اِس کتاب کی ترتیب کا سبب بھی ایک خط ہی ہے۔"

۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں جب کہ حکومتِ بہار نے توسیع پٹنہ کی اسکیم مرتب کی اور اس توسیع میں اطراف کے اسّی بیاسی گاؤں شریک کئے گئے، جس میں پھلواری بھی داخل تھی، اس وقت پھلواری کی قدیم تاریخی اور اسلامی روایات و آثارات کے ماتحت باشندگانِ پھلواری و دیگر مسلمین صوبۂ بہار و یوپی نے بطورِ احتجاج حکومت میں یہ درخواست دی کہ پھلواری اس اسکیم سے بری کردی جائے، اسی زمانہ میں مولانا ابوالفتح محمد ناصر صاحب بحر العلومی فرنگی محلی نے لکھنؤ سے ایک خط نمونۂ سلف، فخرِ خلف حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین قادری قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں روانہ کیا کہ پھلواری کی تاریخی اور مذہبی روایات و مآثر کی ایک یادداشت روانہ فرمائیے تاکہ بطور میموریل وائسرائے کے پاس فرنگی محل سے روانہ کردوں، حضرت ممدوح نے یہ خدمت راقم الحروف کے ذمہ کردی، میں نے ایک مختصر نوٹ لکھکر حضرت کی خدمت میں پیش کردیا، جو مولانائے موصوف کے پاس روانہ کیا گیا، اُس وقت مجھے خیال ہوا کہ اس نوٹ کو ضروری اضافے کے ساتھ ایک کتاب کی شکل میں مرتب کردوں، پیشِ نظر کتاب اسی نوٹ کی تفصیل اور "القرون الماضیۃ فی القریۃ المناجیۃ" کا خلاصہ ہے۔"

اس ملخص میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے حسبِ ذیل ہیں:- "تذکرۃ الکرام" مصنفہ مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ پھلواروی۔ "انوار الطریقہ" مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد نور الحق تپاں قادری مجیبی۔ "گلشن عارفین" ملفوظات شاہ خدابخش پھلواروی خلیفۂ حضرت تاج العارفین۔ "ملفوظات شیخ العالمین" مؤلفہ شیخ طالب علی مرحوم۔ کتاب وفیات بزرگان پھلواری۔ یادداشت حضرت فرد الاولیاء۔ یادداشت مولانا ابوالحیوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ۔ یادداشت مولوی محمد حسین پھلواری قدس سرہٗ۔ یادداشت مولوی وصی احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ یادداشت حضرت پیرومرشد قدس اللہ سرہٗ۔ یادداشت مکتوبِ حضرت ابی مولوی سید محمد محی الدین احمد ضوی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات شیخ العالمین۔ مکتوبات فرد الاولیا۔ مکتوبات حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی۔ مکتوبات حضرت نصر قدس سرہٗ۔ مکتوبات حضرت شاہ ابوالقاسم قدس سرہٗ۔ مکتوبات حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ۔ فضل النبی۔ فضل الرسول۔ معلومات دلبیہ۔ تذکرۂ حضرت تاج العارفین مؤلفہ حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح۔ مکتوبات سید الطلباء مولانا شاہ احمدی قدس سرہٗ۔

---

[۱] یہ تذکرہ قلمی غیر مطبوعہ ہے، اگرچہ تکمیل کی انتہائی منزل تک نہ پہونچ سکا مگر جتنا بھی ہے مفصل ہے۔

مکتوبات حضرت مولانا شاہ علی سجاد نعمتی قدس سرہٗ ۔ مثنوی ترقی مؤلفہ مولوی امان علی ترقی پھلواری
نفحات الانس، تذکرۃ الاولیا، طبقات الکبری ۔ بحر ذخار ۔ نفحات العنبریہ ۔ مقبول مسعودی ۔
اور بعض فرامین و وثائق بزرگان پھلواری وغیرہ ۔ جن میں سے بہت زیادہ فرامین کا ذخیرہ مجھے کتب خانۂ
حضرت شاہ حافظ محمد عبد الغنی قدس سرہٗ سے حاصل ہوا، اور بعض فرامین کتب خانۂ مجیبیہ سے اور بعض
کتب خانۂ قاضی سید مخدوم عالم علیہ الرحمۃ سے اُن کے ورثاء کے ذریعہ دستیاب ہوئے ۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے ان عزیزوں کے سعادتمندانہ ذوق وجذبات کی قدر نہ کروں جنہوں نے
اس کتاب کی ترتیب تبییض اور اشاعت کی بے پناہ دشواریوں سے مجھے سبکدوش کر دیا، اور ان
مخلصین کا شکریہ نہ ادا کروں جن کی ہمت وقدرشناسی سے یہ کتاب طبع ہوکر آج آپ کے ہاتھ میں ہے ۔

اس کتاب کی ترتیب اور مسودہ کی تبییض میرے لخت جگر، کلافی نوردیدہ مولوی حکیم محمد ابو یوسف
رضوی سلمہ اللہ نے کی، میں اپنے مسودات ان کے حوالے کر دیا کرتا تھا اُس کو ترتیب دیکر صاف کر لیتے
تھے، اس طرح یہ کتاب تکمیل کو پہنچی ۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس اللہ سرہٗ کے زیر مطالعہ
رہنے کی سعادت اس کو نصیب ہوئی ۔ حضرت موصوف نے اس کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا ۔

اشاعت وطباعت کی تمام ذمہ داری نازش دودمان مجیبی عزیز الوجود مولوی شاہ عون احمد
سلمہ اللہ تعالےٰ کے ذمہ رہی جنہوں نے اپنے گوناگوں مشاغل کے باوجود پوری توجہ سے کام لیا اور کتاب کو
اغلاط سے پاک رکھنے کی پوری کوشش کی، لیکن کسی کتاب کو اغلاط سے بالکل پاک اور تصحیف کتابت
سے محفوظ رکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں، اسلئے تمام تردیدہ ریزیوں کے باوجود کچھ اغلاط رہ گئے ۔

اللہ تعالیٰ میرے ان دونوں عزیزان کو سعادت ابدی سے سرفراز فرمائے، ان کے علمی وعرفانی ذوق
کو بڑھائے اور دُنیائے علم وفضل میں آفتاب وماہتاب کی طرح چمکائے ۔

پھلواری سے کسی علمی سرمایہ کا منظر عام پر آنا بہت مشکل رہا ہے، مگر اب حالات اُمید افزا ہوتے
جا رہے ہیں ۔ ایک دارالاشاعت کا قیام عمل میں آچکا ہے، جس کا مقصد اکابر پھلواری کے
علمی نوادر کی نشر واشاعت ہے ۔ اس میں حصہ لینے والے صوبہ کے معزز عمائدین ہیں، خصوصیت کے
ساتھ دربھنگہ نے گہری دلچسپی سے کام لیا ہے ۔ اسی ضلع کے معزز حضرات مولوی مقبول احمد صاحب
صدیقی مدرس مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ اور حاجی عبد الغفار صاحب دربھنگہ کی تحریک اور دیگر احباب
(خصوصاً اہل پورنیہ حاجی عبد القیوم وحاجی غلام مصطفیٰ، صوفی خلیل احمد کلکتہ، سید علی اکبر و
حاجی نجم الہدیٰ حمید پھلواروی) کی تائید سے دارالاشاعت کی تشکیل ہوئی ۔ اسی دارالاشاعت کی

طرف سے یہ کتاب طبع ہوئی۔ اس کتاب کا تاریخی نام سن ترتیب کے لحاظ سے آثارات پھلواری شریف (۱۹ ۶ ۴۷)
رکھا گیا۔ لیکن طباعت کا موقع سنہ ۱۳۷۲ھ مطابق سنہ ۱۹۵۲ء میں ہوئی۔

کتاب کے ساتھ جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی کا مقدمہ بھی شامل ہے۔ جو مولانا کے غایت خلوص اور ان کی نگاہ نکتہ رس کا آئینہ دار ہے، مولانا کی اس قدر افزائی کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ ان کی ذات میری تصنیف سے بہت بلند و بالا ہے۔ رسمی شکریہ کے لئے الفاظ کی کمی نہیں، لیکن اصل شکریہ وہی ہے جس کا دل مُقِر ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص کو ہمیشہ قائم رکھے۔

اس کتاب کا آخر حصہ اکابر و اعیان عیسیٰ پور کے احوال میں زیر ترتیب ہے، چونکہ اس کی ترتیب و تبییض میں تعویق ہوئی اس لئے شامل نہ ہو سکا۔ مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی نے اپنے مقدمہ میں اسی عیسیٰ پور کے دو بزرگ شاہ خدا بخش قدس سرہٗ اور قاضی غلام امام علیہ الرحمۃ کے بعض خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے۔

فی الحال شیوخ و علمائے بہار کے حالات مرتّب کر رہا ہوں جس کی ضخامت تین جلدوں میں منقسم ہوئی ہے۔ جس میں شیوخ بہار کا تذکرہ ہے۔ اس کا نام تجلیات انوار ذکر شیوخ بہار" ہے، اور جس میں علما کا تذکرہ ہے، اس کا نام حدیقۃ الازہار تذکرہ علماء بہار ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھکو جلد اس کی تدوین سے فراغت عطا فرمائے، اور مقبول عام بنائے۔

ابو مدین
محمد شعیب قادری رضوی مجیبی پھلواروی

۲۲ر جمادی الاول سنہ ۱۳۷۲ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ثقہ روایات اور سابقہ تحریرات سے معلوم ہوا ہے کہ قصبہ متبرکہ پھلواری تقریباً ہزار سال سے آباد ہے، انسانی آبادی سے پہلے اس سرزمین پر راجہ اشوک کا نادر روزگار باغ تھا اور راجہ کی "پھلواری" سے مشہور تھا، امتداد زمانہ سے باغ کی وہ حیثیت باقی نہیں رہی، اور وہ نادر روزگار گلستان کھنڈر بن گیا، پھر اس سرزمین پر انسان آباد ہونے لگے، اور سنیاسی فقرا کے لئے اپنا معبد ومسکن بنالیا، کچھ مدّت کے بعد سراوک اور جین مذہب کے فقرائے ہنود آباد ہوئے۔ اور ان کا معبد ومسکن بنا، چنانچہ میری یاد میں ۱۳۱۴ھ تک سراوکوں کا ایک مندر محلہ "چاہ چنولی" میں موجود تھا، اور اس مندر کا پجاری "ٹھاکر داس" قدیم رسم کی بنا پر ہمارے بزرگوں سے ملنے آیا کرتا تھا، اس کے قبل ایک اور شخص تھا جو ۱۲۰۰ھ کے آخری سالوں میں قضا کر گیا۔

پھر سناتن دھرم ہنود آباد ہوئے اور سابق کے تمام مذاہب کے افراد معدوم ہو گئے، مگر سناتن دھرمیوں کی آبادی اسلامی آبادی کے بعد ہے،

گذشتہ فقرائے ہنود اپنے کسب وریاضت اور علوم نجوم کے ذریعہ معلوم کر چکے تھے کہ اس سرزمین میں اسلامی دَور شروع ہوگا، اور بڑے بڑے صاحب تصرف وکرامات فقرائے اسلام اور

علمائے ذی احتشام اس سرزمین پر آباد ہوں گے اور کفر و ضلالت کی تاریکی کو شمع ہدایت سے روشن کرینگے ان منجمین کی پیشین گوئیوں کا ظہور حرف بحرف ہوا، اور یہ جگہ بہت مردم خیز ثابت ہوئی، علم و عرفان کے صدہا نونہال اس سرزمین سے شاداب برگ و بار کے ساتھ اٹھے۔

تذکرۃ الکرام میں مولانا ابوالجلوۃ قادری پھلواری اس قصبہ کے شرف و بزرگی کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس قصبہ پر بزرگوں کے ارواح طیبات کی توجہ برابر رہی۔ حضرت مخدوم الملک بہاری قدس سرہ کے ارشاد اور دعا، کی بدولت درحقیقت اس قصبہ میں صدہا علماء، فضلاء، مشائخ عارفین باللہ پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قادری قدس سرہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہ کی نظر عنایت اس قصبہ پر بہت زیادہ تھی آپ اس کو "ہماری پھلواری" اور "قصبۂ ناجیہ" فرماتے تھے، لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ اس قصبہ میں حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ کا مولد و مسکن ہے، اور مولانا ان کو بہت عزیز رکھتے ہیں۔ اسی نسبت سے پھلواری کے ساتھ بھی آپ کو محبت ہے۔ اس خطرہ پر مولانا کو اطلاع ہوئی فرمایا وہ ایسی جگہ ہے جس کی قدر بروز قیامت معلوم ہوگی کہ کتنے اولیا اور صلحا، اس سرزمین سے اٹھیں گے"۔ بعض ثقہ راویوں سے سنا گیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مخصوص عنایات کے ضمن میں جو اس قصبہ کے اسلاف پر آپ کی ہیں یہ فرمایا کہ ایک عالم اور ایک درویش ہمیشہ اس قصبہ میں رہیگا۔ اس وقت سے لیکر ابتک کوئی زمانہ پھلواری کا اس سے خالی نہیں دیکھا گیا۔ اسی لئے اس سرزمین کی خصوصیتوں کا ذکر سوختہ دل علامہ نعمتی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کرتے ہیں۔

خوب بستی ہے قصبہ پھلواری | سوز و عشق اس مکاں سے اٹھتا ہے

ہے وہ عشاق خیز جا کہ مدام | دردمند اک یہاں سے اٹھتا ہے

مولوی سید امجد علی نیاز پھلواروی اس قصبہ کی مدح میں فرماتے ہیں۔

ہست بستان نجات اندر بہار | خوش دیارے رشک صد باغ و بہار

نے غلط گفتم کہ بر روئے زمیں | ہست گویا رشک فردوس بریں

سبزہ اش فرحت فزائے عاشقاں | چوں خط سبز بتان نوخطاں

ہر درختش چوں قد خوش قامتاں | شاخہائش ہمچو دست دلبراں

کوچہائش چوں فصیل بوستاں | خانہائش چوں چمن در گلستاں
فخر بر فردوس دارد باغ او | در دل خلد بریں صد داغ او

مولوی وصی احمد رحمۃ اللہ علیہ یوں ترانہ سنج ہیں۔

تافت چوں آفتاب پھلواری | شد فزوں آب و تاب پھلواری
قصبۂ "ناجیہ" و "باغ نجات" | ہست نام و خطاب پھلواری
بہر تشریفِ موئے پاک رسول | شد بجنت حساب پھلواری
فتح باب علوم اندر ہند | گشت از فتح باب پھلواری
از سعادات یافت بہرہ ہزار | ہر کہ شد بہرہ یاب پھلواری
در علوم و فنون ہست کمال | در ہمہ شیخ و شاب پھلواری
محترم ہست ہمچو صید حرم | ہر طیور و دواب پھلواری
پیش زاب حیات چوں کوثر | خوش گوار است آب پھلواری
آب کوثر دمیکہ نوش کنم | یاد ناید جز آب پھلواری
دہ چہ پرسی ززاد بوم وصی | ہست عالیجناب پھلواری

الغرض ساتویں صدی سے پہلے اکثر اکابر اسلام جیسے حضرت مخدوم عاشق شہید، حضرت مخدوم شاہ آلہ داد، حضرت مخدوم عنایت شہید، حضرت مخدوم خاصہ خلاصہ سہروردی ہمشیرزادۂ مخدوم سید راستی قدس سرہ، اور حضرت مخدوم حاجی الحرمین، انفرادی طریقہ پر تشریف لائے، اور صدہا ہنود ان حضرات کے ذریعہ مشرف باسلام ہوئے، مگر مشرکین کا غلبہ تھا اکثر اکابر جہاد میں ان کے ہاتھوں شربتِ شہادت سے سیراب ہوئے، جن کے مزارات قصبہ کے مختلف حصوں میں موجود ہیں اور زیارت گاہ عالم ہیں، حاجت روائی خلق میں کیمیا کا اثر رکھتے ہیں، ان کا تذکرہ کتاب تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے۔

مخدوم سید منہاج الدین راستی گیلانی قدس سرہٗ

عہد فیروز شاہ بن محمد تغلق میں آفتاب ہدایت و عرفان حضرت مخدوم سید شاہ منہاج الدین

راستی قدس سرہٗ جیلان سے بہار تشریف لائے اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری فردوسی قدس سرہ کی صحبت فیضدرجت میں حاضر ہوکر علم عرفان سیکھا، ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ریاضات ومجاہدات کے بعد تکمیل عرفان کرکے خرقہ خلافت سے مستفیض ہوئے، جیساکہ حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہ کی اولاد سے ایک بزرگ حضرت سید جمال الدین درویش کے نام سے مدد معاش میں جو پروانہ سلاطین وقت کی طرف سے نہم شعبان ۱۰۲۷ھ میں صادر ہوا تھا ثابت ہوتا ہے۔

بغرض اقدس رسید کہ سید جمال الدین درویش از فرزندان سید راستی جیلانی از خلفائے زبدۃ الواصلین شیخ الاسلام شرف الدین قدس سرہٗ است۔

دوسری مرتبہ اسی پروانہ کی ۱۱۲۹ھ مطابق ۱۷۱۶ء سنہ ۲ جلوس میں تجدید ہوئی اس کی عبارت بھی یہی ہے۔

بغرض اقدس رسید کہ سید جمال الدین درویش از فرزندان سید راستی جیلانی از خلفائے زبدۃ الواصلین شیخ شرف الدین قدس سرہ است۔

نیز کتاب تذکرۃ الکرام (مؤلفہ مولانا ابوالحیوٰۃ جعفری زینبی پھلواروی) میں مؤلف اپنے والد وشیخ حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ کی روایت سے اور وہ اپنے والد وشیخ "تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ کی روایت سے نیز دیگر راویان ثقہ سے سنکر تحریر فرماتے ہیں"

نام ایشاں سید منہاج الدین راستی است احوال ایشاں از زبان حق بیان حضرت شیخ العالمین واز دیگر ثقات یاد دارم می فرمودند کہ حضرت مخدوم سید راستی از یاران کاملین حضرت مخدوم الملک مخدوم شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری است، زاد بوم ایشاں شہر جیلان است"

اثنائے تکمیل میں حضرت مخدوم نے آپ سے بہت سخت ریاضتیں کرائیں اور براہر کے پہاڑ پر جو "ناگرجنی" کے نام[1] سے مشہور ہے چلہ کش رکھا، پھر رشد وہدایت خلق کے لئے اس قصبہ کی طرف روانہ فرمایا، بلکہ بروایت ثقاہ معتبرین حضرت مخدوم الملک قدس سرہ نے آپ کو

[1] "ناگرجنی" یہ پہاڑ بیلا اسٹیشن ضلع گیا سے پورب واقع ہے۔ اس پر ہمیشہ فقرائے مرتاضین رہا کرتے تھے۔

اپنے ہمراہ لاکر مسندِ ہدایت پر بیٹھایا۔ اور اس قصبہ کا نام پھلواری کی مناسبت سے بستانِ نجاتؒ رکھا۔ چنانچہ حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنے ایک شعر میں اس قصبہ کو اسی نام سے یاد فرمایا ہے بس ؎

در گوشۂ بستان نجاتیم فتادہ
بلبل صفت اے نصر غزلخواں مجیبیم

آپ کی تشریف آوری ۶۲۰ھ میں ہوئی، جس کے بعد سے اس قصبہ سے کفر و ضلالت دُور ہوئی۔ اور صدہا مشرکین مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کے رُشد و ہدایت کا دَور بہت ہی شاندار گذرا ہے۔ تمام عمر فقر و توکل میں بسر فرمائی۔ ۲۹؍ ذی الحجہ ۶۸۵ھ میں رحلت فرمائی، اور آبادی سے اُتر جانب ایک حظیرہ میں مدفون ہوئے، تاریخ وفات جملہ "معدن برکات" سے نکلتی ہے۔

آپ کی شادی حضرت شاہ اسمٰعیل کرجوی قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی ان سے چند صاحبزادے ہوئے، ازاں جملہ مخدوم سید بہاء الدین اور مخدوم سید عزیز الدین اور مخدوم سید محمد معروف قدس سرہم تھے۔

ایک یہ بھی روایت ہے کہ آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی مصطفیٰ پور ہندونی پرگنہ پھلواری میں ہوئی تھی، یہ بستی سابق میں سادات کی بستی تھی، مگر اس خاندان کے لوگ اب یہاں پائے نہیں جاتے، حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہٗ کا تفصیلی حال کتاب تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے مخدوم سید عزیز الدین جانشین ہوئے، ان کے بعد ان کے صاحبزادے مخدوم نور الدین ان کے بعد ان کے صاحبزادے سید حبیب اللہ مرشد جانشین ہوئے، جانشینی کا یہ سلسلہ چند پشتوں کے بعد سید رضا درویش متوفی ۱۱۶۲ھ تک پہنچ کر مندرس ہو گیا۔

حضرت مخدوم سید منہاج الدین راستی قدس سرہ کی دوسری اہلیہ بی بی آمنہ (بنت شاہ محمد اسمٰعیل کرجوی) کے بطن سے جو اولاد ہوئی وہ قصبہ پھلواری اور اس کے آس پاس کے مختلف دیہاتوں[1] میں آباد

---

[1] مثلاً موضع عشری، بدلپورہ، مصطفیٰ پور کھگول وغیرہ۔ پھر یہاں سے بسلسلہ ازدواج اطراف و اکناف صوبہ بہار کے مختلف سادات گھرانوں میں آپ کی جزئیت پہونچتی رہی۔ چنانچہ اس وقت تکاکو، کراے پرسرائے، نیورہ، تیگھرا ضلع مونگیر، ہلکورا، گورگانواں وغیرہ بہت سے مواضعات ہیں جہاں آپ کی جزئیت پہونچی ہے۔ ان کی تفصیل کتاب انساب [illegible]

ہوئی، اور اپنے علوِ نسب، جوہر ذاتی، علم و عرفان کی وجہ سے شاہانِ اسلام کی نظرِ عنایات و مراحم خسروانہ کا باعث ہوئی۔

سید حبیب اللہ مرشد کے دوسرے صاحبزادے سید عبدالواحد پرگنہ پھلواری کے قاضی مقرر ہوئے، ان کے بعد ان کے صاحبزادے عبدالباقی قاضی مقرر ہوئے۔ ان کے بعد سید محمد، ان کے بعد سید غزنوی (غالباً سید غزنوی سید عزالدین ہوں اسلئے کہ غزنوی کی نسبت بے جوڑ سی معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کاتب کی غلطی سے عزالدین غزنوی لکھ گیا ہو) ان کے بعد ان کے صاحبزادہ سید اسمٰعیل مقرر ہوئے جن کی نیابت قاضی سید جلال الدین جو سید عزالدین عرف غزنوی کے حقیقی بھائی تھے، کرتے تھے۔ قاضی اسمٰعیل کسی بے ضابطگی کی وجہ سے روپوش ہو گئے اور وارثان سید غزنوی بھی حاضر نہ تھے اسلئے خدمت قضا قاضی سید جلال الدین کے نام سے منتقل ہو گئی، اور یہ منصب مسلسل ان کی اولاد میں قاضی سید مخدوم عالم متوفی ۱۳۰۴ھ تک باقی رہا۔

قاضی سید جلال الدین کے بعد ان کے بیٹے قاضی امان اللہ قاضی پرگنہ مقرر ہوئے۔ اس کی تصریح ایک استشہاد میں جس کو سید روح اللہ بن سید امر اللہ بن سید عبداللہ درویش بن سید شریف بن سید ابراہیم بن سید عزالدین معروف سید غزنوی مذکور نے ۲۵ ذی الحجہ ۱۱۳۴ھ مطابق ۱۷۲۱ء میں اپنے حصول حقوق کے لیے دار القضاء میں پیش کیا تھا، اس طرح مذکور ہے۔

چوں سید اسمٰعیل مذکور در حین حیات خود قاضی پرگنہ بود بعلت اتہام مال مجہول اندحاکم وقت پرگنہ مذکور رو دیگر وورثائے سید غزنوی مذکور غیر حاضر شدند، لہذا خدمت قضا پرگنہ مرقوم بموجب تجویز صدر بنام سید جلال الدین نبیرہ سید عبدالواحد اخ سید غزنوی مسطور کہ نائب سید اسمٰعیل مذکور بود۔ مقرر شد۔

قاضی سید امان اللہ سے پہلے کے تمام بزرگوں کے نام منصب قضاء کی تقرری کے لئے جو پروانے شاہانِ اسلام کی طرف سے نافذ ہوئے تھے ضائع ہو گئے، مگر قاضی سید امان اللہ کے بعد ان کے بیٹے قاضی سید نصر اللہ کو جمادی الاول ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء سنہ ۵۰ جلوس میں جو پروانہ لکھ دیا گیا ہے اس میں قاضی سید امان اللہ کے متعلق لکھا ہے:۔

اعلام آنکہ خدمت احتساب وخطابت عیدین پرگنہ مذکور بہ سیادت مآب سید

امان اللہ مقرر بود۔ چون مشار الیہ در ینولا از خدمات مذکورہ استعفا نمودہ لہذا خدمات مذکورہ بہ سیادت مآب سید نصر اللہ پسر موصی الیہ مقرر شد باید کہ او را خطیب عیدین و محتسب آنجا دانند۔

پھر قاضی نصر اللہ کے بعد قاضی بدر عالم بن سید عبد اللہ رکن عالم بن سید امان اللہ کو سنہ ۱۱۴۰ھ مطابق سنہ ۱۷۲۷ء محمد شاہ غازی کے عہد حکومت میں منصب قضا تفویض ہوا اور اسی طرح یہ خدمت مخدوم سید راستی قدس سرہ کی اولاد میں سلاطین اسلام سے لیکر ابتدائے عہد حکومت برطانیہ تک باقی رہی۔ آخری قاضی، سید مخدوم عالم متوفی سنہ ۱۳۰۴ھ تھے، جو چالیس برس تک قاضی پرگنہ مسعودہ ضلع پٹنہ و منصف بکرم ضلع پٹنہ و کوئیلی و مدہ پورہ ضلع ترہت رہے۔ اس کی تفصیل تاریخ وار میں نے منصبداران و عہدیداران واعیان قصبہ پھلواری کے ذکر میں لکھدی ہے۔

مخدوم سید راستی قدس سرہ کی دوسری اولاد میں سید ابراہیم بن سید غزنوی سے لیکر سید عبد اللہ درویش بن سید ابراہیم تک سلسلۂ فقر و عرفان جاری رہا اور ان اکابر کے نام سلاطین اسلام کی طرف سے مدد معاش میں جاگیریں مرحمت ہوئیں جن کے وثائق موجود ہیں۔

سید عبد اللہ درویش کے بیٹے سید امر اللہ کی شادی حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر جعفری زینبی قدس سرہ کی صاحبزادی بی بی حفیظہ سے ہوئی، شاہ امر اللہ نے سنہ ۱۱۴۲ھ میں حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ سے بیعت کی، بی بی حفیظہ کے بطن سے ایک صاحبزادے سید صدر علی پیدا ہوئے، جن کی شادی حضرت تاج العارفین کی نواسی بی بی کلثوم بنت شاہ فضل اللہ قادری شہباز پوری زوج بی بی زینب بنت شاہ محمد مجیب اللہ سے ہوئی تھی، ان کی جزئیت پھلواری میں موجود ہے۔ شاہ فضل اللہ حضرت مخدوم سید بدر الدین بدر عالم شہباز پوری قدس سرہ کے بیجد اور صاحبزادی کی اولاد سے ہیں۔

سید صدر علی بن سید امر اللہ نواسہ حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ بھی سنہ ۱۱۶۸ھ میں حضرت شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ سے مرید ہوئے تھے۔ ان کے نام سے معافی خراج کا جو پروانہ شاہ عالم غازی کے عہد ۲۲ رمضان سنہ ۴ جلوس سنہ ۱۱۷۶ھ مطابق سنہ ۱۷۶۲ء مطابق سنہ ۱۱۷۰ف میں عطا ہوا تھا اور جس پر عاقبت محمود صدر الصدور شاہ عالم غازی کی مہر ثبت ہے اور مہر کا سنہ ۱۱۷۴ ہجری ہے۔

اس میں ان کی نسبت فرزندیت حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہ کی طرف لکھی ہے۔

گماشتہہائے جاگیر داراں ذکروریاں پرگنہ پھلواری سرکار صوبہ بہار را اعلام آنکہ وکیل سید صفدر علی وغیرہ متعلقان سید عبداللہ درویش از فرزندان مخدوم سید راستی جیلانی التماس نمودہ کہ ہشتاد بیگھہ زمین موضع نصیب پور عملہ پرگنہ پھلواری مدد معاش از قدیم الایام حقہ متوکل مقرر است، چنانچہ قابض و متصرف اند بعلت اخذ بست و دو روپیہ خراج است امیدوار است کہ پروانہ معافی مرحمت شود از آنجا کہ استحقاق آنہا بظہور پیوست، بنظر استحقاق فرزنداں پروانہ معافی مرحمت شد باید کہ آئندہ ہیچ کس مزاحم و معترض نشدہ حسب الضمن اراضی مذکور را بتصرف او واگزارند کہ حاصلات آں را بمعشیت بدعائے ادائے دولت ابد مدت مشغول باشد و دریں باب قدغن دانستہ حسب المسطور لعمل آرند، بتاریخ بست و دوم شہر رمضان المبارک سنہ ۲ جلوس والاقلمے شد مطابق ۱۱۷۶ھ۔

پھر دوسرا پروانہ بنام ممدوح بمہر اشرف ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۱ء میں تجدید کیا گیا، اس میں بھی یہی نسبت فرزندیت بیان کی گئی ہے۔

مسند بمہر اشرف :۔ شرح آنکہ متصدیان مہمات حال و استقبال وچودھریاں و قانون گویاں پرگنہ پھلواری سرکار صوبہ بہار بدانند بوضوح پیوست کہ ہشتاد بیگھہ زمین موضع نصیب پور عملہ پرگنہ مسطورہ در وجہ مدد معاش بنام سید صفدر علی متعلق عبداللہ درویش از فرزندان مخدوم سید راستی جیلانی از قدیم الایام مقرر شد بست و دو روپیہ خراج آنجا بموجب سند صدر الصدور مولوی عاقبت محمود است لہذا بنظر استحقاق فرزندان مخدوم سید راستی جیلانی موافق سند صدر الصدور از ابتدائے ۱۱۷۸ھ یکہزار و یکصد و ہفتاد و ہشت ہجری معاف و مرفوع القلم نمودہ شد، باید کہ بعلت اخذ خراج و ابواب بہریاب وغیرہ بوجہ من الوجوہ مزاحم و معترض نشدہ اراضی مذکور را بتصرف موصی الیہ گذارند کہ حاصلات

[illegible]

موظف باشند بتاریخ پنجم شہر ذی الحجہ ۱۱؁ جلوس معلی قلمی شد مطابق ۱۱۸۶؁ھ۔

دونوں ہی پروانے بتاریخ ۴ ماہ مارچ ۱۷۸۶؁ء مطابق ۱۲۰۱؁ھ مطابق ۸ ماہ پھاگن ۱۱۹۳؁
ابتدائے عہد سرکار کمپنی بہادر میں ملاحظہ کئے گئے اور حکام وقت نے سابق معافی ان کے خاندانی
استحقاق و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے باقی رکھی، پروانہ مورخہ ۱۱۷۶؁ھ جس پر مولوی عاقبت محمود
صدر الصدور کی مہر ثبت ہے اور جس کی مہر کا ۱۱۷۲؁ھ ہے اور پروانہ مورخہ ۱۱۸۶؁ھ دونوں ہی پر
برطانوی مہر ثبت ہے اور مہر کا ۱۱۹۸؁ھ ہے۔ غرض حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہ کی عظمت
و بزرگی کا احترام سلاطین اسلام سے لیکر عہد سلطنت برطانیہ تک برابر ہوتا رہا۔ اسی طرح
اس قصبہ کے دوسرے بزرگ حضرت امیر عطاء اللہ جعفری زینبی اور ان کی ذی جوہر اولاد کے
قدرشناس سلاطین بہار و بنگال اور دہلی رہے ہیں۔ جس کی تصریح آگے آئیگی۔ اور ان کی اولاد بھی
حضرت مخدوم کی اولاد میں ملی ہوئی ہے۔

حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہ کی خانقاہ و عیدگاہ و مسجد آپ کے احاطۂ مزار سے
پچھم اور دکھن جانب واقع تھی اب منہدم و مندرس ہوگئی۔ صرف ایک عیدگاہ باقی ہے جس میں
عیدین کی نماز ہوتی ہے اور ان کی اولاد و اجزا میں سے جس کے علاقہ اس کی خدمت ہوتی ہو
امامت کرتے ہیں۔

آپ کے مقبرہ کے متعلق ایک وسیع اراضی ہے جو بحسب پیمائش سروے نئی سڑک واقع
جنوب مقبرہ تک ایک سو ایک ایکڑ ۹ ڈسمل ہے، حضرت مخدوم کی جملہ اولاد علماء و فضلا
و قاضی القضاۃ، و سجادہ نشیناں کی قبریں اسی مقبرہ میں ہیں۔ یہاں ہر سال ۲۹ ذی الحجہ کو
آپ کا عرس ہوتا ہے اور قصبہ کے عمائدین شریک ہوتے ہیں اور خانقاہ حضرت پیر مجیب
قدس سرہٗ کے سجادہ نشیں بھی تشریف لیجاتے ہیں۔

اس درگاہ کے متعلق بغرض عرس و فاتحہ سالانہ سلاطین اسلام کی طرف سے کچھ
اراضی وقف تھی اس سے ہر سال آپ کا عرس نہایت تکلف سے ہوتا تھا مگر موقوف ہو گیا
تھا، جناب قاضی مخدوم عالم علیہ الرحمۃ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہ
کی ... کی ہدایت سے پھر اس عرس کو قائم کیا جو اب تک باقی ہے۔ جس میں حضرت

شیخ العالمین خود شریک ہوتے تھے۔ اُسی سنت کے مطابق خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشیں اس سالانہ قل کی شرکت ابتک کرتے ہیں۔ اس عرس میں مجلس سماع بھی منعقد کی جاتی تھی۔ خاص احاطۂ درگاہ میں محفل سماع ہوتی اور اہل ذوق مستفیض ہوتے تھے۔ جناب قاضی سید مخدوم عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک غزل بھی آپ کی شان میں کہی تھی جس کو قوال آپ کے عرس میں گایا کرتے تھے۔

اے کعبۂ شکستہ دلاں کوئے راستی — محراب طاعتم خم ابروئے راستی
شاخ بنفشہ کے گزرد در خیال ما — دل بستہ ام بسلسلۂ موئے راستی
یک مشت خاک در دہنش ریز اے صبا — آں غنچہ کاندرو نبود بوئے راستی
در صدمۂ کہ میرسد از جور روزگار — دارم نگاہ دیدۂ دل سوئے راستی
خواہم ز اضطراب دہم آبرو بباد — شرمندہ می شوم مگر از روئے راستی

مخدوم فکر کار تو ایں بسکہ ہر سحر
می باش عندلیب ثنا گوئے راستی

حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:۔

سید منہاج الدین راستی بن سید تاج الدین راستی جیلانی بن سید عبد الرحمن جیلانی بن سید عبد الکریم مشہدی بن سید اسمٰعیل مشہدی بن سید مصطفےٰ بن سید حسن یکے از اولاد حضرت امام علی رضا علیٰ جدہٖ وعلیہ السلام۔ کاتب الحروف کے خیال میں اس سلسلہ کی کڑی درمیان سے بہت منقطع معلوم ہوتی ہے کیونکہ مخدوم سید راستی قدس سرہ اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے درمیان کل چھ واسطے ہیں اور ان دونوں بزرگوں کے درمیان جتنا بعید زمانہ گذرا ہے اس لحاظ سے کل چھ واسطے ہونا بعید از قیاس ہے معلوم ہوتا ہے کہ نسب نامہ ضائع ہوا یا جن صاحب نے اس سلسلہ کو نقل کیا ہے اُن سے اسماء چھوٹ گئے ہیں۔ اسلئے میں نے یکے از اولاد امام علی رضا علیہ السلام لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس قصبہ کی جب آبادی بڑھی تو توسیع عمارات کے خیال سے اس پاس کے مواضعات کی اراضی جو اس قصبہ سے مخلوط تھیں لینے کی ضرورت پڑی اور جو اراضی غیر مزروعہ و غیر آباد

تھیں انہیں جن بزرگوں نے اپنے زمانہ میں آباد کیا اُن کے نام سے مشہور ہوئیں، اور اس توسیع میں حضرت مخدوم سید راستی و حضرت امیر عطاء اللہ جعفری دونوں بزرگوں کی اولاد شریک تھی اس لئے کوئی موضع ان کی اولاد کے نام سے مشہور ہوا کوئی ان کی اولاد کے نام سے۔ مگر امتداد زمانہ سے جیسے جیسے تغیرات ہوتے گئے اراضی کی توزیعات بھی بدلگئیں۔ مثلاً چک قاضی رکن عالم، چک عطاء اللہ، چک نصیر الدین بن فصیح الدین، چک محمد امین بن جنید ثانی۔ ازیں قبل بہت اراضی ہیں جو دوسرے مواضعات کی توزیعات میں شامل ہوگئیں جن کا پتہ قدیم تھاک بست سے ملتا ہے۔ اسی طرح بہت مواضعات ہیں جو اسی موضع کے قریب تھے۔ مگر اب ان کی اراضی معدوم ہوگئیں۔ صرف دستاویز وغیرہ میں ان کے نام پائے جاتے ہیں۔

اس وقت پھلواری جن اراضی کے مجموعہ میں آباد ہے وہ یہ ہیں، قصبہ پھلواری جو سابق میں سرائے جعفر آباد کے نام سے مشہور تھا، اور اب عالمگیر پور پھلواری کے نام سے مشہور ہے اس اراضی میں مخدوم سید راستی قدس سرہٗ کی اولاد کے مکانات تھے اور ہیں حسین پور پھلواری عرف رانی پور (اگرچہ رانی پور اب مستقل ایک گاؤں کا نام ہے جو پھلواری سے دکھن اور پورب گوشہ پر آباد ہے۔ مگر یہ اراضی اسی پھلواری کی اراضی تھی جس کو علیحدہ کر کے پھلواری کے زمینداروں نے اپنی رعایا کو آباد کیا ہے۔ اور حسین پور پھلواری عرف رانی پور نام رکھا ہے)

غوث پور مجملہ، خاصہ پور، خلاصہ پور، عیسےٰ پور، سید غریب چک، نبی پور، شاہ راستی پور، شاہ راستی گنج، رسول پور۔

مگر اب موجودہ سروے کے رُو سے اس قصبہ میں عیسےٰ پور کی اراضی بہت زیادہ داخل ہوگئی ہے۔ قریب قریب دو حصہ زمین رقبہ عیسےٰ پور کی اس میں شامل ہے۔ اب یہ قصبہ اپنی آبادی کے لحاظ سے چار محلوں پر منقسم ہے۔

سب سے پہلا محلہ مقدم ٹولی ہے جس میں پہلے ہنود آباد تھے اسی لئے متھوانہ محلہ کہلایا، اب اس محلہ میں سوائے مسلمانوں کے ایک بھی ہندو نہیں ہے۔ جب مسلمانوں نے اپنا مکان بنوایا تو اسی قدامت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا نام مقدم ٹولی رکھا، اس محلہ میں شیوخ بھی ہیں اور سادات بھی۔ اس محلہ کے مغتنم بزرگ مولوی محمد منیر صاحب تھے جنہوں نے ابتدائی کتابیں مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ

پھلواروی اور مولانا شاہ وحید الحق رضوی سے پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ مولوی محمد کمال[۱] علی پوری ضلع پٹنہ سے تمام کیں اور سند حدیث بھی اُن سے حاصل کی، ان کی اولاد موجود ہے اور برسرِ اقتدار ہے۔ ان کا انتقال ۱۳۳۱ھ میں ہوا۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن قدس سرہٗ کے مرید تھے۔

دوسرے بزرگ حافظ مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم تھے انہوں نے ابتدائی کتابیں مولانا علی اعظم اور مولانا شاہ وحید الحق رضوی پھلواروی و مولانا شاہ صفت اللہ علیہم الرحمۃ سے پڑھیں۔ مگر فاتحہ فراغ حضرت مولانا الحاج شاہ محمد محی الدین علیہ الرحمۃ کے ساتھ مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب ناصری گنج ضلع آرہ سے ہوا۔ ان کی اولاد بھی موجود ہے، ایک صاحبزادہ انسپکٹر اسکول ہیں اور دوسرے کلکتہ میں محکمۂ پولیس میں ملازم ہیں۔

اس محلہ کے دوسرے لوگ جدید تعلیم حاصل کرکے ریلوے اور محکمہ عدالت وغیرہ میں کام کرتے ہیں، کچھ لوگ تاجر پیشہ ہیں، الحمدللہ سب اچھی حالت میں ہیں، اسی محلہ کے ایک وکیل مولوی محمد نعیم بن شیخ عبدالکریم بن شیخ محب علی گیا میں وکالت کرتے تھے۔ افسوس کہ ۱۳۶۸ھ میں انتقال کرگئے۔

محلہ مقدم ٹولی سے دکھن اور بالکل متصل محلہ ملکیانہ ہے جس میں امیر عطاء اللہ قدس سرہ کی اولاد اور کچھ حضرت مخدوم سید راستی قدس سرہٗ کی اولاد جو امیر عطاء اللہ کی اولاد میں ملی ہے آباد ہے، اور بھی دوسرے خاندان کے سادات جو یہاں آکر آباد ہوئے ان کے مکانات ہیں۔ یہ محلہ مسجد سنگی سے پچھم خانقاہ پیر مجیب تک طول میں اور عرض میں محلہ مقدم ٹولی اور محلہ سادات تک نہایت وسیع چلا گیا ہے۔

محلہ ملکیانہ سے پورب گویا اسی محلہ میں مخلوط محلہ سادات یا سیدانہ ہے جس میں حضرت مخدوم راستی قدس سرہ کے دوسرے صاحبزادہ کی اولاد آباد تھی، مگر اب ان کی اولاد کے لوگ اس محلہ میں بہت کم رہ گئے ہیں۔ اس محلہ میں مختلف اقوام شیوخ و سادات، اہل حرفہ اور کچھ ہنود بھی آباد ہیں۔

مخدوم سید راستی قدس سرہ کے تین صاحبزادے تھے، مخدوم بہاءالدین اور مخدوم عزیزالدین اور مخدوم شاہ محمد معروف۔ مخدوم عزیزالدین کی اولاد کا تذکرہ اُوپر گذر چکا ہے۔

---

[۱] مولانا محمد کمال علی پوری مولانا عالم علی نگینوی کے شاگرد ہیں اور وہ مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی کے اور وہ مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔

شاہ محمد معروف کے بیٹے سید محمد عارف ان کے بیٹے سید غلام جیلانی اُن کے بیٹے سید لعل محمد اُن کے بیٹے سید محمد سعد اللہ اُن کے بیٹے سید محمد برخوردار اُن کے بیٹے سید جمال اُن کے دو بیٹے سید علی اکبر اور سید محمد مربی۔

سید علی اکبر بن سید جمال کے سید نصراللہ ان کے سید منور علی ان کے سید انور علی ان کے سید محمد عارف عرف سوہن ان کے سید امجد علی۔

سید امجد علی کے دو بیٹے سید تفضل حسین اور حکیم حفاظت حسین جو بڑے عالم متبحر اور طبیب حاذق وصاحب تصانیف کثیرہ تھے، ان کی شادی موضع نیورہ میں ہوئی ان کے بیٹے مسٹر سید عبدالعزیز بیرسٹر مدارالمہام عدالت وامور مذہبی ریاست حیدرآباد دکن ہوئے۔ اور اپنی جود وسخا وجوہر ذاتی وخدمات قومی کی وجہ سے قوم کی طرف سے عزیز ملت وعزیزالقوم کا خطاب پایا۔ [۱]

سید تفضل حسین بن سید امجد علی کے بیٹے ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم طبیب ریاست رامپور تھے۔ آخر میں پنشن لیکر پھلواری چلے آئے اور مستقل علیحدہ مکان تعمیر کرکے مقیم ہوئے اسل کے عارضہ میں مبتلا ہوکر بغرض علاج لکھنؤ گئے اور وہیں انتقال کیا۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں، بڑی منشی سید جلال الدین ساکن کوپا ضلع پٹنہ سے بیاہی گئیں۔ ان سے اولاد موجود ہے۔ چھوٹی داروغہ سعادت حسین عرف نتھو بن ڈاکٹر عبداللطیف ساکن آدم پور پیلاواں ضلع پٹنہ سے بیاہی گئیں۔ ان کی اولاد بھی موجود ہے۔

سید مربی بن سید جمال بن سید برخوردار کے بیٹے سید اعظم ان کے سید معزالدین ان کے دو بیٹے سید معصوم اور سید درویش محمد ان کے سید نشان علی۔

سید محمد معصوم بن سید معزالدین مذکور کے دو بیٹے سید اسد علی وسید حسین علی تھے، سید حسین علی کے دو بیٹے سید سجاد علی وسید امام علی، سید امام علی کے نظام علی، نظام علی کے دو بیٹے سید ارادت حسین عرف بڑے میر جیرٹیہ، دوسرے سید ارشاد حسین عرف چھوٹے میر صاحب۔

سید ارادت حسین کی بیٹی سید شاہ غلام حسنین عرف کلّو ساکن محلہ سملی شہر پٹنہ سے بیاہی تھیں ان کی تین بیٹیوں میں سے دو کے بعد دیگرے سید شاہ محمد یوسف بلخی بن شاہ محمد یعقوب بن شاہ

[۱] مختلف امراض میں مبتلا رہکر اپنے مکان "دلکشا" اگزبیشن روڈ پٹنہ میں انتقال کیا۔

کے ساتھ جونپور سے صوبہ بہار تشریف لائے تھے، بہار و بنگال کے سفر میں ہمیشہ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ رہے۔

حضرت سید محمد قمیص قادری قدس سرہ نے قصبہ بہار شریف میں قیام فرمایا اور عرصہ تک چلہ کش رہے۔ یہ چلہ گاہ اب تک زیارت گاہ عالم ہے، اس چلہ گاہ[1] کے متعلق اوقات بھی ہیں یہاں کے سجادہ نشیں و متولی شاہ محمد شوال صاحب مرحوم تھے۔ متوفی، ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ ہجری سجادہ نشیں لنگوٹ بند ہوتے ہیں۔ قمیص پور کے نام سے ایک گاؤں آپ کے مریدوں نے آباد کیا تھا جو اب تک موجود ہے۔

جب سلطان وقت کے حکم سے حضرت قمیص قادری نے بنگال کا قصد کیا تو حضرت مخدوم سید بدر عالم قدس سرہٗ کو صوبۂ بہار میں رشد و ہدایت خلق کے لئے چھوڑ دیا۔ حضرت مخدوم بدر عالم قدس سرہٗ نے موضع شہباز پور میں (جو پھلواری سے پچھم ایک میل پر واقع ہے اور اس کی کچھ اراضی عیسیٰ پور میں بھی پائی جاتی ہے) اقامت اختیار کی۔

حضرت قمیص قادری سرہ نے بنگال پہونچکر ہدایت خلق میں عمر بسر فرمائی اور وہیں انتقال بھی فرمایا۔ جنازہ بنگال سے سادھورہ لاکر مدفون کیا گیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے کتاب اخبار الاخیار میں آپکی رحلت کا واقعہ بایں عبارت نقل فرمایا ہے:۔

"وفات شاہ قمیص در ولایت بنگال واقع شد بتقریب آنکہ سلطان عہد الیشان را درآنجا فرستادہ بود" واز آنجا ثالث ذیقعدہ سنہ ۹۹۲ھ اثنین وتسعین وتسعمائۃ۔ بسادھورہ آوردہ مدفون ساختہ اند۔ رحمۃ اللہ علیہ"

مخدوم بدر عالم قدس سرہٗ اور آپ کے والد ماجد حضرت صدرالدین صدر جہاں قدس سرہٗ دونوں ہی حضرت قمیص قادری قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ و مجاز مطلق تھے، مخدوم بدر عالم قدس سرہٗ اپنے والد میر صدر جہاں کی طرف سے بھی مجاز تھے۔ مولانا نورالحق قدس سرہٗ نے انوار الطریقہ میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ نسب نامہ یہ ہے:۔

---

[1] بعض اکابر۔ اس چلہ گاہ کی تاریخ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت قمیص قادری قدس سرہٗ کا جنازہ بنگال سے سادھورہ لاتے ہوئے بہار میں منزل کی گئی تھی جس جگہ جنازہ رکھا گیا تھا اس جگہ لوگوں نے بطور یادگار ایک چلہ گاہ بنادی۔ واللہ اعلم

بدر الدین بدرعالم بن میر صدر جہاں میر عالم بن میر سید شاہ بن سید شہاب الدین بن سیّد بدر الدین بن سید کریم الدین بن سیّد نور الدین بن سید مومن بن سید تاج الدین بن سید بہاء الدین بن سید فتح اللہ حیدر مبارزی بن سید ابو الفتح بن سید ابو الفضل بن سید ابو الفرح الواسطی بن سیّد داؤد بن سید عیسٰی (یہ بزرگ کوفہ میں بلشر تھے) ابن سید محمد بن سید ابو الحسن زید بن سید حسین بن سید اکبر بن سید منصور بن عدنان بن سید عمر بن سید یحیٰ (شبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وصحبہ وسلم) بن سید حسین ذو الدمعہ بن امام ابو الحسین زید شہید بن امام زین العابدین بن سیدنا الامام الہمام حسین شہید علی جدہٖ وعلیہم السّلام بن امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مخدوم بدر عالم قدس سرہٗ بڑے پایہ کے بزرگ تھے، خطاب "کشک نوش" اور "پشمینہ پوش" تھا کیونکہ آپکی غذا آش جو اور پوشاک کملی تھی۔ تا عمر شہباز پور ہی میں قیام فرما کر رشد وہدایت خلق میں مصروف رہے۔ ۱۵ر شعبان ۱۱۰۲ھ میں رحلت فرمائی اور شہباز پور ہی میں مدفون ہوئے آپ کے والد میر صدر جہاں کا مزار بھی شہباز پور ہی میں ہے۔

اس تاریخ میں آپ کا عرس آپ کی اولاد بہت اہتمام اور اولوالعزمی کے ساتھ کرتی تھی قصبہ پھلواری کے تمام عمائدین اور صاحب سجّادہ خانقاہ مجیبیہ برابر اپنے حلقہ کے ساتھ اس عرس کی شرکت کرتے تھے۔

آخر بزرگ جن کے وقت تک یہ عرس قائم رہا منشی اقبال علی بن سید مظہر احمد بن سید عصمت علی بن سید شاہ فضل اللہ قدس سرہ تھے۔ جب منشی اقبال علی صاحب کا انتقال دہم شعبان ۱۲۹۵ھ میں ہوگیا اور شہباز پور آپ کی اولاد سے خالی ہوگیا تو عرس کا سلسلہ بھی موقوف ہوگیا۔

جزئیت } خاندان مخدوم راستی اور خاندان امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی سے قدیمی تعلقات کے علاوہ آپ کی جزئیت فرید پور ضلع گیا، خانقاہ رواق منیر، خانقاہ حضرت عشق پٹنہ، خانقاہ بہار شریف میں بھی پہنچی ہے، محلہ چودھریانہ کیمپ داناپور کے عمائدین آپ کی اولاد سے تھے۔

خلفاء } آپ کے پانچ خلفاء مشہور ہیں۔ شاہ محمد اسماعیل جعفری، شاہ محمد اسحاق

جعفری، شاہ محمد یوسف جعفری پسران حضرت امیر مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی قدست اسرارہم۔ چوتھے بزرگ آپ کے داماد و بھانجہ سید شاہ ابوالفتح قادری شہباز پوری قدس سرہٗ۔ پانچویں حضرت حاجی عبد اللہ[1] سیاح۔ جن کی عمر دو سو اکتیس برس کی ہوئی تھی۔ ۸۸۴ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۱۱۵ھ میں وفات پائی۔

اجرائے سلسلہ پھلواری میں چار بزرگوں کو مخدوم بدر عالم کا سلسلہ پہونچا ہے، ہمارے[1] پیر و مرشد فیاض المسلمین مولانا الحاج محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو دو واسطوں سے ایک تو آبائی طریقہ پر اپنے عم محترم مولانا شاہ محمد فضل اللہ قدس سرہ سے ابًا عن جد حضرت شاہ محمد اسمٰعیل جعفری قدس سرہ کے واسطہ سے، دوسرا آپ کے ممیرے اور پھوپھیرے چچا مولوی شاہ محمد یحیٰی بن مولانا احمد ابوالحیٰوۃ قدس سرہٗ سے اور اُن کو اپنے خسر دار وغہ سید مظہر نبی سے ان کو اُن کے والد شاہ عصمت علی سے ان کو ان کے والد شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن شہباز پوری سے، ان کو اپنے والد شاہ میر قادری سے، ان کو اپنے والد شاہ شاکر قادری سے، ان کو اپنے والد سید شاہ ابوالفتح قادری سے اُن کو حضرت مخدوم بدر الدین بدر عالم قدس سرہٗ سے۔

دوسرے[2] ہمارے والد ماجد مولوی سید محی الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ، تیسرے[3] مولوی شاہ محمد عبد اللہ بن مولانا علی سجاد قدس سرہٗ، چوتھے[4] مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی علیہ الرحمۃ ان تینوں بزرگوں نے حضرت مولوی محمد یحیٰی علیہ الرحمۃ سے اس طریقہ کی اجازت لی ہے۔

---

[1] حضرت عبد اللہ سیاح حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی قدس سرہٗ متوفی ۱۰۸۰ھ کے پیر ہیں، اور آپ کے سلاسل حضرت شیخ معروف جونپوری کو بھی پہنچے ہیں (گلزار ابرار) بحر ذخار قلمی صفحہ میں حضرت عبد اللہ سیاح قدس سرہ کی نسبت لکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کی اولاد امجاد سے ہیں، خیر آباد ان کا وطن تھا اور وہیں مزار ہے۔ حضرت مخدوم سید بدر الدین بدر عالم پھلواری جو پٹنہ کے قریب ہے کے مرید قادریہ سلسلہ میں تھے، بڑے مرتاض بزرگ تھے حضرت مخدوم شیخ مینا قدس سرہ صاحب ولایت لکھنؤ کے زمانہ سے ۱۱۱۵ھ تک زندہ رہے، ہمیشہ سیر و سیاحت میں مسافرانہ و آزادانہ زندگی بسر کی، سیر کرتے ہوئے خیر آباد تشریف لائے، مولانا حاجی صفۃ اللہ خیر آبادی کو مرید کیا، اُن کی تعلیم و تربیت کرکے خرقہ خلافت عطا فرمایا، وہاں سے سیر کرتے ہوئے پٹنہ آئے، پھر خیر آباد واپس چلے گئے، ان کی عمر لوگوں نے دو سو اکتیس اور کسی نے تین سو برس بتائی ہے۔ عمر گرانمایہ ہمیشہ ریاضات و مجاہدات میں جنگلوں و پہاڑوں میں بسر فرماتے تھے، زیادہ ان کا قیام کوہ لبنان میں رہتا تھا، جیسا کہ خزینۃ الاصفیا میں مذکور ہے۔ حضرت پیر محمد قدس سرہٗ کی بیعت و تعلیم و تربیت کے لئے کوہ لبنان سے لکھنؤ تشریف لائے تھے۔ حضرت حاجی صفۃ اللہ حضرت شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی قدس سرہٗ کے اُستاد ہیں (فصول مسعودی)

حضرت سید شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن قدس سرہٗ } حضرت سید شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن ساکن شہباز پور متوفی ۱۴ صفر ۱۱۹۲ھ مدفون شہباز پور کو اگرچہ آبائی اجازت اپنے والد سے پہنچی تھی مگر تعلیم و تربیت باطنی کا اتفاق نہیں ہوا تھا، آپ نے حضرت تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قدس سرہٗ سے ۱۱۴۴ھ میں بطریقۂ قادریہ قمیصیہ بیعت کی، اور باطنی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد اجازت و خلافت سے ممتاز و مشرف ہوئے۔

آپ کی پہلی شادی حضرت تاج العارفین قدس سرہ کی صاحبزادی بی بی زینب سے ہوئی۔ ان سے چار صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی بی بی کلثوم ہوئیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں: علی حسن، علی حسین، علی رضا، علی جعفر۔ تین بھائیوں کی اولاد کا تذکرہ نہیں ملا، غالباً سلسلہ منقطع ہوگیا، مگر سید شاہ علی حسن کے بیٹے سید شاہ نور الحسن عرف شاہ نورا تھے، ان کی شادی شاہ اسد اللہ[1] عرف شاہ رحمٰن بن شاہ محمد احسن بن لطف اللہ بن منیر الدین بن کبیر الدین بن رکن الدین جعفری کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ حضرت سید شاہ نور الحسن عرف شاہ نورا قدس سرہٗ حضرت شیخ العالمین کے مرید تھے۔ انھوں نے شہباز پور کا قیام ترک کر کے پھلواری میں قیام اختیار کیا تھا۔ ان کا مکان اب خانقاہ کے باورچی خانہ اور زنانہ پھاٹک کی اراضی میں داخل ہے۔ ان کی ایک ہی صاحبزادی تھیں جو مولانا محمد قادری بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے منسوب تھیں۔ اسلئے آپ کی اولاد مولانا محمد قادری کی اولاد ہے۔ تذکرۃ الکرام میں ہے کہ شاہ علی حسن نے سفر میں کشتی سے ڈوب کر انتقال کیا۔

شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن کی صاحبزادی بی بی کلثوم حضرت سید شاہ صفدر علی بن شاہ امر اللہ بن سید شاہ عبد اللہ درویش بن سید شاہ شریف بن سید ابراہیم یکے از اولاد مخدوم سید راستی پھلواروی دنواسہ حضرت خواجہ عماد الدین قلندر پھلواروی قدس سرہما سے بیاہی گئیں۔ ان کی اولاد پھلواری میں موجود ہے۔

حضرت شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن کی دوسری شادی سید شاہ سماک الدین یکے از اولاد مخدوم بدر الدین بدر عالم شہباز پوری کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو صاحبزادے سید شاہ

[1] شاہ اسد اللہ عرف شاہ رحمٰن کی شادی حضرت شاہ جار اللہ قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی ۱۲

عصمت علی اور سید شاہ عزت علی رحمہما اللہ ہوئے۔

میر عصمت علی بن سید شاہ فضل اللہ عرف کالن، متوفی ۱۲۲۵ھ مدفون شہباز پور، کی شادی اسی خاندان حضرت امیر عطاء اللہ میں بی بی ہینگن[۱] سے ہوئی تھی۔ ان سے دو بیٹے سید مظہر نبی اور سید مظہر احمد تھے، سید عصمت علی کو بیعت و اجازت و خلافت کل اپنے والد سے تھی۔

سید شاہ مظہر نبی بن سید شاہ میر عصمت علی متوفی ۱۲۷۰ھ ماہ جمادی الاخری، شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ کے مرید تھے اور آبائی اجازت و خلافت اپنے والد سید شاہ عصمت علی رح سے پائی تھی، آپ کی شادی حضرت مولانا شاہ ظہور الحق مجیبی قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادی جو مولوی محمد یحیٰ بن مولانا ابوالحیوٰۃ پھلواروی جعفری سے بیاہی تھیں۔

سید مظہر نبی رح خدمت داروغائی پر مامور تھے۔ مولوی محمد یحیٰ علیہ الرحمۃ کو سلسلۂ قادریہ بدریہ قمیصیہ آپ ہی سے پہونچا ہے۔

سید شاہ مظہر احمد بن سید شاہ عصمت علی متوفی سلخ رجب ۱۲۵۰ھ شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ کے مرید تھے، ان کے ایک صاحبزادہ جناب منشی اقبال علی مرحوم تھے۔

جناب منشی سید اقبال علی بن سید مظہر احمد کی ولادت ۲۲ ربیع الاول ۱۲۲۴ھ میں ہوئی اور وفات ۱۰ شعبان ۱۲۹۵ھ میں ہوئی، آپ کی شادی موضع فرید پور پرگنہ انکل ضلع گیا، میں مولوی شبیر علی مرحوم کی بھتیجی سے ہوئی تھی، ان سے چند صاحبزادیاں تھیں۔ ازانجملہ ایک صاحبزادی حضرت شاہ لطیف علی عرف شاہ میاں جان ابوالعلائی سجادہ نشیں تکیہ حضرت عشق قدس سرہ سے بیاہی گئی تھیں، ان سے حضرت شاہ امجد حسین عرف شاہ امیر احمد قدس سرہ تھے، جو آپ کے بعد جانشیں ہوئے۔ جناب شاہ امجد حسین قدس سرہ کی شادی منیر میں جناب شاہ محمد فرید علیہ الرحمۃ سجادہ نشیں رواق منیر کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ ان سے چند صاحبزادے اور صاحبزادیاں ہیں۔ ازاں جملہ

---

[۱] اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ بی بی ہینگن بنت میر محمد سعید بن بی بی امینہ بنت بی بی گھانسی بنت بی بی علیمہ بنت بی بی پولن بنت شمس الدین جعفری بن امیر اسحاق جعفری بن امیر مظفر جعفری بن امیر عطاء اللہ جعفری ــــ واضح ہو کہ بی بی ہینگن کے والد میر محمد سعید، میر غلام حسین ساکن رسول پور گورگانواں پرگنہ پھلواری کے بیٹے تھے۔

اس وقت جناب شاہ حمید الدین عرف شاہ حمدو صاحب سجادہ نشین ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر رشد و ہدایت کرتے ہیں۔ [ل]

حضرت شاہ میاں جان قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی سجادہ نشین خانقاہ شیخ الاسلام مخدوم شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سے بہار شریف میں بیاہی تھیں، ان سے سید شاہ وجیہ الدین مرحوم و سید شاہ حافظ محمد شفیع و مولوی سید شاہ محمد سعید مرحوم و حکیم حمید الدین و حکیم محمد الیاس و حکیم محمد خضر صاحبان ہیں اور صاحبزادیاں بھی تھیں۔

جناب شاہ میاں جان قدس سرہٗ کی دوسری صاحبزادی قاضی سید نعمت مجیب الحق قاضی چکی ثم فرید پوری ثم خواجہ پوری نواسہ مولوی شیر علی فرید پوری سے بیاہی گئیں۔ ان سے دو بیٹے منیر الحق اور بشیر الحق ہیں جو خواجہ پورہ میں مقیم ہیں۔ جناب منشی اقبال علی صاحب کے بیٹوں کا نام ظہور احمد و نجم الدین تھا۔

میر سید عزت علی بن سید شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن قدس سرہٗ متوفی ۱۹ر جمادی الاولےٰ ۱۲۱۷ھ حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مُرید تھے اجازت و خلافت آپ کو بھی اپنے والد سے ملی تھی، آپ کی شادی حضرت مخدوم شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کی صاحبزادی یعنی حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کی نواسی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ سید شاہ آل یاسین قدس سرہٗ و تین صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی صاحبزادی حضرت مولانا شاہ ظہور الحق مجیبی قدس سرہٗ سے بیاہی گئیں۔ ان کی اولاد کا تذکرہ آگے آئیگا۔

دوسری صاحبزادی مولوی سید احمد یعقوب رضوی کے از اولاد حضرت مخدوم آدم صوفی جیٹھلوی سے بیاہی گئیں، ان کی اولاد کا تذکرہ اولاد مخدوم آدم صوفی میں کیا جائے گا۔ تیسری صاحبزادی کی شادی مولوی سید اکبر علی جعفری عرف میر منو بن سید افضل الدین بن سلیح الدین سے ہوئی۔ ان کا ذکر اولاد ملا فصیح الدین جعفری پھلواروی میں کیا جائے گا۔

حضرت شاہ عزت علی قدس سرہٗ نے شہباز پور چھوڑ کر پھلواری میں ایک زمین جو متروکات حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ سے تھی اور وہ اراضی مقبرہ حضرت جنید ثانی قدس سرہ سے اُتّر دیوار مقبرہ سے متصل واقع ہے، مکان بنالیا تھا اور ہمیشہ پھلواری ہی میں مقیم رہے۔

[ل] ۲۳ر رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ کو وفات پائی۔ ان کے صاحبزادہ شاہ شاہد حسین عرف شاہ درگاہی صاحب جانشین ہیں۔

حضرت شاہ آل یاسین بن شاہ عزت علی قدس سرہٗ متوفی ۱۳ر رجب ۱۲۷۶ھ حضرت مولانا شاہ ظہور الحق مجیبی قدس سرہٗ کے مرید و شاگرد تھے، اپنے پیر و مرشد کے انتقال کے بعد بقیہ سلوک کی تکمیل کے خیال سے حضرت شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کی طرف رجوع کیا تھا۔ ان کے صاحبزادے جناب شاہ ہدایت حسین علیہ الرحمۃ تھے۔ یہ حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ کے مُرید تھے۔ ان کی شادی غیر قرابت میں ہوئی جن سے دو بیٹیاں ہوئیں بڑی شاہ موسیٰ رضا بن شاہ عزت علی ساکن ملناچک علاقہ منیر سے بیاہی گئیں ان سے کثیر اولاد ہوئی کچھ بچپن میں اور کچھ صاحب اولاد ہو کر قضا کر گئی صرف ایک بیٹے مولوی شاہ انوار الحق عرف شاہ علوی اور ایک بیٹی موجود ہیں۔ شاہ علوی صاحب نے ابتداء سے متوسطات تک مدرسہ مجیبیہ پھلواری میں مولوی محبوب عالم صاحب اور کچھ مولوی عز الدین سلمہٗ سے تعلیم پائی۔ اور مدرسہ انوار العلوم گیا سے فارغ التحصیل ہوئے۔ وعظ و نصیحت میں اوقات عزیز بسر کرتے ہیں۔

تذکرۂ خاندان حضرت امیر عطاء اللہ زینبی جعفری قدس سرہ

دسویں صدی کے اوائل میں دہلی سے خاندان جعفریہ زینبیہ کے سربرآوردہ بزرگ حضرت سید شاہ محمد سعد اللہ جعفری زینبی اپنے صاحبزادے امیر عطاء اللہ اور ایک موروثی غلام کے ساتھ پھلواری جلوہ افروز ہوئے، شاہ سعد اللہ کے والد شاہ فتح اللہ اپنی مادری نسبت سے حضرت مخدوم نور الدین ملک یار پرّاں دہلوی کی صاحبزادی کی جزئیت کا شرف رکھتے تھے۔

خاندان جعفری زینبی ہندوستان کے اکثر شہروں میں مثلاً الہ آباد، مچھلی شہر ضلع جونپور، امروہہ اور صوبہ بہار میں پھلواری، مہداواں، پٹنہ محلہ مغلپورہ، اور ہندوستان کے باہر غزنی میں جس کی شاخ مچھلی شہر پہونچی ہے، اس کے علاوہ عرب کے مختلف شہروں میں جس کا پتہ انساب کی کتابوں سے چلتا ہے، پھیلا ہوا ہے۔

سلہ حضرت مخدوم نور الدین ملک یار پرّاں سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانے کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ "لار" کے رہنے والے تھے اور اپنے پیر کے حکم سے دہلی میں آکر مقیم ہوئے" اور لکھا ہے کہ "حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ ان کے روضہ کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور ایسا سمجھا جاتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے ان کو دیکھا بھی ہو" اخبار الاخیار ہی میں سیر الاولیا کے حوالہ سے مخدوم نور الدین یار پرّاں کی کرامت کے سلسلہ میں یہ حکایت نقل کی گئی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک بار میں جمعہ کی نماز کے لئے مسجد کیلوکھری جا رہا تھا اور روزہ رکھے ہوا تھا۔ موسم گرم ہونے کی وجہ سے مجھے دوران سر ہونے لگا، دل میں گذرا کہ کوئی سواری ہوتی تو اس پر سوار ہو کر جاتا، لیکن اس کے بعد ہی میں نے اس خطرے کو دور کیا اور اُس سے توبہ کی۔ تین روز کے بعد مخدوم نور الدین ملک یار پرّاں کے خلیفہ میرے پاس ایک گھوڑی لیکر آئے کہ اسے قبول فرمائیے۔ میں نے کہا کہ "آپ خود درویش ہیں، میں آپ سے نہیں لوں گا۔ انھوں نے کہا کہ آج تیسری رات ہے کہ میرے شیخ نے مجھ سے خواب میں فرمایا کہ گھوڑی شیخ نظام الدین کو دے آؤ۔ میں نے کہا کہ میرے پیر بھی اگر مجھ سے لینے کو فرمائیں تو میں لیلوں۔ دوبارہ پھر لائے تو میں نے اللہ کیطرف سے عطیہ سمجھ کر لے لیا۔ اُس کے بعد سے میرا اصطبل کبھی گھوڑوں سے خالی نہیں رہا" خزینۃ الاصفیا میں اس حکایت میں یہ بھی لکھا ہے کہ رات کو حضرت سلطان المشائخ کو ان کے شیخ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ نے خواب میں فرمایا کہ گھوڑی کو قبول کرلو۔ پیر ملک یار پرّاں نے میری اجازت سے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ صبح کو وہ گھوڑی لے کر پھر آئے تو سلطان المشائخ نے لے لیا" حضرت مخدوم نور الدین ملک یار پرّاں حضرت شیخ عزیز الدین دانیال لاری خلجی کے مُرید و خلیفہ تھے۔ ان کا شجرۂ پیران خزینۃ الاصفیا میں اس طرح مرقوم ہے "حضرت شیخ عزیز الدین دانیال مرید و خلیفہ حضرت علی خضر کے، وہ مُرید و خلیفہ حضرت شیخ ابو اسحٰق گازرونی کے، وہ مُرید و خلیفہ حضرت شیخ ابو علی حسین ابن محمد الاکار فیروز آبادی کے، وہ مرید و خلیفہ حضرت عبد اللہ خفیف شیرازی کے، وہ حضرت محمد رویم کے اور وہ حضرت سید الطائفہ شیخ ابو القاسم جنید بغدادی کے مرید و خلیفہ تھے۔ مخدوم نور الدین ملک یار پرّاں نے ۱۰ رجادی الثانی ۶۹۵ھ میں وفات پائی۔ مزار دہلی میں شاہجہاں آباد سے غیاث پور جانے والی سڑک کے پچھم ایک مختصر احاطہ کے اندر ہے اور سڑک کے پورب جانب حضرت ابو بکر طوسی کا مزار ہے۔ خزینۃ الاصفیا میں مولوی غلام سرور لاہوری نے آپ کی تاریخ وفات کا یہ قطعہ لکھا ہے۔ سہ

شاہ نور الدین چو از عالم برفت	سال وصل آن شہ والا مکان
شاہ نور الدین ابدال است و پیر	مقتدائے علم تاج بخش عیان

۶۹۵ھ

مگر تعجب ہے کہ خود ہندوستان میں اس قدر قریبی تعلقات کے باوجود ایک دوسرے سے ازدواجی تعلقات قائم کرکے سلسلہ کی کڑی کیوں نہ ملائی گئی؟ یہ کام تو بہت پہلے کرنے کا تھا؟ مابعد اگر یہ خاندان دوسرے خاندان سے ملا تو اس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے آج کل غیر خاندان سے جس سے کبھی کا تعلق بھی نہیں محض ظاہری اقتدار کے پیش نظر بلا امتیاز صحت نسب ایک دوسرے سے مل رہا ہے۔

پھلواری کا خاندان دسویں صدی کے اوائل سے بہار میں آباد ہوا، بہداواں کا خاندان ساتویں صدی میں بہار میں آباد ہوا، اور مسلسل خاندان حضرت تاج فقیہ فاتح منیر سے ملتا رہا۔ اسیطرح مغلپورہ میں مولانا محمد سعید صاحب کا خاندان جو جعفری و زینبی ہے، برابر بہداواں، دیوان محلہ، پانو کی باغ کے خاندان جعفریہ سے ملتا رہا، یہ سب لوگ جعفری زینبی ہونے کے مدعی ہیں، مگر میرا خیال ہے کہ ان خاندانوں کی نسبی بد مذاقی نے سابق کے سلسلہ کی کڑیوں کو درست اور برقرار رہنے نہ دیا۔ اور اسکی ترتیب نہ ہو سکی، اسلئے یہ خاندان آپس میں ایک دوسرے سے کس طرح ملتے ہیں پتہ نہیں چلتا، میں نے ہر جگہ کے نسب ناموں کو دیکھا ہے مگر کسی کا تعلق اوپر جاکر پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اور نہ ان لوگوں کا نسب نامہ ہی متصل ہے اور نہ اس کی شاخوں کا ایک دوسرے سے تعلق پیدا ہوتا ہے، بجز اس کے کہ کل اپنے آپکو جعفری و زینبی بلا اتصال لکھتے چلے آتے ہیں۔

مولانا محمد سعید صاحب نے قسطاس البلاغہ میں اپنے اس مکتوب میں جو مولانا محمد نعیم فرنگی محلی قدس سرہ کے نام سے لکھا ہے، اس طرح تحریر فرماتے ہیں "محمد سعید بن حاجی منشی واعظ علی بن عمر دراز بن مولوی فقیر اللہ غفر لہ ولہم نسبت این فقیر بواسطہ اب بجعفر طیار رضی اللہ عنہ میرسد و بواسطہ ام بعبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ"

اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مادری نسبت اپنی لکھ رہے ہیں یا زینبی جعفریوں کی؟ اسلئے کہ کل زینبی و جعفری حضرات حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی جزئیت میں ہیں۔ کیونکہ علی زینبی بن عبد اللہ الجواد بن جعفر طیار (جن کی طرف یہ نسبت منسوب ہے) کی شادی کی نسبت "معارف بن قتیبہ" میں لکھا ہے اور صاحب "عمدۃ المطالب" نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ لبابہ بنت عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب سے ہوئی تھی، ان سے دو بیٹے محمد الاریس الرئیس، اور اسحاق اشرف تھے، اس لئے ہر زینبی عباسی جزئیت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ مگر مولانا کو چونکہ ننھیہالی عباسی خاندان سے ننہالی

تعلق تھا اسلئے آپ نے اپنی نسبت خصوصیت کے ساتھ عباسی جزئیت کا دعویٰ کیا ہے۔

محمد الارئیس الرئیس کے بیٹے ابراہیم اعرابی تھے، ان کے بیٹے جعفر السید ہیں، ان کے بیٹے اسمٰعیل تھے جو اہلِ پھلواری کے اجداد ہیں، اور اسحاق اشرف کی اولاد کا تذکرہ بھی انساب کی کتابوں میں بالتفصیل موجود ہے۔

اب تحقیق طلب یہ ہے کہ مولانا محمد سعید قدس سرہ محمد الارئیس کی اولاد میں ہیں یا اسحاق اشرف کی، مجھکو ان کا نسب نامہ نہ مل سکا جس سے تحقیق ہوتی۔

غرض یہ کہ خاندانوں کی نسبی بدمذاقی غالباً تمام ایک ہی طرح پر ہے جس سے صحیح شاخوں کا پتہ لگانا مشکل ہوگیا ہے۔

پھلواری میں امیر عطاء اللہ کی اولاد نے اس کا خیال رکھا اور اپنا نسب نامہ ترتیب دیا۔ جہاں تک ہو سکا اوپر کی کڑیوں کا پتہ لگایا اور نیچے کی تقریباً تمام شاخیں مرتب کریں جس سے اسقدر پتہ چلتا ہے کہ یہ خاندان صوبہ بہار کے معزز خاندانوں میں، خاندان حضرت تاج فقیہ فاتح منیر، مخدوم شہاب الدین جگجوت، مخدوم آدم صوفی، مخدوم سید منہاج الدین راستی، مخدوم سلیمان لنگر زمین کاکوی، مخدوم ابراہیم زندہ دل کاکوی رحمۃ اللہ علیہم سے ملا ہے اور ان مخادیم کی جزئیت اس خاندان میں پہنچی ہے، اگر نسب نامہ کی ترتیب نہ دی گئی ہوتی تو آج اس خاندان کی تاریکی کا بھی وہی حال ہوتا جو نسبی بدمذاقی سے دوسرے خاندانوں کا ہو رہا ہے۔

پھلواری کے خاندان جعفریہ زینبیہ کے تعلقات، مچھلی شہر، الہ آباد، جونپور سے بھی ہیں، حضرت امیر عطاء اللہ کی صاحبزادیاں بی بی روشن جہانیاں، اور بی بی ملکہ جہانیاں کی اولاد مچھلی شہر میں ہے، مگر بُعدِ مسافت کی وجہ سے سلسلۂ ازدواج قائم نہ رہ سکا، اسلئے ان کی اولاد کا نام ہمارے یہاں کے شجرہ میں نہیں ہے۔

اسی طرح خیر اللہ بن رضا محمد عرف راجہ محمد بن امیر محمد رستم بن امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ جعفری کی اولاد کی نسبت کتاب انساب میں ہے" اولاد محمد خیر اللہ در مچھلی شہر متصل جونپور بکثرت اند و آں ہمہ قرابت اہلِ قصبۂ پھلواری را مقر اند" واللہ اعلم۔

مگر پھلواری کے بزرگوں نے بھی امیر عطاء اللہ کی انہی اولاد کا نسب نامہ ترتیب دیا جو قریب تر

قصبات و دیہات میں جاکر آباد ہوئی اور ان سے مسلسل باہمی ازدواجی سلسلہ قائم ہوتا گیا، امیر عطاء اللہ کی وہ اولاد جو دوسرے شہروں میں صوبۂ بہار سے باہر جاکر بسی ان سے بُعدِ مسافت کی وجہ سے تعلقات باقی نہ رہ سکے ان کی اولاد کا ذکر بھی ہمارے نسب نامہ میں موجود نہیں ہے، اسلیئے میں نہیں بتا سکتا کہ وہاں اس جزئیت کے کون لوگ باقی ہیں اور کس شاخ سے اُن کا تعلق یہاں سے قائم ہوتا ہے، بجز اس کے کہ اس خاندان کی جزئیت صوبہ سے باہر بھی گئی ہے جو لامعلوم ہے۔

امیر عطاء اللہ کا جو نسب نامہ ہمارے یہاں موجود ہے اس کے ابتدائی ناموں کی تصدیق انساب کی کتابوں سے بھی ہوتی ہے، البتہ درمیان سے ابراہیم اعرابی اور ان کے بیٹے جعفر السید کا نام متروک ہوگیا ہے، امیر عطاء اللہ کا نسب نامہ ہمارے ہاں اس طرح ہے:۔

امیر عطاء اللہ بن سعد اللہ بن فتح اللہ بن محب اللہ بن ہدایت اللہ بن محمد سمین بن امین بن ابراہیم بن عمر دراز بن عبد اللہ بن حمید بن اسمٰعیل (متروک) بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن جعفر طیار۔

بعض بزرگوں نے اس طرح لکھا ہے:۔

محمد عبید بن محمد حمید بن اسمٰعیل بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن جعفر طیار۔

عمدۃ الطالب فی انساب آل ابیطالب میں عبد اللہ جعفر طیار تک نسب نامہ اسطرح لکھا ہے۔

عبد اللہ بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر السید بن ابراہیم اعرابی بن محمد الارئیس الرئیس بن علی الزینبی بن عبد اللہ الجواد بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ۔

ان دونوں نسب ناموں کو سامنے رکھنے کے بعد سب سے پہلا فرق عمدۃ الطالب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن محمد اسمٰعیل، اور محمد الارئیس بن علی بن عبد اللہ بن جعفر طیار کے درمیان دو نام جعفر السید بن ابراہیم اعرابی کتابت میں چھوٹ گیا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ عبد اللہ بن محمد بن اسمٰعیل کو بعض لوگوں نے عبد اللہ بن حمید بن اسمٰعیل لکھا ہے اور بعض بزرگوں نے عبید بن حمید بن اسمٰعیل لکھا ہے۔

ان دونوں میں عبد اللہ اور عبید کا فرق ہے، بقرینۂ غالب عبید لکھنے والے صاحب بھی عبد اللہ ہی لکھنا چاہتے تھے۔ مگر لفظ اللہ قلم انداز ہوگیا اور بعد کے پڑھنے والوں نے عبد کے لفظ کو بے معنی سمجھتے ہوئے عبید پڑھا

دوسرا نام حمید ہے جس کو بعض محمد حمید لکھتے ہیں اور بعض صرف حمید لکھتے ہیں، میرے خیال میں یہ املا کی غلطی ہے۔ حمید دراصل محمد ہے، چونکہ عموماً نسب نامے پرانے اور خستہ ہونے کے زمانے میں نقل کیے جاتے ہیں، اور اکثر حروف کہنگی کی وجہ سے محو بھی ہو جاتے ہیں۔ اسلئے پڑھنے والے نے میم کے محو ہو جانے کی وجہ سے محمد کو حمید پڑھا ہے، کیونکہ بقاعدۂ رسم الخط میم اور دال کے درمیان کشش موم ہے اس لیے میم۔ دال کا رسم الخط جب کشش کے ساتھ ہوگا، اہل فن اس کا تلفظ میم، ی، دال کے ساتھ کریں گے۔

اور بعض لوگوں نے تو حمید سے پہلے محمد کا لفظ بھی لکھا ہے، مگر یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نسب نامہ کے تقریباً تمام ناموں سے پہلے تیمناً محمد لکھا ہے، علاوہ ازیں تقریباً تمام نساب محمد بن اسمٰعیل کے نام میں صرف محمد کا لفظ لکھتے بھی نہیں ہیں، بلکہ محمد الاکبر یا محمد الاکبر العالم المحدث وغیرہ جیسے وسیع القاب کے ساتھ لکھتے ہیں، اسلئے ممکن ہے حمید بھی ان کا لقب ہو جس کی واقفیت ان بزرگوں کو ہو مگر ہم ناواقف ہیں۔

ماحصل یہ ہے کہ اس خاندان کا نسب نامہ جو ہمارے ہاں موجود ہے اس میں شیخ فتح اللہ کے بعد سے اس دور تک تو کسی قسم کے اختلاف اور شبہہ کی گنجائش ہی نہیں ہے، کیونکہ اس کی تصدیق تمام اجازت ناموں، وثائق اور یادداشتوں سے ہوتی ہے اور اوپر کے ناموں میں عبداللہ بن محمد سے جعفر طیار تک ناموں کی تصدیق انساب کی کتابوں سے بھی ہو جاتی ہے اور ان کے درمیان میں چلنے نام بیچ رہتے ہیں بلا اختلاف سب ایک ہی طرح لکھے رہتے ہیں، اسلئے یہ نسب نامہ درایۃً بھی صحیح ہے، واللہ اعلم، لہٰذا جعفر طیار سے امیر عطاء اللہ تک ناموں کی ترتیب اسطرح ہوتی ہے؛ امیر عطاء اللہ بن سعد اللہ بن فتح اللہ بن محب اللہ بن ہدایت اللہ بن محمد بن سمین بن امین بن ابراہیم بن عمر دراز بن عبداللہ۔ بن محمد الاکبر العالم المحدث بن اسمٰعیل بن جعفر السید بن ابراہیم الاعرابی بن محمد الارئیس الرئیس بن علی الزینبی بن عبداللہ الجواد بن سید نا جعفر طیار رضی اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔

اس وقت اس نسب نامہ کے علاوہ خاندان جعفری و زینبی کے دو نسب نامے اور بھی موجود ہیں جو اپنی ابتدائی شاخوں میں خاندان امیر عطاء اللہ پھلواروی سے جدا ہوتے ہیں، ان میں سے

ایک نسب نامہ مولوی سید علی زینبی (سابق مدرس دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) ساکن امروہہ ضلع مراد آباد کا ہے، یہ بزرگان ابراہیم اعرابی بن محمد الادریس کے دوسرے بیٹے عبداللہ کی اولاد میں ہیں، عبداللہ کے بیٹے ابراہیم تھے۔

ابراہیم کے متعلق عمدۃ الطالب نے لکھا ہے، فیہ العدد وعلی ومحمد، لیکن نسب نامہ میں ابراہیم کے بیٹے ابی زید لکھا ہے، ممکن ہے محمد اور علی کے علاوہ ان کی اولاد میں ابی زید بھی ہوں، جن کا ذکر عمدۃ الطالب نے نہیں کیا ہے۔

دوسرا نسب نامہ جناب مولوی سید عبدالرزاق صاحب جعفری زینبی مچھلی شہری کا ہے، اس نسب نامہ کا بھی ابتدائی جز بعینہ وہی ہے جو پھلواری کے نسب نامہ کا ہے: یعنی محمد ادریس اور اسمٰعیل کے درمیان جعفر السید اور ابراہیم اعرابی کا نام متروک ہے۔

سید عبدالرزاق صاحب نے اپنی نسبت عون مثنی سے دکھلائی ہے اور عون مثنی کو حسن اسمٰعیل کا بھائی لکھا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک بھائی یعنی حسن اسمٰعیل کی اولاد میں امیر عطاء اللہ پھلواروی ہیں اور دوسرے بھائی عون مثنی کی اولاد میں قاضی نظام الدین مچھلی شہری ہیں، علاوہ ازیں پھلواری کے تمام بزرگوں سے یہ روایت ہمیشہ سُنی گئی اور کتاب انساب میں بھی موجود ہے، کہ اس خاندان کے تعلقات الہ آباد، جونپور، مچھلی شہر کے جعفری زینبی خاندان سے بھی ہیں، چنانچہ کتاب انساب میں دو جگہ پر یہ چیز ملتی ہے۔

ایک جگہ لکھا ہے کہ امیر عطاء اللہ کی صاحبزادیاں بی بی ملکہ جہانیاں اور بی بی روشن جہانیاں کی اولاد مچھلی شہر میں ہے، دوسری جگہ خیر اللہ بن رضا محمد بن امیر رستم بن امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ "اولاد خیر اللہ در مچھلی شہر متصل جونپور بکثرت اند وایں ہمہ قرابت اہل قصبہ پھلواری را مقر اند" کتاب انساب کی یہ روایت اور مولوی سید عبدالرزاق صاحب مچھلی شہری کے نسب نامہ کا ابتدائی جز جو بعینہ پھلواری کے نسب نامہ سے منطبق ہے یعنی اس کی ابتدا میں بھی وہی دو نام متروک ہیں جو پھلواری کے نسب نامہ میں، اس بات کا پتہ دے رہے ہیں کہ ان دونوں خاندانوں میں قرابت دیکھتی کی گہری نسبت ضرور ہے۔ مگر سب سے بڑی دشواری جو ہمارے لئے اس وقت آگئی ہے وہ یہ ہے کہ سید عبدالرزاق صاحب نے اسمٰعیل کا بھائی عون مثنی کو لکھا ہے اور اسمٰعیل کے بھائیوں میں

عون کسی کا بھی نام عمدۃ الطالب وغیرہ میں نہیں ہے، بلکہ محمد الارلیس کی اولاد تمام شاخوں میں جن کا ذکر تذکرۂ انساب کی کتابوں میں موجود ہے کئی پشتوں تک عون مثنی کا نام نہیں ملتا ہے کہ یہ تصوّر بھی کیا جاسکے کہ فلاں فلاں نام متروک ہو گیا ہے، اب یہ عون مثنی کون ہیں اور ان کا دوسرا نام کیا ہے؟ جس سے علماء نسب ان کا تذکرہ کرتے ہیں، اس کا پتہ لگانا اس وقت ہمارے لئے دشوار ہے" ہاں الہ آباد، پھلی شہر کے اکابر خود تحریر فرمائیں تو یہ لاعلمی و ناواقفیت دُور ہو سکتی ہے، میرے لئے یہ مرحلہ تحقیق طلب ہے۔

پھلواری سے قریب اور منیر سے متصل موضع مہداواں ہے، یہاں خواجہ بدرالدین جعفری الزینبی سالار افواج امام "تاج فقیہ فاتح منیر ۵۷۵ھ کا خاندان آباد ہے اس خاندان سے بھی امیر عطاء اللہ کے خاندان کی قریبی قرابتمندی ہے۔

اس خاندان کے ایک مشہور شخص مولوی واحد علی بن رمضان علی تھے ان کے انتقال کو ابھی زیادہ مدّت نہیں گزری ہے، تیرھویں صدی کی ابتداء یا وسط میں ان کا انتقال ہوا ہے، موصوف کا نسبنامہ بھی اس وقت پیش نظر ہے گرچہ بادی النظر میں اتصال اس میں بھی محسوس نہیں ہوتا، مگر غور کرنے سے حقیقت منکشف ہو جاتی ہے، نسب نامہ یہ ہے:۔

مولوی واحد علی بن رمضان علی بن شیخ غلام علی بن شیخ محمد فاضل بن شیخ دوست محمد بن شیخ حمزہ بن شیخ جمال الدین بن شیخ فریدالدین بن شیخ عثمان بن شیخ مظفر بن سالار خواجہ مرسل بن سالار فرید بن سالار خواجہ احمد بن سالار خواجہ محمد بن سالار خواجہ اسکندر بن سالار خواجہ حیدر بن سالار خواجہ صدرالدین بن سالار خواجہ بدرالدین سالار افواج امام تاج فقیہ فاتح منیر ۵۷۵ھ بن قاضی عبدالرحمٰن بن قاضی نجیب الدین بن قاضی رفیع الدین بن شیخ نصراللہ بن شیخ ابراہیم بن شیخ نصیرالدین بن شیخ خلیل الدین بن شیخ محی الدین بن شیخ شہاب الدین بن خواجہ سلطان بن شاہ بن خواجہ عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن ابوالقاسم بن ابوبکر

اس کے بعد حضرت علی الزینبی کا نام ہے "ابوبکر نام کے کوئی صاحبزادے حضرت علی الزینبی کے انساب کی کتابوں میں میری نظر سے نہیں گزرے ہیں، ہاں ابوالکرام ہیں، اسلئے میرا خیال ہے ابوبکر ابوالکرام کی جگہ لکھ گیا ہے، جو محمد الارلیس کے بیٹے ہیں۔

ابوالکرام کے تین بیٹے تھے، داؤد، ابراہیم اور محمد ابوالمکارم ملقب باحمر عینین، محمد ابوالمکارم کی

اولاد ان کے بھائیوں کی اولاد میں منضم ہے، البتہ ایک بیٹے قاسم تھے جو سمرقند میں رہے، اس کا تذکرہ ابن طباطبا اور دوسرے نسّابہ نے کیا ہے، عمدۃ الطالب کی عبارت یہ ہے :-

وعقب محمد بن ابی المکارم المعروف باحمر عینہ فی ابراھیم وداؤد وقال ابن طباطبا زاد غیرہ شیخ الشرف علی ولد القاسم لبسمرقند، اسلئے قاسم کے بعد نسبنامہ اسطرح ہوگا۔

قاسم بن محمد ابی المکارم بن ابی الکرام بن محمد الارلیس بن علی الزینبی بن عبداللہ الجواد بن جعفر طیار ذیل کے نقشہ سے ان چاروں خاندانوں کا تعلق نمایاں ہوجاتا ہے۔

حضرت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ تعالٰے عنہ وارضاہ عنا

عبداللہ الجواد

علی الزینبی

محمد الارلیس الرئیس

- ابوالکرام
  - محمد ابوالمکارم ملقب باحمر عینین
    - قاسم
      - جد اعلٰے خاندان
      - مولوی واجد علی بن رمضان علی
      - بساکن مہدا واں
      - ضلع پٹنہ
- ابراہیم اعرابی
  - عبداللہ
    - ابراہیم
      - جد اعلٰے خاندان
      - مولوی سید علی زینبی
      - سابق مدرس دارالعلوم ندوہ
      - ساکن امروہہ ضلع مرادآباد
  - جعفر السید
    - اسمٰعیل
      - محمد الاکبر العالم المحدث
      - عبداللہ
      - جد اعلٰے خاندان امیر عطاء اللہ
      - پھلواری شریف ضلع پٹنہ
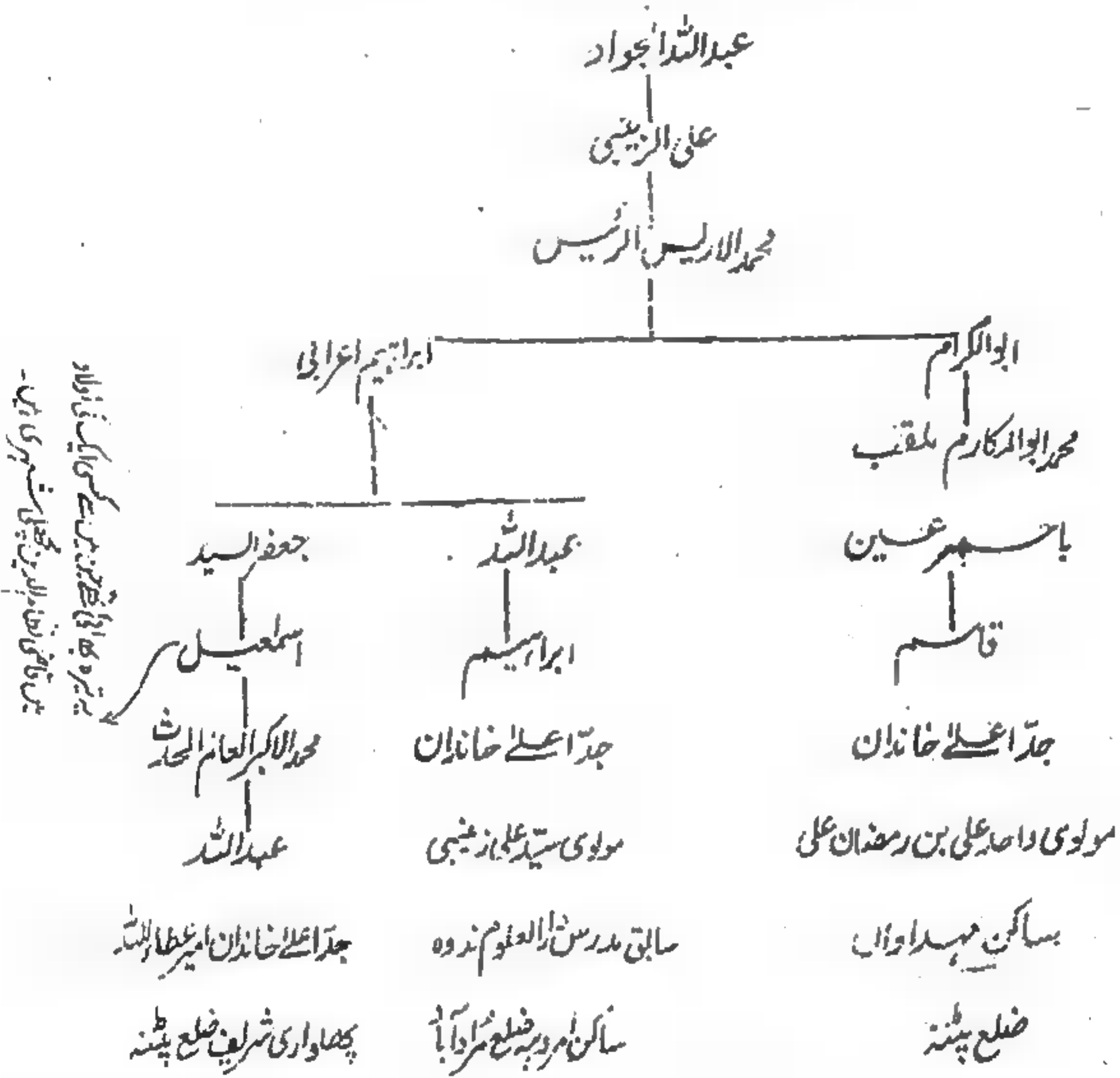
پھلواری میں آمد اور اقامت کا سبب

حضرت شاہ سعداللہ قدس سرہ کے والد حضرت شاہ فتح اللہ قدس سرہ کے انتقال کے بعد جانشینی کے متعلق آپس میں نزاع ہوئی، حضرت شاہ سعداللہ قدس سرہ نے فتنہ وفساد سے بچنے کے خیال سے ترک وطن کیا، آپ کے والد کے مرید جاگیردار پھلواری نے جب آپ کی ہجرت کی خبر سنی اور اطراف صوبہ بہار کا ارادہ

معلوم کیا تو عامل پرگنہ پھلواری کو خط لکھ بھیجا کہ حضرت شاہ سعد اللہ دہلی سے پورب کی طرف جا رہے ہیں۔ ان کو پھلواری میں ٹھہرالو اور اُن کی عافیت و طعام و قیام کا کُل سامان مہیّا کردو تا کہ بعافیت وہاں مقیم رہ سکیں۔ تشریف آوری کے بعد پھلواری کی فضا پسند خاطر ہوئی اور اسی قصبہ میں اقامت کا مصمم ارادہ کرلیا۔ ۹۴۵ھ میں جب شیر شاہ سوری نے بنگال و بہار کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور اطراف میں طوائف الملوکی پھیلی، اسی فتنہ وفساد اور لوٹ مار کے زمانہ میں آپ پھلواری سے دکھن جانب دریائے پُن پُن کیطرف بغرض سیر و شکار تشریف لے گئے تھے، باغیوں نے حکومت کا افسر تصور کر کے آپ کو شہید کر دیا، دریائے پُن پُن کے کنارے منورا سالار پور نامی ایک گاؤں میں مدفون ہوئے، آپ کا مزار سعد و شہید کا مزار کہلاتا ہے۔ اس گاؤں کے باشندے سال میں ایک مرتبہ ایصال ثواب کی تقریب کرتے ہیں۔ یہ سانحۂ شہادت ۹۴۵ھ سے ۹۴۶ھ کے اثناء میں واقع ہوا۔

حضرت امیر عطاء اللہ کو اپنے والد کی شہادت کا بیحد صدمہ ہوا۔ دل برداشتہ ہو کر نیز بضرورت کفاف عیال سہسرام چلے گئے اور شیر شاہ سے اُن کے وزیر کی وساطت سے جو آپ کے قرابت مند بھی تھے ملے اور کسی منصب جلیلہ پر مامور کئے گئے۔ عرصہ تک اُمور سلطنت انجام دیتے رہے۔

۹۵۲ھ میں جب شیر شاہ نے بارُود سے جلکر انتقال کیا اور سلیم شاہ متوفی ۹۶۰ھ پسر شیر شاہ تخت نشین ہوا جب بھی آپ خدمت مفوضہ پر مامور رہے، سلیم شاہ کی تخت نشینی کے چار سال کے بعد آخر عمر میں آپ نے چاہا کہ ترک خدمت کر کے بقیہ عمر یاد خدا میں بسر کریں، اسی خیال سے سنگ سُرخ کی ایک مسجد جس کا سامان آگرہ سے تیار کرا کے منگایا تھا ۹۵۶ھ میں پھلواری میں تعمیر کرائی جو بحمد اللہ ابتک آباد اور موجود ہے، مگر زندگی کی ضروریات نے ترک خدمت کا موقع نہ دیا۔ اسی اثناء میں شیر شاہی حکومت کا چراغ بھی گُل ہو گیا اور ہمایوں بادشاہ دوبارہ کابل سے واپس آکر سریرآرائے تخت ہندوستان ہوئے۔ اب آپ نے دربار ہمایونی سے اپنے تعلقات قائم کئے۔ حضرت شاہ محمد نور الحق تپاں قدس سرہ نے حضرت تاج العارفین کی روایت سے آپ کو ہمایوں بادشاہ کا وزیر لکھا ہے، لیکن وزرائے ہمایوں کی فہرست میں آپ کا نام نہیں ملتا۔ اکبر نامہ میں ایک جگہ خواجہ عطاء اللہ مذکور ہے۔ اسی طرح پٹنہ خدابخش لائبریری میں سلاطین مغلیہ کے البم میں ایک مرقع ہے جس کے حاشیہ پر یہ عبارت لکھی ہے "امیر عطاء اللہ جعفری وزیر ہمایوں بادشاہ"۔ اسلئے میرا خیال ہے کہ یا تو وزارت کا منصب بہت تھوڑے دنوں تک

آپ کے قبضہ میں رہا یا کسی خاص شعبہ کی وزارت آپ کے ذمہ رہی۔ پھر ۹۶۲ھ میں سلطان جلال الدین اکبر کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد خدمتِ مفوضہ ترک کر کے وطن واپس تشریف لائے اور اپنی بنا کردہ سنگی مسجد میں یادِ خدا میں مشغول ہوئے۔ ۲۱ر جمادی الثانی ۹۶۴ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار مبارک سنگی مسجد کے دکھن جانب دیوارِ مسجد سے ملحق واقع ہے۔ ؎

ہمی خواہم کہ گر میرم بکُویت　　　مزارم زیرِ دیوارِ تو باشد

آپ کی اہلِ خانہ اور دونوں صاحبزادے دپوتے شاہ محمد اسمعیل قدست اسرارہم بھی اسی جگہ یکے بعد دیگرے مدفون ہیں۔

آپ کی تشریف آوری اور وجہ اقامت کو اس قصبہ میں آپکی اولاد میں سے حضرت شاہ محمد نور الحق تپاں قدس سرہٗ نے اپنے جدّ امجد و پیر و مرشد حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ کی روایت سے اپنی کتاب انوار الطریقہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ مثنوی مولوی امان علی ترقی و نیز دیگر تحریرات و یادداشت اکابر خاندان میں بھی مذکورہ بالا واقعات مرقوم ہیں۔ میں نے تمام کتابوں کی عبارت اپنی کتاب "القرون الماضیہ" میں نقل کر دی ہے۔ اس رسالہ میں بخوف طوالت صرف مضمون پر اکتفا کرتا ہوں۔

اولاد حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ

ان کے تین صاحبزادے تھے۔ عبد اللہ، محمد مظفر، محمد حسین۔ عبد اللہ کا انتقال سہسرام میں ہوا۔ اگر دو بیٹے محمد مظفر و محمد حسین حمد دونوں عالم متبحر تھے۔ ان سے اولاد پھیلی اور پھلواری کی آبادی میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ امیر محمد مظفر متوفی ۹۰۰ھ کے تین بیٹے محمد یوسف، محمد اسحاق، محمد اسمعیل یہ تینوں بھائی عالم بھی تھے اور عارف صوفی بھی۔ حضرت مخدوم سید بدر الدین بدر عالم قادری قمیصی شہباز پوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ شاہ محمد یوسف کی اولاد میں صدہا علماء و اصفیاء ہوئے۔ بہتوں کے حالات تاریکی میں ہیں۔ جن کے حالات مل سکے درج کرتا ہوں۔

قاضی حیات مرید جعفری

حیات مرید بن عمر دراز جعفری بن عبد اللطیف بن محمد یوسف بن امیر مظفر بن امیر عطاء اللہ ابتدائے

عہد عالمگیری میں پیدا ہوئے، مُلاّ فصیح الدین جعفری پھلواری کے داماد و شاگرد تھے، نہایت عالم متبحر تھے، صدہا کو علم سے مالا مال کیا اور اپنے فضل علم و جوہر ذاتی کی وجہ سے محکمۂ قضا حاجی پوران کے سپرد ہوا، فرائض منصبی کو بخوبی انجام دیا، عہد عالمگیری میں جب حکومت کا دور ختم ہو رہا تھا آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کے تین صاحبزادے مُلاّ محمد مبین، ملا محمد متین، ملا محمد منعم اور ایک صاحبزادی بی بی رقیعہ معمرہ مسنہ متوفیہ بعمر ہشتو سال ۱۲۰۲ھ۔ زوجہ مُلاّ محمد وجیہ الحق محدّث پھلواری۔

ملاّ محمد مبین نقشبندی ابوالعلائی

قاضی حیات مرید کے فرزند کلاں ہیں گیارہ صدی کے آخر میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں اپنے وطن میں پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ ملاّ برہان الدین حقانی سے جو حضرت ملاّ نظام الدین سہالوی فرنگی محلی لکھنوی کے شاگرد تھے، تمام کیں۔ آپ ماہر علوم و فنون تھے خصوصاً منطق، فلسفہ، ریاضی، ہندسہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، تحصیل فراغ کے بعد وطن تشریف لائے اور مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے اور صدہا طالبین و شائقین علم آپ کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے۔ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی تھا۔ فن منطق میں بھی آپ نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔ مگر اب موجود نہیں۔ بیعت آپ کو نقشبندیہ طریقہ میں اپنے اُستاد ملاّ برہان الدین حقانی سے تھی جو حضرت شاہ فرہاد خدا نما دہلوی کے مُرید اور وہ سید دوست محمد کے اور وہ حضرت سیدنا ابوالعلا قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے، اور تعلیم و تربیت و اجازت و خلافت بھی اس طریقہ کی پائی۔ آپکی شادی مولوی ملیح الدین بن مُلاّ فصیح الدین کی لڑکی سے ہوئی جو ان کے ماموں بھی تھے، اُن سے تین بیٹے مولوی احمد علی، مولوی اسد علی، مولوی عبد العلی اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ مولوی احمد علی و مولوی اسد علی مولانا وحید الحق ابدال کے شاگرد تھے۔ مزید حالات معلوم نہ ہوئے۔ وفات ان کی چوتھی رمضان ۱۱۵۲ھ ہجری میں ہوئی اور سنگی مسجد کے شرقی دروازہ پر مدفون ہوئے۔

مولوی عبد العلی جعفری

ملاّ مبین مذکور کے صاحبزادہ ہیں، یہ بزرگ تین بھائی تھے، تینوں بھائی اپنے پھوپھیرے بھائی ملاّ وحید الحق ابدال کے شاگرد ہیں، عالم اور عارف کامل تھے، مگر کاروبار دنیاوی میں اپنے حالات کو مستور رکھتے تھے، بیعت آپ نے بطریقہ ابوالعلائیہ حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہ سے حاصل کی اور ان کے فیض صحبت میں کامل و مکمل ہوئے۔ ان کی شادی بی بی بھولن متوفیہ ۱۰ محرم ۱۱۶۲ھ ہجری

بنت میر کبیر علی بن میر اہل اللہ بن میر عشق اللہ بن میر محمد عمر بن میر محمد مبارک بن میر عبد الباقی بن سید ابراہیم چشتی زندہ دل کاکومی سے ہوئی، اُن سے پانچ بیٹے مولوی نوازش علی، مولوی عنایت علی، مولوی کمال علی مولوی محمد عیسیٰ، مولوی محمد یونس اور دو صاحبزادیاں مولوی عبد العلی کی وفات دہم ماہ ربیع الاول ۱۲۲۷ھ میں ہوئی اور مقبرہ امیر عطاء اللہ سے دکھن ایک مستقل مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی نوازش علی مرحوم } مولوی عبد العلی مرحوم کے بڑے صاحبزادہ ہیں، ولادت ان کی دوسری ذیقعدہ ۱۲۰۴ھ میں ہوئی، کتب درسیہ حضرت مولانا حافظ شاہ عبد الغنی منعمی قدس سرہ سے تمام کیں، اپنے زمانہ کے جید علماء سے ہوئے، درس و تدریس کا مشغلہ برابر رہا، کچھ دنوں آپ الہ آباد میں سررشتہ دار ہوئے پھر چنار گڈھ میں ڈپٹی کلکٹر مقرر ہو کر تشریف لیگئے اور مدت العمر اس خدمت مفوضہ پر برقرار رہے اور درس کا مشغلہ بھی تھا۔ آپ کے تلامذہ سے آپ کے علاتی بھانجے مولوی محمد صفی علیہ الرحمۃ تھے اور چنار گڈھ اور الہ آباد میں بھی آپ کے تلامذہ تھے، آپ نے جو دولت حاصل کی اُس سے خلق کی خدمت کرتے تھے، نہایت سخی و جواد تھے۔ آپ کو چنار گڈھ میں کسی نے زہر دیا تھا اُسی سے موت واقع ہوئی، حضرت فرد الاولیا کے برادر مولانا شاہ محمد ابو تراب قدس سرہٗ نے دو مادۂ تاریخ کہا ہے۔ تاریخ وفات ۱۴ ذیقعدہ ۱۲۵۸ھ۔

شہید انی تجلیاتہ ـــــ مات مسموما شہید شاہد
۱۲۵۸ ـــــ ۱۲۵۸

مولوی عنایت علی مرحوم } مولوی عبد العلی مرحوم کے دوسرے صاحبزادہ ہیں، ولادت آپ کی ۱۲۱۱ھ میں ہوئی، کتب درسیہ مولانا حافظ شاہ عبد الغنی منعمی پھلواروی قدس سرہ سے تمام کیں، چونکہ دولتمند تھے طلبا کو اپنے گھر پر رکھکر تعلیم دیتے تھے، بیعت آپ کو حضرت مخدوم شاہ حسن علی عظیم آبادی قدس سرہٗ سے تھی، بڑے عارف کامل عبادت و طاعت گزار تھے، آپ کی شادی حضرت شاہ امام بن شاہ غلام سرور قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی، اُن سے ایک بیٹے مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ ہوئے۔ ۹ ربیع الثانی ۱۲۳۲ھ میں رحلت فرمائی۔ اور اپنے والد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی رعایت علی مرحوم } مولوی عنایت علی مرحوم کے صاحبزادہ ہیں، ۱۲۲۴ھ میں ولادت ہوئی، کتب درسیہ تمام و کمال مولانا حافظ شاہ محمد عبد الغنی منعمی قدس سرہ سے پڑھیں، آپ اپنے وقت کے عالم جید تھے، برابر درس و تدریس کا مشغلہ رکھا، آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے، بیعت آپ کو حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ کے دست حق پرست پر، ماہ شوال

سنہ ۱۲۴۳ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ ہوئی، چار سال بعد حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ نے رحلت فرمائی، اکتساب طریقت تعلیم و تربیت باطنی حضرت مولانا شاہ محمد ابو تراب قدس سرہ سے حاصل کی اور اجازت و خلافت سے بھی مشرف ہوئے، سنہ ۱۸۳۱ء میں کمشنر کے عہدہ پر مامور ہوئے، مگر طبیعت کا میلان اس طرف نہیں تھا، دلبستگی نہیں ہوئی تو آپ نے استعفا دیدیا۔

آپ کی جگہ پر قاضی سید ہمت علی پھلسوی علیہ الرحمۃ اس عہدہ پر مامور کئے گئے اور آپ خانہ نشین ہو گئے، درس و تدریس و عبادت و طاعت میں اپنی زندگی بسر فرمائی۔ گیارہ رمضان شریف سنہ ۱۲۷۲ھ میں وفات پائی اور مقبرہ مولوی عبدالعلی مرحوم میں مدفون ہوئے، آپ کی شادی ماموں کی لڑکی سے ہوئی، اُن سے چار صاحبزادیاں اور ایک بیٹے مولوی عبدالرحمن نامی ہوئے۔

مولوی عبدالرحمن مرحوم } آپ مولوی رعایت علی مرحوم کے صاحبزادہ ہیں، کتب درسیہ مایحتاج پڑھ لیا تھا، سنہ ۱۲۶۴ھ میں ولادت ہوئی

حضرت مصباح الطالبین شاہ محمد علی حبیب نصر قادری

قدس سرہ سے بطریقہ قادریہ وارثیہ بیعت کی اور اکتساب طریقت میں مصروف ہوئے، اور اپنے شیخ کی طرف سے مجاز طریقت ہوئے، شیخ کی رحلت کے بعد اپنے بھانجے حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحق قدس سرہ سے بھی تمام سلاسل کی اجازت لی، پھر بار سوم حضرت مولانا الحاج شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہ سے تمام سلاسل کی اجازت لی اور حضرت شاہ وحید الحق منعمی قدس سرہ و مولانا شاہ علی امیر الحق عمادی قدس سرہ سے بھی مجاز طریقت تھے، حج و زیارت روضۂ انور کا شرف بھی رکھتے تھے۔ آپ کی شادی مولانا حافظ محمد صغیر الحق مجیبی قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ایک لڑکا ہوا جس کا زین العابدین نام تھا جو کمسنی میں فوت کر گیا اور کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۷ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مولوی عبدالعلی مرحوم میں دفن ہوئے، آپ کے تمام سلاسل کے مجاز حضرت مولانا حکیم شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی قدس سرہ تھے۔

مولوی کمال علی مرحوم } مولوی عبدالعلی مرحوم کے تیسرے صاحبزادہ ہیں سنہ ۱۲۰۸ھ میں ولادت ہوئی، کتب درسیہ پوری حضرت مولانا حافظ شاہ عبدالغنی قدس سرہ سے تمام کی، آپ نہایت جید عالم تھے درس و تدریس کا مشغلہ بھی تھا مگر چونکہ مناصب جلیلہ پر ممتاز تھے اسلئے مستقل درس

نہیں دیتے تھے، بیعت آپ کو بطریقہ قادریہ وارثیہ دسویں رمضان ۱۲۲۹ھ میں حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر ہوئی اور اکتساب طریقت میں مشغول ہوئے آپ نہایت حریص علی الطاعت پابند اوقات تھے، پیرومرشد سے تکمیل طریقت نہ کرسکے۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابوتراب قدس سرہٗ سے تکمیل کرکے اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے، ابتدائی باطنی تعلیم حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فردؔ قدس سرہٗ سے ہوئی اور اجازت سلاسل بھی حضرت فرد الاولیا نے آپ کو دی۔

۱۲۵۵ھ میں آپ سررشتہ دار بوڈالہ آباد مقرر ہوئے۔ ۱۲۶۳ھ میں پٹنہ کے سررشتہ دار ہوئے اور ۱۲۷۰ھ میں بھاگلپور کے سررشتہ دار ہوئے۔ آپ کے ساتھ مولوی عالم علی ساکن کرائی ضلع پٹنہ بھی بھاگلپور میں سررشتہ دار تھے دونوں کے مراسم دوستانہ وبرادرانہ تھے۔ آپکی شادی بی بی مریم بنت میر علی حسین عرف میر پناہی ساکن کسنیا پھلواریا علاقہ کاکو ضلع گیا سے ہوئی مگر اولاد نہیں ہوئی۔ گیارہ رمضان ۱۲۷۷ھ میں رحلت فرمائی اور بھاگلپور محلہ خلیفہ باغ میں مدفون ہوئے۔ آپکے بغل میں مولوی عالم علی کرائی بھی مدفون ہیں۔

مولوی محمد عیسیٰ مرحوم } مولوی عبدالعلی مرحوم کے چوتھے صاحبزادہ ہیں، آپ کی ولادت ۱۲۰۱ھ میں ہوئی، کتب درسیہ حضرت مولانا الحافظ شاہ محمد عبدالغنی منعمی قدس سرہٗ سے تمام کیں، مبلغ علم آپ کا بہت بلند تھا، درس وتدریس کا مشغلہ بھی رکھتے تھے۔ بیعت آپ کو ۱۷ ماہ شوال ۱۲۴۳ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر ہوئی، اکتساب طریقت حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد ومولانا شاہ محمد ابوتراب قدس سرہٗ سے کیا۔ آپ نہایت حریص علی الطاعات تھے۔ نماز میں آپ کو غایت حضوری رہتی تھی تعدیل ارکان کا خاص خیال رکھتے تھے ہر رکن نماز سے غایت حضوری کا پتا چلتا تھا۔ آپ کے بھانجے حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ماموں کی نماز میں جو حضوری واستغراق ہوتا ہے دیکھکر نہایت غبطہ ہوتا ہے اور تمنا ہوتی ہے کہ ایسی حضوری ہم کو بھی حاصل ہوتی۔ آپ بھی ۱۲۶۲ھ میں الہ آباد کے سررشتہ دار مقرر ہوئے اور تمام عمر الہ آباد میں گزاری۔ وہاں بھی درس وتدریس کا مشغلہ جاری تھا۔ آپ کی شادی حضرت مولانا الحافظ شاہ محمد ظہور الحق عمادی مجیبی قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اُن سے ایک بیٹے مولوی محمود علی وجود میں آئے، مولوی محمد عیسیٰ علیہ الرحمۃ آخری عمر میں الہ آباد سے وطن تشریف لائے اور اللہ کی یاد میں مصروف ہوئے اور ۳ رجب ۱۲۸۰ھ ہجری میں

پھلواری میں رحلت فرمائی۔ مزار آپ کا باغ مجیبی میں حضرت مولانا ابوالحسن فرد قدس سرہ کے مزار سے پورب اُتر سرہانے کی جانب واقع ہے۔

مولوی محمود علی مرحوم } مولوی محمد علیسیٰ مرحوم کے اکلوتے صاحبزادہ ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۲۳۹ھ میں ہوئی۔ آپ بچپن سے نہایت ذکی و ذہین تھے، علم کا شوق بہت تھا، ابتدائی کتابیں وطن میں پڑھیں، جب آپ کے والد الہ آباد تشریف لیگئے تو آپ کو اپنے ساتھ لیگئے۔ دولت کی کمی نہ تھی، آپکی تعلیم کے لئے ایک جید عالم مولوی ریاض علی ساکن کوٹا جہان آباد ضلع الہ آباد کو متعین کیا استاد نے فطری صلاحیت دیکھتے ہوئے پوری شفقت و توجہ سے آپکی تعلیم دینی شروع کی، قلیل عرصہ میں آپ تمام علوم و فنون میں ماہر ہوئے، نہایت خوشخط تھے نسخ و نستعلیق و شفیعہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، نگارندۂ احوال نے بھی آپ کے خط کی زیارت کی ہے، آپکے تصنیفات سے ادب و منطق میں تین کتاب ہے اور تینوں آپ کے دست خاص کی لکھی ہوئی کتبخانہ مجیبیہ پھلواری میں موجود ہے۔ الہ آباد کے قیام میں اُس دَور کے بہتیرے اہلِ فن سے آپ کی ملاقاتیں رہیں۔ اور تبادلۂ خیالات کرتے رہے، فراغت کے بعد آپ نے درس دینا شروع کیا، اتفاقاً علامہ محدث عبدالمحسن بن علامہ طاہر سنبل مدنی سے ملاقات ہوگئی علامہ نے آپکی قابلیت علمی کا اندازہ کیا۔ اور آپ کے تصانیف میں دو رسالہ منطق و نحو پر علامہ نے تقریظ لکھی۔

آپ نے یہ فضل و کمال بہت کمسنی میں حاصل کیا، طبیعت نہایت موزوں تھی شعر و سخن کا مذاق بھی تھا، ناسخ مرحوم لکھنوی کے شاگرد تھے۔ آپ کا تذکرہ شعرائے پھلواری میں بھی کیا گیا ہے اور کلام کا نمونہ بھی دکھایا گیا ہے۔ قیصر تخلص کرتے تھے دِق کے عارضہ میں ۱۵ رجب ۱۲۶۳ھ ہجری میں انتقال کیا، آپکی شادی حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد کی صاحبزادی سے ہوئی تھی مگر اولاد نہ ہوئی، مزار باغ مجیبی میں حضرت فرد کے چبوترہ پر والد کے بائیں واقع ہے۔ بیعت آپ کو حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے گیارہ ربیع الثانی ۱۲۶۱ھ میں ہوئی۔

مولوی محمد یونس مرحوم } مولوی عبدالعلی علیہ الرحمۃ کے پانچویں صاحبزادہ ہیں ۱۲۱۳ھ ولادت ہوئی، کتب درسیہ مولانا حافظ عبدالغنی قدس سرہ سے تمام کیا۔ نہایت پابند اوقات تھے بیعت آپ کو حضرت شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ سے بطریقہ قادریہ وارثیہ ہوئی۔ آپ نے

نہایت کم عمری میں انتقال کیا، شادی بھی نہیں ہوئی۔ ۴ ہر ذی الحجہ ۱۲۱۵ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مولوی عبدالعلی میں مدفون ہوئے۔

حضرت ملا محمد معین جعفری علیہ الرحمۃ آپ قاضی حیات مزید جعفری کے دوسرے فرزند ہیں، ولادت ۱۱۰۰ھ ہجری میں ہوئی، کتب درسیہ اپنے ماموں ملا صلیح الدین سے پڑھی اور فاتحہ فراغ برادر معظم ملا محمد مبین جعفری سے ہوا۔ نہایت جید عالم پابند شریعت متقی متورع تھے اتباع سنت میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے، بیعت اور تعلیم و تربیت باطنی حضرت شاہ غلام حسین قدس سرہٗ سے تھی جو حضرت شاہ امان اللہ جعفری جنیدی قادری پھلواروی کے خلیفہ تھے اور خرقۂ خلافت بھی پایا تھا تاریخ الکملا میں مولوی احمد کبیر حیرت پھلواروی نے آپکو حضرت شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ کا مُرید لکھا ہے مگر میں نے فہرست مریدان میں ان کا نام نہیں پایا۔ آپ کی شادی بی بی صالحہ بنت شاہ محمد حسین بن حضرت شاہ محمد امین قدس سرہٗ سے ہوئی، اُن سے مولوی اسد اللہ جعفری مولوی عبدالمغنی جعفری ہوئے۔ وفات آپ کی یکم رجب ۱۱۶۵ھ میں ہوئی اور مسجد سنگی کے شرقی دروازہ پر مدفون ہوئے۔

مولانا شاہ عبدالمغنی جعفری علیہ الرحمۃ آپ ملا محمد معین مذکور کے صاحبزادہ ہیں ۱۱۵۰ھ میں ولادت ہوئی، نہایت متقی پرہیزگار، ذکی و ذہین تھے، کتب درسیہ حضرت ملا محمد وحید الحق ابدال پھلواری سے تمام کیں، آپ کا مبلغ علم بہت بلند تھا، قصبۂ پھلواری کے جید علماء سے تھے، برابر درس و تدریس کا مشغلہ رکھا، نہایت منکسر المزاج بے نفس بزرگ تھے، باوجود اقتدار و وجاہت دنیاوی اور نوکر وچاکر و خدام کے ہر ادنےٰ اعلیٰ کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے خدام کو تکلیف نہیں دیتے تھے، بازار سے سودا خود خرید کر لے آتے تھے، بیعت آپ کو حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ سے ۱۱۷۳ھ میں ہوئی اور تعلیم و تربیت سلوک طریقہ مجیبیہ کی اپنے شیخ سے تکمیل کر کے خرقۂ خلافت سے بہرہ اندوز ہوئے اور طریقہ ابو العلائیہ کا انتساب حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ سے ۱۱۸۰ھ میں کیا اور اجازت و خلافت پائی پھر اجازت تبرک اپنے شیخ کے جانشین و صاحبزادہ حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہٗ سے لی اور طریقہ جنیدیہ کی اجازت اپنے والد ملا معین سے اور اپنے ماموں مولوی غلام قادر بن مولوی محمد حسین جنیدی جعفری سے حاصل کی، آپ نہایت مرتاض پابند اوقات اور عبادتگزار صاحب تصرفات و کرامات تھے باوجودیکہ آپ کو بہت سے شیوخ سے اجازت حاصل تھی مگر آپ نے کسی کی

بیعت نہیں لی صرف تین آدمی کو شدید اصرار پر آپنے مرید کیا، ایک اپنے صاحبزادہ مولانا رحم علی کو، دوسرے نواسے مولوی حکیم محمد وجیہہ کو اور ایک خادم کو، بس اس سے زیادہ لوگوں کی بیعت لینے کی جرأت نہیں کی۔ ۸ اسال تک علاقہ بردوان بنگال میں مفتی عدالت رہے اور نہایت احتیاط کے ساتھ آپنے فرائض منصبی کو انجام دیا پھر کبیر سنی کی وجہ سے ترک ملازمت کرکے خانہ نشیں ہوئے۔ آپ کی شادی بی بی واسعہ بنت ملا محمد مبین جعفری سے ہوئی، اُن سے چھ بیٹے ہوئے۔ مولوی نثار علی، مولوی رحم علی، مولوی لطف علی مولوی محمد یوسف مولوی امین اللہ اور مولانا حافظ شاہ عبدالغنی اور پانچ بیٹیاں۔ وفات آپکی ۲۸ رمضان ۱۲۳۳ھ میں ہوئی اور مسجد سنگی پھلواری کے شرقی دروازہ پر مدفون ہوئے۔

مولوی نثار علی جعفری } مولانا عبدالمغنی قدس سرہٗ کے صاحبزادہ ہیں، ۱۱۸۰ھ میں ولادت ہوئی، کتب درسیہ والد سے تمام کیں، آپ کا مبلغ علم بہت بلند تھا اور جید عالم تھے تحصیل فراغ کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۲۲۲ھ میں بردوان میں اپنے والد کی جگہ پر مفتی عدالت ہوئے پھر ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر مامور ہوئے اور خان بہادر کا خطاب ملا مگر باوجود مشاغل دُنیاوی یادِ حق ریاضات و مجاہدات نفس و طاعات و عبادات سے غفلت نہ ہوئی، بیعت آپکو حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ سے تھی، تعلیم و تربیت باطنی بھی ممدوح سے پائی آپ سے صدہا کرامات سرزد ہوئے بلکہ بعد وفات بھی آپکے قبر سے کرامات ظاہر ہوتے رہے، اسلئے لوگ آپ کو زندہ پیر کہتے ہیں وفات آپ کی بردوان میں ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۹ھ میں ہوئی اور بردوان ہی میں مدفون ہوئے، اولاد نہیں رہی۔

مولانا رحم علی علیہ الرحمۃ } مولانا عبدالمغنی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادہ ہیں ۱۱۸۴ھ ہجری میں ولادت ہوئی، ابتدائی کتابیں والد سے پڑھیں، پھر دہلی تشریف لے گئے اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے تفسیر و حدیث تمام کیا آپ پھلواری کے مستند علماء میں گزرے ہیں نہایت بالغ الاستعداد تھے، تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا ایک مبسوط تفسیر احکام قرآن میں تفسیر احمدی کے طرز پر گیارہ جلدوں میں لکھی ہے نہایت عمدہ اور بہتر تفسیر ہے اور بھی مختلف علوم و فنون میں آپ کے تصانیف ہیں۔ آپ بھی بردوان کے مفتی عدالت مقرر ہوئے اور مدت العمر بنگال میں بسر کی، آپ کا مجموعہ فتاویٰ بھی نہایت کارآمد تھا جو دیمک کے ہاتھ لگا۔

بیعت آپ کو قادریہ منعمیہ میں ۵ محرم ۱۲۲۷ھ میں اپنے والد ماجد سے ہوئی اور اجازت و خلافت بھی ملی۔ ۸ صفر ۱۲۲۹ ہجری میں رحلت فرمائی۔ اولاد آپ کی بھی نہیں ہے۔

مولانا الحافظ شاہ محمد عبد الغنی منعمی علیہ الرحمۃ } مولانا عبد المغنی قدس سرہ کے صاحبزادہ ہیں۔ یکم رمضان ۱۱۹۰ھ میں ولادت ہوئی۔ آپ پھلواری کے اُن علماء میں ہیں جن کا حلقۂ درس نہایت وسیع تھا۔ صوبہ بہار کے گاؤں گاؤں میں اور بنگال و یوپی تک آپ کا فیض علم پہنچا، کتب درسیہ تمام و کمال مفتی برکت عظیم آبادی سے پڑھیں جو ملا جمال الدین دہری کے اور ملا برکت الہ آبادی کے اور وہ ملا نظام الدین فرنگی محلی کے شاگرد تھے۔ آپ کو شوق علم اس قدر تھا کہ ہر روز آپ پیادہ پا پھلواری سے پٹنہ تشریف لیجاتے، اور مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر درس لیتے، اثنائے راہ میں قرآن شریف حفظ کرتے رہتے تھے، اسی آمد و رفت میں آپ فارغ التحصیل عالم بھی ہوئے اور حافظ قرآن بھی ہوئے۔ کتب بینی کا بھی شوق تھا، کوئی وقت ان کا بیکار نہیں جاتا تھا ہر وقت کتابیں پیش نظر رہتی تھیں، فراغت کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ مدرسہ مسجد سنگی میں صبح کی نماز کے وقت سے عصر کی نماز کے وقت تک درس دیتے تھے۔ مدرسہ ہی میں کھانا آجاتا تھا اور بقدر سد رمق تناول فرماتے تھے۔ بیشتر بعد نماز عشاء مسجد سے مکان پر واپس جاتے تھے۔ رمضان شریف میں تراویح کا ختم کرتے تھے ہر ترویحہ کے بعد مختصر تفسیر قرآن بیان فرماتے تھے۔ آپ کی تراویح کی نماز میں شرکت کرنے والوں کی کثیر تعداد ہوتی تھی، سحر کے وقت تک مسجد میں مجمع رہتا تھا۔ اُس کے بعد لوگ سحر کھانے کے لئے گھر جایا کرتے تھے۔ آپ کی صحبت بابرکت میں لوگوں کے اوقات عزیز نہایت مبارک گزرتے تھے۔ آپ کے فیض علم سے آپ کے اہل قرابت سے کثیر تعداد لوگ فارغ التحصیل ہوئے۔ بیعت آپ کو بطریقۂ ابو العلائیہ منعمیہ حضرت مخدوم شاہ حسن علی عظیم آبادی قدس سرہ سے تھی اور تعلیم و تربیت باطنی و خرقۂ خلافت بھی پایا تھا۔ آپ کو آپکے شیخ نے ۱۲ رجب ۱۲۱۲ھ میں خرقۂ خلافت پہنا کر سجادہ ہدایت و تدریس پر بیٹھایا اور حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہ کے عرس قائم کرنے کی اجازت دی۔

آپ کا محبوب ترین مشغلہ درس تھا۔ بہت کم لوگوں کو مرید کرتے تھے۔ اس لئے آپکے مریدوں کی تعداد بہت کم ہے۔ تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔

کتب حدیث کی اجازت آپکو حضرت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہ سے بطریق مکاتبہ تھی۔ آپ نے اجازت طلب کی تھی مولانا نے اجازت نامہ اس عبارت کا لکھکر بھیجدیا تھا۔

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ علےٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد آنکہ

مولوی عبد الغنی صاحب را از طرف اینجانب اجازت شغل حدیث است مشغول درین علم باشند دلبشرط مطالعه و مراجعت بسوئے شروح و حواشی معتبرہ تعلیم ہم نمایند۔ واللہ یہدی الی سواء السبیل والسّلام علیکم اولاً و آخراً"

الرحیم
الے
ہو العزیز الو

دوسری اجازت آپ کو اپنے اُستاد مفتی برکت عظیم آبادی سے بھی ہے اُن کو حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی سے اجازت تھی۔

مولانا حافظ عبد الغنی قدس سرہٗ نے مسجد سنگی کے مدرسہ وخانقاہ کے درس وتعلیم و فقر و عرفان کو باقی رکھنے کے لئے اپنی آخر عمر میں اپنی ہمشیرہ کے پوتے مولانا شاہ محمد وحید الحق رضوی منعمی قدس سرہٗ کو، کہ جو آپ کے مرید وخلیفہ بھی تھے ۱۲۷۲ھ میں ۲ رجب کو اپنے سامنے وفات سے ۲۷ یوم پیشتر جانشیں کر دیا تھا۔

یہ بزرگ بھی فرائض مدرسہ وسجادگی و تولیت مسجد تا عمر انجام دیتے رہے۔ مولانا وحید الحق قدس سرہٗ کے بعد آپکے نواسہ مولانا قاضی نور الحسن صاحب مسجد کی خدمت کرتے رہے۔ مولوی قاضی نور الحسن صاحب اپنے نانا کے مرید وخلیفہ ہیں اور حضرت شاہ احمد عبد الحی بن تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں۔

حضرت مولانا حافظ عبد الغنی قدس سرہٗ کی خانقاہ میں دو موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے ہیں، اور ایک موئے مبارک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مُبارک میں سے ایک کے متعلق جناب مولوی سید شاہ رشید الحق بن مولانا شاہ وحید الحق رضوی علیہ الرحمۃ بیان فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم جنید ثانی قدس سرہٗ کے یہاں سے پہونچے ہیں۔ اس طرح کہ شاہ محمد حسین کو ان کے والد شاہ محمد امین بن جنید ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اُن سے ان کے بیٹے مولوی غلام قادر کو اُن سے مولوی غلام غوث کو اُن سے ان کے داماد مولوی نثار علی بن مولانا عبد المغنی قدس سرہٗ کو، چونکہ مولوی غلام غوث کو اولاد ذکور نہ تھی اور مولوی نثار علی علیہ الرحمۃ نے اپنے منجھلے بھائی مولانا حافظ عبد الغنی قدس سرہٗ کے سپرد کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا دوسرا موئے مبارک اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا موئے مبارک کاتب الحروف کے جدّ امجد مولوی رضی الدّین احمد رضوی علیہ الرحمۃ نے بردوان علاقہ بنگال سے لاکر دیا تھا۔

بردوان میں حضرت سیّد شاہ قطب الدین قدس سرہٗ کی ایک قدیم خانقاہ تھی، جہاں عرصۂ دراز سے موئے مبارک جلوہ افروز تھے، سیّد شاہ قطب الدین علیہ الرحمۃ کے اولاد نہ تھی۔ حضرت مولوی حکیم احمد اشرف قدس سرہٗ جب مفتی عدالت ہوکر بردوان تشریف لیگئے متولی مذکور نے آپکی ذاتی اہلیت کے پیشِ نظر اس موئے مبارک کی خدمت آپ کو تفویض کردی، آپ ہر سال اس کی خدمت کرتے رہے، آپ کے بعد آپکے صاحبزادہ مولوی سیّد احمد یعقوب علیہ الرحمۃ اس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ لیکن جب آپ کا بردوان سے ڈھاکہ تبادلہ ہوگیا تو آپکے صاحبزادہ مولوی رضی الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ نے دیکھا کہ اب اس کی خدمت انجام نہ ہوسکے گی۔ اس لئے آپ نے بردوان سے منتقل کرکے پھلواری میں مولانا عبد الغنی قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں پہونچادیا۔ اس وقت سے آج تک ہر سال آپ کے مکان میں ۱۱ ربیع الاول کو اس کی زیارت ہوتی ہے۔

مولانا عبد الغنی قدس سرہٗ نے اپنی خانقاہ میں ۱۲ رجب ۱۲۷۱ھ میں حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ کا عرس باجازت اپنے پیر و مرشد قدس سرہٗ کے قائم کیا تھا جو ۱۳۰۷ھ تک قائم رہا۔ اسکے بعد موقوف ہوگیا، آپکی وفات کے بعد آپکے جانشین مولانا شاہ وحید الحق منعمی رضوی علیہ الرحمۃ نے ۲۴ ر شعبان کو آپ کی وفات کے روز آپ کا عرس قائم کیا تھا، نہایت شاندار عرس ہوتا تھا، طعامداری بھی ہوتی تھی، مگر اب سب موقوف ہوگیا۔

آپ کی خانقاہ میں پیران سلسلہ کے تبرکات از قسم ملبوسات وغیرہ بھی ہیں۔

تبرکات حضرت سیّدنا ابوالعلا قدس سرہٗ۔ تاج۔ ٹکڑا ململ باریک از خرقہ شریف، چند تار ریشم از سیلی۔ یہ تبرکات شیشہ کے اندر تانبے کے ڈبیہ میں بند ہیں۔

تبرکات مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ:۔ تاج جعفری۔ شانہ چوبی۔ ناسازائی دستہ شکستہ۔ عصا واآہنی۔ تسبیح چوبی۔ پشت خوارہ۔ وچند دانہ تسبیح عقیق البحر از تسبیح حضرت فرہاد ابو العلائی دہلوی قدس سرہٗ۔

تبرکات مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ:۔ تاج چھینٹ پنبہ دار دوہرا۔ عمامہ رنگ شنجرفی تسبیح عقیق البحر۔

تبرکات حضرت مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ:۔ تاج جعفری۔ عمامہ صندلی خوشبو سے رنگا ہوا، جانماز چرمی۔ کمربند حاشیہ دار، چمچہ شکستہ۔ جس سے انتقال کے وقت شربت پلایا گیا، عصا از چوب تاڑ (جس میں برچھی لگی ہے) چادر گدڑی از مزار حضرت مخدوم پیر جگجوت قدس سرہٗ۔ یہ چادر اس طرح حاصل ہوئی کہ حضرت شاہ محمد وحید الحق علیہ الرحمۃ جبھلی تشریف لیگئے تھے۔ شب نوزدہم شب پنجشنبہ ماہ صفر میں آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت مخدوم نے ایک چادر عنایت فرمائی ہے، صبح جب بیدار ہوئے تو خادم درگاہ سر پر رکھے ہوئے آیا اور یہ کہا کہ حسب الحکم حضرت مخدوم کے لایا ہوں۔ اس کو آپ نے لیکر تبرکات میں داخل کر دیا۔

مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ کی تصنیفات:۔ مواطن التنزیل حل غوامض فتوحات مکیہ، یہ آپکی تمام تصنیفات میں بہترین تصنیف ہے۔ حل العقود منطق میں۔ رسالہ تحریر مغالطہ عامۃ الورود، حواشی صدرا، حاشیہ شرح سلم۔ قاضی مبارک۔ حاشیہ خیالی و حاشیہ تلویح وغیرہ۔ اردو اور فارسی کا دو دیوان۔

تلامذہ:۔ آپ کے فارغ التحصیل تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔ [۱]

---

[۱] قرابتمندوں سے یہ بزرگان ہیں:۔ مولوی نوازش علی، مولوی عنایت علی، مولوی کمال علی، مولوی محمد عیسیٰ، مولوی محمد یونس، مولوی قطب الاولیا، مولوی احمد عبداللہ، مولوی احمد یعقوب، مولوی رضی الدین احمد، مولوی محمد ابراہیم، مولوی محمد حکیم وجیہہ، مولوی شاہ وحید الحق، مولوی قاضی مخدوم عالم، مولوی ابوسعید، مولوی تفضل حسین، مولوی رعایت علی، مولوی محمد طالع بن شاہ محمد منعم ساکنین پھلواری مولوی فرید مرحوم وکیل، مولوی احسان علی۔ ——— ان کے علاوہ بیرونی لوگوں میں مولوی ادیم اللہ، مولوی عبدالعلی، مولوی امداد علی ساکنین بنگال، مولوی محمد حسین، مولوی عبدالوہاب، مولوی عبدالصمد ساکنین بہار، مولوی وحید الحق، مولوی کبیر الدین، مولوی علی کریم، ساکنین ڈمری متصل اسٹیشن بنا پن ضلع پٹنہ۔ قاضی علی بخش تیگھرہ ضلع مونگیر، مولوی جمال الدین منیری، چودھری سلامت اللہ ساکن دھنوت، مولوی عبدالقادر مدرس سوم کلکتہ، مولوی امیر اللہ، مولوی اصغر علی ساکنین بنگال، مولوی انعام الحق بنگالی، صدر امین ضلع گیا۔ مولوی فدا علی مرحوم ساکن چتکہرہ، مولوی علی حسین عظیم آبادی، مولوی منیر الدین بنگالی، مولوی ریاض الدین ساکن ترہت، مولوی احسان احمد فتح پور، مولوی عبدالقادر وکیل ساکن نتول، مولوی انور علی ساکن ادساس دیورہ، مولوی واعظ الحق و قاضی ابراہیم و حافظ مدن عظیم آبادی، مولوی امیر علی و مولوی خیرات علی کاکوی، مولوی بشارت علی خاں منیری، مولوی ہدایت حسین سکریچہ، مولوی اولیا علی صادقپوری، مولوی یعقوب علی باڑھوی، مولوی عبدالقادر و مولوی عبدالستار ساکنان دربھنگہ، مولوی احمد حسین شہباز پوری مولوی شبرات علی ساکن برایاں، مولوی فضل حق بہاری، مولوی بشیر الحق، مولوی امیر حسن ساکنان بہار۔

مولوی شاہ محمد منعم جعفری } قاضی حیات مزید جعفری کے تیسرے صاحبزادے ہیں ولادت آپ کی تقریباً ۱۱۰۲ھ میں ہوئی۔ کتب درسیہ اپنے بھائی ملا مبین سے تمام کیں، بیعت آپ کو ۱۱۴۳ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ سے ہوئی آپ نہایت مرتاض عبادت گزار منکسر مزاج تھے، آپکی دو شادیاں ہوئیں پہلی شادی بی بی نصیرہ بنت شاہ محمد مخدوم قادری جعفری سے، یہ بی بی لاولد گزر گئیں، دوسری شادی بی بی صاحبہ بنت شاہ محمد آیت اللہ قادری جعفری قدس سرہ سے ہوئی اُن سے ایک بیٹے مولوی محمد طالع اور دو بیٹیاں جو دونوں کرائے پرسرائے ضلع پٹنہ میں بیاہی گئیں، دو حقیقی بھائیوں سے ایک سید لطف علی سے دوسری میر باقر علی مرحومین پسران میر حسن رضی، دونوں بھائی مستقل پھلواری میں مقیم ہو گئے، سید لطف علی کے مولوی علی وارث اور میر باقر علی کے تین بیٹے مولوی جواد علی مولوی ابراہیم مولوی آل علی، شاہ محمد منعم کی وفات ۱۱۶۳ھ ہجری میں ہوئی۔

مولوی محمد طالع جعفری } شاہ محمد منعم جعفری کے صاحبزادہ ہیں، ولادت آپ کی ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔ کتب درسیہ تمام وکمال حضرت مولانا حافظ شاہ محمد عبدالغنی قدس سرہ سے پڑھیں۔ آپ نے کل درسیات اپنے قلم سے لکھکر پڑھا ہے، از میزان تا شمس بازغہ لکھا اور پڑھا، نہایت خوش خط تھے آپکے دست خاص کی کل قلمی کتابیں آپکے بھانجے اور داماد مولوی علی وارث مرحوم کے پاس تھیں، مولوی علی وارث مرحوم کے بعد کل ضائع ہو گئیں، چند کتابیں آپکے دست خاص کی لکھی ہوئی نگارندۂ احوال کے پاس تبرکاً موجود ہے[1]۔ آپ نہایت بالغ الاستعداد صاحب درس وتدریس تھے وسط عمر میں جونپور چلے گئے تھے اور وہاں کے مدرسہ میں مدرس ہوئے، مولانا کرامت علی جونپوری مصنف مفتاح الجنۃ وراہ نجات نے ابتدا میں آپ سے پڑھا ہے تحصیل فراغ کے بعد آپ کو شوق سفر ہوا اور پھلواری سے بعزم سفر روانہ ہوئے الٰہ آباد پہونچے وہاں کے علما ومشائخ سے ملے کئی روز تک دائرہ حضرت شاہ اجمل قدس سرہٗ میں مہمان رہے وہاں سے جونپور پہونچے، حضرت قطب الدین بنیادل جونپوری قدس سرہٗ کے مزار مبارک سے مستفیض ہوئے اور جونپور کے علما ومشائخ سے ملاقات کی بیعت

---

[1] تحفۃ القادریہ آپ کے دست خاص کی لکھی ہوئی حضرت والد علیہ الرحمۃ کو مولوی علی وارث علیہ الرحمۃ نے دی تھی، وہ نگارندۂ احوال کے پاس تبرکاً موجود ہے۔

آپ کو طریقہ قادریہ وارثیہ میں ۹ ربیع الاول ۱۲۱۹؁ھ ہجری حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ سے تھی اور تعلیم و تربیت و اجازت و خلافت حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد سے تھی۔ وفات ۲۶ ذیقعدہ روز یکشنبہ ۱۲۵۷؁ھ ہجری میں ہوئی۔

مولوی سید علی وارث مرحوم } حضرت شاہ محمد منعم جعفری کے نواسہ ہیں اور مولوی محمد طالع مرحوم کے حقیقی بھانجے اور داماد ہیں، سادات رضویہ سے ہیں۔ شجرۂ نسب یہ ہے مولوی علی وارث بن سید لطف علی بن سید حسن رضی بن سید حمید الدین بن سید ذکی الدین بن سید محمد یوسف رضوی۔ اس سے اُوپر نہیں ملا۔ ولادت آپ کی ۲۲ شعبان ۱۲۲۲؁ھ میں ہوئی۔ آپ کا قیام برابر اپنے ننہال پھلواری میں رہا۔ کتب درسیہ ابتدائی آپنے حضرت مولانا شاہ محمد حسین پھلواری قدس سرہ سے پڑھیں۔ اور بقیہ کتب درسیہ حضرت مولانا الحافظ شاہ محمد عبدالغنی منعمی پھلواری سے تمام کیں۔ آپ کا مشغلہ برابر درس و تدریس کا رہا۔ آپ کا مبلغ علم نہایت بلند تھا علم ریاضی و ہندسہ میں ماہر تھے، فن میراث و مناسخہ میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی اور نہایت جلد بطون در بطون ورثہ کے مسئلہ کو حل کر دیتے تھے، نہایت صوفی مشرب تھے، بیعت آپ کو حضرت شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قادری پھلواری سے ۱۹ جمادی الثانی ۱۲۴۰؁ھ میں ہوئی اور تعلیم و تربیت و اجازت و خلافت حضرت مولانا ابوالحسن فرد قدس سرہ سے تھی۔ آپ کی شادی بی بی شکورہ بنت مولوی محمد طالع علیہ الرحمۃ سے ہوئی۔ مگر اولاد نہیں ہوئی۔ ۲۵ ماہ صفر ۱۲۹۶؁ھ میں وفات پائی اور مقبرہ شاہ محمد آیت اللہ قدس سرہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی سید جواد علی مرحوم } بن میر باقر علی متوفی ۶ محرم ۱۲۶۶؁ھ بن سید حسن رضی مذکور آپ بھی حضرت شاہ محمد منعم جعفری کے نواسہ ہیں۔ کتب درسیہ حضرت مولانا شاہ محمد حسین پھلواری سے تمام کیں، آپ نہایت جید عالم تھے، درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا، بیعت آپکو حضرت شیخ العالمین سے ۶ ربیع الاول ۱۲۳۰؁ھ ہجری میں ہوئی، تعلیم و تربیت باطنی حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد پھلواری سے حاصل کی اور خرقہ خلافت و اجازت بھی پایا۔ آپ مدتوں پورنیہ میں پیشکار رہے، پھر ترک کرکے وطن تشریف لائے اور مدت عمر یہیں گزاری، شادی آپ کی بی بی وحیدہ متوفیہ ۲۴ محرم ۱۲۹۳؁ھ بنت سید محمد موسیٰ ساکن ابھر دل ضلع مظفرپور سے ہوئی اُن سے اولاد ہوئی۔ وفات آپکی ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۸۷؁ھ میں ہوئی اور مقبرہ شاہ آیت اللہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی سید ابراہیم علی مرحوم } میر باقر علی مرحوم کے بیٹے اور حضرت شاہ محمد منعم جعفری قدس سرہٗ کے نواسہ ہیں۔ کتب درسیہ آپ نے حضرت مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ سے تمام کیں، بیعت آپکو ۱۱ رمضان سنہ ۱۲۸۱ھ میں حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے ہوئی آپ نہایت متدین نیک مزاج جوان صالح تھے۔ سنہ ۱۲۹۶ھ میں سررشتہ دار محکمہ ایبن صدر پورنیہ ہوئے پھر اسی سنہ میں پھلواری کے منصف مقرر ہوئے، لیکن چند ماہ کے بعد آپ نے گیارہ رجب سنہ ۱۲۹۶ھ میں رحلت فرمائی، اولاد نہ تھی۔

مولوی سیّد آل علی مرحوم } میر باقر علی مرحوم کے صاحبزادہ حضرت شاہ محمد منعم قدس سرہٗ کے نواسہ ہیں ولادت آپکی بماہ محرم سنہ ۱۲۳۳ھ میں ہوئی، کتب درسیہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی قدس سرہٗ سے اور قاضی سیّد مخدوم عالم علیہ الرحمۃ سے تمام کیں، آپ نہایت بالغ استعداد جیّد عالم تھے، نہایت متقی متورع عبادت گذار، شب بیدار، تہجدّ گزار، بیعت آپ کو حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرؔد قدس سرہٗ سے ۱۳ ذی الحجہ سنہ ۱۲۵۷ھ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم پیرو مرشد سے پائی پیرو مرشد کے وفات کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد ابوتراب قدس سرہٗ سے جو حضرت فردؔ کے دوسرے حقیقی بھائی تھے اکتساب طریقت کیا، ریاضات و مجاہدات سے کامل و مکمل ہو کر مجاز طریقت بھی ہوئے، سنہ ۱۳۰۵ھ میں حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ الچشتی الصابری سے اجازت سلسلہ چشتیہ صابریہ و حزب البحر کی سند حاصل کی، اذکار و اشغال کی پابندی کے ساتھ آپکو کثرت درود میں زیادہ حظ قلبی حاصل تھا، ہر روز بطور مشغولی ایک لاکھ درود ختم کرتے تھے ہر وقت پُر کیف رہتے تھے، نگارندہ احوال بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوا ہے، کسی وقت بیکار نہیں دیکھا ہر وقت مشغولیت درود میں پایا۔ دن کے وقت صرف ستو گھول کر پی لیتے تھے، رات کے وقت مطلقاً غذا نہیں کرتے تھے، اوائل جوانی میں کچھ دنوں کے لئے محافظ دفتر عدالت پٹنہ رہے پھر ترک کر کے خانہ نشیں ہو گئے اور عبادت خدا میں مشغول ہوئے آپکو اولاد ذکور نہیں ہوئی دو لڑکیاں ہوئیں ان کی یادگار مولوی اسحٰق مرحوم چھگرہ حال مقیم پھلواری و مولوی شاہ محمد عبیداللہ فریدی پھلواری تھے ۲۰ محرم سنہ ۱۳۲۲ھ میں وصال فرمایا اور مقبرہ جنیدیہ سے پورب مولوی شاہ نعمت مجیب علیہ الرحمۃ کے پہلو میں بجانب شرق مدفون ہوئے۔

حضرت شاہ محمد اسمٰعیل بن امیر محمد مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری

حضرت شاہ محمد اسمٰعیل قمیصی امیر محمد مظفر کے تیسرے صاحبزادے ہیں اپنے وقت کے عالم و عارف گزرے ہیں نہایت مرتاض مجاہد النفس ذریعہ اوقات کاشتکاری تھی جس کو اپنے نظم سے نہایت احتیاط

اور تقویٰ کے ساتھ کرتے تھے آپکو بیعت حضرت مخدوم بدر الدین بدر عالم قادری قمیصی شہباز پوری متوفی ۱۰۰۱ھ سے تھی۔ اور آپ اُن کے خلیفہ بھی تھے، حضرت امیر عطاء اللہ جعفری کی اولاد میں شاہ محمد اسمٰعیل پہلے بزرگ ہیں، جنہوں نے تکمیل طریقت کے بعد باب رشد و ہدایت کھولا اور اپنے مکان کے صحن میں ۱۰۳۱ھ میں ایک مسجد بنوائی جو اب "مسجد جنیدیہ" کے نام سے مشہور ہے، اسی مسجد میں خدا کی یاد کرتے تھے۔ آپ کے صاحبزادہ آفتاب طریقت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قادری ہیں۔ آپ کی شادی "کاکو" میں حضرت سید محمد عمر کاکوی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، اُن سے مخدوم جنید ثانی ہوئے، وفات آپکی ۱۵ ر رمضان ۱۰۲۱ھ میں ہوئی مزار مبارک حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ کے چبوترہ پر ہے۔

حضرت مخدوم شمسُ الدین جُنید ثانی قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شمس الدین بن شاہ محمد اسمٰعیل بن امیر مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری۔ تاریخ ولادت ۱۰۰۷ھ ہے۔ مادر زاد ولی تھے، بچپن ہی سے جذبۂ عشق الٰہی دل میں موجزن تھا۔ دُنیا کے کاموں میں دل نہیں لگتا اور اکثر تخلیہ پسند رہتے۔ آپکے والد ماجد شاہ محمد اسمٰعیل جعفری عارف کامل، صاحب مسند و ارشاد بھی تھے، اور بسر اوقات کے لیے کاشتکاری اور قدرے زمینداری بھی رکھتے تھے، اکثر آپ سے کاشت و کھلیان کی نگرانی کے لیے فرماتے۔ اور آپ والد کی اطاعت و بجا آوری حکم کی بنا پر اس کو انجام دیتے، مگر ذہن اپنی دُھن میں اور خیال اپنے تصوّر میں مستغرق رہتا تھا اسلئے مزدوروں کو چوری کا موقع مل جاتا۔ ایک دفعہ اسی طرح آپ کھیت کی نگرانی پہ مامور تھے کہ استغراقی حالت پیدا ہوگئی، کھیت کاٹنے والے مزدوروں نے اس حالت سے فائدہ اُٹھایا اور غلّوں کے صد ہا بوجھے چرا لیگئے، والد ماجد نے سخت تنبیہ کی، آپنے معذرت اور عفو تقصیر کرانے کے بعد عرض کیا کہ "مجھے اللہ کی راہ میں آزاد کیجئے۔"

والد ماجد علیہ الرحمۃ نے آپکے طبعی رجحان کا اندازہ کرتے ہوئے آپکو دوام ذکر اور پاس انفاس کی تعلیم کی اور ترک ہوا و ہوس کی نصیحت فرما کر عبادت خدا میں معروف رہنے کی اجازت دیدی۔ اس کے چند ماہ کے بعد والد ماجد علیہ الرحمۃ نے رحلت فرمائی۔ ؎

پسر را چو بخہ ایں تسلیم فرمود ۔۔۔ پس از مہ جاں بحق تسلیم فرمود

ان اذکار کی برکت سے آپ کو بارگاہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم و بارگاہ مرتضویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

حضوری نصیب ہوئی، باطنی تعلیم آپکی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی، یہاں تک کہ قرآن مجید بھی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھکر تمام کیا، اس کے بعد بحکم بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ملاجمال[ا] اولیا قدس سرہٗ ساکن کوڑہ جہاں آباد ضلع الہ آباد سے بیعت کی اور الباس خرقہ وخلافت جمیع سلاسل سے بہرہ یاب ہوکر ۱۰۴۶ھ میں وطن تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی تعمیر کردہ مسجد میں یادِ خدا میں مصروف ہوئے

تنبیہ:- ہرچند کہ حضرت مخدوم جنید ثانی قدس سرہٗ کے خاندان میں، اور حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے ہاں سلسلہ جنیدیہ جو آپکے پیر مرشد حضرت خواجہ عاوالدین قلندر قدس سرہٗ کے واسطہ سے پہونچا ہے دونوں ہی جگہ صرف ایک ہی سلسلہ "قادریہ جمالیہ" رائج ہے اور دیگر سلاسل مثلاً چشتیہ، سہروردیہ، فردوسیہ، نقشبندیہ، مداریہ وغیرہ کے شجرے نہیں پائے جاتے، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ حضرت جنید ثانی قدس سرہٗ کو آپ کے پیر حضرت جمال اولیا قدس سرہٗ نے صرف سلسلۂ قادریہ ہی کی اجازت دیکر رخصت فرمایا تھا، بلکہ اپنے تمامی سلاسل کا مجاز بنادیا، مولوی امان علی ترقی قدس سرہٗ اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں ؎

پس از تلقین اُد آں مرد کامل نمود اُورا مجاز ہر سلاسل

[ا] حضرت ملاجمال اولیا کوڑہ جہان آباد کے عالم متبحر اور عارف خدارسیدہ صاحب درس وتدریس بزرگ گزرے ہیں آپکے تلامذہ وخلفاء کی کثیر تعداد ہے، اور اب تک آپ کا فیض علمی وعرفانی جاری ہے۔ آپکے تلامذہ سے حضرت شیخ لیسین ساکن "جھوسی" مرید وخلیفہ وجانشین وپسر خواندہ حضرت مخدوم طیب بنارسی قدس سرہٗ بھی ہیں، حضرت شیخ لیسین قدس سرہ مسترشد وشاگرد وخلیفہ حضرت دیوان محمد رشید جونپوری قدس سرہٗ کے بھی تھے۔ صاحب گنج ارشدی آپ کے تلمذ کا واقعہ کہ، انھوں نے حضرت ملاجمال اولیا کڑوی قدس سرہٗ سے بھی پڑھا تھا، خود انکے زبانی سُنکر لکھتے ہیں، گنج ارشدی قلمی ص ۲۳ "چوں دراں ایام فقیر کدخدا شدہ بود ویک سال در تفرقہ گذشتہ فرمود کہ جونپور از خانہ نزدیک است اینجا در خواندن تو تفرقہ میشود، در کڑہ برو در آنجا تحصیل باقی علوم کن بفرمودۂ از ملازمت ایشاں رخصت شدہ راہ کڑہ گرفتم چوں شیخ پورہ رسیدم وبملازمت مخدوم زماں اُستاد جہاں شیخ العصر ومرشد دہر میاں شیخ جمال اولیا قدس سرہٗ العزیز مشرف شدم ایشاں بسیار مہربانی فرمودہ مناقب حضرت پیر ومرشد شروع کردند فرمودند کہ امید داشتم کہ شیخ شما عالم نیست اینجا آمدہ بود با من مذاکرہ کرد اُو خود فاضل کامل تحقیق تعرف وبزرگ است دیگر فرمود کہ مارا از مدتے درد زانو شدہ بود با دو سہ سال نماز فرض ونفل نشستہ میگزاردم دراں سال شیخ فلاں (یعنی شیخ طیب) اینجا رسید ومن بعادت قدیم نماز فرض نشستہ ابتدا کردم۔ دست مرا گرفت وگفت برخیز وفرض ایستادہ بگزار ودہم طبیعت دُور کن، چوں برخواستم ہیچ درد نماندہ بود از آں روز تا حال فرض ایستادہ می گزارم از دعائے وے وایں، میاں جمال اولیا بزرگ وصاحب وقت بود، کرامت وے نامحصور وخوارق وے نامعدود ونامحدود است، ومناقب وے در خلائق مشہور ومذکور ہر کہ بملازمت رسیدے او را البتہ چیزے دادے۔ وخالی رخصت نہ فرمودے در باب بندہ بسیار مہربانی میکرد۔ در ملازمت وے ہدایہ جلد اوّل شروع نمودم وتفسیر بیضاوی آغاز سماع ودہم ماہ در خدمت وے بودم۔ انتہی۔

علاوہ ازیں اس کا تفصیلی حال کتاب "انوار الطریقہ" مثنوی ترقی، تذکرۃ الکرام میں موجود ہے۔

تذکرۃ الکرام کی عبارت یہ ہے :۔

"نقل است کہ شبے مخدوم را از جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم امر شد کہ در دیارِ مغرب بہ نزدِ جمال اولیا کوڑوی حاضر شو و بردستِ وے بیعت کُن، عرض کرد کہ تمنائے غلام آں ست کہ دریں باب ہم از حضور دستگیری کردہ شود" ارشاد گردید کہ چنیں است لیکن برائے گرفتنِ بیعت دیگراں بیعت کردن خود در ظاہر ضرور است کہ در عالم ظاہر ہم وسیلہ ظاہر باید، حسب الحکم بآں بزرگ رسید و عرض حال نمود آں بزرگ بیعت گرفت و اجازتِ جمیع سلاسل کہ بآں مجاز بود مع اشغال و اذکار داد و را د بمخدوم اجازت بخشید و رخصت کرد"

اِن دونوں بزرگوں کی تحریر سے یہ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کو پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے تمام سلاسل کا مجاز بنا دیا تھا۔

حضرت ملا جمال اولیا قدس سرہٗ تمام سلاسل مروجہ کے مجاز تھے اور مختلف شیوخ سے آپکو سلاسل کی اجازت ملی تھی، جس کی تفصیل صفحات آئندہ میں بیان کی جائے گی۔

بمقتضائے حال مثنوی ترقی کے وہ تمام اشعار جو حضرت جنید ثانی قدس سرہٗ کے احوال میں لکھے گئے ہیں ذیل میں درج کرتا ہوں، جن سے حضرت کے بدوِ شعور سے زمانۂ رشد و ہدایت تک کی زندگی پر بہت اچھی روشنی پڑتی ہے ۔ ؎

بہ پھلواری فقیرے بود کامل	نہ بستے با کسے غیر از خدا دل
دلِ ویرانہ اشں آباد از عشق	حقیقت آشنا و شاد از عشق
ز روئے اُو عیاں نور معانی	تو گوئی بود خود طور معانی
انیس حق کلیم ایزدِ پاک	ز خود وارستہ مست از جام اوراک
بتِ اندیشہ ہائے ماسوا او را	شکستے در دم ابراہیم آسا
لبیا او داشت اعجازِ مسیحا	نگر او بود دمسازِ مسیحا
جنید آسا چو بود از عشق مسرور	جنید ثانی اسمش گشت مشہور

نسب چوں جعفری و زینبی داشت | شرف در ذات از نسل نبی داشت
پدر بودش بہ اسمٰعیل معروف | چو اسمعیل با حق بود مشغوف
وے از مخدوم بدرالدین کامل | طریق فقر و بیعت کرد حاصل
ز خلفائے قمیص قادری بود | براہ اہتدایش رہبری بود
پدر روزے بگفت از لطف کائے جاں | بہ پیشم آمدہ از یک رعایاں
طلب کردہ نگہبان زراعت | برو بر کشت زار و کن حفاظت
درو چوں می نماید حاصلش را | بحفظ آں تو ناظر باش آنجا
بامر عالی والد کمر بست | برفت و بر کنار کشت بنشست
رعایاں چوں درو کردند آغاز | بدزدی باہمہ گشتند انباز
چو او واقف نبود از کار دنیا | تلف کردند حاصل آں رعایا
پدر را چوں ازیں معنی خبر شد | بر خود خواندہ زو آزردہ تر شد
ولی بر آستانش بوسہ دادہ | دو دست خویشتن بستہ ستادہ
زباں بکشاد و با صد انکساری | روا ایں خشم را بر من نداری
نبودم لائق ایں کار گر من | جواز امر چوں کردند بر من
بگفتا قبلہ گاہا ارشاد فرما | مرا در راہ حق آزاد فرما
پدر گفتش اگر تو پر ز دردی | دریں رہ ہاں قدم رانہ بمردی
اگر تو طالب راہ خدائی | بکن از ماسوائے او جدائی
شنید ایں وعظ و شد درخا فی الحال | برآمد در زماں چوں برق تمثال
بکف دیوان حافظ را گرفتہ | ز آبادی رہ صحرا گرفتہ
بہ عیسے بود باغ انبہا بود | کہ چوں گلزار جنت دلفزا بود
در آنجا آمدہ در گوشہ بنشست | ولے از یاد ہائے شوق سرمست
کشودہ نسخہ خواندن کرد آغاز | ز فرط شوق شد با نالہ دمساز
غزلخواں بود ہمچو عاشق زار | رواں میکرد اشک از چشم خونبار

نیامد چوں دو سہ روزے بخانہ — پدر در جستجویش شد روانہ

بسمت باغ گشتہ جلوہ فرما — در آنجا دید او را نالہ پیرا

در آمد پیش او در آغوش بگرفت — بمہر شفقتش پر جوش بگرفت

چو دید از گریہا و شوق بسیار — بگفت از وے کہ اے مرد طلبگار

مگر شغلے ز ارباب معانی — گرفتی از برائے کامرانی

جوابے داد او کائے خضر راہم — ز من فرما کہ جز تو از کہ خواہم

توئی چوں قبلۂ دیں کعبۂ جاں — بکن بایں درد را از لطف درماں

ز روئے مہر آں مرد حقیقت — بدو آموخت راز کار طریقت

وزاں پس گفت ترک ہر ہوس کن — دوام ذکر و پاس ایں نفس کن

پسر را چونکہ ایں تعلیم فرمود — پس از مہ جاں بحق تسلیم فرمود

دلے بر عادت معہود آں مرد — ز خانہ آمدہ در باغ پُر درد

بجائے با دلِ غمگیں نشستے — ز مہر ہر دو عالم دیدہ بستے

بایں آئیں نشستہ بود روزے — دل پُر شوق با دردے و سوزے

ز استیلائے غم خوابش در آمد — بگوش جانش آوازش بر آمد

کہ اے مغموم خاطر زود برخیز — بیا در بارگاہ عشرت انگیز

قدم بہ دار و با من شو شتاباں — غمت کن دور و دل را ساز شاداں

کسے را دید با وضع حمیدہ — ہمہ تن بود از نور آفریدہ

رخش از نور عرفاں رشک خورشید — دلش از عشق یزداں رشک خورشید

بجود در محفل اعلیٰ ربودش — بقرب حضرت والا ربودش

دراں محفل حبیب حق تعالیٰ — محمد مصطفیٰ بد جلوہ فرما

نشستہ بود بر تخت منوّر — بجود تاج تبرک داشت بر سر

بدستور خوش آئین و آداب — ستادہ دست بستہ آل اصحاب

گروہ اولیا بر پایۂ خویش — نظر را کردہ بودند ہر صفے پیش

چو شد در بارگاہے بے مثالش ۔ ز خود رفت از تماشائے جمالش
اشارہ شد علی مرتضے را ۔ کہ ایں فرزند را تعلیم فرما
بعالی منزل قرب الٰہش ۔ علی مرتضےٰ شد خضر راہش
پس از ساعت کہ شد از خواب بیدار ۔ دلش بیتاب گشت و دیدہ خونبار
کمالِ فقر را چوں کرد حاصل ۔ خیال ہجرتش بگزشت در دِل
پس از چندے ز خانہ شد روانہ ۔ بقطع راہ آں مرد یگانہ
بکوزہ بعد از طے مراحل ۔ بشد در خانقاہ شیخ کامل
جمال اللہ نامی بود درویش ۔ حقیقت آشنا و معرفت کیش
خبر کردند کز بعد مسافت ۔ رسیدہ مردِ از اہلِ حقیقت
تمنائے لقایت در دل اوست ۔ پر از عرفاں بظاہر نیز خوشخواست
چو بشنید ایں سخن مشتاق تر شد ۔ باستعجال از خانہ بدر شد
ز خلوت چونکہ در جلوت درآمد ۔ تو گوئی مہر از خاور بر آمد
ز روئے او ہویدا نور عرفاں ۔ دل او مخزن اسرار سبحاں
باستقبال پیش شیخ بشتافت ۔ شرفہائے قدمبوسیش دریافت
کشیدہ شیخ ہم او را در آغوش ۔ باں جوشش کہ خم را نیست آں جوش
دو مست بادۂ توحید یکبار ۔ ز سرمستی خود کردند گفتار
سخن راندند از صہبائے توحید ۔ ز جام و ساغر و مینائے توحید
ز رنگ بادۂ و جوشش خم مے ۔ ز مستی و صدائے قلقل مے
ز حال ساقی و پیر خرابات ۔ ز رسم و راہ و تدبیر خرابات
ز نغمہ سنجی آواز مطرب ۔ ز انداز و صدائے ساز مطرب
ز شانِ جلوہائے حضرت دوست ۔ ہم از ناز و ادائے حضرت دوست
ز حسن دلفریب و خوش ادائے ۔ ز طرز شوخی و عشوہ نمائے
ز اندازِ نگہ کردند بمستاں ۔ ز آئینِ سخن با مے پرستاں

گرفتہ دست آوردش بخلوت ‏— دلش بر تافت از حسن عقیدت
بآئین خوشتش در بیعت آورد ‏— ہر آں نعمت کہ با وے بود بسپرد
پس از تلقینِ اُو آں مرد کامل ‏— نمود اُو را مجاز ہر سلاسل
ز تسبیح و مصلا و وظیفہ ‏— مفوض ساختہ بر آں خلیفہ
پس از تفویض نعمائے طریقت ‏— ز پیش خویش کردہ شیخ رخصت
وز آنجا گشتہ رخصت مرد درویش ‏— رسیدہ بالنعم در مسکن خویش
بیاد حق بخلوتخانہ بنشست ‏— بمردی آمد و مردانہ بنشست
جہانے کامیاب از فیض اُو شد ‏— کہ ذرہ آفتاب از فیض اُو شد
یک عالم دید فقر و عز و شانش ‏— مرید از صدق شد در خاندانش
ہزاراں از مریدان و ہوا خواہ ‏— شدند از فیض ذات او حق آگاہ
ہر آں طالب کہ شد در خانقاہش ‏— حضوری داشت در قرب الٰہش

شجرہ و شیوخ طریقت حضرت ملا جمال اولیا قدس سرہ

طریقہ قادریہ } ملا جمال اولیا، قاضی ضیاء الدین عرف جیا متوفی ۱۰۳۴ھ[۱] مولانا نظام الدین عرف بھکھاری، متوفی ۹۸۱ھ۔ سید ابراہیم ایرجی متوفی ۹۵۳ھ۔ شیخ بہاء الدین بن ابراہیم بن عطاء اللہ الانصاری الشطاری الحسینی متوفی ۹۲۱ھ، شیخ احمد الحلبی الشافعی، سید حسن، ان کو اپنے والد سید موسیٰ سے، ان کو اپنے والد سید علی سے، ان کو اپنے والد سید محی الدین ثانی سے، ان کو اپنے والد سید ابو صالح سے، انکو اپنے والد سید عبد الرزاق سے، ان کو اپنے والد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے، قدست اسرارہم۔ قاضی ضیاء الدین قدس سرہ کے تین صاحبزادے تھے، ابو الخیر، عبد المقتدر، فضل محمد۔ ملا جمال اولیا آپکے شاگرد بھی ہیں اور مرید و خلیفہ بھی۔ "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ میں میں نے بعینہٖ یہی شجرہ دیکھا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کے خاندان میں نیز حضرت سیدنا عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ کے ہاں یہی شجرہ مروج ہے، ہر چند کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو سلسلۂ قادریہ کی اجازت

---

[۱] بحر زخار میں سنہ وفات ۹۸۹ھ لکھا ہے مصرع تاریخ یہ ہے:۔ رفت از دنیا بدیں قطب جہاں (۹۸۹)۔ واللہ اعلم۔

دیگر طریق سے بھی پہنچی ہے۔

طریقہ چشتیہ } آپ کو دو بزرگوں سے پہنچا ہے۔ ایک آپکے والد مخدوم جہانیاں[1] قدس سرہ سے دوسرے حضرت شیخ قیام الدین سے، ان کو اپنے شیخ اور والد شیخ قطب الدین سے، ان کو شیخ من اللہ عرف ادھن سے ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین جونپوری سے، ان کو شیخ علاء الدین نے، ان کو سید صدر الدین راجو قتال سے، ان کو اپنے بھائی مخدوم جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے، قدست اسرارہم۔

پھر یہی سلسلہ حضرت شیخ بہاء الدین جونپوری کو شیخ عیسٰی تاج جونپوری سے، ان کو شیخ فتح اللہ حسینی اودھی سے، ان کو شیخ صدر الدین شہاب الدین ناگوری سے، ان کو شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے پہونچا ہے۔

اور شیخ مخدوم جہانیاں والد ملا جمال اولیا کو، اپنے والد شیخ بہاء الدین سے، ان کو اپنے والد شیخ سالار بڈھ[2] سے، ان کو اپنے پیر شیخ بہاء الدین جونپوری سے، ان کو شیخ محمد عیسٰی تاج سے، اور شاہ نظام الدین فتحپوری سے پہونچا ہے۔

طریقہ سہروردیہ } طریقہ سہروردیہ کی اجازت شیخ قیام الدین سے ان کو اپنے والد شیخ قطب الدین سے، ان کو اپنے والد شیخ من اللہ عرف ادھن سے، ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین جونپوری سے، ان کو شیخ علاء الدین سے، ان کو سید صدر الدین راجو قتال سے، ان کو اپنے اخ محترم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو اپنے شیخ رکن الدین ابو الفتح سے، ان کو اپنے والد شیخ صدر الدین ابو الفضل سے، ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے، ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے پہونچی ہے۔ حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کو دوسری نسبت سہروردیہ شیخ الاسلام امام الدین[3] سے، ان کو اپنے برادر حقیقی شیخ یمین الدین سے، ان کو اپنے عم محترم عبد اللہ ملتانی سے، ان کو ابو الحسن بن محمود شیرازی سے، ان کو شیخ رکن الدین ابو الغنائم بن مفضل ابرہی سے، ان کو شیخ قطب الدین ابرہی سے، ان کو شیخ ضیاء الدین

---

[1] ملا جمال اولیا قدس سرہ کے والد کا خطاب مخدوم جہانیاں تھا یہ مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت نہیں ہیں، بلکہ یہ دوسرے بزرگ ہیں۔ [2] سالار بڈھ شاگرد بردہ حقانی بہاری جونپوری کے تھے۔ (بحر ذخار) [3] خزانہ جلالیہ میں لکھا ہے کہ جب مخدوم جہانیاں کازرون پہونچے تو شیخ امام الدین نے فرمایا کہ شیخ الاسلام یمین الدین نے وصیت کی تھی کہ سید بخاری میرے پاس آرہے تھے، شیطانوں نے مشہور کردیا کہ وہ رحلت کر گئے، یہ سنکر وہ مکہ کی طرف چلے گئے ان کو میری طرف سے سلسلہ دمفراض راتی کی اجازت دینا اور میرا خرقہ ان کو پہنا کر میرا سجادہ ان کو سپرد کردینا۔ حسب وصیت کل چیزیں حاضر ہیں۔ یہ کہکر وصیت کی تعمیل کی۔

ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے پہنچی ہے۔

طریقہ مداریہ } طریقہ مداریہ کی اجازت حضرت شیخ قیام الدین سے ان کو اپنے والد شیخ قطب الدین سے، ان کو شیخ جلال الدین بن عبد القادر سے، ان کو سید مبارک سے، ان کو سید اجمل بہرائچی سے، ان کو حضرت قطب المدار بدیع الدین مکن پوری سے پہونچی ہے، قدست اسرارہم۔

سلسلۂ مداریہ کے علاوہ سید اجمل بہرائچی رح کے واسطہ سے ملا جمال اولیا رح کو سید جلال الدین بخاری کے کُل سلاسل پہنچے ہیں، کیونکہ حضرت اجمل بہرائچی نے صدر الدین راجو قتال سے جلال الدین بخاری رح کے کُل سلاسل حاصل کئے تھے۔

طریقہ عمریہ اویسی الشبیہ } ملا جمال اولیا کو اپنے والد شیخ مخدوم جہانیاں سے ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین سے، ان کو اپنے والد شیخ سالار بڈھ سے، ان کو شیخ بہاء الدین عرف نتھو سے، ان کو میران سید ناصر الدین سے، ان کو میران سید صفی الدین سے، ان کو میران سید زین الدین ابو بکر خوافی سے ان کو شیخ شہاب الدین احمد بدایونی سے، ان کو شیخ ابو العباس سے، ان کو بواسطہ روحانیت سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

طریقہ شطاریہ } ملا جمال اولیا کو اپنے والد مخدوم جہانیاں سے، ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین سے، ان کو اپنے والد شیخ سالار بڈھ سے، ان کو اپنے پیر و مرشد شیخ بہاء الدین عرف نتھو جونپوری سے، ان کو شیخ ابراہیم رومی سے، ان کو شیخ عبد اللہ شطار بن حسام الدین عشقی سے۔

غرض ملا جمال اولیا قدس سرہ کو طریقہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، مداریہ، شطاریہ و دیگر سلاسل کی اجازت پہنچی تھی، آپ نے سب سلاسل کی اجازت حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہ کو عنایت فرمائی۔

مگر جنید ثانی قدس سرہ کو بچپن سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی سے خاص شغف تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپنے جب ہوش سنبھالا تو گھر میں قادریت ہی کا رنگ نظر آیا، آپ کے والد قادری مشرب تھے، گھر گھر غوث پاک کی دہائی تھی۔ آپ نے بیعت بھی اسی سلسلہ میں کی تھی، مشق سلوک کی ابتدا بھی اسی طریقہ سے ہوئی، اسلئے آپ کے دل میں غوث پاک کے سوا کسی کی جگہ باقی نہیں رہی تھی۔

نہ چنیں کہ نیست دیگر بجہان حسن شاہے ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے

تمام شیوخ سلسلہ کی عظمت والفت دل میں رکھتے تھے، لیکن غوث پاک سے غیر معمولی وارفتگی تھی، اسی وجہ سے آپ نے کسی دوسرے سلسلہ کے اجرا کی طرف اجازت کے باوجود توجہ نہ فرمائی۔

آپ کا طبعی میلان سماع کی طرف بھی نہ تھا، کبھی سماع نہیں سنتے تھے۔ سال میں آپ کے ہاں فاتحہ دوازدہم و یازدہم و بست وہفتم رمضان شریف کی تقریبات ہوتی تھیں، اس میں صرف قرآن خوانی وطعام داری ہوتی تھی، کبھی محفل سماع منعقد نہ کی گئی، آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین علیہ الرحمۃ نے آپ کا سالانہ عرس قائم کیا اس میں بھی محفل سماع منعقد نہ کی، یہ سب غلبۂ قادریت کی وجہ سے تھا۔ نہ یہ کہ آپ دوسرے سلسلہ میں بیعت لینے کے مجاز نہ تھے، آج بھی جن بزرگوں کو آپ کا سلسلہ پہنچا ہے۔ آپکے واسطہ سے جملہ طرق میں طالبین کی بیعت لے سکتے ہیں۔

مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہ نے ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ میں رحلت فرمائی اور اپنی مسجد وخانقاہ سے پورب اپنی مملوکہ خاص زمین میں مدفون ہوئے۔ اب یہ "مقبرہ جنیدیہ" سے مشہور ہے، کاتب الحروف نے تاریخ وفات کہی ہے۔

شمس دین حق وملت ہادی راہ یقیں	قبلۂ ارباب معنیٰ کعبۂ اہل ولا
بر زبان خلق مشہور از جنید ثانی است	ہیں عیاں ز ذات او شان جنید باصفا
قادری از طریقت زینبی اندر نسب	پور اسمٰعیل عارف بن مظفر بن عطا
داشت در دست ارادت دامن شیخ کبیر	قطب دہر و عارف کامل جمال اولیا
فائز از روح نبی از ابتدائے حال بود	ہم ز روح شاہ مردان علی مرتضیٰ
جامع جملہ سلاسل قائد اندر ہر طریق	قادریہ چشتیہ، باشد کہ سہروردیا
بعد تکمیل طریقت خرقہ ہم از شیخ یافت	تا نماید خلق را راہ حق وراہ ہدیٰ
پس بنائے خانقاہ ومسجدے اندر وطن	دہ ہزار وہشت وچہل بنہاد از بہر خدا
مدتے بر مسند تلقین با اخلاص ماند	عالمے زد گشت فائز تا بجائے اولیا
زاں یکے بر ہان دین سبطی عبد خویش بود	واں دگر پور شس امین سر کنز مخفیا
چوں حجابات چہرہ جانش غبار جسم بود	انّہٗ للطالب کان حجاباً حاجزا
تا کند سیر جمال حسن مطلق بے حجاب	کرد پاک از چہرہ جان ایں غبار جسم را

گرچہ فانی شد ولیکن ذات او را بالیقیں — گشت حاصل زیں فنائش رتبۂ عین بقا

نوزدہ بود از جمادی الآخرہ در شوقِ وصل — روح پاکش از حضیضِ خاک شد سوئے علا

گفت از روئے ارادت نیرِ من سالِ وصل

قطب دوران و جنید ثانی ماہ ہدیٰ

مخدوم جنید ثانی قدس سرہٗ کی شادی بی بی سلطانی ساکنہ کاکو" ضلع گیا سے ہوئی تھی بی بی بی بی سلطانی حضرت عمر کاکوی کی اولاد سے تھیں، ان کے بطن سے صرف ایک صاحبزادے حضرت شاہ محمد امین اسرار الرحمٰن قدس سرہٗ ہوئے۔

مقبرہ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ۔ شیخ محلہ (یا محلہ چک) سے پچھم محلہ ملکیانہ شروع ہو جاتا ہے، یہاں امیر عطاء اللہ کی اولاد میں سے اکثر اکابر کے مکانات اور خانقاہیں ہیں۔ حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کا مکان اور ان کی خانقاہ بھی اسی محلہ میں ہے جس سے دکھن سڑک ہے اور سڑک کے دکھن حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کا مقبرہ ہے۔ اسی میں حضرت شاہ آیت اللہ اور انکی اولاد مولوی امان علی وغیرہ کی

مقبرہ حضرت جنید ثانی قدس سرہٗ۔ مقبرہ شاہ آیت اللہ سے اُتر جو سڑک خانقاہ حضرت پیر مجیب کو چلی گئی ہے اس سے اُتر شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے سابق مکان سے پچھم حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ کا مقبرہ ہے۔

حضرت شاہ محمد امین اسرار الرحمٰن قدس سرہٗ

ولادت ۱۰۳۰ھ میں ہوئی۔ اپنے والد حضرت مخدوم جنید ثانی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے، آپ بڑے عالم اور عارف کامل صاحب تصرفات و کرامات تھے، سلوک طریقت کے زمانہ میں بڑے بڑے ریاضات و مجاہدات کئے اور مدارج ولایت پر فائز ہوئے، صدہا آپکے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے، ازالۂ امراض میں اللہ تعالیٰ نے آپکو تصرف تامہ کی طاقت عطا فرمائی تھی، آپ تیس سال تک مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے۔

۲۸ شعبان ۱۱۰۲ھ میں رحلت فرمائی، اور اپنے والد کے پہلو میں پورب جانب مدفون ہوئے۔

آپکی شادی بی بی رحمانی بنت مولوی عبد الغفور بن مولوی ابو الفضل بن امیر فرید بن امیر محمد حسین جعفری پھلواری سے ہوئی تھی ان سے تین صاحبزادے شاہ محمد لاولد، مولانا شاہ محمد امان اللہ، شاہ محمد حسین ہوئے، اور تین بیٹیاں بی بی سبحانی، بی بی جہانی، بی بی منو زوجہ ملا فصیح الدین تھیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قدس سرہٗ

ولادت ۱۰۵۵ھ میں ہوئی، آپ بڑے عالم و عارف تھے، کتب درسیہ اپنے والد و دیگر اساتذۂ پھلواری سے تمام کیں، نہایت جید عالم تھے، اور بہت ہی وسیع النظر، آپکی تصنیفات میں "شرح وقایہ" پر ایک حاشیہ ہے، اپنے والد کے بعد جانشیں ہوئے، طلبا کو درس دیتے اور طالبین حق کو خدا کی راہ دکھاتے، آپکی خانقاہ میں طالبین علوم ظاہری و باطنی کا ہجوم رہتا تھا۔ ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۱۳۹ھ میں وفات پائی، مقبرہ جنیدیہ میں اپنے والد کے بائیں طرف

موضع رسولپور عملہ پرگنہ پھلواری جو اب عیسیٰ پور کی اراضی میں شامل ہے، حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ کی خاص ملکیت میں تھا وہ تقسیم ہو کر حضرت امیر عطاء اللہ کی تمام اولاد کو پہنچا تھا، بقدر حصۂ رسدی آپ کے خاندان کو بھی ملا تھا، اسی موضع میں کچھ مزید حصہ جس کی جمع سالانہ مبلغ چونتیس روپیہ تھی، بزمانہ

فرخ سیر ۲۹ صفر ۱۱۲۵ھ میں آپ کے اہل و عیال اور واردین و صادرین خانقاہ کے خرچ کے لئے مدد معاش میں ملا تھا جس کا پتہ مابعد کے ایک وثیقہ سے چلتا ہے۔

شرح آنکہ عمال حال و استقبال و چودھریاں و قانون گویاں پرگنہ پھلواری مضافات صوبہ بہار محال جاگیر سرکار بدانند، چوں بظہور پیوست کہ موضع رسولپور عملہ پرگنہ پھلواری مذکور بجمع مقرری استمراری مبلغ سی و چہار روپیہ سکہ بنام فضیلت پناہ شاہ امان اللہ متوکل گوشہ نشیں مقرر بود، بعد ازاں نظر بر استحقاق مشار الیہ حکام و جاگیر داران سابق جمع مذکور وجہ خرچ متعلقان و خانقاہ وارد و صادر موصی الیہ با فرزنداں دیدہ و دانستہ معاف و مرفوع القلم نمودہ، لہٰذا دریں ولا بدستور سابق بحال و برقرار داشتہ شد، باید کہ موضع مذکور را حسب الضمن مطابق معمول بتصرف شیخ مذکور واگزارند، و بعلت خراج و چھٹیاون وغیرہ ابواب بہیچ وجہ مانع و مزاحم نہ شوند، کہ بفراغ خاطر سال بسال از محاصل آں صرف مایحتاج با فرزنداں نمودہ بدعا گوئے دوام دولت ابد اشتغال داشتہ باشد، دریں باب تاکید اکید دانند،

اور پشت پروانہ پر یہ عبارت لکھی ہے :-

موضع رسولپور عملہ پرگنہ پھلواری بجمع مقرری استمراری مبلغ سی و چہار روپیہ سکہ بنام فضیلت پناہ شیخ امان اللہ مقرر بود، دریں ولا نیز در وجہ خرچ متعلقان و خانقاہ وارد و صادر موصی الیہ با فرزنداں بدستور بحال و برقرار داشتہ باشد باید کہ موضع مذکور را مطابق معمول نیز در خرچ متعلقان شیخ مذکور واگزارند۔

بالله المستعان
المعتصم
خادم الشرع قاضی
زاہد محمد خاں

مگر اس جائداد سے آپکے دوسرے بھائی شاہ محمد حسین قدس سرہ کی اولاد متمتع ہوئی، شاہ امان اللہ قدس سرہ کی اولاد میں سے کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہ کی۔

آپ کی شادی بی بی واقیہ بنت سید شاہ حبیب اللہ بن سید شاہ محی الدین قادری المجہری سے

ہوئی تھی، شاہ حبیب اللہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے،

بی بی وافیہ کے بطن سے تین صاجزادے حضرت شاہ محمد مخدوم، ملّا وجیہہ الحق محدث، شاہ محمد فرواسخ ہوئے اور دو صاجزادیاں بی بی مدینہ اور بی بی مریم تھیں، بی بی مدینہ کی شادی مولوی محمد عظیم بن عبدالماجد بن مولوی عبدالغفور جعفری پھلواروی سے ہوئی، ان سے ایک بیٹے مولوی ولی اللہ ہوئے جو مفقود الخبر ہو گئے اور بی بی مدینہ کو ایک بیٹی بی بی سعیدہ ہوئیں جو شاہ غلام محمد درویش منیری سے منسوب تھیں، مولوی ولی اللہ کی تصنیف سے ایک کتاب تذکرۃ المذاہب ہے جو خدا بخش خاں کے کتبخانہ پٹنہ میں موجود ہے اور شاہ امان اللہ قدس سرہٗ کی دوسری صاجزادی بی بی مریم شاہ محمد زاہد بن عبدالماجد بن عبدالغفور سے منسوب تھیں، مگر نسل نہ بڑھ سکی۔

شاہ محمد حسین بن شاہ محمد امین قدس سرہما کے عالم و عارف اور درویش کامل تھے، بیعت اجازت و خلافت سب کچھ اپنے والد سے حاصل کی، آپکی شادی مولوی غلام شرف بن مولوی عبدالغفور کی صاجزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک بیٹی بی بی صالحہ زوجہ ملّا محمد معین بن قاضی حیات مزید، اور ایک بیٹے مولوی غلام قادر تھے، یہ بزرگ بھی عالم تھے اور بہت خوشخط تھے، میں نے ان کے دست خاص کی لکھی ہوئی "تعلومات ولیہ" دیکھی ہے، ان کے بیٹے مولوی غلام غوث تھے، ان کی بیٹی مولوی شاہ علی بن مولانا عبدالغنی سے منسوب تھیں،

حضرت مولانا شاہ محمد مخدوم بن شاہ محمد امان اللہ جعفری قدس سرہ آپکی ولادت ۱۰۹۲ھ میں ہوئی، ابتدائی درسیات ملّا فصیح الدین جعفری سے پڑھیں، مگر اس زمانہ میں حضرت مولانا سید وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کے علم کا شہرہ تھا، آپ اور حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ دونوں مقدس بزرگ ہمسفر ہوئے، حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرصہ تک بنارس میں مقیم رہکر بالاستیعاب درسیات تمام کیں اور شاہ محمد مخدوم حضرت مولانا قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کرکے اکتساب طریقہ درودیہ میں مشغول ہوئے، اور مرتبہ حضوری بارگاہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فائز ہوکر اجازت وخلافت سے مشرف اندوز ہوئے اور وطن کی طرف مراجعت فرمائی۔

آبائی طریقہ کی اجازت اپنے والد سے حاصل کی، آپ کامل و مکمل و صاحب رشد و ہدایت ہونے کے ساتھ بھی پیری مریدی کے تعلقات میں مشغول ہونا پسند نہ فرماتے تھے اور اپنے تمام اوقات کو خالصًا یاد خدا کے لئے فارغ رکھنا چاہتے تھے، اسی لئے لوگوں کی بیعت نہیں لیتے تھے، جب کبھی کوئی

ارادتمند حاضر ہوتا تو اس کو حضرت تاج العارفین سے بیعت حاصل کرنے کی ہدایت فرماتے، ہاں بدرجۂ مجبوری اگر طالب کا اصرار ہوتا تو بیعت قبول کر لیتے۔ اپنے لئے سجادگی بھی پسند نہ تھی۔ چنانچہ جب آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر آخر ہوئی اور مرض موت میں مبتلا ہوئے، حالت یاس افزا ہونے لگی، تو آپکو اندیشہ ہوا، کہ وفات کے بعد سجادگی کے لئے لوگ مجبور کریں گے، اسلئے بذریعہ بی بی ولیہ (جو آپکی اہلیہ تھیں) بارگاہ غوثیہ سے استفسار کرایا کہ سجادگی کیلئے کس کو حکم فرماتے ہیں، بارگاہ سے جواب ملا کہ ان کے سوا سجادگی کے لائق کون ہے۔ سجادہ نشین ہونا پڑے گا، چنانچہ اس واقعہ کو بذریعہ خط حضرت مولانا رسولنا قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔ وہاں سے بھی یہی حکم ہوا، ناچار انتقال کے بعد بروز چہارم آپنے خرقہ پہنا اور "سجادہ جنیدیہ" پر متمکن ہوئے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد اپنے برادر زادہ مولانا شاہ وحید الحق بن مولانا وجیہہ الحق قدس سرہما کو جانشین کر کے مسجد و مدرسہ و خانقاہ کی تولیت سپرد کر دی اور خود علیحدہ خانقاہ بنا کر اجرائے سلسلۂ قادریہ وارثیہ میں مشغول ہوئے۔

آپکی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی بی بی ولیہ بنت سید شاہ عزیز الدین بن سید شاہ حبیب اللہ بن سید شاہ محی الدین امجھری قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان سے صرف ایک صاحبزادہ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ ہوئے۔

دوسری شادی بی بی نجیبہ بنت شاہ پیر محمد[۱] قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادیاں تھیں ایک شاہ محمد منعم بن قاضی حیات مزید کی محل اولیٰ لاولد، دوسری حضرت شاہ احمد عبدالحی قدس سرہٗ سے بیاہی تھیں، ان کے صاحبزادے حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح قدس سرہٗ تھے، اور چند صاحبزادہ بھی تھے جن کی اولاد اب نہیں ہے۔ ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ حضرت جنید ثانی قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے۔

بی بی ولیہ اہلیہ شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ } حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھیں، وطن امجھر ضلع گیا تھا اور حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے حقیقی ماموں کی بیٹی تھیں۔

---

[۱] حضرت شاہ پیر محمد چشتی ساکن گھسرہ، دانا پور متصل پھلواری شریف، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی اولاد سے تھے اور آپکی جدۂ صحیحہ اور آپکی اہلیہ حضرت مخدوم جلال الدین قدس سرہٗ کی اولاد سے تھیں۔

آپ صاحب خانقاہ تھے، خرچ خانقاہ کے لئے بادشاہ وقت کی طرف سے موازی چار سو بیگھہ اراضی لاخراج ملی تھی جس کو شیخ محی عبدالرحیم امین شاہی نے ضبط کر لیا تھا، ان کی اولاد نے ضبطی کے متعلق استغاثہ پیش کیا۔ بادشاہ وقت کی طرف سے تحقیقات کے بعد وہ اراضی واپس کر دی گئی۔

یہ عفیفۂ صالحہ عجب طرفہ کرامت بی بی تھیں، انہوں نے کچھ پڑھا لکھا نہ تھا، مگر بچپن سے عابدہ زاہدہ تھیں، حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی ارواح طیبہ کی توجہ نے اتنی صلاحیت پیدا کر دی تھی کہ بے تکلف ادق سے ادق مسائل کا صحیح جواب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بارگاہ غوثیہ سے دریافت کرکے بتلا دیتی تھیں، حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ آپکے ذریعہ سے مسائل کی تحقیق بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بارگاہ غوثیہ سے کراتے تھے، اور آپ جواب معلوم کرکے بتاتیں، رحمہا اللہ، بیعت آپ کو حضرت مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ سے تھی۔

۱۹ رجمادی الاولی ۱۱۶۴ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ جنیدیہ میں مدفون ہوئیں، آپ کے بطن سے ایک صاحبزادہ شاہ محمد آیت اللہ قدس سرہ ہوئے۔

حضرت شاہ محمد آیت اللہ قدس سرہٗ } ۱۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے، اور یکم رجب ۱۲۱۰ھ میں رحلت فرمائی۔ کتب درسیہ اپنے عم محترم ملا وجیہہ الحق محدث قدس سرہٗ سے پڑھیں، نیز کچھ درسیات اور فن عروض میں ملا جمال الدین بہجت کے شاگرد تھے اور وہ ملا کمال الدین سہالوی کے اور وہ ملا نظام الدین فرنگی محلی کے، اور ملا جمال الدین بہجت شاعری میں شیخ ناصر علی سرہندی کے شاگرد تھے۔ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ نے اردو شاعری میں بذریعہ مکاتبہ خواجہ میر درد دہلوی قدس سرہٗ سے استفاضہ کیا تھا۔ تخلص بھی تین تھا۔ فارسی میں شورش اور اردو میں جوہری اور مراثی میں مذاقی تخلص کرتے تھے۔

بیعت اجازت وخلافت سب کچھ اپنے والد سے تھی، والد کی وفات کے بعد جانشین ہوئے، آپ کی پہلی شادی بی بی رابعہ بصریہ بنت تاج العارفین قدس سرہٗ سے ہوئی۔ ان سے صرف تین صاحبزادیاں تھیں۔ اور کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔ بڑی صاحبزادی ولی اللہ بن عطاء اللہ ساکن ڈیناؤں سے منسوب تھیں، دوسری صاحبزادی محمد منعم بن قاضی حیات مزید جعفری سے اور تیسری میر سید عزت علی بن شاہ فضل اللہ عرف کالن شہباز پوری سے منسوب تھیں، دوسری شادی سے آپکے ایک بیٹے شاہ غلام شبلی علیہ الرحمۃ تھے، جو آپکے بعد جانشین ہوئے۔

شاہ غلام شبلی بڑے مرتبہ کے درویش تھے، درسیات مفتی غلام مخدوم ثروت سے پڑھیں تھیں، بیعت و اجازت وخلافت سب کچھ اپنے والد سے تھی۔ تاریخ ولادت ۱۱۹۰ھ اور وفات ۸ رصفر ۱۲۴۲ھ ہے۔ آپکے بعد آپکے بیٹے شاہ محمد حسین علیہ الرحمۃ جانشین ہوئے جو اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے، تاریخ ولادت

۱۲۱۷ھ اور وفات ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۹۸ھ ہے۔ شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔ آپکے بعد آپکے بڑے صاحبزادہ شاہ عنایت اللہ علیہ الرحمۃ جانشین ہوئے، اس کے بعد اس خاندان کا سلسلہ مندرس ہوگیا، مگر حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کی اولاد اور ان کی جزیت رکھنے والے اس قصبہ میں موجود ہیں۔

حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے خلفاء میں ایک بزرگ سید شاہ وارث علی کاکوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، انھوں نے اپنے پوتے حکیم سید شاہ امیر اکبر علیہ الرحمۃ کو جو آپکے مُرید بھی تھے، اس سلسلہ کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ آپنے اپنے صاحبزادہ حکیم سید شاہ زبیر حسن[۱] ہلسوی علیہ الرحمۃ کو اس سلسلہ کی اجازت عطا کی، آپ سے میرے عزیزان نورچشم عمادالدین و نورچشم مولوی حکیم سید محمد یوسف رضوی، و نورچشم مولوی حافظ شہاب الدین عرف "اکلو" علی نگری سلمہم اللہ تعالےٰ نے بقائے سلسلہ کے خیال سے اس سلسلہ کی اجازت لیلی ہے۔

حضرت ملا محمد وجیہ الحق محدث قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۱۱۰۰ھ ابتدائی کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ سے پڑھا کرتے تھے، اسی اثنا میں ایک مہلک عارضہ میں مبتلا ہوگئے، اللہ نے فضل فرمایا، معالجہ مناسبہ اور حضرت شاہ محمد مخدوم اور حضرت تاج العارفین قدس سرہما کی دعا سے ایک مدت کے بعد صحت و شفا حاصل ہوئی۔ ہنگام علالت ہی میں اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی، صحت کے بعد دُنیا سے دل سیر ہوچکا تھا، بقیہ عمر یاد خدا میں بسر کرنی چاہی، اپنے بڑے بھائی شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کی خدمت میں رجوع کی نیت سے حاضر ہوئے، حضرت مخدوم نے فرمایا جب تک علم ظاہر حاصل نہ کرلو طریقت کی تعلیم نہ دوں گا۔ حضرت ملا محمد عتیق[۲] محدث بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بقیہ کتب درسیہ

---

[۱] حکیم سید شاہ زبیر حسن علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ماہ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ اور تاریخ وفات ۱۰ شعبان ۱۳۶۲ھ آپکے نانا حضرت شاہ عطا حسین داناپوری قدس سرہٗ کے مُرید تھے مگر باطنی تعلیم کی تکمیل ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ سے ہوئی، حضرت نے تمام سلاسل کی اجازت بھی عطا فرمائی۔ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے خلفاء میں آپکی ذات از بس مغتنم تھی۔ آپ پر خاص نظر عنایت تھی اللہ تعالیٰ آپکے مدارج بڑھائے اور روح پاک پر انوار و برکات کی بارش فرمائے۔ سلسلہ ابوالعلائیہ منعمیہ کی اجازت اپنے خال محترم شاہ محمد اکبر داناپوری قدس سرہٗ سے حاصل کی تھی۔

[۲] ملا محمد عتیق محدث بہاری بن ملا عبدالسمیع، اپنے عم محترم ملا عبدالمقتدر کے شاگرد تھے اور وہ اپنے والد ملا عبدالنبی کے، اور ملا عبدالنبی کو دو بزرگوں سے تلمذ تھا۔ ملا نورالحق محدث دہلوی کا اور ملا جمال الدین محدث کا اور یہ دونوں بزرگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ نیز ملا عبدالنبی نے سند حدیث مولانا عبدالرزاق سے حاصل کی اور مولانا یاسین گجراتی محدث کے شاگرد تھے۔ ملا یاسین گجراتی نے عرب میں علم حدیث حاصل کیا، اور ایک عرصہ تک گجرات میں آپکا فیض پھیلا پھر بنگال کی طرف آئے، اثناء راہ میں اہل بہار نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا پھر بنگال تشریف لیگئے۔

حدیث وتفسیر وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اکتساب سلوک میں مشغول ہوئے اور عرصۂ قلیل میں کسب و ریاضت سے طریقت کے مدارج عالیہ پر فائز ہوئے۔ ۱۱۱۳ھ حضرت مخدوم نے خرقہ خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت آپ نے حضرت محمد قائم قدس سرہٗ سے حاصل کی تھی۔ آپ کا شجرہ نقشبندیہ مجددیہ یہ ہے:-

"ملا وجیہہ الحق، حضرت محمد قائم، حضرت آخوند کریم داد، شیخ سلطان (ساکن بلیا لکھمنیا، ضلع مونگیر) سید آدم بنوری، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، خواجہ باقی باللہ دہلوی رضوان اللہ علیہم"

آپ کی تصنیفات سے کتاب "نزلۃ السالکین" آداب تصوف میں بہترین تصنیف ہے، اس کے دیباچہ میں آپ نے اپنا مختصر حال بھی تحریر فرمایا ہے، جس سے اقتباس کرکے میں نے یہاں پر لکھا ہے، دوسری تصنیف "شمائل ترمذی" ہے جو فرخ سیر کے عہد میں لکھی گئی۔ تیسری "تفسیر قرآن" یہ تفسیر حامل المتن تفسیر جلالین کے طرز پر ہے۔

آپ کے دست خاص کی لکھی ہوئی دو چیزیں یادگار ہیں، ایک قرآن مجید جس کے حاشیہ پر تفسیر ہے۔ اور شمائل ترمذی"

تلامذہ :- آپ کے صاحبزادہ ملا وحید الحق ابدال، مفتی غلام مخدوم، (ان دونوں نے صرف ابتدائی کتابیں پڑھیں) حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ۔

قاضی حیات مزید کی صاحبزادی سے شادی ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ ملا وحید الحق ابدال قدس سرہ تھے۔

بستم ماہ رمضان ۱۱۵۵ھ میں رحلت فرمائی اور "مقبرہ جنیدیہ" میں اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حضرت ملا محمد وحید الحق ابدال قدس سرہٗ

سنہ ۱۱۲۴ھ میں پیدا ہوئے اوائل کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ اپنے خال محترم ملا محمد مبین سے تمام کیں، اور اسی مدرسہ جنیدیہ میں مسند درس پر بیٹھے سند حدیث اپنے والد ملا محمد وجیہہ الحق محدث سے حاصل کی۔ آپ کے عم محترم شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ نے اپنی حیات میں جمیع سلاسل جنیدیہ وقادریہ وارثیہ کی اجازت دیکر سجادہ جنیدیہ پر جانشین کر دیا تھا اور مسجد و مدرسہ و خانقاہ کی تولیت تفویض کر دی تھی۔

۱۱۶۵ھ میں تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ سے بیعت کے بعد اکتساب سلوک طریقت میں مشغول ہوئے۔ تاج العارفین قدس سرہٗ نے ۱۱۷۲ھ میں تکمیل سلوک طریقہ وارثیہ وقلندریہ کے بعد اجازت وخلافت جمیع سلاسل اور الباس خرقہ سے ممتاز و مفتخر فرمایا۔

اسلئے آپ حضرت مخدوم اور حضرت تاج العارفین قدس سرہما دونوں ہی بزرگوں کے جمیع سلاسل کے مجاز ہیں۔ آپ کے چشمۂ علم سے صدہا تشنگان وادیٔ علم سیراب ہوئے، مشہور تلامذہ یہ ہیں:۔ حضرت شیخ الفاضلین شاہ محمد نعمت اللہ، حضرت شاہ محمد نور الحق تپاں، حضرت شاہ شمس الدین ابو الفرح مجیبی، حضرت شاہ حبیب اللہ بن شاہ جار اللہ، حضرت مولانا عبد المغنی، مولوی عبد العلی و مولوی اسد علی ابنائے ملا محمد مبین، مولانا عبد القادر سوگھری باسٹی علاقہ الہ آباد، مولانا احمدی، مولانا علی اکبر صاحبزادگان مولانا وحید الحق ابدال قدس اللہ اسرارہم۔

خلفاء و مجازین :۔ مولانا احمدی، مولانا علی اکبر، و مولانا شاہ محمد ظہور الحق بن مولانا شاہ نور الحق قدست اسرارہم۔

تصنیفات :۔ نعمت شامل شرح مأتہ عامل، زاد الآخرہ، قرۃ عین العاشقین فی حلیۃ سید المرسلین تحقیق الایمان، شرح کلمہ طیبہ بزبان فارسی و عربی، فوائد احمدی، ذکر الصلوٰۃ۔

آپ کی شادی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادے مولانا احمدی و مولوی علی اکبر قدس سرہما تھے، اور ایک صاحبزادی بی بی سعیدہ زوجۂ اولیٰ حضرت شاہ محمد ظہور الحق مجیبی قدس سرہٗ۔ ۲۴ صفر ۱۱۶۲ھ میں رحلت فرمائی اور باغ مجیبی میں مدفون ہوئے، آپ کا مزار تاج العارفین کے گنبد کے قریب ایک مولسری کے درخت کے نیچے ہے، آپ کے پہلو میں حضرت شاہ محمد احسن داماد و خلیفہ تاج العارفین مدفون ہیں اور ان کے پہلو میں بجانب مغرب حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو گھگھٹوی مدفون ہیں۔

حضرت سید العلماء مولانا احمدی قدس سرہٗ

۷ صفر ۱۱۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔ درسیات تمام و کمال اپنے والد سے پڑھیں، بہت ذہین و فطین تھے، ۱۷ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے اور کامل سات سال مدرسہ جیبیہ میں اپنے والد کے روبرو درس دیتے رہے۔

مولانا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی علیہ الرحمۃ جس زمانہ میں بوہار علاقہ ہگلی میں مدرس تھے، بہنگام سفر میں ایک مرتبہ خانقاہ مجیبیہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ نشست ملا وحید الحق قدس سرہٗ کے پاس تھی، اسی اثناء میں مولانا احمدی قدس سرہٗ "فرائض شریفی" لئے ہوئے سبق کے لئے حاضر ہوئے، عبارت پڑھی اور مطلب بھی خود ہی بیان کیا، بیان حسب خواہ تھا، مولانا بحر العلوم قدس سرہٗ آپکی جودت طبع اور ذکاوت فہم سے بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ اس بچہ کو میرے ساتھ کر دیجئے، میں اس کو تعلیم دوں گا، مگر بُعد مسافت کیوجہ سے ملا وحید الحق قدس سرہٗ نے مفارقت گوارا نہ فرمائی۔

بیعت اجازت وخلافت اپنے والد سے تھی، مگر سلوک کی تکمیل شیخ العالمین قدس سرہ سے ہوئی،
تکمیل سلوک کے بعد حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے بھی اجازت وخلافت اور الباس خرقہ سے ممتاز ومفخر
فرمایا، والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد جانشیں کئے گئے، آپکی تصنیفات سے تفسیر بسم اللہ، رسالہ
ما اہل بہ لغیر اللہ، رسالہ حاشیہ امور عامہ بر شرح مواقف امور عامہ، حاشیہ میر زاہد ملا جلالی، رسالہ
مناسخہ، حاشیہ تحریر اقلیدس، مجموعہ فتاویٰ۔

مسجد و مدرسہ جنیدیہ کے گرد و نواح میں کچھ افتادہ اراضی تھی۔ اس کو مسطح کروا کر
اس میں چند حجرے بنوائے، تاکہ طلبہ بفراغت ان حجروں میں قیام کر سکیں، جو طلبہ تعلیم کے لئے آتے انکے
طعام و قیام کے آپ خود کفیل ہوتے تھے۔

سنہ ۱۲۰۸ھ میں ضلع شاہ آباد، گورکھپور، سارن کے مفتی عدالت مقرر ہوئے، آپکے ہنگام سفر میں
بھی طلبہ ساتھ رہتے اور آپ ان کی کفالت فرماتے، الغرض درس و تدریس کا سلسلہ ہر حال میں قائم رہا،
سنہ ۱۲۲۷ھ میں مسجد و مدرسہ کی کہنہ عمارت منہدم کرکے از سر نو تعمیر کرائی۔

تلامذہ:۔ تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے، چند فارغ التحصیل اور اہم افراد یہ ہیں۔ اہل قرابت میں،
آپکے صاحبزادگان مولانا ہادی قدس سرہٗ جن کی وسیع البیانی وعنوان تفہیم قابل قدر تھی، اور منجھلے
صاحبزادے مولانا الحاج احمد علی ابراہیم و مولوی محمد مہدی علیہ الرحمۃ اور حضرت شیخ العالمین کے ساتوں
صاحبزادگان حضرت شاہ محمد ابوالحسن فرد، مولانا شاہ ابوتراب آشنا، مولانا محمد امام جنوں، مولانا ابوالحیوۃ عجز،
مولانا محمد قادری، مولانا علی سجاد نعمتی، مولانا محمد حسین قدست اسرارہم۔ یہ تمام حضرات مولانا احمدی قدس سرہٗ
کے علمی خزانہ کے حامل تھے اور انہی بزرگوں کے ذریعہ سے آپ کا علمی فیض تمام اطراف صوبہ بہار میں پھیلا۔

ان کے علاوہ قاضی غلام حق نواسہ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ مولانا ابوالفضل مولانا ابوالقاسم
پسران حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہم، مولوی محمود اسمٰعیل برادر علائی مولوی قطب الدین
مولوی بدیع الزماں پھلواروی۔

غیر اہل قرابت میں مولوی مفتی انور علی یاس آروی، مولوی قدرت اللہ آروی، مفتی محمدی عظیم آبادی،
مفتی غلام قادر ساکن رہادی و مولوی مصطفےٰ بن مفتی غلام مخدوم علیہ الرحمۃ، شاہ ولی احمد آروی، مولوی بہاء الدین
مولوی وارث علی آروی۔

تاریخ وفات:- یکم شعبان ۱۲۵۱ھ مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی تین شادیاں ہوئیں، پہلی شادی، مسماۃ بی بی رحمت النسا بنت شاہ سعد اللہ بن شاہ عبید اللہ بن فریدی[1] سے ہوئی، ان سے دو صاحبزادے مولانا محمد ہادی و مولوی حاجی احمد ابراہیم، اور تین صاحبزادیاں بی بی فضیلۃ النسا زوجہ مولوی محمد امام بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ، بی بی نظیرہ زوجہ مولوی شاہ ابو الحیوۃ بن شیخ العالمین، بی بی امیرا زوجہ قاضی علی اشرف بن مولوی شاہ علی اکبر علیہ الرحمۃ۔ وجود میں آئیں۔

دوسری شادی بی بی لطیفہ بنت سید جان علی ساکن کڑا ہٹوہ، ضلع گیا سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی مہدی اور ایک صاحبزادی بی بی آل فاطمہ اہلیہ ثانیہ مولوی شاہ محمد قادری وجود میں آئیں۔

تیسری شادی بی بی رفیعہ بنت شاہ امان علی ترقی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی محمد عارف اور دو صاحبزادیاں بی بی نہال فاطمہ زوجہ مولوی سید رضی الدین احمد رضوی بن مولوی احمد یعقوب رضوی اور بی بی جمال فاطمہ زوجہ قاضی مظفر حسین بن قاضی ابراہیم حسین عیسیٰ پور۔

حضرت مولانا شاہ محمد ہادی قدس سرہٗ

ولادت ۱۷ شوال ۱۱۹۹ھ میں ہوئی۔ سید العلماء کے بڑے صاحبزادہ و خلیفہ و جانشین ہیں۔ بڑے عالم متبحر و عارف کامل تھے، ظاہری باطنی تعلیم بیعت و اجازت و خلافت کل اپنے والد سے تھی، والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد جانشین ہوئے شیخ العالمین قدس سرہٗ نے بھی اجازت و خلافت اور الباس خرقہ سے سرفراز فرمایا۔ بڑے وسیع البیان مقرر تھے۔

آپ کی تصنیفات سے حاشیہ فصوص الحکم، حاشیہ تہذیب، شرح مطول بحث ما انا قلت، حاشیہ خلاصۃ الحساب، ترجمہ منظوم قصیدہ بردہ، حاشیہ مناظرہ رشیدیہ، رسالہ ظہر متخلل۔ تاریخ وفات ۱۵ شوال ۱۲۷۱ھ مقبرہ مجیبیہ میں اپنے والد کے پہلو میں پورب جانب مدفون ہیں۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی بی بی شرف النساء بنت شیخ العالمین سے ہوئی، ان سے چار صاحبزادے مولوی شاہ محمد فضل اللہ، مولوی شاہ محمد شرف الدین، مولوی شاہ محمدی، مولوی شاہ محمد امین ہوئے۔

دوسری شادی بی بی شمس النسا بنت میر واصل علی ساکن ردہائی ضلع گیا سے ہوئی، ان سے ایک بیٹے مولوی فضل احمدی، اور ایک بیٹی بی بی وصیت النسا زوجہ شاہ ابو الحسن فردوسی ہوئیں۔

مولوی فضل احمدی بن مولانا ہادی قدس سرہٗ:- ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴ ماہ ربیع الاول ۱۲۹۱ھ میں رحلت فرمائی۔ آرہ محلہ ولی گنج میں مدفون ہیں۔

---

[1] اس خاندان کا مستقل ذکر اس کتاب کے آخر میں موجود ہے۔

ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، بقیہ کتابیں مولانا محمد حسین بن شیخ العالمین قدس سرہ سے پڑھیں، بیعت و اجازت و خلافت کل اپنے والد علیہ الرحمۃ سے حاصل کی، یہ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے، والد کے وصال کے بعد آپ کے دونوں بڑے بھائیوں نے آپ ہی کو جانشین کیا، آپ کو اولاد ذکور نہ تھی اسلئے وفات کے بعد بڑے بھائی مولوی شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ جانشین ہوئے۔

مولانا شاہ فضل اللہ بن مولانا ہادی قدس سرہٗ۔ تاریخ ولادت ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۳۳ھ ہجری اور

تاریخ وفات ۵ محرم ۱۲۹۶ھ مظفر پور میں بی بی نوازن کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔ درسیات اپنے والد مولانا ہادی اور اپنے خال محترم مولانا محمد حسین قدس سرہما سے پڑھیں۔ شب دوازدہم ربیع الاول ۱۲۵۲ھ میں حضرت فرد الاولیا قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، مگر تعلیم طریقت اپنے والد اور اپنے خال محترم مولانا علی سجاد قدس سرہٗ سے پائی اور ان دونوں بزرگوں نے جمیع سلاسل مجیبیہ جنیدیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

اپنے چھوٹے بھائی مولوی فضل احمد علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد اپنے آبائی سجادہ پر جانشین کئے گئے مگر آپ کو اولاد ذکور نہ تھی اسلئے سجادہ جنیدیہ کی بقا و اجرائے سلسلہ کے خیال سے حضرت نصر قدس سرہٗ کے مشورہ سے آپ نے اپنے منجھلے بھائی مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ کو بتاریخ شب ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۸۶ھ میں بعد نماز عشاء حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے قل و فاتحہ کے بعد الباس خرقہ کرکے سجادہ جنیدیہ پر جانشین کردیا۔

مگر عجب اتفاق کہ حضرت شاہ شرف الدین قدس سرہٗ نے بھی بتاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ ہجری میں انتقال فرمایا اور سجادہ جنیدیہ کی ذمہ داری کچھ دنوں کے لئے اور بھی آپ کو لینا پڑی۔

آپ کی شادی بنارس میں میاں امیر الدین مرحوم کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے ہوئی تھی آپکی چند بیت رکھنے والے مظفر پور میں اب تک موجود ہیں۔

حضرت مولانا الحاج شاہ محمد شرف الدین قدس سرہٗ

تاریخ ولادت یکم رجب ۱۲۳۵ھ اپنے خال محترم مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ سے درسیات کی تکمیل کی۔ ۱۷ جمادی الاخری ۱۲۵۳ھ میں اپنے بڑے ماموں حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے بیعت کی تعلیم و تربیت اجازت و خلافت کل فرد اولیا قدس سرہٗ سے تھی۔ ۱۲۶۰ھ میں اپنے شیخ کی طرف سے جمیع سلاسل کے مجاز ہوئے۔ اس کے کچھ مدت کے بعد ۱۲۶۸ھ میں آپکے والد ماجد مولانا شاہ محمد ہادی قدس سرہٗ نے بھی آپ کو

جمیع سلاسل مجیبیہ اور جنیدیہ کی اجازت عطا فرمائی۔ شب بست و یکم ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ میں سجادہ جنیدیہ پہ جانشیں کیے گئے، جس کی تفصیل شاہ فضل اللہ قدس سرہ کے تذکرہ میں آ چکی ہے۔

۱۲۸۳ھ میں حج و زیارت حرمین شریفین کا قصد فرمایا اور ۱۲۸۴ھ میں ارکان و حج و زیارت سے فرصت فرما کر وطن واپس تشریف لائے۔

آپکی تصنیفات سے چند رسائل موجود ہیں۔ "لب العقائد" یہ عقائد نسفی کی شرح ہے۔ شرح تہذیب، یہ تہذیب کی مختصر شرح ہے۔ دیوان مشرف، یہ آپ کا مکمل دیوان ہے۔ رسالہ رفع السبابہ عند التشہد، رسالہ ما اہل بہ لغیر اللہ۔

آپ ہمیشہ رشد و ہدایت خلق اور درس و تدریس میں اوقات عزیز بسر فرماتے تھے، آپ کا تقدس مسلم تھا۔ حضرت نصر قدس سرہ جیسا عظیم الشان درویش آپ کی بزرگی کا معترف تھا، حضرت نصر قدس سرہ اکثر فرماتے میرے بھائیوں میں جناب شرف الدین بھائی صاحب قبلہ کا پایۂ عرفان بہت بلند ہے، اسی وجہ سے اپنے مریدوں کے مشق اذکار اور مجلس سماع میں قصد و افاضہ کی خدمت بھی آپکے سپرد کردی تھی، اکثر مریدوں کی تعلیم و تلقین کے لئے بھی پھلواری سے باہر آپکو بھیجا کرتے تھے۔

آپکی شادی حضرت شاہ احمد اللہ منیری[1] رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ اور ایک صاحبزادہ فخر الدین نامی تھے جو کم عمری میں فوت ہو گئے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ بی بی رفعت فاطمہ اہلیہ شیخ آل حسن بن حکیم غلام قادر بن حکیم ابو مظفر ساکن گھگھٹہ ضلع چھپرہ، بی بی وصیۃ الرسول اہلیہ شیخ عبد الرشید بن شیخ اصغر حسین ساکن گھگھٹہ ضلع چھپرہ، بی بی حسینہ اہلیہ حکیم ظہیر محی الدین۔

۲ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ میں وفات پائی اور مقبرہ مجیبیہ میں حضرت فرد الاولیاء ق۔س سرہ کے چبوترہ سے پورب اور دکھن گوشہ پہ مدفون ہوئے۔

---

[1] حضرت شاہ احمد اللہ منیری قدس سرہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے اس خاندان کا مستقل تذکرہ کتاب کے آخر میں موجود ہے۔

فیاض المسلمین حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۲۷ رجمادی الاخریٰ یوم یکشنبہ ۱۲۶۸ھ۔ درسیات اپنے والد مولانا شاہ شرف الدین اور اپنے پیرو مرشد مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہما سے تمام کیں، دہم ربیع الاول ۱۲۸۳ھ ہجری میں حضرت نصر قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اور ۲۳ ر ذلقعدہ ۱۲۹۰ھ میں تکمیل طریقہ کے بعد اپنے شیخ کی طرف سے جمیع سلاسل مجیبیہ وجنیدیہ کی اجازت وخلافت سے فیضیاب ہوئے۔

حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنے مریدین ومسترشدین کی تعلیم وتلقین وتصحیح اذکار اوروار دین وصادرین خانقاہ کی خدمت آپکے سپرد کردی تھی اس خدمت کو آپ برابر انجام دیتے رہے۔

شیوخ حدیث:۔ آپکے شیوخ طریقہ اور شیوخ حدیث کی تعداد بہت کثیر ہے۔ بخاری شریف کی سب سے پہلی سند سماعت وقرأت کے بعد حضرت نصر قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی۔ پھر ۱۲۸۷ھ ہجری میں "حصن حصین" ودیگر کتب حدیث کی سند مولانا آل احمد محدث مہاجر مدنی بن مولانا محمد امام بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ سے حاصل کی۔

علاوہ ازیں ۱۳۰۲ھ میں سفر حج کے موقع پر حرمین شریفین کے مستند شیوخ سے فن حدیث، دلائل الخیرات، حزب الاعظم، حصن حصین، حزب البحر اور مختلف سلاسل صوفیہ کی سند دوسرے طرق سے حاصل فرمائی، ہر چند کہ ان کی اجازتیں اور سندیں حضرت نصر قدس سرہٗ اور مولانا فضل اللہ قدس سرہٗ سے حاصل ہو چکی تھیں۔ ع اَلْمِسْکُ مَاکَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّعُ

حرمین شریفین میں جن بزرگوں سے سندیں واجازتیں حاصل ہوئیں، ان میں حضرت شیخ عبداللہ[۱] صالح سناری، سید محمد امین بن سید احمد بن رضوان، شیخ عبدالرحمٰن ابوخضیر مدنی ہیں۔

اور "دلائل الخیرات" کی سند شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکی، وسید محمد امین بن احمد بن رضوان وسید محمد بن علی حریری، اور سید محمد سعید بن سید محمد مغربی سے حاصل فرمائی۔

"حزب البحر" کی اجازت حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صابری مہاجر مکی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی۔ پھر مراجعت وطن کے بعد بذریعہ مکاتبہ شیخ عبدالجلیل بن عبدالسلام برادہ، وشیخ محمد قاسم ظاہری وشیخ عبدالحی کتانی

---

[۱] شیخ عبداللہ صالح سناری، سید محمد خلیل خادؔقجی طرابلسی کے شاگرد اور سید احمد بن ادریس شافعی کے مرید وخلیفہ تھے۔

وشیخ سلیمان حسب اللہ، ودیگر شیوخ حرمین ومصر وشام وبیروت نے اجازت وسند حدیث عطا فرمائی۔

سلاسل طریقہ

سند حدیث کی طرح "سند صوفیہ" بھی آپ کو مختلف شیوخ سے پہنچی ہے۔

سلاسل جنیدیہ ومجیبیہ :۔ سب سے پہلی اجازت سجادہ جنیدیہ کی جانشینی کے وقت حضرت شاہ فضل اللہ قدس سرہٗ نے ۱۲۸۹ھ میں عنایت فرمائی، حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی اور تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہما تک سند اس طرح منتہی ہوتی ہے :۔

حضرت پیر ومرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو اپنے عم محترم شاہ فضل اللہ قادری سے ان کو اپنے والد مولانا شاہ محمد ہادی سے، ان کو اپنے والد مولانا شاہ احمدی سے، ان کو اپنے والد ملا وحید الحق ابدال سے، ان کو اپنے عم محترم شاہ محمد مخدوم سے، ان کو اپنے والد شاہ محمد امان اللہ سکان کو اپنے والد شاہ محمد امین سے، ان کو اپنے والد حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی سے،

نسبت ثانیہ :۔ حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کو حضرت صاحب النسبۃ الاویسیہ مولانا سید شاہ محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ سے،

نسبت ثالثہ :۔ ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ کو حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ سے۔

سلاسل جنیدیہ ومجیبیہ کی دوسری اجازت ۱۲۹۰ھ میں آپکے پیر ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ نے بلا طلب وسفارش اپنی خوشی سے عنایت فرمائی۔

حضرت پیر ومرشد مولانا شاہ بدر الدین قدس سرہٗ کو اپنے پیر ومرشد حضرت نصر قدس سرہٗ سے، ان کو اپنے والد حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ ابو الحسن فرد قدس سرہٗ سے ان کو اپنے والد حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری سے، ان کو اپنے والد تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ سے،

تنبیہ :۔ حضرت جنید ثانی قدس سرہٗ جن سلاسل کے مجاز تھے ان کا ذکر گزشتہ اوراق میں آچکا ہے، سلاسل مجیبیہ کا ذکر تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کے تذکرہ میں بالتفصیل آئندہ آئے گا۔

قادریہ شمسیہ :- اس سلسلہ کی اجازت سنہ ۱۲۹۳ھ میں مولانا شاہ وصی احمد پھلواروی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی، اس سلسلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تک کُل سات واسطے ہیں۔

اس سلسلہ کی اجازت حضرت شاہ شمس الدین ابولفرح مجیبی قدس سرہٗ کو راجگیر کے پہاڑ پر شاہ شرف الدین حسن عرف شاہ یتیم اللہ قدس سرہٗ سے ملی تھی، یہ بہت معمر بزرگ تھے۔ حضرت غوث الثقلین کے پوتے حضرت شاہ معین الدین قادری قدس سرہٗ کی انھوں نے صحبت پائی تھی اور ان سے سلسلہ کی اجازت لی تھی، کئی سو برس تک زندہ رہے یہاں تک کہ تیرھویں صدی میں ان کی ملاقات حضرت شاہ شمس الدین ابولفرح مجیبی قدس سرہٗ سے راجگیر کے پہاڑ پر ہوئی پھر ان کا پتہ نہ چلا۔

بعض اکابر سے میں نے سُنا ہے کہ اب تک آپ زندہ ہیں اور خلق سے رُوپوش ہو کر پہاڑ کی گھاٹیوں میں یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں[1]۔ واللہ اعلم بالصواب۔ سلسلہ اس طرح ہے :-

حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو مولانا وصی احمد قادری سے، ان کو اپنے والد شاہ مصطفیٰ ابوالقاسم سے، ان کو اپنے والد شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی سے، ان کو شاہ شرف الدین حسن معروف بہ شاہ یتیم اللہ متوفی ۲۰ ذیقعدہ سنہ ۱۲۲۳ھ سے، ان کو شاہ معین الدین قادری سے، ان کو اپنے جدِّ امجد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے۔

قادریہ بدریہ :- اس سلسلہ کی اجازت مولوی محمد یحییٰ بن شاہ محمد ابوالحیوٰۃ قادری قدس سرہما سے سنہ ۱۳۰۱ھ میں حاصل فرمائی۔ یہ سلسلہ حضرت مخدوم بدر عالم قادری قمیصی شہباز پوری قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہے، شہباز پور پھلواری سے متصل ایک گاؤں ہے۔ مخدوم بدر عالم قدس سرہٗ کا ذکر گزشتہ اوراق میں آچکا ہے۔ شجرہ اس طرح ہے :-

---

[1] لیکن یہ روایت غلط ہے۔ میں نے سفینہ حضرت شاہ ابو قلندر قدس سرہٗ میں حضرت شاہ شرف الدین حسین قادری کے وفات کی تاریخ اور سنہ بھی دیکھا ہے، جس کو خود حضرت شاہ شمس الدین قدس سرہٗ نے لکھا ہے، "تاریخ بست ہفتم ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۲۳ ہجری مطابق ۴ ماہ ماگھ سنہ ۱۲۱۶ فصلی بشب پنجشنبہ یکپاس شب باقی ماندہ حضرت تاج العرفا تاج الدین مخدوم سید شرف الدین معروف شاہ یتیم اللہ الحسنی الحسینی قدس سرہٗ رحلت فرمودند" اسی سفینہ میں مذکور ہے کہ آپ آخر عمر میں بیجا کھ کے جنگل میں اپنے حلقہ کے ساتھ مقیم ہو گئے تھے وہاں انکے تصرفات و کرامات بہت ظاہر ہوئے وہیں آپنے رحلت فرمائی آپکے مزید حالات حضرت شاہ شمس الدین قدس سرہٗ نے دوسری جگہ بھی لکھے ہیں جو مجھکو نہیں ملے۔

پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو شاہ محمد یحییٰ سے، ان کو اپنے خسر سید مظہر نبی سے، ان کو سید عصمت اللہ قادری سے، ان کو سید فضل اللہ قادری سے، ان کو سید میر قادری سے، ان کو سید شاکر قادری سے، ان کو سید داؤد قادری سے، ان کو سید ابوالفتح قادری سے، ان کو سید بدر الدین مخدوم بدر عالم قادری قمیصی شہباز پوری سے، ان کو حضرت قمیص قادری سے، ان کو اپنے والد سید ابوالحیوٰۃ قادری سے، ان کو اپنے والد سید تاج الدین محمود سے، ان کو اپنے والد سید بہاء الدین محمود سے، ان کو اپنے والد سید جلال الدین احمد سے، ان کو اپنے والد سید داؤد سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ سے، ان کو اپنے والد سید ابوصالح نصر سے، ان کو اپنے والد سید عبدالرزاق سے، ان کو اپنے والد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے۔

پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کے وہ سلاسل جو شیوخ حرمین سے حاصل ہوئے

پیر و مرشد قدس سرہٗ کو سلاسل مجیبیہ، جنیدیہ، بدریہ اور تمیمیہ کے علاوہ اکثر سلاسل کی اجازت شیوخ حرمین سے بھی پہنچی ہے۔ ۱۳۰۰ھ میں جب آپ حج کیلئے تشریف لے گئے اور مناسک حج و زیارت سے فارغ ہوئے تو شیوخ حرمین سے بھی شرف ملازمت و صحبت حاصل ہوئی۔ سب سے پہلے علامہ شیخ نور الدین نہاری سے ملے یہ بزرگ مکہ معظمہ میں باب السلام پر کتب فروشی کرتے تھے، علامہ شیخ عبداللہ صالح سناری عدوی سائقی کے شاگرد تھے، ان سے حدیث مسلسل بالاولیۃ کی اجازت لی اور ان کے واسطہ سے ان کے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے مسلسل بالاولیۃ و دیگر کتب حدیث و صحاح ستہ کی سند حاصل کرنے کے بعد سلسلہ شاذلیہ خالص اور سلسلہ قادریہ بواسطہ شیوخ شاذلیہ کی اجازت حاصل کی۔

قادریہ بواسطہ شیوخ شاذلیہ:۔ پیر و مرشد کو علامہ شیخ عبداللہ صالح سناری سے، ان کو سید احمد بن ادریس سے، ان کو شیخ ابوالقاسم وزیر سے، ان کو شیخ علی بن عبداللہ سے، ان کو شیخ احمد بن یونس سے ان کو شیخ احمد بن عقبہ حضرمی سے، ان کو شیخ یحییٰ قادری سے، ان کو شیخ علی بن محمد وفا سے، ان کو اپنے والد محمد وفا سے ان کو شیخ داؤد باخلی سے، ان کو شیخ احمد بن عطاء اللہ اسکندری سے، ان کو شیخ ابوالعباس مرسی سے، ان کو شیخ ابوالحسن شاذلی سے، ان کو شیخ عبدالسلام بن مشیش یا بشیش سے، ان کو شیخ عبدالرحمٰن مدنی سے، ان کو شیخ

احمد مُنَبّہ سے، ان کو قطب الاقطاب ابومدین شعیب مغربی سے، ان کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے،

نسبت ثانیہ :۔ اسی سلسلہ کی اجازت پیرو مرشد قدس سرہٗ کو مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ عبدالرحمن ابو خضیر محدث مدنی سے حاصل ہوئی، ان کو شیخ خلیل القاوقجی الطرابلسی سے، ان کو شیخ عابد سندی سے، ان کو احمد بن ادریس سے، آخر نسبت تک جو اُوپر گذری۔

نسبت ثالثہ :۔ عابد سندی[1] کو یوسف مزجاجی سے، ان کو علاء الدین محمد مزجاجی سے، ان کو یحییٰ بن عمر مقبول الاہدل سے، ان کو ابوبکر بن علی البطاح الاہدل سے، ان کو اُنکے چچا سید یوسف بن محمد البطاح الاہدل سے، ان کو طاہر بن حسین الاہدل سے، ان کو حافظ عبدالرحمن الدیبع سے، ان کو شیخ زین الدین احمد بن احمد بن عبد اللطیف الشرجی سے، ان کو شیخ حسین بن احمد مکی حنفی سے، ان کو عفیف الدین عبداللہ بن اسعد یافعی سے، ان کو شیخ نجم الدین اصفہانی سے، ان کو شیخ ابوالعباس مرسی سے، ان کو شیخ ابوالحسن شاذلی سے، ان کو شیخ عبدالسلام مشیش سے، آخر نسبت تک جو مذکور ہوئی۔

نسبت رابعہ :۔ عابد سندی کو شیخ محمد صالح فلانی سے، ان کو سعید سفر سے، ان کو شیخ ابوطاہر کردی مدنی سے، ان کو اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے، ان کو شیخ صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو اپنے والد محمد بن یونس ملقب بعبد النبی سے، ان کو شیخ بدرالدین عمر عادلی سے، ان کو سید عبداللطیف سے، ان کو سید بدرالدین عادلی سے، ان کو ابوالعباس حریتی سے، ان کو علی بن جلیل الرصفی سے، ان کو محمد بن شعیب للوزبی سے، ان کو سید محمد بن عبدالدائم سے، ان کو سید حسن تستری سے، ان کو شیخ جمال الدین یوسف بن عبداللہ الکورانی سے، ان کو نجم الدین محمود اصفہانی سے، ان کو بدرالدین محمود طوسی سے، ان کو شیخ نورالدین عبدالصمد نطنزی سے، ان کو نجیب الدین علی بن بزغش الشیرازی سے، ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے، ان کو ابونجیب عبدالقاہر سہروردی سے، ان کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے،

نسبت خامسہ :۔ صفی الدین احمد قشاشی کو امام ابوالمواہب احمد بن علی شناوی سے، انکو سید صبغۃ اللہ سے، ان کو شیخ وجیہ الدین گجراتی سے، ان کو سید محمد غوث گوالیری سے، ان کو حاجی حضور سے، ان کو شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے، ان کو شیخ فیض اللہ محمد قاضن بن علاء الدین میر علی بہادی شطاری سے، ان کو شیخ عبدالوہاب بن عبدالرحمن بن جمال الدین صدیقی سے، ان کو شیخ عبدالرؤف بن علی بن عمر الشناوی

---

[1] عابد سندی حیات سندی کے بھتیجے تھے۔ (بحر ذخار)

الحسنی القادری سے، ان کو شیخ محمود قادری سے، ان کو شیخ عبدالغفار صدیقی سے، ان کو شیخ محمد قادری سے، ان کو شیخ علی حسینی سے، ان کو شیخ جعفر بن احمد الحسینی سے، ان کو شیخ ابراہیم حسینی سے ان کو شیخ عبدالقادر سے، انکو سید عبدالرزاق سے، ان کو غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے،

نسبت سادسہ: صفی الدین احمد قشاشی کو اپنے والد شیخ محمد قشاشی مدنی سے، ان کو شیخ امین بن صدیق سے، ان کو شیخ سراج الدین عمر جبرئیل سے، ان کو عبدالقادر بن جنید مشرع سے، ان کو جنید بن احمد بن موسیٰ مشرع سے، ان کو احمد بن موسیٰ مشرع یمنی سے، ان کو اسمٰعیل بن صدیق الیمنی الجبرتی سے، ان کو شیخ محمد مرجاجی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتی یمنی سے، ان کو سراج الدین محمد سلامی سے، ان کو شیخ محی الدین احمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن یوسف الاسدی سے، ان کو شیخ فخر الدین ابوبکر محمد بن علی بن نعیم سے، ان کو شیخ احمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن یوسف الاسدی سے، ان کو شیخ ابو محمد بن احمد بن عبداللہ الاسدی سے، ان کو شیخ عبداللہ بن قاسم بن دربہ سے ان کو ابو محمد عبداللہ بن علی الاسدی الیمنی سے، ان کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے۔

نسبت سابعہ: بواسطہ علامہ جلال الدین سیوطی و صاحب حصن حصین محمد جزری الشافعی و شیخ اکبر محی الدین بن عربی

شیخ صفی الدین احمد قشاشی کو شیخ ابوالمواہب احمد بن علی الشناوی سے، ان کو شیخ علی بن عبدالقدوس سے انکو شیخ الامام عبدالوہاب شعرانی سے، ان کو حافظ ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطی سے، انھوں نے مصر میں ۱۲ ربیع الاول ۹۱۱ھ میں شیخ کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن شافعی سے خرقہ پہنا اور اجازت لی۔ شیخ کمال الدین امام الکلیہ کے لقب سے مشہور تھے۔ انھوں نے شیخ محدث مشہور محمد بن محمد بن محمد جزری الشافعی صاحب حصن حصین سے مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے سامنے شوال کے مہینے میں ۸۶۹ھ میں خرقہ پہنا اور اجازت لی، انھوں نے زین الدین ابوالحفص عمر بن الحسین بن یزید بن امیہ المراغی سے خرقہ پہنا اور اجازت لی۔ انھوں نے شیخ امام محی الدین محمد بن علی بن محمد بن احمد بن العربی حاتمی طائی اندلسی سے بیت اللہ کے سامنے رکن یمانی کے قریب ۵۹۹ھ میں خرقہ پہنا اور اجازت لی۔ انھوں نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے۔

نسبت ثامنہ: شیخ ابوطاہر کردی المدنی کو شیخ عبداللہ بن سعد اللہ لاہوری سے۔ ان کو ایک معمر بزرگ سید عبدالشکور سے، ان کو سید منصور استقرائی سے، ان کو جعفر احمد حسینی سے، ان کو سید ابراہیم حسینی سے، ان کو سید عبداللہ الحسینی سے، ان کو سید عبدالرزاق سے، ان کو سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے۔

نسبت دیگر: ملا ابوطاہر مدنی کو ابراہیم حسن کردی سے، ان کو صفی الدین احمد قشاشی سے۔

۲ ابوطاہر مدنی کو عبداللہ سالم بصری سے، ان کو ابراہیم حسن کردی سے،

۳ ابوطاہر مدنی کو عبداللہ سالم بصری سے، ان کو عبداللہ بن سعد اللہ لاہوری سے،

۴ ابوطاہر مدنی کو احمد نخلی سے، ان کو تین شیوخ سے ابراہیم حسن کردی، اور عبداللہ بن سعد اللہ لاہوری، اور سید محمد بن سید عمر بن سید یحیٰ رویثی شافعی سے ان کو صفی الدین احمد قشاشی سے آخر نسبت جو مذکور ہوئی۔

نسبت تاسعہ :۔ ابوطاہر مدنی کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی جملہ تصانیف و احادیث و سلاسل کی اجازت عبداللہ لبیب سے پہنچی ہے، عبداللہ لبیب کو عبدالحکیم سیالکوٹی سے ان کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے، اس کا ذکر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے رسالہ شیوخ حرمین میں کیا ہے۔

قادریہ بواسطہ حضرت علامہ ابوعبداللہ محمد بن سید سلیمان جزولی مصنف دلائل الخیرات

پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین کو شیخ الدلائل سید محمد امین بن سید احمد بن رضوان سے، ان کو شیخ یوسف بن عثمان خرتونی سے، ان کو شیخ فتح اللہ سمیدلیسی سے، ان کو سید محمد بن محمد بن محمد امیر کبیر سے، ان کو شیخ شہاب الدین جوہری سے، ان کو قطب وقت مولیٰ طیب سے، ان کو ان کے والد قطب وقت مولیٰ عبداللہ الشریف سے (قطبانیہ کے متولی ۳۲ برس تک رہے تھے) ان کو قطب وقت سید علی الجوازی سے، ان کو قطب وقت عیسٰی بن سید حسن مصباحی سے، ان کو قطب وقت سید محمد طالب سے، ان کو قطب وقت کبیر سید عبداللہ قرانی سے، ان کو قطب وقت سید عبدالعزیز تباع سے، ان کو قطب وقت سید محمد امغار دفین بلاد آزمور سے، ان کو قطب وقت سید ابوعثمان سعید ہنتانی سے، ان کو قطب وقت سید عبدالرحمٰن رجراج سے، ان کو قطب وقت سید ابوالفضل ہندی سے، ان کو قطب وقت سید غنوس البدوی سے، ان کو قطب وقت قرانی سے، ان کو قطب وقت ابوعبداللہ المغربی سے، ان کو قطب وقت سید ابوالحسن شاذلی سے، ان کو قطب وقت سید عبدالسلام بن مشیش سے، ان کو قطب وقت عبدالرحمٰن سے، ان کو قطب وقت احمد بن مُنَبَّہ سے، ان کو قطب وقت شیخ ابومدین شعیب المغربی سے، ان کو قطب الاقطاب غوث الاغواث سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے۔

شاذلیہ } اس سلسلہ کی اجازت پیرومرشد قدس سرہٗ کو چھ شیوخ سے پہنچی ہے، شیخ عبدالرحمٰن ابوخضیر مدنی، شیخ عبداللہ صالح سناری مکی، شیخ نورالدین نہاری مکی، شیخ محمد فالح ظاہری مہنوی، سید امین بن احمد بن رضوان مدنی، شیخ عبدالجلیل بن عبدالسلام برادہ۔

شیخ عبدالرحمٰن ابوخضیر مدنی اور شیخ نورالدین نہاری اور عبداللہ صالح سناری ان تینوں کو شیخ محمد بن خلیل قاقجی مشیشی الطرابلسی الاندلسی سے، ان کو شیخ عابد سندی محدث سے ان کو سید احمد بن ادریس شافعی سے، شیخ عبداللہ

صالح سناری، سید احمد بن ادریس شافعی کے مرید و خلیفہ تھے، اسلئے بلا واسطہ خلیل قاوقجی کے بھی یہ سلسلہ صالح سناری کو پہنچا ہے۔

نسبت اولیٰ:۔ پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو شیخ محمد فالح ظاہری سے، ان کو سید علی سنوسی خطابی سے، ان کو سید احمد بن ادریس شافعی سے اور شیخ ابو العباس عرائسی سے، ان دونوں کو شیخ ابو القاسم وزیر سے، ان کو احمد بن محمد بن عبد اللہ المعروف عبد الکبیر سے، ان کو شیخ یوسف فاسی سے، ان کو عبد الرحمٰن مجذوب سے، ان کو علی صنہاجی معروف بہ دوّار سے، ان کو شیخ ابراہیم افحام سے، ان کو شیخ المشائخ امام احمد رزوق سے۔

نسبت ثانیہ:۔ سید احمد بن ادریس شافعی کو شیخ معمر عبد الوہاب تازی سے، ان کو سید محمد بن ابراہیم القندوسی سے، ان کو شیخ مبارک بن عدی غیلانی سے، ان کو محمد ناصر درعی سے، ان کو احمد بن الحاجی درعی سے، ان کو شیخ المشائخ ابو القاسم غازی سے، ان کو ابو الحسن علی بن عبد اللہ سے، ان کو ابو العباس احمد بن یوسف سے، ان کو شیخ المشائخ احمد رزوق سے ان کو شیخ ابو عبد اللہ غوری سے، ان کو عبد اللہ بن احمد سے، ان کو علی بن محمد وفا سے۔

نسبت ثالثہ:۔ شیخ المشائخ امام احمد رزوق کو شیخ احمد بن عقبہ حضرمی سے، ان کو شیخ یحییٰ قادری سے، ان کو علی بن محمد وفا سے، ان کو اپنے والد محمد وفا سے، ان کو شیخ داؤد باخلی سے، ان کو شیخ احمد بن عطاء اللہ اسکندری سے، ان کو شیخ ابو العباس مرسی سے، ان کو قطب الوقت سیدی ابو الحسن شاذلی سے۔

نسبت رابعہ:۔ علامہ محدث شیخ عابد سندی کو شیخ یوسف مزجاجی سے، ان کو اپنے محمد علاء الدین مزجاجی سے، ان کو امام یحییٰ بن مقبول الاہدل سے، ان کو ابو بکر بن علی البطاح الاہدل سے، ان کو ان کے چچا یوسف بن محمد بن البطاح الاہدل سے، ان کو سید طاہر بن حسین الاہدل سے، ان کو حافظ عبد الرحمٰن دیبع سے، ان کو زین الدین احمد بن احمد بن عبد اللطیف شرجی سے، ان کو حسین بن احمد مکی حنفی سے، ان کو شیخ عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد یافعی سے ان کو نجم الدین محمود اصفہانی سے، ان کو ابو العباس مرسی سے، ان کو قطب وقت سیدی ابو الحسن شاذلی سے۔

نسبت خامسہ:۔ پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو سید امین بن احمد بن رضوان مدنی سے، ان کو شیخ عثمان خربوتی سے، ان کو فتح اللہ سمیدیسی سے ان کو شیخ محمد بن محمد امیر کبیر سے، ان کو شہاب الدین جوہری سے، سیدی ابو الحسن شاذلی تک وہی نسبت ہے جو قادریہ میں گذری۔

نسبت سادسہ:۔ حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کو شیخ عبد الجلیل بن عبد السلام برادہ مدنی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن سید زین العابدین برزنجی سے، ان کو شیخ محمد صالح فُلانی سے، ان کو شیخ سعید سُفر سے

ان کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، ان کو اپنے والد شیخ ابراہیم حسن کردی سے، ان کو صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو شیخ ابوالمواہب احمد شناوی سے،[1] ان کو اپنے والد شیخ علی بن عبد القدوس شناوی سے، ان کو شیخ امام عبدالوہاب شعرانی سے، ان کو شیخ محمد مغربی متوفی ۹۱۱ھ سے، ان کو شیخ ابوالعباس سرسی سے، ان کو شیخ شمس الدین محمد حنفی الشاذلی المصری متوفی ۸۴۷ھ سے، ان کو شیخ ناصر الدین سبط بن المیلق سے، ان کو اپنے دادا شہاب الدین بن المیلق سے، انکو شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ اور یاقوت عرشی سے، ان دونوں کو شیخ ابوالعباس مرسی سے، انکو قطب وقت سید ابوالحسن شاذلی سے۔

نسبت سابعہ:۔ امام عبدالوہاب شعرانی کو امام جلال الدین سیوطی سے، ان کو شیخ کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن شافعی سے، ان کو امام المحدیث محمد بن محمد بن محمد الجزری الشافعی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم بن عبدالصمد جبرتی الہاشمی العقیلی الزبیدی سے، ان کو شیخ جمال الدین محمد بن ابوبکر صحاحی زبیدی سے، ان کو برہان الدین ابراہیم بن عمر بن علی العلوی سے، ان کو امام جمال الدین عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن عبدالحمید کوہی الاشکاہی سے، ان کو شیخ نجم الدین عبداللہ محمد الاصفہانی سے، ان کو شیخ ابوالعباس مرسی سے، ان کو سیدی ابوالحسن شاذلی سے۔

نسبت ثامنہ:۔ شیخ ابوالمواہب احمد شناوی کو شیخ محمد بن ابوالحسن بکری سے، متوفی ۹۵۷ھ جن کا یہ قول تھا کہ میں بھی مامور ہو گیا ہوں کہ یہ کہوں کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔" ان کو اپنے والد شیخ ابوالحسن سے ان کو اپنے والد جلال الدین سے، ان کو اپنے والد عبدالرحمٰن سے، ان کو امام محمد وفا سے، ان کو تاج الدین بن عطاء اللہ سے ان کو ابوالعباس مرسی سے، ان کو سیدی ابوالحسن شاذلی سے۔

نسبت تاسعہ:۔ صفی الدین احمد قشاشی کو اپنے والد محمد قشاشی المدنی سے، ان کو شیخ امین بن محمد صدیق سے، ان کو سراج الدین جبرئیل سے، ان کو شیخ عبدالقادر بن جنید المشرع سے، ان کو جنید بن احمد بن موسیٰ المشرع سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن صدیق الیمنی الجبرتی سے، ان کو شیخ محمد المزجاجی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم بن عبدالصمد جبرتی الہاشمی العقیلی الزبیدی سے، آخر نسبت تک جو نسبت سابعہ میں مذکور ہوئی۔

نسبت عاشرہ:۔ شیخ ابوطاہر کردی المدنی کو عبداللہ سالم بصری سے، ان کو عیسیٰ ثعالبی المغربی سے، ان کو شیخ عثمان سعید بن ابراہیم الجزائری معروف "قدورہ" سے۔

---

[1] شیخ ابوالمواہب احمد شناوی کو اس سلسلہ کی اجازت مختلف شیوخ سے پہنچی ہے، از انجملہ شیخ احمد بن قاسم علامہ، شیخ نوبی کبیر سیدی حسن مجتبیٰ، شیخ ابراہیم علقمی، سید محمد بن زین الدین ہیں، یہ تینوں ہی شیخ الاسلام کمال الدین طویل کے صحبت یافتہ تھے اور شیخ محمد بن محمد بن محمد الجزری شافعی کے اور انھوں نے دوسرے شیوخ کے علاوہ علامہ تاج الدین سبکی کی صحبت اٹھائی اور انھوں نے سیدی احمد بن عطاء اللہ اسکندری کی اور انھوں نے ابوالعباس مرسی کی اور انھوں نے سیدی (اتحاف ص ۱۳۱)

نسبت دیگر:۔ شیخ ابوطاہر کردی المدنی کو اس سلسلہ کا خرقہ شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی سے بھی پہنچا ہے۔ اگرچہ دونوں کی ایک دوسرے سے ملاقات نہ ہوئی۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی مکہ معظمہ تشریف لائے ہوئے تھے، شیخ ابوطاہر مدنی کے والد شیخ ابراہیم حسن کردی نے مدینہ طیبہ سے ایک شخص کو شیخ کی خدمت میں مکہ معظمہ روانہ کیا کہ شیخ سے ان کی اولاد کے لئے خرقہ اجازت حاصل کر کے لائے۔

شیخ نے ابراہیم کردی کی کل اولاد کے لئے اجازت نامہ روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا:۔ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی کی طرف سے خرقہ سلاسل کی اجازت ابراہیم حسن کردی کی کل اولاد کو ہے جس طرح کہ میں نے خرقہ پہنا اپنے شیخ ابوعثمان سعید بن ابراہیم الجزائری معروف "قدورہ" سے اور انہوں نے خرقہ پہنا ابوالعباس حجی وہراتی سے اور انہوں نے خرقہ پہنا ابوسالم سیدی ابراہیم تازی سے اور انہوں نے شیخ صالح بن موسیٰ روادی سے، اور انہوں نے ابی عبداللہ محمد بن محمد بن مخلص طیبی سے، انھوں نے شیخ علاءالدین مغلطائی سے، انہوں نے سید زین الدین ابوبکر اور سید ابوعبداللہ بن سید ابوالحسن شاذلی سے، ان دونوں نے قطب وقت سیدی ابوالحسن شاذلی سے، انہوں نے اپنے شیخ سید عبدالسلام بن مشیش سے، انہوں نے شیخ عبدالرحمٰن مدنی سے، انہوں نے شیخ تقی الدین فقیر سے، انہوں نے شیخ فخرالدین سے، انہوں نے شیخ نورالدین علی سے، انہوں نے شیخ تاج الدین محمد سے، انہوں نے شیخ شمس الدین محمد سے، انہوں نے زین الدین محمد سے، انہوں نے ابراہیم بصری سے، انہوں نے ابوالقاسم مروانی سے، انہوں نے فتح المسعود سے، انہوں نے سعید سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے، انہوں نے امام حسن مجتبیٰ سے، انہوں نے امیرالمومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الشریف سے، انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

حجۃ الاسلام امام محمد الغزالیؒ ——— **نسبت دیگر:۔** شیخ عبدالرحمٰن مدنی کو شیخ احمد بن منبہ سے ان کو قطب الوقت شیخ ابومدین شعیب مغربی سے، ان کو شیخ ابویعزی سے، ان کو شیخ حرزہم سے ان کو قاضی ابوبکر عربی سے، ان کو امام محمد بن محمد غزالی طوسی سے ان کو امام الحرمین شیخ عبدالملک سے، ان کو ان کے والد عبداللہ بن یوسف الجوینی نے ان کو شیخ ابوطالب محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی مکی صاحب قوت القلوب سے، ان کو شیخ ابوبکر شبلی سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے، ان کو اپنے ماموں شیخ سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام علی رضا سے ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو سیدنا امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام سے، ان کو امیرالمومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

خضریہ :- یہ سلسلہ حضرت خضر علیہ السّلام کی طرف منسوب ہے۔ بزرگوں کی سیرتوں میں ایسے واقعات بہت ملتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی حضرت خضر علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی اور ان سے فیوضات حاصل ہوئے۔

نسبت اولیٰ :- حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو اپنے شیخ الحدیث والطریقت عبداللہ صالح سناری سے، ان کو سید احمد بن ادریس شافعی سے، ان کو شیخ عبدالوہاب تازی سے، ان کو شیخ عبدالعزیز دباغ سے، ان کو سیدنا ابوالعباس خضر علیہ السّلام سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے
سید احمد بن ادریس شافعی کو ان شیوخ کے بلاواسطہ بھی حضرت خضر علیہ السّلام سے فیض پہنچا ہے۔

نسبت ثانیہ :- حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو سید حبیب حسین بن محمد بن الحسین حبشی سے، ان کو شریف محمد بن ناصر حسنی سے، ان کو شیخ محمد بن علی العمرانی سے، ان کو شیخ احمد بن محمد قاطس سے، ان کو شیخ محمد بن طیب مغربی سے، ان کو سید یحییٰ بن عمر مقبول الاہدل سے، ان کو عبدالخالق بن زین الدین مزجاجی سے، ان کو شیخ حسن بن علی عجیمی سے، ان کو شیخ احمد بن محمد النخلی سے، ان کو قطب الدین محمد بن احمد نہروالی سے، ان کو شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد النویری مکی سے، ان کو ان کے نانا تقی الدین محمد بن محمد بن فہد المکی سے، ان کو شیخ شرف الدین عبدالرحیم بن عبدالکریم جرہی سے، ان کو شیخ علی بن مبارک شاہ امام الدین سے، ان کو شیخ الاسلام ابوالمکارم رکن الدین علاء الدولہ سمنانی بیابانکی سے، ان کو ابوالعباس خضر علیہ السّلام سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے،

حضرت ابوالمکارم رکن الدین علاء الدولہ سمنانی کے بارے میں شیخ ابراہیم بن حسن کردی فرماتے ہیں کہ یہ مشہور ولی ہیں، عادل ہیں، ثقہ ہیں، اپنے زمانہ کے امام ہیں، ان کی شہرت اس وجہ سے بھی بہت ہے کہ حضرت خضر علیہ السّلام سے ان کی بکثرت ملاقاتیں ہوئی ہیں اور ان سے اکثر روایت بھی کرتے ہیں۔

رتنیہ :- یہ سلسلہ صحابی رسول اللہ حضرت ابوالرضا رتن بن نصر ہندی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، ان کا مزار علاقہ پنجاب میں بھٹنڈہ میں ہے، انہی کے احاطہ مزار میں شاہ چاند نائب نورو زملداری کا بھی مزار ہے، ان کا انتقال دس ذی الحجہ کو ہوا، پانچسو برس سے زیادہ عمر پائی تھی۔ (بحوالہ تذکرۃ المتقین)

پیر و مرشد قدس سرہٗ کو اس سلسلہ کی اجازت سید حبیب حسین بن محمد بن الحسین حبشی سے پہنچی۔
اس سلسلہ میں بھی حضرت ابوالمکارم رکن الدین علاء الدولہ سمنانی تک وہی شیوخ ہیں، جن کا ذکر سلسلہ خضریہ میں ہوا ـــــ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی بیابانکی کو شیخ ابوالفتح علی بن محلی صوفی سے، ان کو صحابی رسول ابوالرضا رتن بن نصر ہندی سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

نقشبندیہ: پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو اس سلسلہ کی اجازت اپنے شیخ حضرت نصر قدس سرہٗ اور اپنے خاندان کے دوسرے شیوخ کے علاوہ شیوخ حرمین کے واسطہ سے بھی پہنچی ہے۔

نسبت اولیٰ: حضرت پیرومرشد قدس سرہ کو شیخ عبداللہ صالح سناری سے، ان کو محمد بن خلیل قاؤقجی سے، ان کو عابد سندی سے، ان کو صالح الفلانی العمری سے، ان کو شیخ محمد سعید سفر سے، ان کو شیخ ابوطاہر مدنی ان کو عبداللہ سالم بصری سے، ان کو شیخ عبداللہ تاقشیر سے، ان کو شیخ تاج الدین نقشبندی الہندی المدنی سے، متوفی ۱۰۵۰ھ مدفون بمکہ معظمہ، ان کو خواجہ باقی باللہ دہلوی سے، ان کو شیخ محمد الکنکی سے ان کو شیخ محمد درویش سے ان کو شیخ محمد زاہد سے، ان کو خواجہ عبیداللہ احرار سے،

نسبت ثانیہ: (بواسطہ علامہ ابن یمین فارسی کے مشہور شاعر) ابوطاہر مدنی کو شیخ احمد بن محمد نخلی سے ان کو سید سعید معروف بہ پرکلاں سے، ان کو ملا محمد عرب بلخی سے، ان کو ملا اکہ چیر غانی متخلص بہ "ابن یمین" سے، ان کو ملا خورد عزیزان سے، ان کو ملا خواجگی کاشانی متوفی ۹۴۷ھ سے، ان کو مولانا محمد قاضی سے، ان کو خواجہ عبیداللہ احرار سے، ان کو یعقوب چرخی سے، ان کو خواجہ بہاء الدین نقشبند سے۔

نسبت ثالثہ: (بواسطہ ملا عبدالرحمٰن جامی) شیخ ابوطاہر مدنی کو اپنے والد شیخ ابراہیم حسن کردی سے انکو شیخ صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو اپنے شیخ اور خسر ابوالمواہب احمد شناوی سے، ان کو شیخ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن ابن علی بہنسی سے معروف کو شیخ امین سے، ان کو غیاث الدین احمد سے، ان کو علاؤ الدین محمد سے، ان کو ملا نورالدین عبدالرحمٰن جامی سے، ان کو مولانا سعد الدین کاشغری سے، ان کو شیخ نظام الدین سے، ان کو شیخ علاء الدین عطار سے، ان کو خواجہ بہاء الدین نقشبند سے،

نسبت دیگر: ملا عبدالرحمٰن جامی کو حضرت خواجہ عبیداللہ احرار سے بھی یہ سلسلہ پہنچا ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنی مثنوی "یوسف زلیخا" میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ ؎

کتاب فقر را دیباچہ راست ۔۔۔ سواد نوک کلک خواجہ ماست

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد ۔۔۔ ز تدبیر عبید اللّٰہی آمد

نسبت رابعہ: (بواسطہ میر سید شریف جرجانی) شیخ ابوالمواہب احمد شناوی کو سید غضنفر بن جعفر حسینی نہروالی مدنی سے، ان کو شیخ تاج الدین عبدالرحمٰن بن مسعود بن محمد گازرونی سے ان کو حافظ نورالدین احمد بن عبداللہ بن ابی الفتوح بن ابوالخیر طاؤسی سے، انہوں نے کہا میں نے تبرک کا خرقہ پہنا ہے جامع العلوم امام التحقیق زین الدین علی المترد... بسید شریف جرجانی سے اور انہوں نے خواجہ علاء الدین عطار سے اور انہوں نے خواجہ بہاء الدین نقشبند سے۔

نسبت خامسہ:۔ شیخ ابو المواہب احمد شناوی کو سید صبغۃ اللہ سے، ان کو مولانا وجیہ الدین گجراتی سے ان کو شیخ محمد غوث گوالیری سے، ان کو شیخ ظہور حاجی حضور سے، ان کو ابو الفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے، ان کو شیخ فیض اللہ محمد قاضن شطاری المنیری البہاری الاسمٰعیلی سے ان کو خواجہ عبید اللہ احرار سے، ان کو شیخ یعقوب چرخی سے، ان کو خواجہ بہاء الدین نقشبند سے۔

نقشبندیہ مجددیہ:۔ پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ کو اپنے شیخ سید محمد امین بن سید احمد بن سید رضوان مدنی سے، ان کو سید عبد الغنی نقشبندی سے، ان کو اپنے والد ابو سعید نقشبندی سے، ان کو سید غلام علی عبد اللہ دہلوی سے، ان کو میرزا مظہر جانجاناں شہید دہلوی سے، ان کو شیخ نور محمد بدایونی سے، ان کو شیخ سیف الدین سے ان کو شیخ محمد معصوم سے، ان کو اپنے والد مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے، ان کو خواجہ باقی باللہ دہلوی سے ان کو خواجہ محمد امکنگی سے، ان کو شیخ محمد درویش سے، ان کو شیخ محمد زاہد سے، ان کو خواجہ عبید اللہ احرار سے، ان کو یعقوب چرخی، ان کو خواجہ بہاء الدین نقشبند سے، ان کو امیر سید کلال سے، ان کو خواجہ محی الدین بابا سماسی سے، ان کو خواجہ علی رامیتنی سے، ان کو خواجہ عزیزان رامیتنی سے، ان کو محمود الخیر فغنوی سے، ان کو خواجہ عارف ریوگری سے، ان کو خواجہ عبد الخالق غجدوانی سے، ان کو خواجہ ابو یوسف ہمدانی سے، ان کو شیخ ابو علی فارمدی سے، ان کو ابو القاسم گرگانی سے، ان کو خواجہ ابو الحسن خرقانی سے، ان کو خواجہ ابو یزید بسطامی سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد قاسم سے، ان کو حضرت سلمان فارسی سے، ان کو امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے،

چشتیہ صابریہ:۔ اس سلسلہ کی اجازت مکہ معظمہ میں شیخ الحرم عارف باللہ الحاج شاہ امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی۔

پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو عارف باللہ حاجی امداد اللہ چشتی صابری مہاجر مکی سے، ان کو شیخ نور محمد صابری سے، ان کو حاجی عبد الرحیم صابری سے، ان کو شیخ عبد الہادی صابری سے، ان کو شیخ عضد الدین صابری سے، ان کو شیخ حامد مکی سے، ان کو شیخ محمدی صابری سے، ان کو ملا محب اللہ الہ آبادی صابری سے، ان کو شیخ ابو سعید گنگوہی سے، ان کو شیخ نظام الدین صابری سے، ان کو مخدوم جلال الدین تھانیسری سے، ان کو شیخ عبد القدوس گنگوہی سے، ان کو شیخ محمد ردولوی سے، ان کو اپنے والد شیخ احمد عارف سے، ان کو اپنے والد شیخ مخدوم عبد الحق ردولوی سے، ان کو مخدوم جلال الدین کبیر اولیا پانی پتی سے، ان کو مخدوم شمس الدین ترک پانی پتی سے، ان کو مخدوم علاء الحق والدین علی احمد صابر کلیری سے، ان کو شیخ الاسلام فرید الدین گنجشکر سے، ان کو قطب الدین بختیار کاکی سے، ان کو سلطان الہند

الفاسی سے، ان کو شیخ شہاب الدین توریزی سے، ان کو شیخ حبیب عجمی سے، ان کو امام حسن بصری سے، ان کو عمران بن الحصین تابعی سے، ان کو خادم رسول اللہ انس بن مالک سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

عیدروسیہ:۔ پیرومرشد قدس سرہ کو اس سلسلہ کی اجازت شیخ عبدالرحمٰن ابوخضیر مدنی، شیخ عبدالحی کتانی، سید امین بن محمد بن رضوان سے پہونچی ہے۔

نسبت اولی:۔ (ا) پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو شیخ عبدالرحمٰن ابوخضیر مدنی سے، ان کو شیخ صالح بخاری سے، ان کو رفیع الدین قندھاری دکنی سے، ان کو سید محمد بن محمد بن ادریس سے، ان کو مسند الحجاز عبداللہ سالم بصری سے۔

(ب) پیرومرشد قدس سرہٗ کو شیخ عبدالحی کتانی سے، ان کو معمر سعد یدی سے، ان کو سید محمد بن احمد عراقی سے، ان کو شہاب الدین جوہری سے، ان کو مسند الحجاز عبداللہ سالم بصری سے۔

(ج) پیرومرشد قدس سرہٗ کو سید امین بن محمد بن رضوان سے، ان کو یوسف بن عثمان خربوتی سے، ان کو فتح اللہ سمیدسی سے، ان کو سید محمد بن محمد امیر کبیر سے، ان کو شہاب الدین جوہری سے، ان کو مسند الحجاز عبداللہ سالم بصری سے، ان کو شیخ عیسیٰ ثعالبی سے، ان کو شیخ ابوعثمان سعید بن ابراہیم الجزائری معروف "قدورہ" سے، ان کو شیخ سعید بن المصری سے، ان کو شیخ احمد محی الوہرانی سے، ان کو شیخ ابراہیم تازی سے، ان کو شیخ صالح بن موسیٰ روادی سے، ان کو شیخ معمر محمد بن مخلص مغلطائے بن فلیح سے، ان کو ابی عبداللہ العریان سے، ان کو اپنے والد شیخ جماعۃ الطویل نامدی سے، ان کو شیخ شریف ابومحمد ناجوری سے، ان کو قطب الطریقہ شیخ ابومحمد مغربی سے۔

نسبت ثانیہ:۔ پیرومرشد قدس سرہٗ کو سید محمد امین بن محمد بن رضوان مدنی سے، ان کو شیخ عبدالغنی نقشبندی سے، ان کو شیخ عابد سندی سے، ان کو شیخ صالح فلانی سے، ان کو شیخ سعید سفر سے، ان کو شیخ ابوطاہر مدنی سے، ان کو شیخ احمد نخلی سے، ان کو سید عبدالرحمٰن بن علی باعلوی سے، ان کو سید عبداللہ بن علوی حداد سے، ان کو سید محمد بن علوی مغربی سے، ان کو سید عبداللہ بن علوی صاحب الزمط سے، ان کو شیخ عیدروس (مدفون احمد آباد دہند) سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ سے، ان کو اپنے چچا سید ابوبکر عیدروس مقیم عدن سے، ان کو اپنے والد قطب وقت سید عفیف الدین عبداللہ عیدروس کبیر سے (سلسلۂ عیدروسیہ انہی کی طرف منسوب ہے) ان کو اپنے چچا عمر محضار سے، ان کو اپنے والد سید عبدالرحمٰن بن محمد شقاف سے، ان کو اپنے والد محمد بن علی مولی الدویلہ سے، ان کو ان کے والد علی بن علوی سے، ان کو اپنے والد علوی بن محمد سے، ان کو اپنے والد

محمد بن علی سے (یہی بزرگ سادات باعلویہ کے جدِّ اعلیٰ ہیں) ان کو صالح مغربی اور شیخ عبدالرحمٰن مقعدی سے، ان دونوں کو حضرت ابو مدین شعیب مغربی سے، ان کو شیخ ابی یعزیٰ سے، ان کو شیخ علی بن حرزہم سے، ان کو فقیہ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد معافری معروف "ابوبکر عربی" سے، ان کو حجۃ الاسلام ابوحامد امام محمد غزالی سے، ان کو امام الحرمین عبدالملک سے ان کو ابومحمد عبداللہ بن یوسف جوینی سے، ان کو شیخ ابوطالب محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی سے، ان کو ابوبکر دلف بن جحدر الشبلی سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے، ان کو سری سقطی سے،

نسبت ثالثہ:۔ شیخ ابو یعزیٰ کو ابو شعیب ایوب ساریہ سے، ان کو سعید صنہاجی سے، ان کو شیخ عبدالجلیل سے ان کو شیخ ابوالفضل جوہری سے، ان کو اپنے والد ابو عبداللہ الحسین جوہری سے، ان کو شیخ ابوالحسن نور مشہور "ابن بغوی" سے ان کو سری سقطی سے۔

نسبت رابعہ:۔ حجۃ الاسلام ابوحامد امام محمد غزالی کو ابو علی فارمدی سے، ان کو شیخ ابوالقاسم قشیری سے ان کو ابو علی دقاق سے، ان کو ابوالقاسم نصیر آبادی سے، ان کو شیخ ابوبکر شبلی سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے ان کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے،

نسبت خامسہ:۔ محمد بن علی جدِّ سادات باعلویہ کو اپنے والد علی سے، ان کو اپنے والد سید محمد صاحب مرباط سے، ان کو اپنے والد قاسم القسم سے، ان کو اپنے والد سید علوی سے، ان کو اپنے والد سید محمد سے، ان کو اپنے والد سید علوی سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ سے، ان کو اپنے والد مہاجر فی اللہ سے، ان کو اپنے والد سید عیسیٰ سے ان کو اپنے والد سید محمد سے، ان کو اپنے والد سید علی العریضی سے، ان کو اپنے والد امام جعفر صادق سے، ان کو اپنے والد امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علیٰ جدہ وعلیہم السّلام سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

نسبت سادسہ:۔ شیخ ابو طالب محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی مکی کو شیخ ابوالحسن محمد بن ابی عبداللہ احمد سے، ان کو اپنے والد احمد بن سالم بصری سے، ان کو سہل تستری سے، ان کو ابوالفیض ذوالنون مصری سے، ان کو شیخ اسرافیل مغربی سے، ان کو حضرت حبشہ تابعی سے، ان کو حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے، ان کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اس نسبت کو امام عبدالوہاب شعرانی نے طبقات الکبریٰ میں اور ملا عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے۔

رفاعیہ — نسبت اولیٰ :- پیر و مرشد قدس سرہٗ کو سید محمد امین بن سید احمد بن رضوان مدنی سے، ان کو شیخ یوسف بن عثمان الخربوتی سے، ان کو شیخ فتح اللہ سمیدالیسی سے، ان کو شیخ المحدثین محمد بن محمد امیر کبیر سے، ان کو شیخ شہاب الدین جوہری سے، ان کو مسند الحجاز شیخ عبداللہ سالم بصری سے، ان کو شیخ ابراہیم بن حسن کردی سے، ان کو شیخ صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو شیخ امین بن صدیق سے، ان کو شیخ سراج الدین جبرئیل سے، ان کو شیخ عبدالقادر بن جنید المشرع سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن صدیق الیمنی سے، ان کو شیخ محمد مزجاجی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم الجبرتی الہاشمی العقیلی سے، ان کو جمال الدین محمد بن ابوبکر الصحاعی سے، ان کو حافظ برہان الدین بن ابراہیم بن عمر بن علی العلوی سے، ان کو ان کے والد ابراہیم سے، ان کو ان کے والد ابراہیم سے، ان کو ان کے والد عمر سے، ان کو شیخ ابوالعباس احمد بن ابی الحسن علی بن احمد الرفاعی سے۔

نسبت ثانیہ :- صفی الدین احمد قشاشی کو اپنے خسر شیخ ابوالمواہب احمد شناوی سے، ان کو اپنے والد شیخ علی سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالقدوس سے ان کو امام عبدالوہاب شعرانی سے، ان کو ان دونوں کو شیخ الامام جلال الدین سیوطی سے، ان کو عبدالرحمٰن شافعی سے، ان کو علامہ محدث شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری الشافعی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتی سے، ان کو شیخ جمال الدین محمد بن ابوبکر صحاعی سے، ان کو شیخ برہان الدین سے ان کو اپنے والد ابراہیم سے، ان کو اپنے والد عمر سے، ان کو شیخ ابوالعباس احمد بن ابی الحسن علی بن احمد رفاعی، ان کو شیخ علی قادری اور شیخ احمد واسطی سے، ان دونوں کو شیخ ابوالفضل بن کارخ سے، ان کو شیخ علی بن غلام سے، ان کو علی بن بازیادی سے، ان کو شیخ علی عجمی سے، ان کو شیخ ابوبکر شبلی سے، ان کو سیدالطائفہ جنید بغدادی سے، ان کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علیٰ جدہٖ علیہ السلام سے، ان کو امیرالمومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

قشیریہ :- اس سلسلہ کی اجازت پیر و مرشد کو اپنے جملہ شیوخ حدیث کی اجازت عامہ کے تحت میں جو انہوں نے اپنے اثبات شیوخ اور مسلسلات حدیث کی دی ہے پہنچی ہے، ان تمام شیوخ کے جملہ سلاسل و روایات حدیث کو اگر تفصیلی طریقہ پر لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب سلاسل کی اور ایک ضخیم کتاب رواۃ حدیث کی مرتب ہو سکتی ہے، خاص خاص سلاسل کی تصریح میں نے ان کے محذوص شیوخ کے واسطہ سے کر دی ہے، اگرچہ ہر سلسلہ کی نسبت جملہ شیوخ حدیث کے واسطہ سے قائم ہو سکتی ہے، اس لئے سلسلہ قشیریہ کی نسبت کو یہاں پر حضرت حبیب

بن محمد بن حسین حبشی کے واسطہ سے لکھ رہا ہوں۔

نسبت اولیٰ:- پیرو مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو شیخ حبیب محمد بن حسین حبشی سے، ان کو شیخ شریف ناصر حسینی سے، ان کو شیخ محمد بن علی عمرانی سے، ان کو احمد بن محمد قاطن سے، ان کو شیخ یحییٰ بن عمر مقبول الاہدل سے، ان کو حسن بن علی عجیمی سے، ان کو شیخ صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو ان کے والد محمد قشاشی سے، ان کو شیخ محمد امین بن صدیق سے، ان کو شیخ سراج الدین جبرئیل سے، ان کو شیخ عبدالقادر بن جنید المشرع سے، ان کو شیخ جنید بن احمد بن موسیٰ مشرع سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن صدیق سے، ان کو شیخ محمد مزجاجی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتی ہاشمی عقیلی الزبیدی سے۔

نسبت ثانیہ:- صفی الدین احمد قشاشی کو ابوالمواہب احمد شناوی سے، ان کو شیخ علی سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالقدوس اور امام عبدالوہاب شعرانی سے، ان دونوں کو جلال الدین سیوطی سے، ان کو عبدالرحمٰن شافعی سے، ان کو شیخ العلامہ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری الشافعی سے، ان کو شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم جبرتی ہاشمی عقیلی الزبیدی سے، ان کو شیخ جمال الدین محمد بن ابوبکر صحاجی زبیدی سے، ان کو حافظ برہان الدین سے، ان کو شیخ تقی الدین شعیبی سے، ان کو شیخ احمد بن موسیٰ حموی سے، ان کو شیخ امین الدین ابی الیمن بن عساکر سے، ان کو شیخ تقی الدین ابی عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن سہروردی سے جو ابن الصلاح سے مشہور ہیں، ان کو شیخ ابوالحسن المؤید محمد طوسی سے، ان کو ابوالاسعد عبدالرحمٰن بن عبدالواحد بن ابوالقاسم القشیری سے انہوں نے کہا میں نے اپنے دادا ابوالقاسم القشیری سے خرقہ پہنا۔

نسبت ثالثہ:- حافظ برہان الدین بن ابراہیم بن عمر العلوی کو شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن موفق الدین منصور سماخی سعدی سے، ان کو شیخ ابواحمد بن جعفر بن عبداللہ بن سید بونہ خزاعی سے، ان کو شیخ احمد بن ابوالحسن علی بن احمد رفاعی سے، ان کو قطب الکبیر شیخ ابومدین شعیب بن حسن مغربی اشبیلی نجانی سے، ان کو شیخ ابویعزیٰ مغربی سے، ان کو شیخ ابوالحسن علی بن حرزہم سے، ان کو فخر المغاربہ قاضی امام ابوبکر محمد بن عبداللہ العربی المعافری اندلسی سے، ان کو حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی سے، ان کو امام الحرمین عبدالملک بن رکن الاسلام ابومحمد عبداللہ بن یوسف الجوینی سے، ان کو جمال الاسلام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری سے، ان کو شیخ ابوعلی دقاق سے، ان کو ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن حمویہ نصیرآبادی سے، ان کو شیخ ابوبکر شبلی سے، ان کو جنید بغدادی سے، ان کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علیہ السلام سے، ان کو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

مدنیہ مغربیہ:۔ اس سلسلہ کی بھی اجازت جملہ شیوخ حدیث کی اجازت عامہ کے تحت ہیں پیر و مرشد قدس سرہٗ کو پہنچی ہے۔

نسبت اولیٰ:۔ پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہ کو شیخ عبدالحی کتانی سے، ان کو شیخ معمر سویدی سے، ان کو مرتضیٰ زبیدی سے، ان کو شہاب الدین جوہری سے، ان کو مسند الحجاز امام عبداللہ سالم بصری سے، ان کو سلیمان مغربی سے، ان کو شیخ ابو عثمان الجزائری معروف "قدورہ" سے، ان کو شیخ عثمان مغربی سے، ان کو ابو العباس احمد بن حجی ابو ہرانی سے، ان کو ابو سالم ابراہیم تازی سے، انہوں نے خرقہ پہنا ابو الفتح محمد بن ابو بکر بن الحسین مراغی مدنی سے، انہوں نے ابی المعروف اسمٰعیل بن ابراہیم الجبرتی سے، انہوں نے شیخ جمال الدین محمد بن ابو بکر صجاعی سے، انہوں نے بدر الدین علوی سے، انہوں نے ابو العباس احمد بن ابراہیم الجاس سے، انہوں نے ابو الفضل قاسم بن اسعد بن محمد عذری سے، ان کو حافظ ابو عبداللہ بن یوسف جلاسی سے، انہوں نے ابو بکر محمد بن یوسف بن محمدی الازدی سے، انہوں نے ابو احمد جعفر بن عبداللہ بن سید ابو نہ سے، ان کو شیخ احمد بن ابو الحسن علی بن احمد الرفاعی سے، ان کو شیخ ابو مدین شعیب بن حسن مغربی اشبیلی نجانی سے۔

نسبت ثانیہ:۔ ابو سالم ابراہیم تازی کو صالح محمد بن محمد بن موسیٰ زوادی سے، ان کو شیخ معمر محمد بن مخلص سے، ان کو شیخ معمر محمد بن مخلص مغلطائے ابن فلیح سے، ان کو ابو عبداللہ عربان سے، ان کو اپنے والد شیخ جماعۃ الطویل ماغری سے، ان کو شریف ابو محمد تاجوری سے، ان کو قطب وقت ابو محمد صالح سے، ان کو ابو مدین شعیب مغربی المتوفی سنہ ۵۹۰ھ مغربی اشبیلی نجانی سے۔

نسبت ثالثہ:۔ مسند الحجاز عبداللہ سالم بصری کو شیخ ابراہیم بن حسن کردی مدنی سے، ان کو صفی الدین احمد قشاشی سے، ان کو شیخ ابو المواہب احمد شناوی سے، ان کو اپنے والد علی سے، ان کو عبد الوہاب شعرانی سے، ان کو شیخ علی گاذرونی سے، ان کو سید علی میمون مغربی اندلسی حسنی ادریسی سے۔

نسبت دیگر:۔ صفی الدین احمد قشاشی کو شیخ ابو الفتح سے، ان کو اپنے والد شیخ صالح سے، ان کو اپنے والد شیخ محمد شناوی سے، ان کو احمد دجانی سے، ان کو شیخ محمد بن علی المعروف "ابن عراق" سے، ان کو سید علی بن میمون مغربی اندلسی حسنی ادریسی سے، ان کو شیخ ابو العباس احمد بن محمد بن محمد تباسی توسی سے، ان کو احمد بن مخلوف شابی قیروانی سے، ان کو شیخ ادیب علی بن مجیب قیروانی سے، ان کو شیخ ابو مدین شعیب ابن الحسن مغربی سے۔

نسبت دیگر:۔ احمد بن مخلوف شابی کو شیخ عبد الوہاب ہندی سے، ان کو ابو موسیٰ سدرانی سے، ان کو ابو محمد عبداللہ

مروزی اور ابو یعقوب یوسف بن تخلف کوفی قیسی سے، ان دونوں کو ابو مدین شعیب بن حسن مغربی سے،

نسبت رابعہ: علامہ عبد الوہاب شعرانی کو زین الدین زکریا انصاری سے، ان کو ابو العباس احمد فقیہ سے، ان کو شیخ محمد بن مخلص مغلطائے سے، ان کو شریف عادلی سے، ان کو ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن علی تمستانی سے، ان کو محمد بن موسیٰ سے ان کو قطب ربانی عالم صمدانی امام برہان الدین ابراہیم بن ابی المجد دسوقی سے، ان کو سید عبد السلام[1] بن مشیش سے، ان کو ابو مدین شعیب بن حسن مغربی سے، ان کو شیخ ابو الحسن بن علی حرزہم اور ابی یعزیٰ[2] سے۔ شیخ ابو الحسن بن علی حرزہم کو ابو بکر بن العربی سے ان کو حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی سے، ان کو امام الحرمین عبد الملک یوسف جوینی سے، ان کو ابو طالب مکی سے، ان کو ابو القاسم قشیری سے، ان کو ابو علی دقاق سے، ان کو ابو القاسم نصیر آبادی سے، ان کو شیخ ابو بکر شبلی سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے، ان کو سری سقطی سے۔

نسبت دیگر: شیخ ابو مدین شعیب بن حسن مغربی کو شیخ ابو یعزیٰ سے، ان کو قطب وقت شیخ ابو شعیب ایوب سآریہ سے، ان کو صعید صنہاجی سے، ان کو شیخ عبد الجلیل سے، ان کو شیخ ابو الفضل جوہری سے، ان کو اپنے والد عبد اللہ بن الحسین بن بشر سے، ان کو ابو الحسن احمد بن محمد البغوی النوری سے، ان کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے،

فن تجوید: حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے یہ فن تین بزرگوں سے حاصل کیا۔ اپنے والد مولانا شاہ محمد شرف الدین اور اپنے پیر و مرشد حضرت نصر اور حضرت شاہ آل احمد مہاجر مدنی قدس اللہ اسرارہم۔ مولانا شرف الدین نے اپنے والد مولانا ہادی سے، انہوں نے اپنے والد مولانا احمدی سے، انہوں نے اپنے والد مولانا وحید الحق ابدال سے، انہوں نے اپنے والد ملا وجیہ الحق محدث سے، انہوں نے اپنے والد مولانا امان اللہ سے، انہوں نے اپنے والد شاہ محمد امین سے، انہوں نے اپنے والد مخدوم شمس الدین جنید ثانی سے، انہوں نے بطریق اویسیت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ یہ نسبت اویسی اس خاندان میں چلی آتی ہے۔

سجادہ جنیدیہ: پیر و مرشد قدس سرہٗ کے دادا مولانا ہادی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے

---

[1] طریقہ دسوقیہ میں شیخ عبد السلام بن مشیش اور ابو مدین شعیب مغربی کے درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے، مگر قادریہ بواسطہ شیوخ شاذلیہ اور شاذلیہ خالص میں عبد الرحمٰن مدنی اور شیخ احمد بن عُقبہ کا واسطہ ہے، اس طریقہ کا خرقہ یعنی قادریہ اور شاذلیہ کا عبد السلام بن مشیش نے شیخ ابو مدین شعیب مغربی کے انتقال کے بعد شیخ عبد الرحمٰن مدنی سے پہنا ہوگا۔ اسی وجہ سے ان سلسلوں میں دو واسطے زائد ہیں۔

[2] شیخ ابو یعزیٰ نے ابو الحسن بن علی حرزہم سے بھی خرقہ پہنا ہے لیکن ان کی ایک دوسری نسبت بھی ہے جو یہاں بیان کی جا رہی ہے۔

صاحبزادہ مولوی شاہ فضل احمدی قدس سرہ جانشین کئے گئے، مگر انہوں نے اپنے بڑے بھائیوں کی حیات ہی میں انتقال فرمایا۔ ان کو اولاد ذکور بھی نہ تھی۔ اس لئے ان کے بڑے بھائی شاہ فضل اللہ قدس سرہ جانشین کئے گئے، لیکن آپ کا قیام زیادہ تر وطن سے باہر رہتا تھا۔ اکثر مظفرپور اور بنارس وغیرہ میں مقیم رہتے تھے، اس لئے حضرت نصر قدس سرہ کو خانقاہ جنیدیہ کی تنہائی پسند نہ آئی۔ آپ نے شاہ فضل اللہ قدس سرہ سے فرمایا کہ "شرف الدین بھائی صاحب" کو پھلواری میں جانشین کر دیجئے۔ تاکہ سجادہ جنیدیہ کی مرکزیت قائم رہے، چنانچہ شاہ فضل اللہ قدس سرہ نے ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۸۶ھ میں اپنے منجھلے بھائی مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ کو سجادہ جنیدیہ پر جانشین کر دیا۔

عجب اتفاق کہ شاہ شرف الدین قدس سرہ نے بھی اپنے بڑے بھائی شاہ فضل اللہ قدس سرہ کی موجودگی میں ۳ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ میں رحلت فرمائی۔ اب شاہ فضل اللہ قدس سرہ کو دوبارہ سجادہ جنیدیہ کی خدمت اپنے ذمہ لینا پڑی، لیکن جن دشواریوں کی وجہ سے شاہ شرف الدین قدس سرہ کو جانشین کیا گیا تھا وہ دشواریاں اب بھی باقی تھیں، آئندہ اجرائے سلسلہ کے لئے کسی نہ کسی کو منتخب کر لینا بھی ضروری تھا۔ کیونکہ شاہ فضل اللہ قدس سرہ کو اولاد ذکور بھی نہ تھی، جس سے آئندہ اجرائے سلسلہ اور بقائے خانقاہ کی توقع ہوتی۔ اسلئے شاہ فضل اللہ قدس سرہ نے حضرت نصر قدس سرہ کے مشورہ سے اپنے بھتیجے یعنی ہمارے پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہ کو انکے والد مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ کے فاتحہ چہارم کے روز الباس خرقہ کر کے سجادہ جنیدیہ پر جانشین کر دیا اور اسی وقت سند و اجازت لکھکر عنایت فرمادی۔

الباس خرقہ کے وقت تبرکات خود حضرت نصر قدس سرہ نے اپنے دست مبارک سے پہنائے تھے، اتفاق وقت ملبوسات کے خوانچہ میں نہ تسبیح تھی اور نہ کمربند تھا، اسلئے حضرت نصر قدس سرہ نے اپنی تسبیح جو اس وقت ان کے ہاتھ میں تھی پیرومرشد قدس سرہ کے ہاتھ میں دیدی اور اپنا کمربند اپنی کمر سے کھولکر پیرومرشد کی کمر میں یہ شعر پڑھتے ہوئے باندھ دیا۔

درخدمت حق گر تو مردانہ کمر بندی ۔۔۔ بخشند بتو ہر لحظہ تاج دکمرے دیگر

سجادہ مجیبیہ:۔ مقصد یہ تھا کہ اب تمہاری ذات سے سجادہ جنیدیہ اور سجادہ مجیبیہ میں دوئی باقی نہ رہیگی، اور دونوں ہی چشمے ایک سوت سے پھوٹیں گے۔ سجادہ مجیبیہ کا رشتۂ انصرام بھی تمہارے ہاتھ میں دیا جاتا ہے، اب اس کے لئے بھی تمہیں کمربستہ ہونا ہے۔

اس واقعہ سے بہت پہلے بعض اگلے بزرگوں کو بذریعہ خواب بھی یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ کچھ مدت کے بعد دو خانقاہیں الگ نہیں رہیں گی بلکہ ایک ہو جائیں گی۔ ان خوابوں کو راقم سطور سے خود پیرومرشد قدس سرہ نے

بیان فرمایا ہے اور بعض یادداشتوں میں میں نے خود بھی دیکھا ہے۔

شیخ العالمین کا خواب:۔ سب سے پہلے شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ نے ایک خواب دیکھا کہ "ان کی خلوت کا چراغ گل ہو گیا ہے اور خلوت میں ہر طرف تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ خلوت سے باہر تشریف لائے کہ اگر خانقاہ میں کسی جگہ روشنی ہو تو چراغ جلالاؤں، لیکن خانقاہ میں بھی ہر طرف تاریکی نظر آئی۔ متردد تھے کہ کہاں سے جلاؤں، ہر جگہ تاریکی ہے، اسی اثنا میں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے مسجد کے دروازہ پر ملاقات ہوئی۔ مولانا احمدی قدس سرہٗ نے عرض کیا "قبلہ گاہا اس وقت یہاں کس خیال سے تشریف لائے؟"

شیخ العالمین نے فرمایا خلوت کا چراغ گل ہو گیا ہے باہر آیا تھا کہ خانقاہ میں کہیں روشنی ہو تو چراغ جلاؤں، لیکن یہاں بھی ہر جگہ تاریکی ہے۔ اسی خیال میں کھڑا ہوں، کیا کروں کہاں سے جلاؤں کہ روشنی ہو۔

مولانا احمدی قدس سرہٗ نے عرض کیا اگر حکم ہو تو غلام اپنے گھر سے جلا لائے۔

شیخ العالمین نے چراغ دیدیا اور مولانا احمدی قدس سرہٗ اپنے گھر سے چراغ جلا لائے اور خلوت میں روشنی کی گئی۔"

شیخ العالمین قدس سرہٗ جب بیدار ہوئے سخت متردد تھے کہ میرے اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ نماز صبح کے بعد جناب مولانا احمدی قدس سرہٗ خلوت میں حاضر ہوئے شیخ العالمین قدس سرہٗ نے اپنا خواب بیان فرمایا۔

مولانا احمدی قدس سرہٗ نے اپنے خیال کے مطابق تعبیر کہی کہ "غلام کا خیال ہے کہ شاید ایک مدت کے بعد اس سجادہ پر کوئی اویسی النسبۃ بزرگ جانشیں ہونگے" لیکن شیخ العالمین قدس سرہٗ نے کوئی جواب نہ دیا۔ نہ اس تعبیر کی تائید کی نہ اپنا خیال ظاہر فرمایا، کیونکہ جو تعبیر مولانا احمدی قدس سرہٗ نے کہی تھی وہ تعبیر کا دوسرا جز تھا اور اپنی جگہ پر کئی اعتبار سے درست تھا۔

اصل تعبیر یہ تھی کہ "ایک مدت کے بعد مولانا احمدی کی نسل کا ایک فرد جانشیں ہوگا" چنانچہ پیر و مرشد قدس سرہٗ جب سجادہ مجیبیہ پر جانشیں کئے گئے تو اس خواب کی حرف بہ حرف تعبیر صادق آئی۔ پیر و مرشد قدس سرہٗ مولانا احمدی قدس سرہٗ کے پر پوتے تھے، اولاد کو چراغ ہی سے تشبیہ دیتے ہیں، اور مولانا احمدی قدس سرہٗ نے جو تعبیر کہی وہ بھی درست تھی کیونکہ پیر و مرشد قدس سرہٗ میں اویسیت کی دو نسبتیں تھیں، ایک مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کی اور دوسری مخدوم جنید ثانی قدس سرہٗ کی۔

شیخ العالمین قدس سرہٗ کی وفات کے بعد حضرت فرد جانشیں ہوئے۔ پھر مولانا نورالعین قدس سرہٗ، ان کے بعد حضرت تمر قدس سرہٗ جانشیں ہوئے۔ جانشینی کے وقت حضرت تمر خورد جوان تھے، سجادگی کے لئے علوم ظاہری و علوم باطنی کی

تکمیل کی تھی۔ شادی بھی سجادگی کے بعد ہی ہوئی تھی، صاحبزادگان اس وقت تک پیدا نہ ہوئے تھے، اس لئے ممکن ہے حضرت نصر کو بھی اپنے بعد جانشینی کے متعلق تردد رہتا ہو کہ مبادا اگر میرا وقت جلد پورا ہو گیا تو اس سجادہ کا کیا حشر ہوگا۔

حضرت نصر کا خواب :۔ ایک روز حضرت نصر قدس سرہٗ خواب میں شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم الملک حضرت شرف الدین احمد منیری البہاری قدس سرہٗ سے مشرف ہوئے، حضرت مخدوم الملک نے فرمایا:۔

"خلیفۂ باید کرد چہ خبر ایں سلسلہ تا امیر الدین باقی ماند یا نہ"

صبح کے وقت حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنے چچا شاہ ابوالحیٰوۃ قدس سرہٗ سے خواب کا حال بیان فرمایا اور تعبیر پوچھی، شاہ ابوالحیٰوۃ قدس سرہٗ نے فرمایا' تعبیر کیا پوچھتی ہے؟ صاف حکم ہو رہا ہے کسی کو خلیفہ بنانا چاہیئے۔ شاہ ابوالحیٰوۃ قدس سرہٗ نے ۱۲۸۲ھ میں رحلت فرمائی اور حضرت نصر قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالحق قدس سرہٗ یکم شوال ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خواب صاحبزادوں کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔

شاہ ابوالحیٰوۃ قدس سرہٗ کی وفات کے وقت ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کی عمر آٹھ سال کی تھی اور آپ نے پندرہ برس کی عمر میں بماہ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ میں حضرت نصر قدس سرہٗ سے بیعت کی جس سات ماہ کے بعد شوال ۱۲۸۳ھ میں شاہ عبدالحق قدس سرہٗ کی پیدائش ہوئی۔ پیر و مرشد قدس سرہٗ بچپن ہی سے حضرت نصر قدس سرہٗ کی تربیت میں تھے، جب آپ نے بیعت کی تو حضرت نصر قدس سرہٗ کو اپنا خواب یاد آیا۔ اس کے بعد سے حضرت نصر قدس سرہٗ کی تمام تر توجہ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ بدرالدین قدس سرہٗ کی طرف منعطف ہو گئی۔ اور نہایت انہماک سے آپکی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تکمیل کے بعد اپنے مریدین و مسترشدین کو بھی مشق اذکار اور تلقین کے لئے آپکے پاس بھیجنے لگے۔

حضرت نصر قدس سرہٗ کا یہ خواب بھی حرفاً بحرفاً صادق آیا۔ حضرت نصر قدس سرہٗ نے مولانا شاہ رہیر الدین فردوسی البہاری قدس سرہٗ (متوفی ۱۲۸۸ھ) جانشین خانقاہ مخدوم الملک قدس سرہٗ کے وصال کے سات برس کے بعد ۱۲۹۵ھ میں رحلت فرمائی۔ اور اس وقت تک آپکے صاحبزادوں میں کوئی بھی اس لائق نہ ہوا تھا کہ جانشینی کے فرائض انجام دیتا، دونوں صاحبزادگان شاہ عبدالحق اور شاہ عین الحق علیہم الرحمۃ نہایت کم عمر تھے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالحق قدس سرہٗ جو جانشین کئے گئے جانشینی کے وقت کل بارہ سال کے تھے، ان کو اپنے والد سے نہ بیعت تھی اور نہ اجازت و خلافت ہی کا موقع ملا تھا اس لئے انہوں نے ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے بیعت کی اور اجازت و خلافت حاصل کی۔

اگر حضرت مخدوم الملک کے حسب الحکم حضرت تنصر قدس سرہ اپنا خلیفہ نہ بناتے تو یہ سلسلہ ایک حد تک مندرس ہو چکا تھا۔

حضرت تنصر قدس سرہ کے خلفاء اور بھی تھے، لیکن اس مرتبہ پر کون پہنچا؟ جس نے حضرت تنصر کے مشن کو زندہ کر دیا۔ جو فقر و عرفان کے ساتھ فقیہہ وقت بھی ہوا جس نے قوم کی ہر طرح عرفانی و روحانی، علمی و اخلاقی، سیاسی و معاشرتی رہنمائی بھی کی۔ حضرت مخدوم الملک کا خلیفہ بنانے سے یہی مفہوم تھا کہ ایسا خلیفہ بنایا جائے جو ہمہ صفت موصوف ہو۔

پیر و مرشد قدس سرہٗ کا خواب:۔ ایک مدت کے بعد جبکہ پیر و مرشد قدس سرہٗ کی شادی حضرت تنصر قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہو چکی تھی، پیر و مرشد قدس سرہٗ نے خود ایک خواب دیکھا کہ "حضرت تنصر قدس سرہٗ نے میرے سر پر ایک دستار باندھی پھر اس دستار پر دوسری دستار باندھی پھر اس پر ایک تیسری دستار بھی باندھ دی یہاں تک کہ میرے سر پر بہت بڑی دستار ہو گئی اور میں اس کے وزن سے دبنے لگا۔"

پیر و مرشد قدس سرہٗ نے راقم سطور سے فرمایا کہ اس کے بعد میری نیند ٹوٹ گئی۔ صبح کی اذان ہو چکی تھی، میں فوراً بستر سے اٹھ گیا اور باہر جانے لگا، بیداری کے بعد میں نے اپنے سر پر بوجھ محسوس کیا۔ اس خواب کا اثر مجھ پر اتنا تھا کہ جب کمرے سے باہر ہونے لگا ہوں مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اتنی بڑی دستار میرے سر پر بندھی ہے دروازے سے کیونکر نکل سکوں گا، مگر فوراً متنبہ ہوا کہ یہ تو میں نے خواب دیکھا ہے۔ سر پر دستار کہاں ہے؟ میں نے اس خواب کی تعبیر سوچی، میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ پہلی دستار تو وہ تھی جو پیر و مرشد (حضرت تنصر) نے سجادہ جنیدیہ کی جانشینی کے وقت میرے سر پہ باندھی تھی، اور دوسری وہ ہوئی کہ حضرت نے اپنی خانقاہ کی خدمتیں میرے سپرد کر دی تھیں، لیکن یہ تیسری دستار سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یہ کونسی ہے، اب سمجھتا ہوں کہ یہ تیسری دستار اس سجادہ مجیبیہ کے جاروب کشی کی تھی۔

الغرض سجادہ جنیدیہ کی جانشینی کے بیس برس کے بعد ۱۳۰۹ھ میں جب مولانا شاہ عین الحق بن حضرت تنصر قدس سرہٗ نے مذہب اہل حدیث اختیار کر لیا اور ترک سجادگی کر کے اپنی صاہرہ حکیم آباد گھکھٹہ میں مقیم ہو گئے تو جانشینی کا وہ سلسلہ جو تاج العارفین قدس سرہٗ کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ چلا آ رہا تھا منقطع ہو گیا، اس وقت تمام اہل خاندان اور حضرت تنصر قدس سرہ کے مریدین و مسترشدین نے ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کو جانشینی کے لئے منتخب کیا۔

یہ انتخاب مجمع عام میں ہوا تھا، جس میں علماء و مشائخ کے علاوہ تقریباً پانچ ہزار مسلمانوں کا اجتماع تھا۔

ہشتم ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ میں آپ سجادہ مجیبیہ پر جانشین ہوئے اور کامل تینتالیس ۴۳ برس تک سجادہ نشین رہے، آپ کے عہد میمنت کہد میں اکثر و بیشتر مفید کام انجام پائے۔ علمی و عرفانی خدمات کے علاوہ بہتیری تعمیری خدمتیں بھی سرانجام ہوئیں۔

خانقاہ مجیبیہ کا قدیم سماع خانہ سنگی ستون پر پختہ بنایا گیا۔ مقبرہ مجیبیہ کی بلند و مکمل چہار دیواری ۱۳۳۳ھ میں بنائی گئی۔ اس کے ساتھ ہی مقبرہ جانیدیہ کی چہار دیواری بھی کھنچوائی گئی، خیال تھا کہ اکابر کے تشکستہ مزارات جن کے نشانات مٹ رہے ہیں ان کی مرمت کردی جائے، مگر آپ کے زمانہ حیات میں یہ کام انجام نہ پا سکا۔

مسجد مجیبیہ بہت تنگ تھی، گرمیوں میں معتکفین کو سخت تکلیفیں ہوتی تھیں، اسلئے آپنے اس مسجد میں تھوڑی اراضی کا اضافہ کرکے اسکو وسیع کردیا۔

خانقاہ کے اندرونی و بیرونی مہمان خانے جو قدامت کی وجہ سے کہنہ و شکستہ ہو رہے تھے از سرنو تعمیر کئے گئے بنارس میں حضرت مولانا رسولنما قدس سرہٗ کے آستانہ کے اردگرد زمین خرید کر خانقاہ تعمیر کرائی گئی جس میں اب مجلس سماع منعقد ہوتی ہے۔

سلسلہ مجیبیہ آپکے واسطہ سے شام و عراق عرب و حبش و افغانستان تک پہونچا۔ غزنین کے سینکڑوں باشندے آپکے مرید تھے۔ علامہ محدث ابو خضیر مدنی نے جو آپکے شیخ الحدیث والطریقہ بھی تھے، سلسلہ قادریہ وارثیہ کی آپ سے اجازت لی تھی، آپکے زمانہ میں خانقاہ مجیبیہ کو غیر معمولی ترقی ہوئی۔ حاجتمندوں کا ایک ہجوم لگا رہتا تھا اور ہر شخص کی حاجت برآری فرماتے تھے۔ وسط عہد جانشینی سے آخر عہد تک یہ معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک روز درس قرآن کا جلسہ ہوا کرتا تھا، چونکہ اس جلسہ میں سرکاری دفاتر کے ملازمین اور عدالت و کچہری کے عمال و وکلا وغیرہ شریک ہوتے تھے اس لئے اتوار کا دن مقرر کیا گیا تھا اور جمعہ کے روز مکتوبات صدی حضرت مخدوم الملک کا درس ہوتا تھا، مگر کچھ دنوں کے بعد جمعہ کی تعین نہیں رہی تھی، درس لینے والوں کے منشا و سہولت پر موقوف تھا، اس لئے ہفتہ میں کئی درس بھی ہو جاتے تھے۔

خطاب شمس العلماء اور اسکی واپسی:- ۱۹۱۵ء میں حکومت برطانیہ کی طرف سے آپکو شمس العلماء کا خطاب عنایت ہوا، پیر و مرشد قدس سرہٗ نہ اس خطاب کو اپنے لئے مناسب سمجھتے تھے نہ اس کی آپکو تمنا تھی جس وقت آپکو اطلاع ملی کہ شمس العلماء کا خطاب حکومت کی طرف سے عطا ہوا ہے، اسی وقت آپنے ارادہ کر

کہ اس خطاب کو واپس کر دوں، لیکن بعض مخلصین نے جن کا حکومت میں بہت زیادہ رسوخ تھا اس ارادہ سے آپ کو روکا۔ خصوصیت کے ساتھ خان بہادر مولوی فخر الدین مرحوم وزیر تعلیمات اور خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب وکیل اور مولوی نور الہدیٰ مرحوم سابق جج بہت مصر ہوئے جس کی وجہ سے اس وقت خطاب واپس نہ کر سکے، لیکن یہ چیز آپ کو انتہائی ناپسند تھی اور خیال تھا کسی مناسب موقع سے واپس کر دوں، آپ کی اس ناپسندیدگی کا اظہار اس مکتوب سے ہوتا ہے جو آپ نے سر علی امام مرحوم کے نام تہنیت نامہ کے جواب میں لکھا ہے میں اس جگہ اس کو بجنسہٖ نقل کر دیتا ہوں۔

عزیز و معزز و محتشم دام عزکم و احتشامکم سلام مسنون اسلام۔ تہنیت نامہ مورخہ یکم جنوری دہلی سے موصول ہوا۔ سلطنت کی طرف سے مجھ جیسے گمنام کی عزت افزائی ایک بہت بڑے معزز اسلامی خطاب سے کی گئی ہے، اس پر مبارکباد آپ کا دینا بہت صحیح ہے، اور آپ کا شکریہ ہے، میں اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرے جیسا کہ اس کا حق ہے گو عاجز و قاصر ہوں لیکن اظہار شکر بھی ضروری اور لازم جانتا ہوں، بادشاہ سلامت سے لیکر سلطنت کے اعلیٰ اراکین تک کا شکر گزار ہوں، انہوں نے فقیر و دل پر میری عزت بڑھانے کو اس معزز خطاب سے مجھے ممتاز کیا ہے۔ تو ان اعلیٰ اراکین، سلطنت کے لئے میری دعا ہے کہ سلطنت اور حکومت میں خدا ان کی عزت بڑھائے۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

اب کچھ میری حالت بھی سن لیجئے۔ اوّل یہ کہ میں معمولی درجہ کا بھی عالم نہیں ہوں اور خطاب اس قدر ارفع و اعلیٰ درجہ کا ہے کہ سردار علماً و فضلا زمانہ کو ہونا چاہیے نہ کہ مجھ جیسے ناکارہ کو۔ دوسرے یہ کہ میں جس راہ پر ہوں اس کے اندر خودی کو مٹانے کی کوشش کرنی ہے۔ اور خطاب یا دِ خودی کو بڑھانے والی ہے۔ تو چھوٹا یا بڑا کوئی خطاب ہو میری راہ میں سنگ راہ ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ایسے خطابوں کا اقتضا ہے کہ خطاب یافتہ اعلیٰ احکام کے دربار میں حاضر ہوا کرے، اگر کبھی کوئی حاکم اس کی بستی میں تشریف لائے تو اس کی خدمت میں حاضر ہو اور ہو سکے تو ان کی تواضع و تکریم بھی بجا لائے۔ میری حالت آپ، لوگوں کو معلوم ہے کہ پھلواری کے سجادہ کے قواعد کی پابندی میں قصبہ سے باہر کہیں جا نہیں سکتا ہوں حکام کو یہاں کے قواعد کی خبر نہیں کسی حاکم نے اپنی ناواقفیت سے مجھے طلب کیا اور میں ان کے حکم کی تعمیل میں مجبور رہا اور یہ ان کے مزاج کے خلاف ہوا تو مجھے اپنی ذلت کا خیال نہیں، البتہ بزرگوں کی خانقاہ اور سجادہ کی بے حرمتی کا خوف اور خیال ضرور ہے۔ اور میرے سبب سے اس سجادہ کی ذلت آئے ایسا نہیں چاہتا ہوں۔ آئندہ اس قسم کے ابتلا میں پڑنے کے ڈر سے دل میں رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ کاش مجھے خطاب ملنے سے پہلے ہی معلوم ہو جاتا تو آپ کے ذریعہ سے اس کے رد کر دینے کا بہت اچھا موقع تھا۔ اس کا وقت گزر گیا۔ اب میری دلی خواہش ہے کہ اس خطاب سے متعلق جو خلعت اور تمغہ اور سالانہ وظیفہ ملتا ہے میرے لئے سب رد کر دیا جائے اور مجھے کسی دربار میں طلب نہ کیا جائے۔ غرض کہ حکام مجھے طلب نہ فرمائیں اور اپنی ملاقات کے لئے مجبور نہ کریں۔ اس سلسلہ کے اندر عافیت کے ساتھ جس گوشہ میں بچپن سے بڑھاپے تک پہونچ گیا ہوں بقیہ عمر بھی ایسی ہی عافیت میں بسر کر لوں ———— کاش خطاب کے متعلق خلعت و تمغہ و وظیفہ کے عوض مجھے حاضری عدالت سے بری کر دیا جائے جیسا کہ میرے پیر و مرشد قدس سرہٗ کے لئے تھا۔ تو میری بڑی عزت افزائی ہو۔

آنریبل مولوی فخرالدین صاحب خان بہادر وکیل و ممبر کونسل اور جناب مولوی نورالہدیٰ صاحب سابق جج سے بھی میں نے اس بارہ میں کہا ہے اور ان حضرات نے اس کی تحریک کا وعدہ بھی کیا ہے۔ آپ سے بھی یہی درخواست ہے۔

میں دو ماہ سے بیمار ہوں، اب صحت آتی جاتی ہے۔ جواب میں اسی کے باعث دو تین دن کا توقف ہو گیا ہے۔ والسّلام۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ حاضری عدالت سے بری کر دیئے گئے۔ لیکن خلعت و تمغہ جو تمام خطاب یافتگان کو ملا کرتا ہے آپ کو بھی عنایت ہوا، کمشنر ضلع خلعت و تمغہ لیکر خود آئے تھے۔

گرچہ وقتی طور پر بعض اسباب و وجوہات کی بناء پر آپ نے اس خطاب کو قبول فرما لیا تھا، لیکن واپسی کا خیال ہمیشہ دل میں جاگزیں تھا، سوچتے تھے کسی مناسب موقع سے واپس کر دوں، اسی اثناء میں انگریزوں اور ترکوں کے درمیان جنگ ملتوی ہوئی اور شرائط صلح درپیش ہوئیں، اسی وقت آپ نے یہ ارادہ کر لیا کہ اگر ترکوں کے خاطر خواہ شرائط منظور نہ ہوئیں تو میں اظہار رنج و غم میں حکومت کے دیئے ہوئے اس اعزاز کو واپس کر دوں گا۔

انگریزوں نے نہایت سخت شرائط پر صلح کی جس سے تمام عالم اسلام کو سخت صدمہ پہنچا۔ آپ نے اپنے ارادہ کے مطابق بتاریخ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ ماہ یکم اگست شنبہ ۱۹۱۹ء میں خلعت و تمغہ کمشنر ضلع کے پاس اس خط کے ساتھ واپس کر دیا[1]

جناب کمشنر صاحب۔۔ وزرائے سلطنت برطانیہ کی طرف سے ہم مسلمانوں کی مکرر عرض داشتوں کے خلاف اسلامی سلطنت ترک کے ساتھ جس قدر سختی سے سخت شرائط صلح مقرر کی گئیں اور ان شرائط کے منوانے کے لئے جتنے ناگوار خاطر طریقے اختیار کئے گئے اس سے ہم لوگوں کے دلوں کو بیحد رنج و صدمہ پہنچا ہے۔

میں اپنے دلی رنج اور غم کا اظہار اسی میں سمجھتا ہوں کہ اپنے خطاب شمس العلماء اور خلعت اور تمغہ عطیہ سلطنت برطانیہ کو واپس کر دوں۔ تاکہ اراکین سلطنت ہم لوگوں کے بے انتہا رنج و غم کا اس سے اندازہ کریں کہ بغیر سخت سے سخت رنج و غم سلطنت کی طرف سے پہنچے ہوئے جو عزت افزائی سلطنت نے پہلے کی ہو واپس نہیں ہو سکتی۔

آپ اس خطاب اور خلعت اور تمغہ کو میری اس رنج و غم والی عرضداشت کے ساتھ گورنمنٹ میں بھیجدیں۔

(محمد بدرالدین)

امیر شریعت:۔ اس دُنیاوی اعزاز کی واپسی کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد خدائے تعالیٰ نے قوم و ملت کی طرف سے آپکو امیر شریعت کا خطاب عطا فرمایا۔ تحریک ترک موالات کے زمانہ میں علماء صوبہ بہار و اڑیسہ نے امارت شرعیہ کے قیام

---

[1] خلعت و تمغہ کی واپسی کے تمام واقعات کو آپ نے اپنے ایک مکتوب میں جو مولوی ظفرالدین صاحب مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے نام بتاریخ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ میں روانہ کیا تھا، نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ لمعات بدریہ حصہ سوم کے صفحہ ۸۹ پر یہ مکتوب موجود ہے۔

ضرورت محسوس کی اور اس غرض سے ایک جلسہ ۱۹ شوال ۱۳۳۹ھ میں بمقام پٹنہ محلہ سنگی مسجد میں منعقد ہوا اور باتفاق رائے تمام علمائے کرام نے آپ کو امیر شریعت منتخب کیا اور کل حاضرین نے سمع وطاعت کی بیعت کی۔[1]

تصانیف:۔ کسی موضوع پر کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ مگر موضوعات علمیہ، تصوف و فقہ و دیگر مسائل جزئیہ فقہیہ و حدیثیہ و سیاسیہ کے متعلق جب کبھی کسی سائل کے جواب میں کوئی مقالہ سپرد قلم کیا گیا تو وسعت تحقیقات عقلیہ و نقلیہ کی وجہ سے ہر ایک جواب مستقل رسالہ کی صورت میں مدون ہو گیا۔ کاتب الحروف نے ان تمام اجوبہ کو جمع کرکے اس کا نام "لمعات بدریہ" رکھا۔ اس مجموعہ کے تقریباً بارہ سو صفحات ہوں گے۔ یہ مکاتیب کئی جلدوں میں تقسیم کر دیے گئے ہیں۔ از انجملہ ایک[1] حصہ "آثار الرسول" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں تمام آثارات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کتب حدیث سے ملتقط کرکے جمع کیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ طبع ہو گیا تھا مگر اب اس کی مطبوعہ جلدیں باقی نہیں ہیں۔

دوسرا[2] حصہ "المکاتیب النادرہ فیما یتعلق بالمسائل الحاضرہ" ترک موالات و دیگر سیاسی مضامین کا مجموعہ ہے، طبع ہو چکا ہے۔ تیسرا[3] حصہ "مسئلہ گاؤکشی و قربانی" مطبوعہ ہے۔ چوتھا[4] حصہ "اجوبہ اسئلۂ مشکلہ" مطبوعہ ہے۔ اس پر صوبۂ بہار کے مستند علماء و صوفیا کے دستخط ہیں۔ پانچواں[5] حصہ "اجوبہ اسئلۂ خمسہ" غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے علاوہ "لمعات بدریہ" کا بقیہ حصہ جس میں تحقیقات علمیہ کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے اب تک غیر مطبوعہ ہے۔

"تبیان[6] المعانی" تفسیر اردو ناتمام۔ "تذکرۂ[7] انساب خاندان امیر عطاء اللہ" قلمی غیر مطبوعہ۔ "رد[8] اعتراض عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب" مصنف عمدۃ الطالب نے غوث پاک رضی اللہ عنہ کے نسب سیادت پر ایک رکیک شبہہ کیا تھا۔ آپ نے اس کا مدلل جواب لکھا مگر ناتمام ہے، آخری کچھ جزو باقی رہ گیا ہے۔ "رسالۂ[9] طاعون" اس میں طاعون کی مذہبی حقیقت اور اس سے بچنے کی دعائیں مرقوم ہیں۔ "الوسیلہ[10]" نام ہی موضوع کا پتہ دے رہا ہے۔ مطبوعہ ہے۔ مگر اب جلدیں نایاب ہیں۔ "رویت[11] ہلال" اختلاف مطالع پر نہایت مدلل بحث کی گئی ہے مطبوعہ ہے مگر نایاب۔ اس کے علاوہ اور بھی رسالے ہیں جن کو تطویل کلام کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔

گل تراشی و طغرا نویسی:۔ یہ فن آپ نے منشی ولی الحق بن شیخ حمید الدین علیمی لیدی سے سیکھا تھا۔ طغرا بہترین بناتے تھے۔ اسی طرح کاغذ پر قینچی سے تراش کر بہت خوشنما پھول بناتے تھے۔ گل تراشی کی یادگار تو اب شاید موجود نہ ہوگی۔ مگر آپ کے ہاتھ کے بنائے ہوئے بعض طغرے اب بھی موجود ہیں۔ آپ نسخ و نستعلیق دونوں ہی پاکیزہ اور عمدہ

---

[1] اس انتخاب کی تفصیل کے لئے "تاریخ امارت" مصنفہ مولوی عبد الصمد صاحب رحمانی مطبوعہ دار الاشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کا مطالعہ کیجیے۔

لکھتے تھے، اس کا اندازہ ان سفینوں اور بیاض سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے دست خاص سے نقل کئے ہیں۔ خط نسخ میں خط نیریز کی شان پائی جاتی ہے۔ مگر یہ خوشنویسی طبعی تھی۔ فنی خامیاں نکلیں گی۔

حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی حضرت نصر قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان سے حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد محی الدین صاحب اور ایک صاحبزادے و دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ (حضرت نصر قدس سرہٗ پیر و مرشد اور استاد ہونے کے علاوہ آپ کے میرے چچا بھی تھے، یعنی حضرت پیر و مرشد کے والد مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ حضرت نصر کی سگی پھوپھی کے بیٹے تھے)

دوسری شادی مولوی سید محی الدین احمد رضوی کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے تین صاحبزادگان مولوی سید شاہ محمد قمر الدین و مولوی سید شاہ محمد نظام الدین و مولوی سید شاہ حافظ محمد شہاب الدین سلمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ (مولوی سید محی الدین احمد رضوی پیر و مرشد قدس سرہٗ کے پھوپھیرے چچا تھے، یعنی مولوی سید محی الدین احمد رضوی کی والدہ پیر و مرشد کے والد مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ کی حقیقی پھوپھی تھیں)

وفات:۔ کامل ۳۲ سال سریر آرائے سجادہ رہنے کے بعد ۶۷ سال کی عمر میں شب سہ شنبہ ۱۲ صفر ۱۳۴۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور مقبرۂ مجیبیہ میں اپنے پیر و مرشد سے قریب مدفون ہوئے۔ آپ کے مزار مبارک پر ایک خوشنما بارہ دری ۱۳۴۹ھ میں تعمیر کی گئی۔

آپ کے خلفاء و مجازین کی فہرست طویل ہے۔ [1]

---

[1] (۱) حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحق خلف و جانشین حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہما بتاریخ سلخ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ میں جمیع سلاسل مجیبیہ کے مجاز کئے گئے۔ (۲) حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ خلف و خلیفہ و جانشین۔ ماہ شوال ۱۳۲۶ھ مجاز جملہ سلاسل طریقت و جمیع مرویات حدیث (۳) مولانا شاہ محمد قمر الدین صاحب (۴) مولانا شاہ محمد نظام الدین صاحب (۵) مولانا شاہ حافظ محمد شہاب الدین صاحب فرزندان حضور پیر و مرشد قدس سرہٗ جملہ سلاسل طریقت و جمیع مرویات حدیث کے مجاز کئے گئے ۱۳۲۶ھ (۶) مولوی حاجی سید عبدالرحمن بن مولوی رعایت علی جعفری پھلواروی، حضرت نصر سے چند سلاسل کے مجاز تھے، آپ سے جمیع سلاسل کی اجازت لی (۷) مولوی سید محی الدین احمد بن مولوی سید رضی الدین احمد پھلواروی، مجاز جملہ سلاسل مجیبیہ و دیگر سلاسل مع سند حدیث ۱۳۰۷ھ (۸) مولوی شاہ محمد عبداللہ بن مولانا شاہ محمد علی سجاد قادری قدس سرہٗ مجاز جملہ سلاسل۔ ۹ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ (۹) مولوی محمد معشوق کشش بن حضرت مولانا علی سجاد قادری قدس سرہٗ جملہ سلاسل (۱۰) مولوی حمید الحق بن مولانا محمد عارف بن حضرت مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ مجاز جملہ سلاسل (۱۱) مولوی شاہ حکیم محمد اسد اللہ بن مولانا محمد عارف، مجاز جملہ سلاسل (۱۲) مولوی حکیم اویس رسول بن مولانا محمد عارف قدس سرہٗ، مجاز جملہ سلاسل (۱۳) مولوی شاہ محمد انس بن مولانا نور احمد بن مولانا محمد امام قدس سرہٗ مجاز جملہ سلاسل (۱۴) مولوی غلام دستگیر (ساکن گھگھٹہ) حضرت نصر سے چند سلاسل کے مجاز۔ آپ سے جملہ سلاسل

وسند حدیث لی (۱۵) مولوی شاہ امین الدین احمد پھلواروی مجاز جملہ سلاسل ۲۶ رجب ۱۳۱۶ھ (۱۶) شاہ عزیز الدین احمد بن شاہ امین الدین احمد
پھلواروی مجاز جملہ سلاسل (۱۷) شاہ فدا حسین جعفری پھلواروی چھ سلسلوں میں مجاز ہوئے (۱۸) شاہ ضامن علی خواہش مولانا فضل اللہ علیہ الرحمۃ مجاز جملہ
سلاسل (۱۹) مولوی محمد ایوب برادر حقیقی مولانا شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ مجاز جملہ سلاسل (۲۰) مولوی شاہ حسن میاں خلف کلاں مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب مجاز جملہ سلاسل مع
الباس خرقہ ۱۳۲۷ھ (۲۱) مولوی شاہ حسین میاں خلف دوم مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب مجاز جملہ سلاسل (۲۲) مولوی محی الدین تمنا عمادی مجاز جملہ سلاسل۔
(۲۳) حافظ سید خلیل الدین احمد بن مولوی سید محی الدین احمد رضوی مجاز جملہ سلاسل (۲۴) کاتب الحروف محمد شعیب بن مولوی سید محی الدین احمد رضوی مجاز جملہ سلاسل وسند حدیث
۱۳۲۸ھ (۲۵) خواجہ سید حسین لکھنوی آروی مرید حضرت نصر قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل با خرقۂ خلافت (۲۶) مولوی حاجی اقبال علی تجر بہاری مرید حضرت نصر قدس سرہ
مجاز جملہ سلاسل (۲۷) چودھری لطف احمد آروی مرید حضرت نصر قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل (۲۸) حاجی شاہ عبد الحفیظ آروی مرید و خلیفہ حضرت نصر قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل
(۲۹) سید امجد حسین بہاری حال مقام آروی مرید حضرت نصر قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل (۳۰) منشی انوار کریم صاحب (ساکن ڈیانواں) مرید حضرت نصر قدس سرہ مجاز
جملہ سلاسل (۳۱) مولوی علی احمد صاحب (دربھنگوی) مجاز جملہ سلاسل (۳۲) میر حافظ عبد الکریم (ساکن بنج گنج) مرید حضرت نصر قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل (۳۳) میر عبد الحق صاحب
(ساکن اٹھو) مرید حضرت نصر قدس سرہ مجاز چند سلاسل (۳۴) شیخ لطافت حسین (ساکن امرتی ضلع مظفر پور) مجاز سلسلۂ قادریہ وارثیہ (۳۵) قاضی محمد امیر
معصوم پوری (ضلع بلیا) مرید حضرت نصر قدس سرہ مجاز چند سلاسل (۳۶) شیخ علی سرور بن شیخ علی احمد چشتی (ساکن کبیر پور) چشتیہ سلسلہ میں کسی دوسرے
بزرگ کے مرید تھے۔ آپ سے جملہ سلاسل کی اجازت وسند لی (۳۷) مولوی محمد بادشاہ بنگالی (ساکن نواکھالی) مدرسہ خانقاہ میں علوم درسیہ کی تکمیل کی۔ فاتحہ فراغ
کے بعد نقشبندیہ سلسلہ میں مرید ہوئے اور جملہ سلاسل وسند حدیث کی اجازت لی۔ (۳۸) سید مجیب الحق صاحب (ساکن بشارت پور) مجاز جملہ سلاسل (۳۹) مولوی
محمد حسین خاں صاحب ساکن متوا متصل کاکو ضلع گیا) مرید و مجاز جملہ سلاسل (۴۰) منشی خیر الدین صاحب ابرایلی مرید حضرت شاہ عبد الحق قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل (۴۱) حاجی ظہور الحسن صاحب
ابو العلائی مرید منشی عنایت حسین صاحب مونگیری مرید مولانا عبد الغنی صاحب پھلواروی مجاز قادریہ وارثیہ (۴۲) مولوی محمد رضا صاحب آسہسرامی مرید جناب شاہ میاں جان صاحب قدس سرہ
مجاز طریقہ قادریہ شمسیہ (۴۳) مولوی شاہ شمس الحسن صاحب آگرہ مرید مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ مجاز چند سلاسل مع اذکار (۴۴) شاہ عبد الحق صاحب آگرہ کچھپوی مجاز
چند سلاسل (۴۵) علامہ شیخ عبد الرحمن ابو خضیر مدنی، حضرت پیر و مرشد کے شیخ الحدیث تھے اور طریقہ شاذلیہ کی اجازت آپ نے ان سے لی ہے مگر ممدوح نے طریقہ قادریہ
وارثیہ اویسیہ و ذکر قدسی کی اجازت آپ سے لی ۱۳۰۵ھ مدینہ طیبہ (۴۶) شاہ زاہد حسین بن شاہ راحت حسین (ساکن شکری چھپرہ) مجاز چند سلاسل (۴۷) خواجہ
حسن نظامی صاحب دہلوی نے جملہ سلاسل کی اجازت مع سند حدیث و اجازت حزب البحر آپ سے حاصل کی اور خرقۂ خلافت مع دستار نظامی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین
قدس سرہ سے پہنا (۴۸) حکیم سید شاہ محمد زبیر حسن بن حکیم سید شاہ امیر اکبر ساکن بلسہ نے تعلیم و تربیت کل حضرت سے حاصل کرنے کے بعد جملہ سلاسل کی اجازت مع
سند حدیث حاصل کی۔ یہ بزرگ حضرت شاہ صفا حسین قدس سرہ کے مرید تھے اور وہ حضرت شاہ غلام حسین دانا پوری کے اور وہ حضرت مخدوم منعم پاک عظیم آبادی
قدس سرہ کے مرید تھے (۴۹) مولانا سید شاہ عبد اللہ قادری سجادہ نشین خانقاہ سری نگر کشمیر نے بذریعہ خط تمامی سلاسل کی اجازت مع سند حدیث آپ سے لی۔
(۵۰) مولوی غلام محمد پنجابی مرید مولوی شاہ حفیظ الدین ابو العلائی (ساکن پورنیہ) مجاز جملہ سلاسل ۱۳۲۷ھ (۵۱) مولوی سید حکیم ابو الحسن صاحب
(ساکن دلینہ) والد مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے مرید حضرت شاہ ولایت علی اسلام پوری و مسترشد حضرت نصر قدس سرہ مجاز جملہ سلاسل (۵۲) شاہ
محمد یسین صاحب ساکن چپسہ ضلع آرہ) مرید مولانا شاہ فضل الرحمن قدس سرہ و شاگرد حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر کاکوری علیہ الرحمۃ مجاز جملہ سلاسل (۵۳)
اخی مولوی شاہ مجیب الحق سجادہ نشین خانقاہ سملہ ضلع گیا (نواسہ حضرت مولانا شاہ محمد بادی پھلواروی) مجاز چند سلاسل (۵۴) عزیز الوجود مولوی شاہ
محمد قاسم (پسر اخی مولوی شاہ مجیب الحق سملوی) مجاز جملہ سلاسل (۵۵) شاہ احسان احمد (ساکن ٹہرو ضلع گیا) اپنے بھائی شاہ سجاد حسین صاحب کے مرید
اور وہ حضرت شاہ قیام الصدق قدس سرہ کے مرید تھے۔ مجاز جملہ سلاسل (۵۶) شاہ احسان احمد (ساکن ضلع گیا) مجاز سلسلہ قادریہ وارثیہ (۵۷) قاضی
عزیز الاسلام مرید حضرت شاہ ابو الحسین مارہروی، مجاز قادریہ جمالیہ جنیدیہ (۵۸) مولوی محمد اسحاق قادری (ساکن کٹک) مجاز قادریہ وارثیہ۔
(۵۹) حافظ عبد الغنی مدرس مدرسہ مسجد پٹنہ مرید مولانا شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ مجاز چند سلاسل (۶۰) مولوی وزیر احمد صاحب رحمانی مجاز سلسلہ قادریہ وارثیہ
و قادریہ عمادیہ (۶۱) مولوی شیخ سلیمان صاحب قادری مجاز چند سلاسل (۶۲) مولوی حافظ اعظم صاحب (ساکن اعظم گڈھ) مجاز چند سلاسل مع

حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد محی الدین قادری امیر شریعت ثانی صوبہ بہار قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۳۰ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ ۔ فن تجوید اور ابتدائی درسیات والد ماجد سے پڑھیں اور فارسی مولوی محمد کامل صاحب پھلواروی سے ۔ بقیہ درسیات مولانا حمید الحق بن مولانا عارف پھلواروی علیہ الرحمۃ اور مولانا محمد عبد اللہ[1] نقشبندی رامپوری سے پڑھیں، اور فراغ تحصیل مولانا عبد الرحمٰن ناصری گنجی (تلمیذ ارشد مولانا عبد العزیز[2] امروہوی سے ہوا، ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ بعد نماز ظہر فاتحہ فراغ ہوا جس میں دستار فضیلت باندھی گئی۔ مولانا عبد اللہ رام پوری، مولانا منیر الدین الٰہ آبادی، مولانا عبد الوہاب الٰہ آبادی، مولانا عبد المجید عظیم آبادی، مولانا شاہ صفت اللہ پھلواروی، مولانا شاہ سلیمان پھلواروی نے شرکت کی اور سند پر دستخط فرمایا۔

سند حدیث و سلسلہ طریقت :- اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ اور اپنے استاد درس مولانا عبد الرحمٰن ناصری گنجی سے ان کے جمیع مرویات حدیث کی سند لی۔ اور حضرت شیخ احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے اسانید حدیث حاصل کئے۔ بہت سے علماء حرمین شریفین نے بھی آپ کو سند حدیث عنایت فرمائی، جن میں سے بعض نے بطریق مکاتبہ عنایت فرمائی۔ اپنے والد ماجد کے بعض شیوخ سے بھی آپ کو حدیث کی سند ملی ہے جس کی تفصیل کتاب الاسناد میں موجود ہے۔ شیخ احمد مکی[3] علیہ الرحمۃ اور پیر و مرشد قدس سرہٗ فن حدیث و مسلسلات میں ایک ہی شیخ کے شاگرد ہیں۔ لیکن شیخ احمد مکیؒ نے ان شیوخ کے علاوہ دوسرے شیوخ سے بھی حدیثیں لی ہیں۔ نیز شیخ احمد مکیؒ کا بڑا کرم حضرت مولانا شاہ محی الدین صاحب پر یہ تھا کہ جب کبھی ہنگام سیاحت ممالک اسلامیہ میں کسی مستند شیخ سے کسی حدیث کی سند و اجازت لیتے تو حضرت ممدوح کے لئے بھی ان شیخ سے سند و اجازت لکھوا لیتے۔ اس طرح کثیر در کثیر احادیث کی سند آپ کو پہنچ گئی ہے۔

بیعت آپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ سے کی، اور ایک طویل عرصہ تک مشق سلوک اور تکمیل طریقت میں مصروف رہے۔ باطنی تکمیل کے بعد ۱۳۲۸ھ میں پیر و مرشد نے آپکو تلقین صوفیا کی سند دی، اور اپنے تمام سلاسل کا مجاز مطلق بنایا۔ اپنے پیر و مرشد سے جملہ سلاسل کے مجاز ہونے کے علاوہ حضرت شیخ احمد مکیؒ

---

[1] مولانا عبد اللہ صاحب، مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری کے شاگرد تھے۔ [2] مولانا عبد العزیز امروہوی علوم درسیہ میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور علم حدیث میں مولانا عبد الغنی مجددی مہاجر مدنی کے شاگرد تھے۔ یہ مولانا عبد العزیز امروہوی رح کا علم دو آتشہ تھا جو ان کے تلمیذ رشید مولانا عبد الرحمٰن ناصری گنجی کو پہونچا۔ [3] شیخ احمد مکی رح مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے اور حدیث مسلسل بالاولیۃ کی اجازت بھی آپ سے حاصل کی تھی۔

اور شیخ عباس رضوان سے بھی جملہ سلاسل طریقت کے مجاز ہوئے۔

تکمیل طریقہ کے بعد پیر و مرشد نے ارشاد و ہدایت اور مریدین و مسترشدین کی تعلیم و تلقین کا کام بھی آپ کے ذمہ کر دیا تھا جس کو ان کی حیات میں بھی آپ انجام دیتے رہے۔

فراغ تحصیل کے بعد ایک مدت تک تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر تحریک خلافت کے زمانہ سے قومی و ملی کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔ جلسوں میں تقریریں بھی کیں، مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ و مدرسہ فیض الغربا آرہ کے جلسۂ دستار بندی میں اور انجمن حمایت اسلام مونگیر و انجمن محمدیہ پٹنہ کے تبلیغی جلسوں میں دینی و مذہبی تقریریں کیں اور جمعیت علماء و خلافت کمیٹی کے اجلاس عام میں پُرجوش سیاسی تقریریں کیں۔ انجمن محمدیہ پٹنہ کے آپ سرپرست تھے اور اس کے تبلیغی کاموں میں برابر حصہ لیتے رہے۔

جانشینی:۔ ۱۹ر صفر ۱۳۴۳ھ جمعہ کو حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے فاتحہ چہارم کے دن آپ جانشین کیے گئے اور سجادہ مجیبیہ و حنیفیہ کی زینت بنے۔

امیر شریعت:۔ حضرت پیر و مرشد کے وصال کے ۴۲ دنوں کے بعد جمعیت علما اور امارت شرعیہ کے ارکان نے ۹ر ربیع الاول ۱۳۴۳ھ میں خانقاہ مجیبیہ کے اندر ایک عام جلسہ منعقد کر کے آپ کو امیر شریعت منتخب کیا اور چار ہزار افراد نے اس وقت سمع و طاعت کی بیعت کی۔

سفر حج و زیارت اماکن مقدسہ:۔ ۱۳ر شعبان شنبہ ۱۳۴۴ھ میں پھلواری سے حج و زیارت کی غرض سے روانہ ہوئے۔ وسط رمضان میں مکہ معظمہ پہنچے۔ رمضان مبارک کا نصف آخر مہینہ ارض حرم میں گزارا۔ فریضۂ حج کی ادائیگی اور روضۂ نبوی کی حاضری کے بعد بیت المقدس، نجف اشرف، بغداد شریف اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کی۔ اور ممالک اسلامیہ کی سیاحت کے بعد ۱۲ر صفر ۱۳۴۵ھ میں وطن میں مراجعت فرمائی۔ اس سفر میں آپ کو بہت نعائم حاصل ہوئے۔ کثیر در کثیر شیوخ حدیث و شیوخ سلاسل سے ملاقات ہوئی جن سے حدیث و سلاسل کی اجازتیں لیں۔ شیخ عباس رضوان شیخ الدلائل سے سند حدیث اور دلائل الخیرات حاصل فرمائی۔

علم طب:۔ ہنگام تعلیم ہی میں آپ نے مولوی حکیم محمد وارث حسین منیری علیہ الرحمۃ سے علم طب کی تکمیل کی اور جناب ممدوح کے ساتھ مطب میں بیٹھے۔ اور نسخہ نویسی کے فن میں بھی مشق بہم پہونچائی۔ لیکن دینی و قومی مشغولیت کی وجہ سے باقاعدہ مطب کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشین کی حیثیت سے آپ مسلمانانِ ہند کے مذہبی و روحانی مقتدا تھے۔ اور امیر شریعت کی حیثیت سے مسلمانانِ بہار کی دینی و دنیاوی تنظیم کے ذمہ دار۔ چنانچہ ۲۳ سال تک مسندِ سجادگی سے تصوف و طریقت کی

اشاعت کرتے رہے اور منصب امیر شریعت سے قوم و ملت کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کی شخصیت فقر و عرفان اور ریاضات و مجاہدات میں اس دور میں بے مثل تھی۔

چونکہ آپ کی مفصل سوانح حیات شائع ہو چکی ہے، اس میں آپ کی زندگی کے ہر پہلو پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس لئے اس جگہ مختصر حالات لکھے جا رہے ہیں۔

تصانیف:۔ آپ نے عربی میں نہایت بلیغ و فصیح چار خطبے لکھے ہیں۔

۱۔ خطبہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بیان ہے۔ (غیر مطبوعہ) ۲۔ خطبہ جس میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے۔ (غیر مطبوعہ) ۳۔ خطبہ جس میں ماہ رمضان کا ذکر کر کے روزہ کی فضیلت کی آیات واحادیث لکھی گئی ہیں۔ (غیر مطبوعہ) ۴۔ خطبہ جس میں روزہ کے فضائل اور اس کے احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ (غیر مطبوعہ)

" احوال حضرت سید احمد بن ادریس اویسی شاذلیؒ" آپ نے حضرت سید احمد بن ادریس اویسی شاذلی (مصنف مجالس ثمانیہ) کے حالات لکھے ہیں۔ جس میں ان کے علمی و عرفانی تذکرہ کے بعد انؒ کے تلامذہ و خلفاء کا بھی مختصر تذکرہ ہے۔ (مطبوعہ)

تعمیرات:۔ آپ کے عہد میں خانقاہ میں تعمیری کام بھی ہوئے۔ خانقاہ کی بعض تعمیرات تو از سر نو ہوئیں اور بعض وہ کام جو پیر و مرشد قدس سرہٗ کے وقت میں نا تمام رہ گئے تھے، ان کو آپ نے مکمل فرمایا۔ ۱۳۵۲ھ میں مسجد جنیدیہ کی بنیاد سے مکمل نئی بنوادی۔

۱۹۳۴ء کے زلزلہ سے خانقاہ کی عمارتوں کو شدید صدمہ پہنچا۔ چنانچہ موئے مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد بھی ہر چہار طرف سے شق ہو گیا۔ جس کو آپ نے بہت مستعدی سے جلد سے جلد از سر نو تعمیر کرایا۔

مقبرہ جنیدیہ جس میں آپ کے خاندان کے اکابر مدفون ہیں۔ ان کے مزارات شکستہ ہو گئے تھے ان کی مرمت کروا کر اکثر مزارات پر کتبے لگا دئے گئے۔

مسجد جنیدیہ سے متصل آپ کا آبائی مکان بھی ہے جس کو آپ نے اور آپ کے بھائیوں نے اپنے چھوٹے بھائی حافظ شاہ شہاب الدین سلمہٗ کو بذریعہ رجسٹری ہبہ کر دیا ہے اور وہ مع اہل و عیال اسی مکان میں مقیم ہیں۔

مسجد سے متصل جو مکانات ہیں اس میں اعراس کے زمانہ میں مہمان فروکش ہوتے ہیں۔ مسجد جنیدیہ کی موجودہ تعمیر ۱۳۵۲ھ میں ہوئی ہے اور ۱۳۵۵ھ میں مکانات متعلقہ مدرسہ و مسجد تعمیر کئے گئے۔ تعمیر جدید کی بنیاد ۱۳۴۵ھ میں رکھی گئی تھی۔

تحسین:۔ ہماری یہ کتاب "اعیان وطن" حضرت کے ... پاک ہی میں مرتب ہو چکی تھی اور آپ کے ملاحظہ شریف میں

گزرنے کا شرف بھی اس کو حاصل ہو چکا ہے۔ مگر وائے حرماں نصیبی! کہ اس وقت تک یہ کتاب منظر عام پر نہ آسکی تھی کہ آپ کو یکایک سفر آخرت پیش آگیا۔

وفات:- ۲۹ رجمادی الاوّل روز سہ شنبہ ۱۳۶۶ھ (۲۲ اپریل ۱۹۴۷ء) میں نماز اشراق واوراد وظیفہ سے فارغ ہو کر یکایک رحلت فرمائی۔ اگرچہ عرصہ سے طرح طرح کے امراض میں مبتلا تھے اور اس کی صعوبتیں ایوب وار برداشت کر رہے تھے مگر رحلت کے وقت پہلے سے کوئی خطرناک صورت نہیں دکھائی دی۔ دو دن سے بخار کی تکلیف تھی مگر معمولی سی آخر شب کو تنفس کی کیفیت سے متاذی ہوئے مگر صبح سے پہلے وہ تکلیف ہلکی ہو گئی، اوراد ونماز صبح میں مشغول رہے اشراق تک معمولات انجام دیتے رہے۔ کاتب الحروف کو طلب فرمایا۔ حاضر ہوا، خیریت پوچھی بظاہر کوئی بات تردد کی نہ پائی۔ شب کو جو حالت گزری تھی وہ بیان فرمائی، میں نے نبض دیکھی تو غیر معمولی ضعف پایا۔ اس کی اصلاح کے خیال سے میں دوا لانے کے لئے مکان پہنچا ہی تھا کہ زبردست تنفس کا دوسرا حملہ شروع ہوا۔ نور چشم محمد یوسف سلمہ خدمت میں حاضر تھے سراسیمہ دوڑتے ہوئے آئے، تنفس کی تکلیف کا ذکر کرتے ہوئے مجھکو ساتھ لے گئے۔ وہاں پہنچا تو حالت دگرگوں پائی۔ نظام نبض بگڑا ہوا۔ اور حرارت غریزی فنا ہوتی دیکھکر میرے ہوش جاتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ مہیب ساعت پہنچ گئی جس کا دل کو شدید اندیشہ لگا ہوا تھا اور جس کا تخیل بھی اس سانحہ کے وقوع سے پہلے میرے لئے انتہائی المناک اور دردناک تھا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ———— چابو ترۂ شیخ العالمینؒ پر قبر تیار کی گئی۔ عصر کے بعد اس مجسمۂ ولایت کو باچشم گریاں ودل بریاں سپرد خاک کیا۔ اور غم واندوہ کا ناقابل برداشت بار دل پر رکھکر واپس آیا۔

آپ کے حالات زندگی میں ایک مبسوط کتاب نور چشم مولوی عون احمد سلمہ نے آپکے وصال کے ایک ماہ بعد ہی لکھنا شروع کی اور ایک سال کے اندر "محی الملۃ والدین" کے نام سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ آپکے خلفاء ومجازین کے اسماء اس کتاب میں مذکور ہیں۔ اس لئے یہاں نہیں لکھے گئے۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی سے کوئی اولاد زندہ نہ رہی۔ دوسری شادی اجھر شریف میں قاضی مولوی سید تبارک حسین صاحب قادری کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان سے چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ بڑی زوجہ مولوی عزالدین سلمہ بن مولانا محیی الدین رضوی پھلواروی۔ دوسری زوجہ مولوی سید محمد بن مولانا سید شاہ عبید اللہ بن قاضی تبارک حسین مرحوم۔ تیسری زوجہ مولوی سید شاہ عون احمد سلمہ بن مولانا نظام الدین سلمہ اللہ۔ چوتھی زوجہ سید شاہ محمد سلیمان سلمہ بن سید شاہ ابو الحیات صاحب اجھری اور ایک صاحبزادہ سید شاہ محمد امان اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

مولوی سید شاہ محمد امان اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ والبقاہ علی مسند الہدایۃ والارشاد

تاریخ ولادت ۸ محرم ۱۳۴۲ھ۔ ابتدائی درسیات اپنے منجھلے چچا مولانا محمد نظام الدین سلمہ اللہ سے پڑھیں اس کے بعد آپکے والد ماجدؒ نے تعلیم کے لئے مولانا محمد شریف صاحب اعظم گڈھی (تلمیذ ارشد مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی رح) کے حوالہ کر دیا۔ مولانا موصوف جب تک مدرسہ فرنگی محل لکھنؤ میں صدر مدرس رہے آپ ان کے ساتھ وہاں رہکر تعلیم حاصل کرتے رہے اسی زمانہ میں مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں قاری محمد یونس صاحب سے تجوید پڑھنی شروع کی۔ جب مولانا محمد شریف صاحب دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے صدر مدرس ہوکر اجمیر شریف چلے گئے تو آپ بھی اُن کے ساتھ گئے۔ وہاں پانچ سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے اور مدرسہ کے امتحانات میں بھی شریک رہے۔ درسیات کی تکمیل کے بعد مدرسہ کے جلسۂ دستاربندی کے موقع پر ۵ رجب ۱۳۶۲ھ میں آپکی دستاربندی ہوئی اور سند فراغ پائی۔ فاتحۂ فراغ کے اس جلسہ میں اور علماء کے علاوہ فرنگی محل والہ آباد کے علماء کرام بھی شریک تھے۔ مدرسہ کی سند کے علاوہ مولانا شریف صاحب نے اپنی طرف سے بھی آپ کو سند دی ہے، اور اپنے مرویات احادیث کی سند علیحدہ دی ہے۔ فراغ تحصیل کے بعد کچھ دنوں اپنے اُستاد سے قدماء کی کتابیں پڑھنے کے بعد ۱۷ رمضان ۱۳۶۲ھ میں وطن واپس آئے۔ ۱۳۵۸ھ میں اپنے والد ماجدرح سے بیعت کر چکے تھے اب مشق سلوک میں مشغول ہوئے۔

۲۱ جمادی الاخریٰ جمعہ ۱۳۶۶ھ میں اپنے والد ماجدؒ کے فاتحہ چہارم کے روز جانشین کئے گئے۔ والد ماجدؒ سے آپنے جمیع مرویات حدیث اور سلاسل طریقت کی سند و اجازت پائی ہے اور اپنے منجھلے چچا مولانا شاہ محمد قمر الدین سلمہ اللہ کے زیر تربیت تکمیل باطن کی، مدّ ظلّہ اللہ صاحبِ سجادۂ مجیبیہ کے دوسرے مشاغل کے ساتھ درس و تدریس کا مشغلہ بھی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔ اور ان کی ذات سے خلق کو مستفیض کرے، اور ان سے سلسلۂ مجیبیہ کو جاری رکھے۔

آپ کی شادی مولوی شاہ محمد نظام الدین سلمہ اللہ تعالیٰ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی ہے ان سے دو بچے محمد رضوان اللہ و محمد امین اللہ نامی ہیں، سلمہم اللہ تعالیٰ۔ اور ایک بچی جویریہ سلمہا ہے۔

آپ بہ نیت حج و زیارت ۲۶ ماہ رمضان سہ شنبہ ۱۳۶۸ھ مع اپنی بڑی ہمشیر (اہلیہ مولوی عز الدین سلمہ) اور اہلخانہ و صاحبزادہ محمد رضوان اللہ سلمہ اللہ، وطن سے روانہ ہوئے، اور تعلق رکھنے والوں کی ایک کثیر جماعت جس کی تعداد ۴۰ تھی معیت میں گئی۔ مناسک حج سے پہلے تمام رفقاء کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ پھر حج کے بعد آپکو دوبارہ مدینہ طیبہ کی حاضری کا موقع ملا۔ ارکانِ حج و مناسک و زیارت روضۂ انور سے بہرہ یاب ہوکر ۹ صفر چہارشنبہ ۱۳۶۹ھ میں پھلواری واپس آئے۔

مولانا سیّد شاہ محمد قمر الدین صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ

تاریخ ولادت ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ۔ ابتدائی کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے پڑھیں۔ پھر چند سال تک مولانا عبد العزیز انجہری علیہ الرحمۃ سے متوسطات پڑھتے رہے، اثناء تعلیم ہی میں مولانا موصوف نے انتقال فرمایا۔ تب مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ میں قیام کرکے مولانا عبد الحمید[1] علیہ الرحمۃ (ساکن راجو ضلع دربھنگہ) اور مولانا مقبول احمد[2] خاں صاحب (ساکن گورا ضلع دربھنگہ) سے ۱۳۳۹ھ میں درسیات کی تکمیل کی۔ فاتحہ فراغ کے موقع پر مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ اور خانقاہ مجیبیہ پھلواری دونوں جگہ کثیر علماء کا اجتماع ہوا جس میں آپکی دستار بندی ہوئی۔

بیعت، تعلیم و تربیت باطنی، اجازت و خلافت جمیع سلاسل و سند مرویات حدیث اپنے والد قدس سرہٗ سے حاصل کی۔ آپ نے دو حج کئے ہیں، پہلی مرتبہ ۱۳۴۵ھ میں اور دوسری مرتبہ ۱۳۵۳ھ میں، اور دونوں ہی بار علماء و صوفیاء حرمین شریفین سے سند حدیث و اجازت سلاسل صوفیا حاصل کی، اور بطور مکاتبہ اپنے بھائیوں کے لئے بھی سندیں و اجازتیں لائے، مدینہ منورہ میں ثانیاً قصیدہ بردہ کی اجازت سیّد عبد اللہ بن محمد غازی کا سے ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ میں حاصل کی۔

شیوخ حدیث و سلاسل صوفیا: شیخ احمد مکّی سے، اور حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے بعض شیوخ سے سند و اجازت بطریق مکاتبہ پائی۔ قادریہ سلسلہ کی اجازت جس میں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ تک چند واسطے ہیں، مدینہ طیبّہ میں سیّد احمد شریف سنوسی سے حاصل کی۔ ان کو حضرت احمد رلیفی سے اجازت ہے اور ان کو سیّد محمد بن علی السنوسی سے، اور ان کو ایک معمر بزرگ سید عبد العزیز سے اجازت ہے۔ جن کی ولادت وادی فاطمہ میں ۱۰۸۵ھ میں ہوئی تھی۔ اور بلدہ قندھار میں ۱۲۷۶ھ میں انتقال کیا۔ تقریباً سات سو برس تک زندہ رہے۔ سید عبد العزیز کو سیدنا عبد الرزاق قدس سرہٗ سے، ان کو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے اجازت ہے۔

سیّد احمد سنوسی نے آپکو اپنے تمام مرویات اور سلاسل کی اجازت ۹ محرم ۱۳۴۸ھ میں لکھکر عنایت فرمائی۔

خانوادن فردوسیہ جلجوتیہ و چشتیہ آدم صوفیہ کی اجازت و دیگر سلاسل مجیبیہ کی اجازت اپنے نانا مولوی محی الدین احمد رضوی سے حاصل کی۔ نیز سند حدیث و دیگر سلاسل کی اجازت مولوی غلام دستگیر صاحب (ساکن گھگھٹہ) سے لی ہے۔

تحصیل علم کے بعد کچھ دنوں تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اب خدمت تصوّف میں مصروف ہیں۔ برکت کی

---

[1] و [2] مولوی عبد الحمید صاحب اور مولوی مقبول احمد خاں صاحب دونوں بزرگ مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔

زندگی بسر فرماتے ہیں۔ بڑی خدمت جو آپ نے ذمہ لی ہے (اللہ تعالیٰ اس کی جزأ قبولیت و قرب خاص کی شکل میں آپ کو عطا کرے) وہ یہ ہے کہ اذکار سلاسل مجیبیہ کی فہرست کی مفصل شرح لکھی ہے۔ جس سے طریق اکتساب اذکار میں بڑی مدد ملے گی اور آئندہ نسل میں سے جو سلاسل مجیبیہ کے اکتساب میں اس کو نصب العین رکھیں گے نہایت آسانی سے سمجھ سکیں گے۔ اس کے علاوہ بہت سے مختلف مسائل پر چھوٹے چھوٹے رسائل آپکی تصنیفات سے ہیں۔ آپ کی علمی بصیرت و فقاہت مسلم ہے۔ فہم و تدبر اور سوجھ بوجھ بے مثل ہے۔

ماہ شعبان ۱۳۶۶ھ میں بجائے پدر بزرگوار اور برادر عالی مقدار، باتفاق آراء امیر شریعت ثالث منتخب ہوئے۔ آپ کی قیادت میں امارت شرعیہ کے تمام امور بحسن و خوبی انجام پا رہے ہیں۔ جزاہ اللہ عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء وتقبلہ اللہ بقبول حسن، آمین۔

آپ کی شادی جناب خواجہ محمد خلیل صاحب ساکن سملہ ضلع گیا (جو مولانا شاہ ہادی بن مولانا احمدی قدس سرہما کے نواسی داماد تھے) کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ ان سے ایک صاحبزادہ عماد الدین سلمہ اور دو بچیاں ہیں۔

عماد الدین سلمہ:۔ تاریخ ولادت ۱۱ رجمادی الاول ۱۳۶۱ھ ہے۔ تحصیل علم میں مشغول ہیں، اپنے عم محترم مولانا محمد نظام الدین سلمہ اور برادر عمزاد مولوی شاہ محمد امان اللہ سلمہ اللہ و مولوی عون احمد سلمہ و مولوی محبوب عالم صاحب سے تحصیل علم کر رہے ہیں۔

۱۳۵۳ھ میں اپنے والدین کے ساتھ سفر حج میں شریک رہے اور تمام ارکان حج ادا کئے۔

مولانا سید شاہ محمد نظام الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

تاریخ ولادت ۲۲ صفر ۱۳۱۴ھ۔ آپ نے درسیات اپنے منجھلے بھائی مولوی شاہ محمد قمر الدین صاحب کے ساتھ مولانا عبد العزیز امجھری و مولانا عبد الحمید و مولانا مقبول احمد خاں صاحب سے تمام کیں۔ تکمیل درسیات کے بعد فاتحہ فراغ اپنے منجھلے بھائی کے ساتھ ۱۳۳۵ھ میں ہوا۔ اور مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ و خانقاہ مجیبیہ پھلواری میں علماء کا اجتماع میں سند دی گئی۔ بیعت و تعلیم و تربیت باطنی و اجازت جملہ سلاسل و سند مرویات احادیث سب کچھ اپنے والد ماجد قدس سرہ سے حاصل کی۔ مولوی شاہ قمر الدین صاحب کے تمام شیوخ سے ان کو بھی تمام سلاسل و مرویات حدیث کی اجازت ہے۔

آپ نے فراغ تحصیل کے بعد اپنے آبائی مسند درس کو فروغ دیا۔ اور پورے انہماک سے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے پاس طلبہ کا اچھا مرجع ہوا۔ اور کثرت سے صوبہ و غیر صوبہ کے طلبہ شریک درس ہوئے جب

لوگوں کی توجہ سرکاری مدارس اور اس کے امتحانات کی طرف ہو گئی ہے، درس نظامی کے پڑھنے والے بہت کم ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب طلبہ کی کثرت تو نہیں ہے، تاہم آپ اس وقت بھی تدریس کا سلسلہ رکھتے ہیں اور آپ کی ذات سے آبائی مسند درس قائم ہے۔ قرابت وغیر قرابت کے بہت سے لوگ آپکے شاگرد ہیں۔

تدریس کے ساتھ اپنے علم و تحقیق کے اعتبار سے بھی ممتاز ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا کان پور کے ایک رسالہ نے عصمتِ انبیاءؑ کے خلاف کچھ مضامین شائع کئے، جس کا آپ نے نہایت مدلل جواب دیا جو اسی پرچہ کے چند نمبروں میں شائع ہوا۔ اس کے بعد آپ نے عصمت انبیاءؑ کے متعلق پُراز معلومات مضامین لکھے جو "الفقیہ" امرتسر کے پرچوں میں عرصہ تک شائع ہوتے رہے۔ ان سب کو مرتب کر کے جمع کر دیا جائے تو اس موضوع پر ایک مدلل رسالہ تیار ہو جائے گا۔

آپ اہم استفتاء کا جواب دلائل و تحقیق کے ساتھ لکھتے ہیں۔ بعض فتاویٰ آپ نے لکھے ہیں جن سے تحقیق اور دقت نظر کا پتہ چلتا ہے۔ احتیاط الظہر کے عدم جواز پر پوری تحقیق سے ایک بسیط فتویٰ لکھا ہے۔ جو رسالہ کی شکل میں ہے۔

اپنے اوقات کے بڑے پابند ہیں۔ تدریس و کتب بینی اور اوراد و اشغال میں وقت گزارتے ہیں۔

پہلی مرتبہ ۱۳۵۴ھ میں حج و زیارت حرمین شریفین سے بہرہ یاب ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۳۸۱ھ ہجری میں حج و زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔[1]

آپ کی شادی موضع حکیم آباد گھگھٹہ (ضلع چھپرہ) میں جناب شیخ عبدالرشید صاحب فاروقی مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان سے دو صاحبزادے مولوی شاہ عون احمد اور عین احمد سلمہما اور چار صاحبزادیاں ہیں۔

مولوی شاہ عون احمد سلمہ: تاریخ ولادت ۲۰ ماہ رجب ۱۳۴۰ھ۔ ابتدائی درسیات اپنے والد سے پڑھیں۔ بقیہ درسیات کی تکمیل اپنے چچازاد بھائی مولوی شاہ محمد امان اللہ سلمہ اللہ کے ساتھ مولانا محمد شریف صاحب اعظم گڑھی سے کی۔ اور تکمیل کے بعد ۱۳۶۲ھ میں اجمیر شریف دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں فاتحہ فراغ ہوا۔ اور سند پائی۔ بیعت و اجازت سلاسل و سند حدیث اپنے بڑے چچا حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہ سے حاصل کی۔ اب مشق سلوک میں مشغول ہیں اور خانقاہ کے مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی شادی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہ کی تیسری صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ یہ بھی اپنے برادر عمزاد مولانا شاہ محمد امان اللہ سلمہ کے ساتھ ۱۳۶۹ھ میں حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

[1] اس مرتبہ سفر حج میں آپکی اہلیہ اور چھوٹے لڑکے عین احمد سلمہ بھی ساتھ گئے۔ آپکی اہلیہ نے مکہ معظمہ پہنچنے کے ایک ہفتہ بعد ہی انتقال کیا۔ حرم شریف میں کعبۃ اللہ کے سامنے نماز جنازہ ہوئی اور جنت المعلیٰ میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احاطہ مزار سے قریب مدفون ہوئیں۔

عین احمد سلمہٗ :- تاریخ ولادت ۸ر رمضان ۱۳۴۹ھ۔ تحصیل علم میں مشغول ہیں۔ اپنے والد مولانا محمد نظام الدین سلمہٗ اور برادر عمزاد مولانا شاہ محمد امان اللہ اور برادر حقیقی مولوی عون احمد سلمہٗ و مولوی محبوب عالم صاحب سے درسیات پڑھ رہے ہیں، اللہ جلد تکمیل کرادے۔ ۱۳۶۹ھ میں اپنے والد ماجد کی معیت میں حج و زیارت روضۂ انور سے متمتع ہوئے۔

مولوی حافظ سید شاہ محمد شہاب الدین صاحب سلمہٗ اللہ

تاریخ ولادت ۳۰ر ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ۔ آپ نے ابتدا میں حافظ محمد نبی حسن مرحوم آروی سے سبقاً سبقاً قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر حافظ عبد القدوس صاحب آروی اور حافظ عبد الغنی صاحب عظیم آبادی سے دور کر کے ۱۳۳۶ھ میں ختم سنایا۔ درسیات اپنے منجھلے بھائی مولوی شاہ محمد نظام الدین سلمہٗ سے پڑھیں۔ بیعت و اجازت جملہ سلاسل و عند مرویات حدیث اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ باطنی تعلیم اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے پائی اور ان کے سلاسل و مرویات حدیث کے بھی مجاز ہوئے۔ شعر و سخن کا اعلیٰ مذاق رکھتے ہیں۔ ثاقب تخلص ہے۔ کلام پاکیزہ ہوتا ہے۔ مولوی محمد قمر الدین سلمہٗ کے جملہ شیوخ کی طرف سے بھی ان کے سلاسل و مرویات حدیث کے مجاز ہیں۔ ۱۱ رمضان ۱۳۶۸ھ میں حج و زیارت کی نیت سے حرمین شریفین کا سفر کیا اور ارکان حج و مناسک و زیارت روضۂ انور کے بعد ماہ صفر ۱۳۶۹ھ میں وطن واپس آئے۔

تنبیہ :- حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے اپنے سفر حج کی روانگی سے ایک روز پیشتر ایک عام جلسہ کر کے اپنے تینوں بھائی مولوی شاہ محمد قمر الدین و مولوی شاہ محمد نظام الدین و حافظ شاہ محمد شہاب الدین سلمہم اللہ تعالیٰ کو الباس خرقہ کر کے اپنی طرف سے تمام سلاسل کا مجاز کیا اور مولوی شاہ قمر الدین سلمہٗ کو اپنا نائب بنا کر حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حافظ شہاب الدین سلمہٗ کی شادی کاتب الحروف کی بڑی لڑکی سے ہوئی ہے۔ اس سے تین بچے [۱] فرید الحسن [۲] شرف الحسن، [۳] نعمت حسن .... اور دو بچیاں ہیں۔ [۱] رشیدہ، [۲] کلیمۃ الرسول موجود ہیں۔ سلمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا حاجی احمد علی ابراہیم بن حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ :- ولادت ۱۰ر شعبان ۱۲۰۷ھ۔ وفات ۵ر جمادی الاخریٰ چہارشنبہ ۱۲۹۰ھ۔ اپنے والد کے شاگرد اور فارغ التحصیل تھے۔ بیعت اجازت و خلافت تعلیم و تربیت کل اپنے والد سے تھی۔ ۱۲۴۱ھ یکم ربیع الثانی میں جس وقت آپ سفر حج کے لئے تشریف لیجا رہے تھے حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے بھی الباس خرقہ کر کے جملہ سلاسل کا مجاز بنا دیا تھا۔

آپ بہت بالغ الاستعداد اور صاحب تصرف و کرامات بزرگ تھے۔ سلب امراض میں ید طولیٰ حاصل تھا۔

ازدواج واولاد کا ذکر کتاب الانساب میں موجود ہے۔ ازانجملہ ایک بیٹے شاہ ولایت الحق مرحوم تھے۔ اپنے والد کے مرید و مجاز تھے، ۱۳۱۵ھ میں ترک وطن کر کے گورکھپور چلے گئے اور وہیں ۱۳۱۷ھ میں انتقال کیا۔ آپکے ایک بیٹے شاہ مودود الحق گورکھپور میں مقیم ہیں۔

شاہ محمد مہدی بن مولانا احمدی قدس سرہٗ:۔ فارغ التحصیل نہ تھے مگر علمی استعداد بہت اچھی تھی۔ خوش بیان تھے، جس مجمع میں بیٹھتے اپنی خوش بیانی سے جلسہ کو مسحور کر لیتے۔ اپنے والد کے مرید تھے۔ تاریخ ولادت ۱۰ رجمادی الاولی ۱۲۲۳ھ، وفات ۲۹ رجب شب پنجشنبہ ۱۳۰۵ھ، آرہ محلہ ولی گنج میں مدفون ہیں۔

ازدواج واولاد کے لئے کتاب الانساب دیکھئے۔ اس وقت آپکی اولاد میں ایک بیٹے حافظ نظام الدین صاحب بقید حیات ہیں اور دوسرے بیٹے مولوی شرف الحق مرحوم کی اولاد میں جناب قمر الحق اور جناب نعیم الحق صاحبان اور ان کے نواسہ حافظ عبدالمنان مرحوم کی اولاد میں عزیزم عزیز الرحمٰن سلمہٗ ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد عارف بن مولانا احمدی قدس سرہٗ:۔ بڑے بے نفس اور منکسر مزاج بزرگ تھے، ہمیشہ متوکلانہ زندگی بسر کی، اپنی پوری زندگی میں کبھی چار آنہ سے زیادہ قرض نہ لیا۔ وعدہ کا اتنا پاس تھا کہ ادائیگی کا جو وقت متعین فرماتے اس میں ذرا بھی فرق نہ آتا۔

مولوی شاہ ابوالحیوٰۃ و مولوی شاہ محمد حسین علیہما الرحمۃ کے فارغ التحصیل شاگردوں میں ہیں۔ اپنے والد کے مرید تھے۔ تعلیم و تربیت باطنی حاجی احمد ابراہیم علیہ الرحمۃ سے حاصل ہوئی۔

تاریخ ولادت شب جمعہ ۱۱ رذی الحجہ ۱۲۳۱ھ وفات ۳ رذی الحجہ ۱۲۸۳ھ اپنی سسرال حکیم آباد گھگھٹہ میں مدفون ہیں۔

آپ کی شادی موضع کریم چک چھپرہ میں حکیم علی احمد بن حکیم واعظ اللہ بن حکیم محبوب عالم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ ان سے تین صاحبزادے، (۱) مولوی حمید الحق، (۲) وشاہ محمد اسد اللہ (۳) وحکیم محمد اویس رسول مرحوم تھے۔

مولوی حمید الحق بن مولانا شاہ محمد عارف:۔ ولادت ۲۹ ربیع الثانی روز پنجشنبہ ۱۲۶۹ھ تقریباً چار سال کی عمر میں چیچک کے شدید مرض میں مبتلا ہوئے۔ جس سے آنکھوں کی پتلیوں پر جالا چھا گیا اور بصارت جاتی رہی۔ صحتیاب ہونے کے بعد تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا، اور زبانی تعلیم حاصل کرنا شروع کی، حافظہ بہت قوی تھا، استاد جو کچھ بتاتے بعینہٖ یاد کر لیتے۔ اسی طرح ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر عربی کا شوق پیدا ہوا، چھپرہ میں مولوی حسینی مرحوم ایک جید عالم تھے، ان سے کل درسیات پڑھی۔ کافیہ، شرح ملّا، موطّا ازبر تھی اور کتابیں کبھی

اس قدر یاد تھیں کہ اگر کوئی اس کتاب کو آپکے سامنے پڑھتا تو غلطی پر فوراً ٹوک دیتے۔ تحصیل فراغ کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ رہا۔ چند سال پھلواری میں ہمارے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کی تعلیم کے لیے آپکو بلا لیا تھا۔ ممدوح نے ابتدائی صرف و نحو سے شرح جامی تک آپ ہی سے تعلیم پائی، اس کے بعد آپ پھلواری سے تشریف لے گئے۔

مولانا حاجی احمد علی ابراہیم قدس سرہٗ کے مُرید تھے، تعلیم و تربیت، اجازت سلاسل ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ سے حاصل کی تھی۔ ہشتم جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ میں سکندر پور ضلع سارن میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کی شادی نہیں ہوئی۔

حکیم شاہ محمد اسعد اللہ بن مولانا محمد عارف :- تاریخ ولادت ۲۶ ذیقعدہ، روز یکشنبہ ۱۲۷۳ھ وفات ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ، مدفون بمقام گورکھپور۔

طبیب تھے، ایک عرصہ تک طبابت کا مشغلہ رہا۔ آخر عمر میں ضیق النفس کے عارضہ کی وجہ سے ترک کر دیا تھا، حضرت نصر قدس سرہٗ کے مُرید تھے لیکن تعلیم و تربیت، اجازت و خلافت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے پائی تھی۔ پیر و مرشد قدس سرہٗ نے زیارت موئے مبارک کے موقع پر بستہ موئے مبارک لانے کی خدمت بھی آپ کو تفویض کی تھی۔ اس خدمت کو آخر عمر تک آپ انجام دیتے رہے۔ آپکی کئی شادیاں ہوئیں، لیکن آخری شادی جو خاندان تھیا واں میں ہوئی تھی اس سے اولادیں ہوئیں، از انجملہ ایک صاحبزادے حبیب اللہ نامی کلکتہ میں مقیم ہیں۔

مولوی حکیم اویس رسول بن مولانا محمد عارف :- ولادت ۱ شوال ۱۲۸۱ھ، وفات ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ، مدفون بمقبرہ مجیبیہ پھلواری شریف۔ طب اور ڈاکٹری پڑھی تھی، مطب بھی کرتے تھے، بیعت حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے حاصل کی، اور جملہ سلاسل کی اجازت بھی آپ سے پائی تھی، تلقین و ہدایت میں زندگی بسر کی۔ آپکو مولانا عبد العلیم آسی رشیدی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۂ قادریہ رشیدیہ حقیہ کی اجازت دی تھی، جو آپ کے سفینہ پر حضرت آسی کے دست خاص سے مرقوم ہے۔ آپ کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔

حضرت مولانا سید شاہ محمد علی اکبر بن مولانا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ :- ۱۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۹ ذی الحجہ ۱۲۴۷ھ میں رحلت فرمائی۔

کتب درسیہ تمام و کمال اپنے والد مولانا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ سے پڑھی، بیعت اجازت و خلافت بھی والد سے حاصل کی، والد کے انتقال کے بعد شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے رجوع کیا۔

اور بڑی بڑی ریاضتیں کیں، بہت جلد حالات و واردات حسب دلخواہ پیدا ہونے لگے، خود حضرت شیخ العالمین نے اپنے ایک مکتوب میں آپکے حالات و واردات کا ذکر فرمایا ہے۔

"از شب دوازدہم ربیع الثانی [illegible]ھ نور چشم علی اکبر را ترقیات حسب دلخواہ پیدا شدہ است۔ اللّٰہم زد فزد و لا تنقص بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الحال مشق فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم با ازدیاد مشاہدہ ذات مستجمع صفات میدارد بفضل تعالیٰ و تصدقہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوجہ احسن است، واکثار درود میدارند بجان میخوانند از سبحہ شمار نمی آرند، بعقد انامل میخوانند ابتدائے احوال خود کہ نوشتہ اند"

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ جاری رہا، بضرورت کفالت عیال امین صدر بہار مقرر ہو کر گیا تشریف لے گئے، اور مدت متعینہ تک اس خدمت کو انجام دینے کے بعد مبلغ سو روپیہ پنشن پر خدمت مذکور سے علیحدہ ہو کر خانہ نشین ہوئے۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی بی بی فرحۃ النساء بنت مولانا شاہ احمد عبدالحی قدس سرہٗ سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی قاضی علی اشرف علیہ الرحمۃ، دوسری شادی بی بی کنیز فاطمہ بنت شاہ غلام مخدوم بن شیخ فصیح الدین سے ہوئی، ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

مولوی قاضی علی اشرف بن مولوی علی اکبر علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۱۰ ربیع الثانی [illegible]ھ اور وفات ۲۴ ربیع الاول روز دوشنبہ [illegible]ھ،

ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھی تھیں مگر فاتحہ فراغ اپنے عم محترم مولانا احمد کبیر قدس سرہٗ کے دست مبارک پر ہوا، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید تھے، کسب سلوک کے لئے حضرت قبلہ ادر مولانا ابوالبرکات قدس سرہما کی صحبت میں بیٹھے، اجازت و خلافت اپنے والد علیہ الرحمۃ کے علاوہ ان دونوں بزرگوں سے بھی پائی تھی۔ ایک مدت تک بہار میں منصف رہے، پھر قاضی شہر مقرر ہوئے، بہار ہی میں انتقال فرمایا اور مقبرہ حضرت مخدوم سیستانی قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے۔

شادی قرابت ہی میں ہوئی تھی جن سے ایک بیٹی بی بی کنیز رسول تھیں جو لاولد فوت ہو گئیں۔

امیر محمد حسین (متوفی سنہ ۹۸۰ھ) بن امیر عطاء اللہ جعفری قدس سرہما

امیر محمد حسین کے چار لڑکے تھے۔ محمد فرید[۱]، رکن الدین[۲]، رستم[۳]، فتح اللہ[۴]۔ جن میں سے فتح اللہ لاولد گذرے اور محمد فرید و رکن الدین کی اولاد میں بکثرت علماء و فضلا اور عارفین باللہ ہوئے۔ محمد فرید کے تین لڑکے تھے۔ بایزید[۱]، ابوالفضل، عبدالرشید[۲]۔ چونکہ ابوالفضل اور عبدالرشید کی اولاد بایزید کی اولاد میں ملی ہوئی ہے۔ اسلئے قابلِ ذکر یہی ہیں۔ بایزید علیہ الرحمۃ کی شادی بی بی بولن بنت مخدوم شاہ ابراہیم چشتی کرجوی کی صاحبزادی بی بی نورجہاں سے ہوئی جن سے چھ لڑکے ہوئے ان میں سے دو یہ ہیں:۔ ملاّ فصیح الدین، مخدوم شاہ برہان الدین۔

ملاّ فصیح الدین جعفری نقشبندی قدس سرہٗ:۔ آپ ملاّ عوض وجیہہ دہلوی کے شاگرد بڑے عالم متبحر تھے۔ عہد عالمگیری میں برابر دہلی رہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و جمع میں شریک رہے[۱]۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے آپکی علمی قابلیت اور جوہر ذاتی کی قدر کرتے ہوئے مدد معاش میں ایک سو بیس[۱۲۰] بیگھہ اراضی اور ایک روپیہ یومیہ خرچ روزمرہ کے لیئے دیا تھا۔ ملاّ فصیح الدین کے انتقال کے بعد سنہ ۱۱۲۰ھ میں ملاّ فصیح الدین کے صاحبزادگان ملاّ صبیح الدین و ملاّ صریح الدین و ملاّ ملیح الدین و ملاّ سلیح الدین کے نام سے اس سند کی تجدید ہوئی۔ بیعت آپ کو طریقہ نقشبندیہ میں کسی بزرگ سے تھی، جن کا نام نہیں معلوم ہے۔ حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ کی بناء کردہ مسجد سنگی سے متعلق جو مدرسہ تھا۔ اس میں سب سے پہلے مدرس ملاّ فصیح الدین جعفری تھے، مسجد و مدرسہ کی تولیت آپ ہی کے ذمہ تھی۔ مسجد کے شمال جانب مدرسہ میں جو خانقاہ کے نام سے بھی مشہور تھا، درس دیا کرتے تھے۔

تلامذہ:۔ آپکے چاروں صاحبزادگان اور داماد قاضی حیات مزید و ملاّ غلام شرف الدین بن مولوی عبدالغفور بن مولوی ابوالفضل جعفری ارشد تلامذہ سے ہیں۔ بڑے بیٹے ملاّ صبیح الدین آپکے بعد مسند درس پر بیٹھے اور بہت لوگوں نے ان سے علمی فیض حاصل کیا۔

مسجد و مدرسہ اور خانقاہ کا یہ حصہ برابر علماء و فضلاء کی درسگاہ رہا ہے۔ ملاّ فصیح الدین رحؒ نے سنہ ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی۔

---

[۱] ملاّ فصیح الدین کے صاحبزادے ملاّ صبیح الدین کے نام سلطان عالمگیر اورنگ زیب کی طرف سے جو فرمان ملا تھا اس میں اس کا تذکرہ موجود ہے، فرمان طویل ہے اس کا وہ حصہ یہ ہے:۔ "دریں وقت میمنت اقتران فرمان والا شان واجب الاذعان صادر شد کہ یک روپیہ یومیہ از خزانہ بلدہ عظیم آباد صوبہ بہار و یکصد و بست بیگھہ زمین از پرگنہ پھلواری مضافات صوبہ بہار در مدد معاش بصلاے تدوین فتاویٰ بنام ملاّ شیخ فصیح الدین مقرر بود، الحال بمتعلقان ملاّ مذکور متوفی بلا قید اسامی دیدہ و دانستہ حسب الضمن مقرر شدہ"

اور اسی سنگی مسجد کے شرقی جانب مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی امان علی ترقی جعفری بن غلام علی بن ملا صریح الدین بن ملا فصیح الدین مذکور نے اپنی مثنوی میں ملا فصیح الدین کے تذکرہ میں اس مدرسہ کا بھی حال لکھا ہے۔ سہ

فصیح الدین نامی عالمے بود — وجود او سراپا بود محمود

بعلم و با عمل مشہور آفاق — سر و سر حلقۂ بہرور آفاق

تبحر بسکہ او در علم می داشت — علم بر لامکاں از علم افراشت

عوض ابن وجیہہ استاد او بود — بدہلی اکتساب علم فرمود

مرید خاندان نقشبندی — مبرا خاطر از چونی و چندی

براہ فقر بس ثابت قدم بود — بکس دل را نہ بستہ غیر معبود

مقری داشت دیہے چند آباد — زرش را صرف کردے بادل شاد

زانعامات عالمگیر عادل — فراغ خاطر او گشت حاصل

زاسباب معیشت ہر چہ باید — قلم اندر حسابش در نیاید

بپھلواری کہ ہست از علم معدن — زاجداد ش قدیمی بود مسکن

دراں جا مسجدے پاکیزہ بنیاد — بنا کرد ست چابکدست استاد

زسنگ سرخ گردیدہ مونس — تو گوئی ہست چوں بیت مقدس

چنیں مسجد کہ بر روئے زمیں است — یقیں میداں کہ بیت اللہ ایں است

زہجرت نہ صد و پنجاہ و ششش بود — کہ تعمیرش عطاء اللہ فرمود

بشرقی مسجد پاک است واقع — مزار عالیش ساطع و لامع

شمالش بود یک دالان خشتی — بہ پیش او خجل قصر بہشتی

برائے طالبان علم آنجا — مکانہائے دگر ہم بود زیبا

بسے از طالبان علم بودند — کہ کسب علم از وے می نمودند

زماکولات و مشروبات و پوشاک — نمودے خدمت شان عالم پاک

دراں دالان نشستے بہر تدریس — کتب بنہادہ باشاں ہمچو ادریس

اولاد و احفاد:- ملا فصیح الدین قدس سرہٗ کی شادی شاہ محمد امین بن جنید ثانی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان سے چار صاحبزادے ملا صریح الدین، ملا صبیح الدین، ملا ملیح الدین ملا سلیح الدین اور چار صاحبزادیاں وجود میں آئیں۔

مولوی صبیح الدین کی شادی اسی خاندان میں ہوئی، ان سے دو بیٹے مولوی سراج الدین لاولد اور مولوی نصیر الدین ہوئے۔ مولوی صبیح الدین اپنے والد کے بعد مسند درس پر بیٹھے اور بہت سے طالبین حق کو اپنے چشمہ علم سے سیراب فرمایا۔

مولوی نصیر الدین بن مولوی صبیح الدین کی شادی بی بی شاکرہ بنت شاہ غلام حسین بن شاہ غلام علی ساکن دیوانش دیورہ سے ہوئی۔ ان سے چار صاحبزادے مولوی محمد امین، مولوی محمد فرید، مولوی محمد عبید، مولوی محمد مجید ہوئے اور ہر ایک صاحب اولاد تھے تفصیل کتاب الانساب میں موجود ہے۔

آپ کی جزئیت موضع دیورہ ضلع گیا، موضع سملہ ضلع گیا، موضع پلاسی ضلع گیا، موضع احمد پور ردہائی ضلع گیا، پرگنہ اروَل، بہار شریف، محلہ مراد پور کے حضرات کو پہونچی ہے۔

شاہ محمد امین کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی بی بی مبارک بنت شاہ کرامت علی ساکن پلاسی ضلع گیا سے ہوئی، ان سے بی بی قادرہ جو شاہ احمد علی بن شاہ خادم علی ساکن پلاسی سے منسوب ہوئیں، ان سے تین بیٹے شاہ محمد اکبر علی، شاہ فرحت حسین، شاہ مہدی حسین اور تین بیٹیاں بی بی حکیم النساء زوجہ شاہ محمد علی ساکن سملہ ضلع گیا، ان سے دو بیٹے شاہ عبد العلیؒ اور سید شاہ ابو الحسن علیہما الرحمۃ۔

شاہ عبد العلی علیہ الرحمۃ کے دو بیٹے خواجہ محمد خلیل صاحب اور شاہ محمد شریف مرحوم، اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ صبیبہ اولیٰ زوجہ شاہ مجیب الحق بن شاہ ابو الحسن علیہ الرحمۃ، صبیبہ ثانیہ زوجہ قاضی عبد اللطیف ساکن کونی بربرہٹ ضلع گیا، صبیبہ ثالثہ زوجہ خانبہادر مسٹر ابو صالح رئیس گیا، صبیبہ رابعہ زوجہ شاہ جلال الدین حیدر ساکن کہرہ ضلع گیا۔

قاضی عبد اللطیف مرحوم کے دو صاحبزادے قاضی احمد حسین داماد اخی مولوی قاضی نور الحسن صاحب پھلواروی، دوسرے بیٹے قاضی محمد حسین داماد اخی شاہ محمد مجیب الحق بن شاہ ابو الحسن علیہ الرحمۃ۔

شاہ ابو الحسن علیہ الرحمۃ کے پانچ بیٹے، شاہ محمد مجیب الحق، شاہ محمد فدا حسین، شاہ محمد علی عظیم، شاہ محمد مظہر سعید، شاہ محمد عبد الحق، اور ایک بیٹی جو خواجہ محمد خلیل صاحب سے بیاہی گئیں۔

شاہ فرحت حسین بن بی بی قادرہ کے بیٹے شاہ راحت حسین، ان کے دو بیٹے شاہ محمد نظیر و شاہ محمد عبد الحی اور چند لڑکیاں جن کے اولاد کی تفصیل کتاب الانساب میں ہے۔ اور شاہ محمد مہدی بن بی بی قادرہ کے شاہ بشیر الحق عرف

لہ آپ کا تذکرہ نہایت مختصر صاحب سیر المتاخرین نے بھی کیا ہے۔

شاہ رمضانی و مولوی شاہ ولایت حسین۔

بی بی قادرہ بن شاہ محمد امین کی دوسری بیٹی کبیر النساء ان کی شادی سید شاہ سرفراز حسین بن سید شاہ نثار حسین ساکن بہار محلہ مرار پور سے ہوئی، ان کے چار بیٹے سید شاہ بشارت حسین، سید شاہ لطافت حسین و سید شاہ لیاقت حسین و سید شاہ ہدایت حسین، ان چاروں بھائیوں کے اولاد کی تفصیل کتاب تذکرۃ الانساب میں موجود ہے۔

سید شاہ ہدایت حسین حضرت شاہ ولایت علی اسلام پوری قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ انہوں نے پھلواری میں آکر قیام کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب مولوی کمال علی بن مولوی عبد العلی بن ملا مبین قدس سرہٗ کی ننہال کاکو ضلع گیا میں تھی اور کاکو کے تعلق سے اس خاندان کی قرابت مندی کرائے پرسرائے، موضع کو سیتا پھلیریا موضع مفتی گنج سے تھی، اسی قرابت کی وجہ سے مولوی کمال علی علیہ الرحمۃ کی شادی موضع کو سیتا پھلیریا میں بی بی مریم بنت حسین علی عرف میر پناتی مرحوم (متوفی ۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۲۷۳ھ) بن میر قاسم علی سے ہوئی، مگر ان کو کوئی اولاد نہ ہوئی، خاندانی وجاہت کے ساتھ دولت و مال کی فراوانی تھی۔ انتقال کے بعد جائیداد عصبات میں تقسیم ہوئی اور بیوی کو بھی ترکہ ملا، بیوی مریم صاحبہ نے اپنی تنہائی کی وجہ سے اپنے دونوں بھائیوں کو پھلواری بلا لیا۔ ان کے دو بھائی تھے۔ میر یاور حسین اور میر عابد حسین، یہ دونوں حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ کے مرید تھے، اور مع اہل و عیال پھلواری چلے آئے تھے۔

میر عابد حسین کی شادی بہار محلہ چھوٹی تکیہ میں ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادی بی بی عصمت نامیہ تھیں، ان کی شادی میر ہدایت حسین مذکور سے ہوئی، میر صاحب مرحوم کی یہ دوسری شادی تھی، پہلی شادی سے بھی اولاد تھی، مولوی کمال علی صاحب کی اہلیہ کے انتقال کے بعد ان کا متروکہ مع مکان ان کے دونوں بھائیوں کو پہونچا، اس وجہ سے مستقل قیام ان دونوں بزرگوں کا یہاں ہو گیا۔

چونکہ میر عابد حسین بن میر حسین علی مرحوم کی بھی ایک صاحبزادی تھیں اور اولاد ذکور نہ تھی، جو اس مکان کو آباد کرتی، اس لئے میر ہدایت حسین کو ان کی خاطرداری و دلدہی کے خیال سے پھلواری ہی میں قیام کرنا پڑا اور دوسری بیوی کی اولاد بھی یہیں آباد ہوئی۔

میر ہدایت حسین صاحب برابر پھلواری میں مقیم رہے اور بعارضۂ فالج ۸ رجب سنہ ۱۳۱۱ھ میں انتقال کیا، اور باغ مجیبی میں مدفون ہوئے۔ آپ کے دو اولاد ہوئی۔ ایک بیٹے جناب حافظ زاہد حسین صاحب اور ایک بیٹی بی بی رقیہ۔

جناب حافظ زاہد حسین صاحب کی شادی موضع کاکو ضلع گیا میں میر محمد یعقوب صاحب کی نواسی سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹے اختر حسین اور ایک بیٹی ہیں۔ حافظ صاحب مرحوم نے آخر عمر میں ایک مکان قصبہ اورنگ آباد میں

بنوالیا تھا اور وہیں مع اہل و عیال قیام پذیر تھے، انتقال بھی وہیں ہوا، اب ان کی اولاد پھلواری اور بہار سے بے تعلق موضع اورنگ آباد میں مقیم ہے۔

میر ہدایت حسین کی صاحبزادی بی بی رقیہ پروفیسر مولوی سید نورالحسن[۱] صاحب ساکن ہتھیا داں و سگریا داں سے منسوب ہوئیں، اب انہی سے یہ مکان آباد ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے مولوی سید انوار اللہ اور مولوی سید مجتبیٰ اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔

مولوی سید انوار اللہ سلمہٗ نے جدید تعلیم حاصل کر کے لندن سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ فی الحال سبلور ضلع بھاگلپور میں اگریکلچر کالج کے پرنسپل ہیں۔

مولوی مجتبیٰ سلمہٗ نے علی گڑھ کالج سے ام اے کی ڈگری حاصل کی اور وہیں پروفیسر تھے۔ اب پاکستان میں کسی اعلیٰ ملازمت پر ہیں۔

پروفیسر مولوی نورالحسن صاحب اور ان کے دونوں صاحبزادے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے مُرید ہیں۔

سید یاور حسین بن میر حسین علی کی صاحبزادی کی شادی جناب سید ابراہیم حسین[۲] مرحوم ساکن رزاق بیگھہ متصل مفتی گنج یکے از مریدان حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے ہوئی۔ ایک صاحبزادی ہوئیں جنکی شادی مولوی سید فضل امام ابو سعید بن مولوی سید لطافت حسین وکیل بن سید معونت حسین ساکن مفتی گنج سے ہوئی، ان سے برادرم مولوی سید حسن آرزو سلمہٗ ہیں جو ہمیشہ قومی خدمات میں اپنی عزیز زندگی صرف کرتے رہے۔ اب گورنمنٹ اُردو لائبریری بانکی پور محلہ چوہٹہ کے انچارج ہیں، انکی شادی موضع پرنی میں جناب ابو سعید صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی، ماشاء اللہ ان سے اولاد ہے، برادر موصوف حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے مرید ہیں اور اس خاندان کے اکثر بزرگوں سے سلاسل کی اجازت بھی پائی ہے۔ خوش اوقات ہیں، خیر سے زندگی بسر کرتے ہیں۔[۳]

---

[۱] مولوی سید نورالحسن صاحب اولاد امجاد حضرت سید السادات میر محمد قادری اجھری سے ہیں، مولوی سید نورالحسن بن حکیم سید عابد حسین بن سید شاہ لطیف حسین بن سید شاہ دعاء اللہ بن سید شاہ عطاء اللہ بن سید شاہ کریم داد بن سید شاہ اولیا بن سید شاہ مظفر بن سید شاہ معین الدین بن حضرت سید السادات سید محمد قادری اجھری قدس سرہٗ۔ [۲] میر ابراہیم حسین مرحوم کی شادی حضرت قدس سرہٗ کے آخر عہد میں ہوئی تھی، اُن کو بیعت کا موقع نہ ملا۔ مرض موت میں حضرت پیر و مرشد فیاض المسلمین حضرت مولانا محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے بہ نیابت حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب قبلہ قدس سرہٗ مرید ہوئے۔

[۳] ۱۷ محرم ۱۳۷۱ ہجری میں انتقال کیا۔

مولوی سید لطافت حسین صاحب کو بیعت حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ سے تھی اور آپکی شادی بی بی حکیمن بنت مولوی سید قاضی مخدوم عالم منہاجی پھلواروی قدس سرہٗ سے ہوئی تھی۔ ۳۰ محرم ۱۳۰۴ھ انتقال کیا اور باغ مجیبی میں مدفون ہوئے۔ جناب سید معونت حسین صاحب مولوی کمال علی صاحب کے ہمزلف تھے۔

مولوی شاہ محمد امین بن مولوی نصیر الدین حضرت مولانا شاہ کمال علی دیوروی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ اور شاگرد تھے، اور مولانا کمال علی میر زاہد میرٹھی ثم عظیم آبادی و مولانا عبد العلی بحر العلوم قدس سرہٗ کے شاگرد تھے، شاہ محمد امین کی دوسری شادی سے حضرت شاہ انور علی دیوروی قدس سرہٗ تھے، آپکی شادی میر اہل علی کی صاحبزادی سے ہوئی مگر ان سے اولاد نہ ہوئی۔ کتب درسیہ پھلواری میں قیام کرکے حضرت مولانا حافظ شاہ محمد عبد الغنی قدس سرہٗ سے پڑھیں اور بیعت و اجازت و خلافت و تعلیم و تربیت باطنی حضرت مولانا شاہ غلام امام سملوی قدس سرہٗ سے تھی۔ تکمیل طریقت کے بعد آپ کو آپکے پیر و مرشد نے حضرت شاہ کمال علی دیوروی کی جگہ پر جانشین کیا۔ آپ کی وفات ۲۵ صفر ۱۲۶۹ھ میں ہوئی اور دیورہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے بعد آپکے خلیفہ حضرت شاہ ابو الحسن دیوروی ثم سملوی قدس سرہٗ جانشین ہوئے۔ یہ بزرگ یعنی شاہ ابو الحسن فردوسی قدس سرہٗ دیورہ میں حضرت شاہ کمال علی اور سملہ میں شاہ غلام امام علیہما الرحمۃ کے جانشین تھے۔ آپکی شادی مولانا ہادی بن مولانا احمدی پھلواروی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ ۶ رجب ۱۳۲۵ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کے بعد خانقاہ دیورہ میں آپکے منجھلے صاحبزادے شاہ فدا حسین علیہ الرحمۃ جانشین ہوئے اور ۱۳۵۳ھ میں رحلت فرمائی۔ اب آپکے چھوٹے صاحبزادے شاہ محمد ابراہیم سلمہٗ جانشین ہیں۔

خانقاہ سملہ میں شاہ ابو الحسن قدس سرہٗ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ محمد مجیب الحق علیہ الرحمۃ جانشین ہوئے اور ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ میں رحلت فرمائی۔ اب آپکی جگہ پر آپ کے بڑے صاحبزادہ شاہ محمد قاسم سلمہٗ جانشین ہیں۔ ۲۹ شعبان ۱۳۶۶ھ میں رحلت کیا۔

شاہ محمد قاسم علیہ الرحمۃ کو اپنا آبائی سلسلہ اپنے والد سے پہونچا ہے اور طریقہ مجیبیہ کی اجازت ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ اور مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے ہے۔

مولوی فرید الدین عرف محمد فرید بن نصیر الدین بن صبیح الدین بن ملا فصیح الدین کے دو بیٹے مولوی شاہ محمد لیسین اور شاہ اکبر علی اور چند بیٹیاں وجود میں آئیں۔ از انجملہ ایک بیٹی بی بی ولیہ میر واصل علی متوفی ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ ساکن احمد پور سوبائی سے بیاہی گئیں۔

میر واصل علی علوی النسب تھے۔ ان کے اجداد کا اصلی وطن موضع موتھ قریب جنید پورہ پرگنہ ارول تھا۔ آپ کے پر دادا شاہ امام الدین بن شاہ معین الدین کی شادی برنی پرگنہ ساندھا ضلع گیا میں ہوئی، اُن سے ایک بیٹے حضرت غلام مرتضٰی ہوئے، مصاہرت نیز املاک وجائداد کی نگرانی کے خیال سے شاہ امام الدین مرحوم برنی میں مقیم رہے۔

حضرت شاہ غلام مرتضٰی قادری متوفی ۵ ربیع الاول ۱۱۸۵ھ، صاحب مزار برنی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے مرید[1] وخلیفہ ہیں۔ ۱۱۶۵ھ میں بطریقۂ قادریہ مرید ہوئے، کسب سلوک وریاضات شاقہ کے بعد معارف کے مدارج علیا پر پہونچے۔ ان کا تذکرہ کتاب تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے۔ ترجمہ فارسی عوارف المعارف مرقومہ ۱۱۶۱ھ ان کے دست خاص کی لکھی ہوئی کتبخانہ مجیبیہ میں موجود ہے۔

میر واصل علی کی ننہال موضع احمد پور روہائی پرگنہ ارول ضلع گیا میں تھی، انہوں نے اپنی ننہال ہی میں قیام کیا، میر صاحب موصوف کی پانچ بیٹیاں تھیں، ان میں سے ایک[1] شاہ انور علی بن شاہ محمد امین بن شاہ نصیر الدین بن شاہ صبیح الدین رحمہم اللہ سے بیاہی گئیں۔ دوسری[2] حاجی عبد الوارث بن نور اللہ بن احمد اللہ بن اسد اللہ ساکن عیسٰی پور پھلواری سے بیاہی گئیں، ان سے صرف ایک بیٹی تھیں جو بھار قسیم الدین ساکن بھداسی ضلع گیا سے بیاہی گئیں۔ ان کی اولاد بھداسی میں موجود ہے۔ تیسری[3] بیٹی بی بی شمس النساء زوجۂ ثانیہ حضرت مولانا شاہ محمد ہادی بن مولانا احمدی قدس سرہما ساکن پھلواری تھیں، ان کی اولاد موضع سملہ ضلع گیا اور موضع دیورہ ضلع گیا میں موجود ہے۔ چوتھی[4] شاہ امجد علی ساکن مکارم چک سے بیاہی گئیں، ان سے ایک بیٹی جن کی شادی حکیم عسکری ساکن چاکند پیر بیگھہ ضلع گیا سے ہوئی، ان سے حکیم عابد مرحوم تھے ان کی اولاد موجود ہے۔ پانچویں[5] شیخ رحمٰن بخش عرف چھیدی ساکن احمد پور روہائی سے بیاہی گئیں، ان سے تین لڑکیاں ہوئیں۔ ازانجملہ چھوٹی قاضی سید مظہر امین ساکن کندوئی سے بیاہی گئیں۔ ان سے چند اولاد ہوئی، ان میں سے ایک بیٹی شیخ محمد قمر الدین بن شیخ عبد اللطیف فاروقی ساکن روہائی سے بیاہی گئیں۔ ان سے اولاد موجود ہے، مزید تفصیل تذکرۃ الانساب میں درج ہے۔

مولوی صبیح الدین بن ملا فصیح الدین کی شادی اسی خاندان میں ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادے شاہ غلام حیدر اور شاہ غلام علی علیہما الرحمۃ تھے۔ شاہ غلام حیدرؒ کے ایک صاحبزادہ شاہ غلام سرور قدس سرہٗ تھے،

---

[1] حضرت شاہ غلام مرتضٰی قدس سرہٗ کے اجداد وآباء کل بطریقۂ سہروردیہ حضرت مخدوم احمد چرم پوش بہاری قدس سرہٗ کے خاندان میں مرید ہوا کرتے تھے، اور یہ قید آپکے خاندان میں تھی کہ کوئی فرد اس خاندان کا دوسرے خاندان میں مرید نہیں ہوتا تھا۔ مگر شاہ غلام مرتضٰی قدس سرہٗ کو آپ کی عقیدت نے مجبور کیا اور حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، ان کے بعد بھی لوگ اسی خاندان میں مرید ہوتے رہے۔

شاہ غلام سرور قدس سرہٗ نے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے ۱۱۷۲ھ ۳۰ رماہ ذی الحجہ میں بیعت حاصل کی اور باطنی تعلیم و تربیت بھی تاج العارفین ہی سے ہوئی، آپکی شادی ملا محمد مبین قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے تین صاحبزادہ شاہ غلام حسن، شاہ غلام حسین، شاہ غلام امام پیدا ہوئے۔ یہ تینوں بھائی اپنے والد کے مرید و مجاز تھے۔ شاہ غلام حسن لاولد گئے۔ شاہ غلام حسین کی شادی بی بی عبیدہ بنت سید شاہ صفدر علی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی ان سے ایک صاحبزادہ مولوی تفضل حسین جو حضرت مولانا شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ کے شاگرد تھے عالم و فاضل جید الاستعداد تھے، شادی حکیم احمد اشرف رضوی ؒ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، مگر لاولد گئے۔

مولوی غلام امام بن شاہ غلام سرور کی شادی شاہ ولی اللہ بن شاہ عطاء اللہ کی صاحبزادی سے ہوئی، شاہ ولی اللہ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے داماد تھے، شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے غلام حق قاضی شہر تھے۔ شاہ غلام امام کے بیٹے مولوی ابو سعید تھے اور ایک بیٹی تھیں جو مولوی عنایت علی بن عبد الغنی بن ملا محمد مبین قدس سرہٗ سے بیاہی گئیں، ان سے مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ تھے۔

شاہ غلام سرور قدس سرہٗ نے ۶ رجب ۱۲۰۷ھ میں وفات پائی اور مسجد سنگی کے شرقی دروازہ پر مدفون ہوئے، مولوی ابو سعید بن شاہ غلام امام مولانا عبد الغنی قدس سرہٗ کے شاگرد تھے اور اپنے جد امجد حضرت شاہ غلام سرور قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے، بردوان میں بسلسلۂ ملازمت مقیم تھے، وہیں انتقال کیا۔ آپکی شادی سیورہ جندہا میں ہوئی تھی، ان سے ایک بیٹے مولوی خورشید علی اور ایک بیٹی زوجہ مولوی رعایت علی بن مولوی عنایت علی پھلواری سے ہوئی۔

شاہ غلام علی بن مولانا صریح الدین کی شادی حضرت شاہ محمد عبد الواسع بن حضرت شاہ محمد امان اللہ جنیدی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے، مولوی امان علی و مولوی خادم علی متوفی ۲۰ رمضان ۱۲۳۰ھ۔

مولوی شاہ امان علی ترقی کی ولادت ۱۱۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۹ ذیقعدہ شب سہ شنبہ ۱۲۵۵ھ میں ہوئی، حضرت مخدوم شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ کتب درسیہ مفتی غلام مخدوم اور حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہما سے تمام کیں، شاعری میں بھی ان ہی دونوں بزرگوں سے تلمذ تھا۔ ترقی تخلص کرتے تھے۔ آپ کا دیوان مرتب ہے۔ اور ایک مثنوی جو "مثنوی ترقی" سے موسوم ہے، تاریخ پھلواری کی بہترین یادداشت ہے، اس میں آپ نے اپنے پیر و مرشد اور دیگر اکابر خاندان کا تذکرہ نظم کیا ہے، مجھ کو ان اوراق کی ترتیب میں اس سے بہت مدد ملی۔ بیعت و اجازت و خلافت، تعلیم و تربیت باطنی کل حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ سے تھی، آخر عمر میں بقیہ سلوک کی تکمیل حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ سے کی۔ اپنے رجوع کرنے کا واقعہ ایک قصیدہ میں نظم کیا ہے۔

جس کو ہم نے شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے تذکرہ میں درج کر دیا ہے۔

آپ کی شادی بی بی کاظمہ بنت شیخ محمد حسین بن شیخ کریم الدین بن شیخ دین اللہ بن قاضی فتح اللہ ساکن چکسا مجاہد ضلع مظفر پور پرگنہ بسارہ سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادے مولوی احسان علیؒ اور مولوی عبد الرحمٰن عرف رحمٰن علی (متوفی ۴ ربیع الثانی ۱۲۵۶ھ) اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔ بڑی زوجہ شیخ غلام امام عیسیٰ پوری، دوسری زوجہ قاضی ابراہیم حسین، سوم زوجہ ثالثہ مولانا احمدیؒ، چوتھی زوجہ سید ظہور الحسن ساکن حسینا متصل اسٹیشن بھگوان پور ضلع مظفر پور، جو کاتب الحروف کی نانی کے حقیقی بھائی تھے، مگر ان سے اولاد نہ ہوئی، البتہ دوسری تینوں بیٹیوں کی اولاد قصبۂ پھلواری اور عیسیٰ پور میں موجود ہے۔

مولوی احسان علی بن امان علی سنہ میں پیدا ہوئے، درسیات مولانا شاہ عبد الغنی صاحب قدس سرہٗ سے پڑھی تھیں اور حضرت مولانا شاہ ابو الحسن فرد قدس سرہٗ کے مرید تھے۔

آپ کی شادی موضع حسینا ضلع مظفر پور میں بی بی حمیدہ بنت سید لطف علی بن سید غلام جعفر سے ہوئی۔ ان سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹے مولوی عبد السلام عرف بستان علی تھے، ایک بیٹی موضع حسینا میں شیخ واعظ علی بن شیخ حمید علی فاروقی (جو کاتب الحروف کے حقیقی ماموں تھے) سے بیاہی گئیں، ان سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹے شیخ غلام حمید فاروقی تھے، ان کے دو صاحبزادے شیخ ظہیر حسن جو اپنی آبائی جائیداد کے نگراں ہیں۔ اور مولوی فضل الرحمٰن ہیڈ مولوی ایچ ای اسکول بھگوان پور حی القائم ہیں۔

مولوی احسان علی کی دوسری بیٹی حکیم یحییٰ بن حکیم واعظ اللہ بن حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو علیہ الرحمۃ سے بیاہی گئیں، ان سے ایک بیٹے حکیم ادریس جو قاضی علی اشرف جعفری علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے بیاہے گئے مگر لاولد گئے۔

۱۵ رمضان المبارک ۱۲۶۷ھ میں مولوی احسان علی علیہ الرحمۃ نے رحلت فرمائی اور مقبرہ شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے ۔۔۔۔ مولوی عبد الرحمٰن بن مولوی امان علی حضرت فرد الاولیا کے مرید ذی علم تھے، ۲۴ ربیع الثانی ۱۲۵۶ھ میں انتقال فرمایا، لاولد گئے۔

مولوی ملیح الدین بن ملا فصیح الدین کی شادی قاضی قیام الدین بن قاضی عبد المجید ساکن حاجی پور کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو بیٹے غلام غوث اور فقیر محی الدین تھے، جن کی اولاد کچھ عرصہ کے بعد منقطع ہو گئی۔ اب ان کی اولاد موجود نہیں ہے، جو موجود ہیں وہ دوسرے بھائیوں کی اولاد میں مل گئے ہیں۔ جن کی تفصیل کتاب الانساب دیکھنے سے معلوم ہو گی۔ مولوی ملیح الدین کی بیٹی بی بی مکرمۃ النساء ملا امین بن قاضی حیات مرید سے بیاہی گئیں ان کا تذکرہ آگے آئیگا۔

مولوی سلیح الدین بن مولوی فصیح الدین کی شادی بی بی رمضانی بنت مولوی مودود بن مولوی محمود جعفری سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹے غلام جیلانی سرشار تھے، یہ عالم فاضل درویش کامل تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کے مرید و شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے شاگرد تھے، ان کا مفصل تذکرہ "شعرائے پھلواری" میں کیا جائے گا۔ مولوی سلیح الدین کی دوسری شادی بی بی منو بنت شاہ محمد صلاح منیری سے ہوئی، ان سے مولوی افضل الدین پیدا ہوئے۔

مولوی افضل الدین نے درسیات مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ سے دہلی میں پڑھیں، بیعت طریقت ۱۳ رجب سنہ ۱۲۱۰ھ میں حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے حاصل کی۔ آپکے صاحبزادے مولوی اکبر علی شیخ العالمین کے مرید تھے۔ ان کی شادی بی بی زمین بنت سید شاہ عترت علی شہباز پوری (شاہ آیت اللہ کی نواسی) سے ہوئی تھی۔ ان سے مولوی احمد عبداللہ ہوئے۔

مولوی احمد عبید اللہ علیہ الرحمۃ نے ابتدائی کتابیں مولانا شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ سے پڑھیں اور تکمیل مولانا شاہ عبدالغنی قدس سرہٗ سے کی، ۲۶ رمضان المبارک سنہ ۱۲۳۵ھ میں شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، ۲۵ صفر سنہ ۱۲۹۳ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کی شادی بی بی امت، بنت شیخ فتح علی عرف شیخ ڈھومن بن شیخ محمد منعم سے ہوئی تھی۔ ان سے تین بیٹے مولوی شاہ رفیع الدین اور شاہ امین الدین احمد و حکیم وحید الدین اور ایک صاحبزادی اہلیہ ثالثہ مولوی شاہ وحید الحق رضوی منعمی قدس سرہٗ۔

مولوی شاہ رفیع الدین کی ولادت ۳ رجب سنہ ۱۲۶۳ھ میں ہوئی اور ۳ صفر سنہ ۱۳۱۳ھ میں رحلت فرمائی، محلہ پیر دمڑیا شہر پٹنہ میں مدفون ہوئے، مولانا شاہ علی امیر الحق قدس سرہٗ کے مرید و شاگرد تھے اور مولانا ممدوح ہی سے تربیت باطنی بھی حاصل کی تھی۔ آپ کی شادی سید شاہ منور علی ساکن محلہ پیر دمڑیا شہر پٹنہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، (یہ بزرگ حضرت پیر دمڑیا قدس سرہٗ کی اولاد میں تھے) ان سے پانچ بیٹے عابد حسین، نعمت حسین محمد حسیب الدین، محمد شرف الدین، محمد رضی الدین اور ایک بیٹی۔

آپ کے دو بیٹے شاہ محمد حسیب الدین و شاہ محمد رضی الدین صاحب اولاد ہوئے، اور دو بیٹے نعمت حسین اور شرف الدین مفقود الخبر ہو گئے، کہاں چلے گئے پتہ نہیں، شاہ حسیب الدین صاحب بقید حیات ہیں (شہر پٹنہ محلہ ڈنکہ کی املی میں قیام پذیر ہیں صاحب اولاد ہیں) ان کے ایک بیٹے مولوی وجیہ الدین تھے، جنہوں نے درسیات تمام و کمال مولانا شاہ حبیب الحق عمادی علیہ الرحمۃ سے پڑھیں، افسوس کہ عمر نے وفا نہ کیا اور عالم شباب میں انتقال کر گئے۔

شاہ حسیب الدین صاحب کو مولانا شاہ محمد رشید الحق رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت حاصل ہے، مع اہل و عیال پٹنہ میں مقیم ہیں، پھلواری سے سکونت کا تعلق باقی نہیں ہے، بحیثیت تعلقات برادرانہ تشریف لاتے ہیں۔

شاہ محمد امین الدین بن مولوی احمد عبد اللہ کی ولادت ۲ رجمادی الاول ۱۲۶۷ھ میں ہوئی، مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہ کے مرید تھے، اجازت و خلافت مولانا شاہ محمد اشرف مجیبؒ اور حضرت پیر مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ سے تھی۔ ہمیشہ رشد و ہدایت خلق میں زندگی بسر فرمائی، ۱۷ر صفر ۱۳۲۷ھ میں بعارضۂ استسقاء انتقال فرمایا، حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کے دو بیٹے شاہ عزیز الدین اور شاہ حنیف الدین صاحبان تھے، مولوی **شاہ عزیز الدین** علیہ الرحمۃ مولوی شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کے مرید تھے اور اجازت و خلافت اپنے والد سے پائی تھی آپ کو پیر و مرشد قدس سرہ نے بھی اجازت دی تھی، کلکتہ میں آپکے مریدین بہت ہیں، ۱۳۴۲ھ میں بہ ایام حج مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کے دو بیٹے **شاہ معز الدین** اور **عز الدین** کلکتہ میں قیام پذیر ہیں، شاہ معز الدین سلمہ اپنے والد کی بنائی ہوئی مسجد کی نگرانی کے ساتھ عزیزیہ پریس کے مالک ہیں اور ایک اردو روزنامہ اخبار "الحق" کے ایڈیٹر ہیں، اور عز الدین سلمہ ہفتہ وار اخبار "الانصاف" کے ایڈیٹر ہیں۔ شاہ عزیز الدینؒ کی محل اولیٰ سے ایک بیٹی ہیں جو صاحب اولاد ہیں، اور پھلواری ہی میں رہتی ہیں۔ دوسری لڑکی جو محل ثانی سے ہیں وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہیں۔

شاہ حنیف الدین صاحب مولوی شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کے مرید تھے اور اجازت و خلافت اپنے والد سے پائی، آپ بھوٹان میں ڈاکٹر اصدر علی مرحوم کے اسٹیٹ کے منیجر تھے۔ وہیں انتقال کیا۔ ایک لڑکا شمس الدین ان کی یادگار موجود تھا، جس نے قضا کیا، دوسرا لڑکا حفیظ نامی موجود ہے۔

حکیم مولوی **وحید الدین** بن مولوی احمد عبد اللہ علیہ الرحمۃ ۹ر شعبان ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے، کتب درسیہ مولانا شاہ علی امیر الحق اور مولانا رشید الحق علیہما الرحمۃ سے پڑھیں، بیعت مولانا شاہ علی امیر الحق قدس سرہ سے تھی، فن طب میں حکیم گلزار علی عظیم آبادی کے شاگرد تھے، تمام عمر طبابت کا مشغلہ رہا۔ کوئی اولاد باقی نہ رہی۔

حضرت برہان العارفین مخدوم شاہ برہان الدین قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۱۰۳۱ہجری ——— وفات ۱۵ر ذیقعدہ ۱۱۰۷ھ ہجری ہے،

ملا فصیح الدین کے حقیقی بھائی صاحب علم و عرفان تھے، میر زاہد بن اسلم الہروی کے شاگرد تھے، بیعت و اجازت و خلافت سب کچھ حضرت مخدوم شاہ شمس الدین جنید ثانی قدس سرہ سے تھی۔ آپ کی شادی شاہ کبیر الدین

بن شاہ رکن الدین بن شاہ محمد حسین کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو بیٹے حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ اور حضرت شاہ محمد ابو تراب قدس سرہٗ وجود میں آئے۔

حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۱۰۶۵ھ اور وفات ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۱۲۴ھ ہے، درسیات دہلی و لاہور میں تمام کیں، حضرت شیر قلندر سید شاہ محمد فاضل سادھوری قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ ہیں، شیخ نے ۱۱۰۳ھ ہجری میں الباس خرقہ کر کے وطن کی طرف رخصت فرمایا۔ حضرت قطب الدین بینادل قدس سرہٗ تک شجرہ اس طرح منتہی ہوتا ہے۔

خواجہ عماد الدین قلندر، سید شاہ محمد فاضل سادھوری، شیخ عبد الرسول، شاہ محمد مجتبیٰ عرف محب قلندر لاہرپوری، شیخ عبد القدوس جونپوری، شیخ عبد السلام عرف علن جونپوری، شیخ محمد قطب جونپوری، حضرت قطب الدین بینادل جونپوری، قدست اسرارہم۔ آپکو حضرت قطب الدین بینادل قدس سرہٗ کے سلاسل پہنچے ہیں، طریقہ جنیدیہ کا خرقہ خلافت آپکو اپنے والد برہان العارفین قدس سرہٗ کے واسطے سے پہنچا ہے۔

مزار مبارک اپنے والد کے بائیں میں ہے، وفات کی تاریخ میں مزار پر قل خوانی ہوتا ہے اور قصبہ کے زائرین اس سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ آپکی شادی بی بی نسیمہ بنت شاہ محمد مقیم بن محمود جعفری سے ہوئی تھی، ان سے دو بیٹے حضرت شاہ غلام نقشبند اور حضرت شاہ انعام الدین قدس سرہما اور بی بی حفیظہ وجود میں آئیں۔

برہان العارفین قدس سرہ کے مقبرہ سے متصل ذرا نشیب میں ایک اور مقبرہ ہے جو پہلے شاہ انعام الدین قدس سرہٗ کا گھیرہ" کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے بعد ایک وسیع چابوترہ ہے جس پر حضرت شاہ عماد الدین قدس سرہٗ کے صاحبزادے اور حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے مرید و خلیفہ اور داماد حضرت شمس العارفین شاہ غلام نقشبند قدس سرہ کا مزار ہے، اس چابوترہ پر کثیر تعداد میں علماء، فضلاء و سجادہ نشینان سجادہ عمادیہ قدست اسرارہم مدفون ہیں۔

حضرت شمس العارفین شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ

ولادت ۱۱۱۶ھ۔ تکمیل درسیات تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی کل حضرت تاج العارفین سے ہوئی، آٹھ سال کی عمر تھی کہ آپکے والد ماجد خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، تاج العارفین قدس سرہٗ نے مصلحت و ضرورت وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۱۲۴ھ میں آپکو بیعت لیکر سجادہ نشین کر دیا، اور تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی کی طرف مشغول ہوئے، طبعی مناسبت اور ریاضات و مجاہدات کی وجہ

آپ نے بہت جلد ترقی کی اور عرفان کے مدارج علیا پر بہت جلد فائز ہوئے۔ آپ کا تفصیلی ذکر کتاب تذکرۃ الکرام میں موجود ہے۔ کتاب فضل النبی حضرت تاج العارفین کی اجازت سے آپ ہی نے ترتیب دی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں اوراد و نوافل حضرت تاج العارفین کو اور خود حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ اور دیگر خلفائے تاج العارفین کو بزرگوں کی روحانیت سے بطریق اویسیت تلقین ہوتے تھے اُن کو اس مجموعہ میں آپنے سن وار تلقین یافتہ کے نام کی صراحت کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔ اس کتاب کا دو حصہ ہے جس میں نوافل و اوراد ہیں اس کا نام فضل النبی ہے، اور جس میں مسائل ہیں اس مجموعہ کا نام فضل الرسول ہے۔ تصوف کی کتابوں پر آپکے تعلیقات بھی ہیں، ایک مناجات جو نہایت بلیغ و فصیح ہے اور حضرت امام زین العابدین کے طرف منسوب ہے، اُس پر حل و لغات آپ نے بہت عمدگی سے کیا ہے۔

آپ کی شادی تاج العارفین قدس سرہٗ کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے ہوئی، پہلی بیوی سے اولاد زندہ نہ رہی، دوسری محل سے اولاد ہوئی، ازانجملہ دو صاحبزادیاں زندہ رہیں جن سے اولاد جاری ہوئی۔ ۷ر ذیقعدہ ۱۱۷۳ھ میں وفات فرمائی۔

حضرت مولوی شاہ انعام الدین بن خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ

۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۱۲۲ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے پڑھیں، تکمیل درسیات کی غرض سے دہلی تشریف لے گئے اور فراغت علوم درسیہ کے بعد دہلی ہی میں انتقال کیا، مقبرہ مخدوم نور الدین ملک یار پراں میں مدفون ہوئے، بیعت اجازت و خلافت ۱۱۳۷ھ میں تاج العارفین قدس سرہٗ سے حاصل ہوئی۔ آپکی شادی ہوئی تھی اور اولاد بھی ہوئی مگر باقی نہیں رہی۔ تاریخ وفات ۲۵ر جمادی الآخر ۱۱۴۷ھ ہے۔

حضرت شاہ محمد ابو تراب بن برہان العارفین شاہ محمد برہان الدین قدس سرہما۔ تاریخ ولادت ۱۱۳۱ھ وفات ہفتم رمضان ۱۱۵۶ھ ہے۔ آپ کا قیام آخر عمر میں دہلی میں رہا اور وہیں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار قدم شریف دہلی میں واقع ہے۔ آپکو بیعت اپنے والد ماجد قدس سرہٗ سے تھی، اجازت و خلافت حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ سے آخر ماہ ربیع الاول ۱۱۴۱ھ میں حاصل ہوئی۔ حضرت مولانا نور الحق تپاں قدس سرہٗ انوار الطریقۃ میں آپکی نسبت تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت ایشان زندگی گرانمایہ خود را محض وارستہ و آزاد بسر می بردند و از مال و دولت و کر و فر دنیاوی در دل ایشان جیا نمی داشت، لہذا ہر کسے جناب شان را معتقد و بزرگ می دانست و در امانت داری مال، مثل اُو دیگر نبود لہذا ہر کسے جناب شان را امین ماں میگفت"

شاہ ابو تراب قدس سرہٗ کی شادی بی بی صفورہ بنت محمد مقیم جعفری سے ہوئی تھی، ان سے ایک بیٹے مولوی نظام الدین

اور دو بیٹیاں بی بی وحیدہ لاولد، و بی بی حمیدہ پیدا ہوئیں۔ ان کی شادی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان کے بطن سے چھ بیٹیاں اور دو بیٹے حضرت شاہ احمد عبدالحق و حضرت شاہ احمد عبدالحی قدس سرہما تھے، خواجہ عماد الدین قلندر اور ان کے بھائی شاہ ابو تراب قدس سرہما دونوں حقیقی بھائی اور حقیقی ہم زلف بھی تھے۔

بی بی حمیدہ بنت شاہ ابو تراب قدس سرہٗ کو خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ نے بیٹی کی بجائے پالا تھا اور بہت عزیز رکھتے تھے، بھتیجی کو بھی چچا سے غایت درجہ الفت تھی، بمنزلہٗ باپ کے سمجھتیں اور انہی سے مرید بھی تھیں۔ حضرت خواجہ کے وصال کے چند سال بعد بی بی حمیدہ نے انتقال کیا اور حضرت خواجہ کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ حضرت خواجہؒ کے پہلو میں بی بی حمیدہ زوجۂ اولیٰ تاج العارفین مدفون ہیں، زائرین کو شبہہ نہ ہو۔ حضرت خواجہ کی اہلیہ بی بی نسیمہ بنت محمد مقیم بن محمود جعفری نے ۱۱۸۱ھ میں انتقال کیا اور بی بی حمیدہ رحمہا اللہ کے بائیں میں مدفون ہوئیں۔

شاہ نظام الدین احمد بن شاہ ابو تراب قدس سرہٗ :- حضرت تاج العارفین کے شاگرد و مرید تھے ۱۱۲۶ھ میں عالم جوانی میں انتقال کر گئے، ابتدائی کتابیں حضرت تاج العارفین سے پڑھیں، بلکہ کتب درسیہ کی تکمیل کے خیال سے الہ آباد تشریف لے گئے اور وہیں انتقال فرمایا اور مقبرہ حضرت شیخ محب اللہ میں مدفون ہوئے۔

مقبرہ حضرت برہان العارفین قدس سرہٗ سے پورب ایک اور مقبرہ ہے اس میں حضرت شاہ محمد اکرم خلیفہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ متوفی ۱۱۴۰ھ و حضرت شاہ لعل محمد[1] بن شیخ نور الدین متوفی ۱۱۶۹ھ و حضرت شاہ محمد مقیم مرید و خادم حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ و حضرت شاہ منظہر اولیاء رحمہم اللہ جیسے علماء و صوفیاء مدفون ہیں۔

یہ مقبرہ سنگی مسجد کے پورب سے شروع ہوا ہے اور اس کے اُتر بھی مقبرہ ہے اور پورب جانب بسلسلہ دکھن تک چلا گیا ہے، درحقیقت یہ مقبرہ حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ کے زمانۂ وفات سے قائم ہوا، اور جیسے جیسے جگہ کی تنگی ہوتی گئی، دکھن سمت بڑھتا چلا گیا اور ممتاز شخصیت کے جو اکابر گزرے ان کے نام سے مشہور رہا، اس مقبرہ کی کافی وسعت ہے۔ سنگی مسجد کی اراضی ۵۰ ڈسمل ہے جس میں مسجد و مدرسہ دونوں شریک ہیں۔

---

[1] شاہ لعل محمد بن شیخ نور الدین سالار پور پرگنہ تویت پور ریلیا ضلع پٹنہ کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حاجی محمد یعقوب ہیں پنجم ذیقعدہ ۱۲۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں رحلت فرما گئے۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ شیخ کاظم علی و شیخ غلام حسین۔ شیخ غلام حسین کے بیٹے شیخ یار علی تھے۔ شیخ کاظم علی حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مرید اور امور خانقاہ از قسم خراس وغیرہ کے منتظم تھے۔

حضرت آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم سیدنا شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس اللہ سرہ العزیز

نام ونسب :- محمد مجیب اللہ نام، تاج العارفین خطاب، امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ کی اولاد امجاد میں ہیں۔ امیر رکن الدین (متوفی ۱۰۱۰ھ) بن امیر محمد حسین جعفری کی شادی بی بی پولن بنت مخدوم شاہ ابراہیم چشتی کرجوی (یکے از اجزائے مخدوم سید احمد چرم پوش بہاری قدس سرہٗ) سے ہوئی تھی، جن سے دو لڑکے امیر کبیر الدین، امیر فخر الدین امیر کبیر الدین کے چار صاحبزادے ہوئے۔ کریم الدین، احسن اللہ، منیر اللہ، ظہور اللہ اور ایک صاحبزادی زوجہ حضرت مخدوم برہان الدین لعل میاں قدس سرہٗ، جن کے صاحبزادے حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر اور حضرت شاہ محمد ابو تراب قدس سرہما تھے۔

شاہ محمد ظہور اللہ بن امیر کبیر الدین قدس سرہٗ ۱۰۶۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸ شعبان ۱۱۰۲ھ میں وفات پائی۔ آپ حضرت مخدوم برہان الدین عرف لعل میاں قدس سرہٗ کے مرید تھے آپ کی شادی حضرت سید شاہ برہان الدین خضر پوری کی صاحبزادی بی بی خدیجہ سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادے حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ اور حضرت شاہ محمد جبار اللہ قدس سرہٗ وجود میں آئے۔

خضر پور کھگول اسٹیشن سے پچھم ایک گاؤں تھا، جس میں زمانہ قدیم سے سادات آباد تھے، مگر اب یہ بستی ایسی ویران ہے کہ بجز اس کے کہ کتابوں میں اس کا نام موجود ہے، آبادی کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے نانا حضرت سید برہان الدین خضر پوری سادات کرام سے ہیں، ان کا سلسلہ نسب یہ ہے :-

سید برہان الدین بن سید زین العابدین بن سید عبد العزیز بن سید قطب الدین عرف شاہ بھیکھ بن سید اللہ داد بن سید محمد اسحٰق بن سید محمد یوسف بن سید محمد خواجہ بن سید نصیر الدین بن سید حسام الدین بن سید ابراہیم ابو الحسن بن سید عباس ثانی بن سید حسن بن سید حمزہ بن سید احمد ابو الحسین عباس بن سید علی بن سید حسین ابو الحسن بن سید علی بن سید محمد بن سید علی اکبر بن حضرت امام محمد جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام ہمام سیدنا حسین علی جدہٖ وعلیہم السلام۔

خاندان امیر عطاء اللہ اور خاندان سید برہان الدین خضر پوری قدس سرہما سے رشتہ مندی کے تعلقات زمانہ سابق سے چلے آتے تھے، اسی تعلق کی بناء پر سید برہان الدین خضر پوری قدس سرہٗ کی شادی بی بی پولن

بنت سید امیر شمس الدین بن امیر محمد اسحٰق بن امیر محمد مظفر بن امیر عطاء اللہ قدس سرہ سے ہوئی تھی۔

تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ بن شاہ ظہور اللہ قدس سرہ :۔ تاریخ ولادت ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۹۸ھ اور بروایتے ۱۰۹۵ھ ہجری۔

اکتساب علوم درسیہ } ابتدائی کتابیں قاعدہ قرآن مجید اور فارسی کی چند ابتدائی کتابیں حضرت شاہ برہان الدین عرف لعل میاں قدس سرہ سے پڑھیں۔ پھر ۱۱۰۵ھ سے ۱۱۱۵ھ تک اپنے پھوپی زاد بھائی و پیر و مرشد حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کے حلقۂ درس میں رہے، اس اثناء میں علوم صرف و نحو، بلاغت و معانی، فقہ و فرائض، کلام و منطق و فلسفہ کی متوسطات تمام کیں، مگر حضرت خواجہ کی کثرت مشاغل نیز اوراد و اشغال اور ارتعینات کی وجہ سے اسباق ناغہ ہونے لگے تو حضرت خواجہ کی اجازت سے حضرت شاہ محمد مخدوم بن شاہ محمد امان اللہ بن شاہ محمد امین بن شاہ شمس الدین جنید ثانی قدس سرہ کے ساتھ بنارس تشریف لے گئے، اور حضرت قطب الاقطاب صاحب نسبۃ اویسیہ نبویہ مولانا سید محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں زانوئے ادب تہ کیا، اور بقیہ درسیات کی تکمیل کرکے فارغ التحصیل ہوئے۔

اکتساب طریقت } حضرت مولانا رسولنما قدس سرہ جس طرح علوم ظاہریہ میں بے نظیر شخصیت رکھتے تھے، مرتبہ عرفان میں درجۂ قطب الاقطاب پر فائز تھے، اس کے ساتھ منصب رسولنمائی بھی بارگاہ نبویہ سے عطا ہوا تھا اور سلوک کا خاص طریقہ درودیہ بھی بارگاہ نبویہ سے آپکو تلقین فرمایا گیا تھا۔

تاج العارفین قدس سرہ کو حصول زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض سے طریقہ درودیہ کے اکتساب کا شوق پیدا ہوا، حضرت خواجہ کی اجازت سے مولانا رسولنما قدس سرہ سے رجوع کیا، اور تعلیم علوم ظاہریہ کے ساتھ اشق سلوک کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ پھر مولانا رسولنما قدس سرہ کے حسب الحکم تعطیل کے زمانہ میں جب وطن تشریف لاتے تو حضرت خواجہ سے سلوک طریقہ قلندریہ کی تعلیم حاصل فرماتے، اس طرح تکمیل درسیات کے ساتھ ساتھ طریقہ درودیہ اور طریقہ قلندریہ کے سلوک کی بھی تکمیل ہوگئی۔

(۱) ۸ رمضان ۱۱۳۲ھ میں بحکم بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ قادریہ مجیبیہ میں حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی، حضرت خواجہ نے آپ کو کامل و مکمل پایا، اور دو نور کی روشنی آپ میں محسوس کی، اسی وقت اپنی طرف سے جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت دیکر ارشاد و ہدایت خلق کیلئے مامور فرمایا۔ نیز مریدین و معتقدین کی تعلیم و تربیت اور بیعت لینے کی خدمت بھی آپ کے سپرد کردی، چنانچہ

جن مریدوں کی بیعت حضرت خواجہ کے سلسلہ میں ۱۲۲۲ھ میں آپ نے لی ہے، ان کے نام کتاب اسمائے مریدان میں اپنے دستِ خاص سے لکھے ہیں۔ اس عبارت کو بعینہٖ اس جگہ نقل کر دیتا ہوں۔

"اسامی اہلِ بیعت۔ سید علی مردان ۱۲۲۲ھ ضیاء اللہ عرف جین ۱۲۲۲ھ ہجری"

(۳) رمضان شریف گزارنے کے بعد تاج العارفین نے بنارس کا قصد کیا، اور حضرت مولانا سے بیعت و اجازت و خلافت کے تمام واقعات عرض کئے، حضرت مولانا قدس سرہٗ نے اپنے یاران کاملین کا مجمع کر کے اپنی طرف سے بھی الباس خرقہ کر کے جمیع سلاسل کا تحریری اجازت نامہ مہر و دستخط سے مزین فرما کر عطا فرمایا۔

۱۲۲۳ھ کے آخر سال میں یکایک حضرت خواجہ کا مکتوب تاج العارفین کے نام بنارس پہونچا جس میں لکھا تھا کہ "میرا وقت اخیر ہے تم بہت جلد چلے آؤ"۔ اس خبر کے ملتے ہی فوراً حضرت مولانا قدس سرہٗ نے آپ کو وطن روانہ فرما دیا۔ چند مہینوں کے بعد ۲۰ رجمادی الاول ۱۲۲۴ھ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی۔

اب حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو اپنے وطن پھلواری میں مستقل اقامت اختیار کرنی پڑی۔ کیونکہ حضرت خواجہ کے گھر کا سارا نظم و نسخ شاہ غلام نقشبند و شاہ انعام الدین قدس سرہما کی کم سنی کی وجہ سے آپ ہی کے ذمہ ہو گیا، ہر چند کہ حضرت خواجہ کی رحلت کے بعد آپ نے حضرت خواجہ کے صاحبزادہ شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کو جانشین بھی کر دیا تھا، مگر وہ عمر میں کل آٹھ سال کے تھے، ان میں خانہ داری و امور خانقاہ داری کی صلاحیت نہ تھی، اس لئے گھر کی دیکھ بھال اور شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کی تعلیم و تربیت کے خیال سے وطن کی اقامت ضروری تھی، ہاں حضرت مولانا قدس سرہٗ کی قدمبوسی کے خیال سے اکثر بنارس تشریف لیجاتے، مگر مولانا قدس سرہٗ کی وفات کے بعد بنارس کی آمد و رفت بھی منقطع ہو گئی۔

حضرت خواجہ عماد الدین قلندر و حضرت مولانا وارث رسولنما قدس سرہما کے علاوہ دیگر بزرگان سے بھی تاج العارفین قدس سرہٗ کو احادیث کی سند و سلاسل طریقت پہونچے ہیں، جن کا ذکر ان شیوخ کے تذکرہ کے ساتھ صفحات آئندہ میں آئے گا۔

حضرت قطب الاقطاب صاحب نسبۃ اولیسیہ نبویہ دائم الحضور سیدنا و مولانا شاہ محمد وارث رسولنما قدس سرہٗ

آپ کا اصل وطن نونہرہ پارہ ضلع غازی پور میں تھا۔ آپ کے والد قاضی سید عنایت اللہ عہد عالمگیر غازی میں بنارس میں قاضی تھے، مولانا قدس سرہٗ تحصیل علم کی غرض سے بنارس تشریف لائے، فراغت کے بعد درس و تدریس کی وجہ سے یہیں اقامت اختیار کر لی۔

نسب نامہ } سید شاہ محمد وارث بن قاضی سید عنایت اللہ بن سید حبیب اللہ بن سید عبد الرقیب بن سید سالم بن سید لاڈلے بن سید محمد المعروف سید سلونی بن سید سعد اللہ بن سید خدا بخش شہید بن سید یحییٰ بن سید قطب الدین بن سید امیر مسعود ملک السادات غازی (یہ وہ سید سالار مسعود نہیں ہیں جن کا مزار بہرائچ میں ہے) بن سید جلال الدین بن سید عبد الواحد بن سید عبد المجید بن سید حسن بن سید سلیمان الملقب بکفار شکن بن سید زید شہید بن سید احمد زاہد موالسی بن سید حمزہ بن سید ابو علی بن سید عمر بن سید محمد تو خنہ بن سید عارف جلیل تو خنہ مثال الرسول بن سید علی الکفکی بن سید حسن ثانی بن سید محمد المدنی بن سید حسن الجیص معروف بشاہ ناصر الدین الترمذی بن سید موسیٰ الجیص بن سید علی سجاد بن سید حسین الاصغر بن سید علی زین العابدین بن سیدنا امام حسین علیٰ جدہم وعلیہ السلام۔

ولادت و وفات } حضرت مولانا قدس سرہ ۱۰۸۰ھ میں پیدا ہوئے، ۱۱۶۶ھ میں بنارس میں وفات فرمائی۔ بنارس محلہ "مولوی کا باڑہ" ایک سنگی چبوترہ پر آپ کا مزار زیارتگاہ عالم ہے۔

تکمیل درسیات و سلسلہ تلمذ } درسیات کی تکمیل ملا محمد علی علیہ الرحمۃ سے کی، آپ اپنے عہد کے بہت بڑے متبحر عالم اور فاضل متبحر تھے۔ ملا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ تلمذ قاضی ناصر الدین[1] ابو الخیر عبد اللہ بن محمد بن علی البیضاوی التبریزی صاحب تفسیر انوار التنزیل مشہور بہ تفسیر بیضاوی تک منتہی ہوتا ہے۔

ملا محمد علی تلمیذ ملا ابراہیم تلمیذ میر زاہد[2] بن قاضی اسلم الہروی تلمیذ ملا محمد فاضل تلمیذ علامہ یوسف کوسج قرا باغی تلمیذ مرزا جان باغی الشیرازی تلمیذ علامہ محمود شیرازی تلمیذ علامہ محقق جلال الملۃ والدین جلال الدین محقق دوانی۔

علامہ محقق دوانی اپنے والد اسعد بن عبد الرحیم، اور ملا مظہر الدین گازرونی کے شاگرد تھے اور یہ دونوں بزرگ سعد الدین تفتازانی اور ملا سید شریف جرجانی کے شاگرد تھے، سید شریف جرجانی ملا قطب الدین رازی کے، قطب الدین رازی اور ملا سعد الدین تفتازانی یہ دونوں قاضی عضد الدین کے شاگرد تھے اور یہ ملا زین الدین تبریزی کے اور وہ قاضی ناصر الدین ابو الخیر عبد اللہ بن محمد بن علی البیضاوی کے شاگرد تھے۔ قاضی بیضاوی کی سند علم کلام میں

---

[1] فارس میں قاضی تھے ۶۸۵ھ ہجری میں وفات فرمائی اور تبریز میں مدفون ہوئے۔ [2] انفاس العارفین ملفوظ حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی یکے از تلمیذان میر زاہد ہروی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں پوشیدہ نہ رہے مرزا محمد زاہد قاضی اسلم کے بیٹے تھے جہانگیر کے زمانہ میں ہجرت سے ہندوستان تشریف لائے، بادشاہ نے ان کو قاضی القضاۃ مقرر کیا، یہ شاگرد ملا محمد فاضل کے تھے، ملا محمد فاضل بدخشاں کے رہنے والے تھے اوائل جوانی میں لاہور پہنچے اور ملا محمد صادق کے تلمذ میں گئے، پھر ملا مرزا جان شیرازی کے تکمیل علوم کیا اور فنون حکمت ملا محمد یوسف سے جو ارشد تلامذہ سے ملا مرزا جان شیرازی کے تھے بپایۂ تکمیل کو پہنچایا، تفسیر اور اصول ملا جمال لاہوری سے پڑھی، تیرہ برس کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہو چکے تھے۔

ابوالحسن اشعری تک منتہی ہوتی ہے۔

قطب الدین رازی مذکور عقلیات میں ملا قطب الدین محمود بن مسعود بن مصلح الدین شیرازی کے شاگرد تھے اور وہ ملا نصیر الدین طوسی کے، اور وہ فرید الدین داماد نیشاپوری کے اور وہ صدر الدین سرخسی کے اور وہ افضل الدین غیلانی کے، اور وہ ابو العباس لوکری کے اور وہ شیخ الرئیس ابو علی الحسین بن عبد اللہ بن سینا کے شاگرد تھے۔

ملا مظہر الدین گازرونی مذکور نے اپنے چچا علاء الدین فرطاسی سے عقلیات کی تعلیم پائی تھی، علاء الدین فرطاسی تاج الدین فرطاسی کے شاگرد تھے اور وہ ملا شہاب الدین ابوبکر گازرونی کے، اور وہ نصیر الدین طوسی مذکور کے، شیخ بو علی سینا تک جو سند مذکور ہو چکی۔

علم حدیث } علم حدیث میں آپ حضرت حیات سندھی کے شاگرد تھے، اور وہ حضرت عبد اللہ سالم بصری کے شاگرد تھے، حضرت سالم بصری کی سند مشہور ہے۔

تصنیفات } مولانا قدس سرہ کی تصنیفات سے حاشیہ میر زاہد، ملا جلال، و شرح تہذیب، و تفسیر، اوراد حدیثیہ، اور رسالہ فقہیہ ہیں۔

اکتساب طریقت } بچپن ہی سے جبکہ آپکی عمر سات سال کی تھی عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ دل میں پیدا ہوا، اور رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ اُس وقت عارف کامل شیخ وقت مرجع طالبین مولانا سید شاہ رفیع الدین قدس سرہ نے جو مولانا قدس سرہ کے قرابت قریبہ میں دادا تھے، آپ کی اُمید افزا حالت دیکھکر کچھ شغل قلبی کی تعلیم فرمادی، اس سے غیر مترقبہ ترقیات ہونے لگیں، نیز علوم ظاہریہ کی تعلیم بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی رہی شغل قلبی کی مداومت کی وجہ سے سوزش عشق اس قدر بڑھ گیا کہ جذب کی حالت پیدا ہونے لگی، آپکے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے ایک عارف کامل دوست حضرت شاہ غلام محمد قدس سرہ نے اس حالت کا اندازہ کرتے ہوئے آپ کے والد سے فرمایا کہ ان کی ترقیات تحمل سے زیادہ ہو رہی ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں جذب نہ ہو جائے ورنہ ہمیشہ کیلئے کام ہاتھ سے جاتا رہے گا، سلوک طریقت میں ان کی ذات سے بہت نفع پہنچنے والا ہے، میں ان کو ایک درود بتا دیتا ہوں جس سے حالت قابو میں آجائیگی، اور ترقیات بھی قابلِ تحمل و برداشت ہوتی رہیں گی، یہ کہہ کر آپ نے حضرت مولانا قدس سرہ کو درود طریقہ کی تعلیم دی، اس درود شریف کی برکت سے آپ درجہ دوام حضوری و مرتبہ رسولنمائی پر فائز ہوئے۔

جس قدر طریقہ قادریہ قمیصیہ کے اذکار و اشغال کی تلقین آپکے پیر و مرشد مولانا سید شاہ رفیع الدین قدس سرہ کی تھی، اس سے کہیں زیادہ اذکار و اشغال بارگاہ نبویہ سے براہ راست آپ کو تلقین ہوئے۔

جن کو اذکار قادریہ فیضیہ کے ساتھ، کل تاج العارفین قدس سرہٗ کو تعلیم فرمانے کے بعد آپ نے لکھوا دیا تھا، جو "ملفوظ حضرت مولانا" کے نام سے اس خاندان میں موجود ہے، اور سلوک کی تعلیم خاندان پیر مجیب قدس سرہٗ میں اسی کے مطابق ہوتی ہے۔

بیعت و اجازت : تکمیل سلوک کے بعد بحکم بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا سید شاہ رفیع الدین قادری قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اجازت و خرقۂ خلافت سے ممتاز ہوئے۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تک شجرہ اس طرح منتہی ہوتا ہے۔

لقن السید محی الدین عبد القادر الجیلانی ابنہ السید عبد الرزاق واستلقن منہ ابنہ السید ابو صالح نصر ومنہ ابنہ السید علی عبد اللہ القادری محمد ومنہ ابنہ السید داؤد ومنہ ابنہ السید جلال الدین ومنہ ابنہ السید بہاء الدین ومنہ ابنہ السید تاج الدین ومنہ ابنہ السید ابو الحیوٰۃ القادری محی ومنہ ابنہ السید قیص ومنہ الشیخ محمد رحمہ اللہ ومنہ ابنہ السید پیارے ومنہ السید الکریم السید محمد سلیم ۔ والنسبۃ الثانیۃ الشیخ محمد القمیصی منہ الشیخ ماماہر ومنہ الشاہ مصطفٰے المشہور بخارائی ومنہ السید سلیم ومنہ ابن ابن اخیہ السید رفیع الدین قدس سرہٗ ومنہ صاحب النسبۃ الاویسیۃ النبویۃ مولانا السید محمد وارث رسولنما القادری البنارسی قدس اسرارہم"

ممتاز خلفا و شاگرد : آپ کے صاحبزادہ حضرت ولی میاں قدس سرہٗ خلیفہ بھی تھے، مگر مجذوب تھے، اسلئے اجرائے سلسلہ نہ ہوسکا، ۲۰ رجب سنہ میں وفات فرمائی اور حضرت مولانا کے پہلو میں بجانب شرق مدفون ہوئے۔

حضرت شاہ لعل محمد منیری، وحضرت شاہ غلام غوث ہمشیرزادہ حضرت مولانا۔ متوفی ۹ رجب ۱۱۳۰ھ ہجری۔ وحضرت شاہ غلام محمد قدس سرہم۔

وحضرت شاہ غلام امام قدس سرہٗ، ان کا سلسلہ اب تک باقی ہے، سنگھانہ علاقہ شیخاواٹی ریاست جے پور میں اس سلسلہ کی خانقاہ ہے، جس کے سجادہ نشین شاہ کریم بخش صاحب ہیں، حضرت شاہ غلام شعیب ساکن کنگولی ضلع غازی پور حضرت مولانا شاہ محمد عصمت اللہ کھلیوری، ضلع سارن، قدس سرہٗ، متوفی ۱۱۸۱ھ۔

خلیفہ اعظم حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ، متوفی ۲۰ رجمادی الثانی ۱۱۹۱ھ ہجری آپ کے واسطے سے حضرت مولانا قدس سرہٗ کا سلسلہ تمام ہندوستان و دیگر ممالک اسلامیہ تک پہونچا۔

حضرت شاہ محمد مخدوم پھلواروی قدس سرہٗ۔ متوفی ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۶۳ھ۔ ایک عرصہ تک علٰحدہ یہ سلسلہ ممتاز رہا، مگر اب یہ سلسلہ بھی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے سلسلہ میں منضم ہے۔

خصوصیت خاصہ: صاحب تذکرۃ الکرام نے آپکی خصوصیت ذاتیہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی پر پوست دست کے نیچے بخطِ سبز اسم پاک قدرتی طور پر منقوش تھا۔

دہم در کفِ راست آں سردلبستان ولایت بخط سبز زیر پوست باریک اسم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمایاں بود کہ ہر کس میخواند۔

صاحب کتاب "بحر ذخار" نے بھی آپ کے تذکرہ میں اس خصوصیت کو لکھا ہے مگر اس میں بجائے دستِ راست کے دستِ چپ لکھا ہے، لیکن مَیں نے اپنے اکابر سے دستِ راست ہی کے متعلق سُنا ہے۔ بحر ذخار کی عبارت یہ ہے:۔

حضرت مولوی محمد وارث ساکن بنارس، اصلش غازی پور است، واز اقامت در مقر بنارسی مشہور شد، توسل بیعت بسلسلہ شاہ قمیص دارد، و برسولنما ملقب بودہ، از سادات سوانہ است، و یک جدی شاہ عاشقاں بود، یکے از اجدادش قاضی بنارس بود، و در احسن القصص آرد کہ ذات بابرکاتش نمونۂ ریاضت دستگاہان سلف در یں زمانہ، از علم و عملش داد تحسین یکدیگر میدہند، مجموعہ ایست از اعمال بزرگان پیشیں نشانہ، شیخ معز الدین ردولوی از و بیشتر فوائد گرد داشتہ، و مولوی برکات اللہ خیر پوری گوید کہ اوراد تصوف مرتبۂ عالی بود، مدام مجلس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حاضر بودے، و ہر کہ جمال او دیدے بکمال ولایت او قائل شدے، و ہیچ فعل دینی و دنیوی بدون امر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نکردے، و اکثراں بوسیلۂ او صحبت نبوی دریافتند، و در کف چپ او در گاہے بجہان نشست یافتہ بودند کہ اسم مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواندہ می شد، و اکثر مغلوب الحال می شد، در آخر آنکہ یکہزار و یکصد وفات یافت و در بنارس مدفون شد انتہی [1]

پھر ۱۱۲۵ھ میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو حضرت ملا محمد عتیق بن ملا عبد السمیع بن ملا عبد النبی بہاری قدس سرہٗ نے اپنے جملہ سلاسل خصوصاً طریقہ امامیہ حنیفیہ کی اجازت عطا فرمائی۔ یہ سلسلہ حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کا آبائی سلسلہ ہے۔

---

[1] مؤلف بحر ذخار سے بھی بہت قبل کے ایک بزرگ جو حضرت مولانا قدس سرہٗ کے ہمعصر ہیں اور مولانا کی رحلت سے گیارہ سال قبل ۱۱۵۵ھ میں رحلت فرما چکے تھے یعنی حضرت علامہ عارف شیخ عبد الباسط بن شیخ محمد صالح بن شیخ امام الدین بن شیخ محمد علیم بن شیخ عبد الحلیم بن حضرت بندگی شیخ نظام الدین امیٹھوی قدس سرہم اپنے کتاب احسن القصص قلمی میں جو مولانا ناصر میاں فرنگی محلی کے کتبخانہ میں موجود ہے، بارھویں صدی کے مشائخ کے ذکر میں جس کا نمبر ۴۲ ہے مولانا کا ذکر اس طرح کرتے ہیں "مولوی سید پیر محمد وارث قادری بنارسی مشہور عوام بہ مولنماو معروف خواص بعارف آشنا از قاضی زادگان بنارس است، ذوقِ فنا تسلیمان حقائق رس ذات بابرکاتش نمونہ ریاضت دستگاہان سلف است دریں زمانہ و در علم و عملش گرداد تحسین یکدیگر می دہند مجموعہ ایست، از اعمال بزرگان پیشیں نشانہ، نظر مرحمتے کہ بر ایں احقر مبذول داشتہ شرحش را یارا نہ، ملازم شیخ معز الدین ردولوی در خدمت وے اکثر فوائد اخذ نمودہ"

نقل از خط نورچشم مولوی عوض احمد سلمہ اللہ تعالےٰ دبلغہ علیٰ مدارج الکمال لکھنؤ رفتہ بودند و از کتاب "احسن القصص" نقل گرفتہ احقر را دادہ بودند۔ ۲۰ رجب ۱۳۷۱ھ

(۳) **حضرت ملا محمد عتیق** بن ملا عبد السمیع بن ملا عبد النبی بہاری قدس سرہ۔ ولادت ۱۰۷۵ھ وفات ۱۱۲۵ھ
حضرت شاہ معز الدین چشتی کرجوی قدس سرہ کے نواسے تھے، ملا محمد عتیق قدس سرہ کے جد امجد شاہ عبد النبی قدس سرہ کو جملہ سلاسل کی اجازت حضرت سید شبیر محمد قدس سرہ سے پہنچی ہے، یہ بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ کی اولاد سے ہیں۔

اسی ۱۱۲۵ھ کے آخر میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت تاج العارفین قدس سرہ کو حضرت شیخ سلطان قدس سرہ ساکن بلیا لکھمنیا ضلع مونگیر سے حاصل ہوئی۔

(۴) **حضرت شیخ سلطان** قدس سرہ حضرت سید آدم بنوری کے مرید و خلیفہ تھے اور وہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے، شیخ سلطان قدس سرہ نے ۲۷ رجب ۱۱۲۶ھ میں وفات فرمائی

(۵) ۲۶ ذیقعدہ ۱۱۳۱ھ **حضرت شاہ معز الدین** چشتی کرجوی قدس سرہ نے اپنے تمامی سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔ حضرت شاہ معز الدین چشتی کرجوی قدس سرہ اگرچہ جامع الطرق تھے، مگر بیعتاً نظامی سراجی تھے، "تاج العارفین قدس سرہ کو سلسلہ نظامیہ سراجیہ آپ ہی کے واسطہ سے پہنچا ہے۔ نیز تاج العارفین کو حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے بھی اپنے طریقہ نظامیہ سراجیہ کی اجازت بطریقہ روحانیت عطا فرمائی تھی، اس واقعہ کو تاج العارفین قدس سرہ نے ملفوظ حضرت مولانا قدس سرہ کے ایک ورق پر اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

در سنہ ۱۱۶۱ھ در محلہ وجوہ الدین شہر پٹنہ بعد نماز تہجد بست و دوم شہر ربیع الاول بخواب شدم کسے گفت کہ سید اشرف در خانقاہ شیخ محمد والدین آمدہ اند، فقیر مشتاق شدہ بخدمت شتافت و پابوس نمودہ، شفقت بسیار نمود و الطاف بیحد فرمودند، گفت اجازت سلسلہ چشتیہ خود عنایت فرمایند، فرمودہ اجازت سلسلہ از عبد اللہ بشما رسیدہ است من ہم اجازت دادم" برائے اسامی سلسلہ گفتم کہ از فرزندان عالی طلبیدہ شود، فرمودند دراں اسامی فلاں صوفی و فلاں صوفی نوشتہ خواہند گرفت، چراغ خانقاہ میخواست کہ گل شود، گفتند چراغ را روشن دار من او را روشن کردم خوش شدند"

اس عبارت میں عبد اللہ سے حضرت شاہ عبد اللہ عارف فاروقی حسامی قدس سرہ مراد ہیں، کیونکہ حضرت شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہ کا شجرہ چشتیہ اس طرح ہے۔

شاہ معز الدین چشتی، شاہ پیر محمد سلونی، شاہ عبد الکریم چشتی حسامی مانکپوری، شاہ عبد اللہ عارف اور سلسلہ قادریہ میں شاہ عبد الکریم چشتی کے بعد حضرت سید محمد قادری کا نام آتا ہے۔

حضرت شاہ معز الدین چشتی کرجوی قدس سرہ:۔ آپ کا خاندان بہار شریف محلہ چشتیانہ میں آباد تھا، مگر آپ کے جد اعلیٰ بہار سے منتقل ہو کر کرجی علاقہ دیگھا گھاٹ متصل دانا پور کیمپ میں آکر آباد ہوئے۔

حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز بہاری قدس سرہٗ کی صاحبزادی حضرت مخدوم احمد چرم پوش قدس سرہٗ کے صاحبزادہ سے بیاہی تھیں، شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہٗ انہی کی اولاد میں ہیں۔

سید کمال الدین چشتی (جن کا ذکر تاج العارفین کے سلسلہ کا بانی میں آچکا ہے) کے دو بیٹے سید پیارے و سید ابراہیم تھے۔ اور ایک بیٹی بی بی جیبن زوجہ امیر محمد حسین جعفری پھلواردی۔

مخدوم سید پیارے کا مزار کرجی میں ابتک باقی ہے، مگر اس خاندان کی خانقاہ و مقابر سب دریا برد ہوئے اور اکثر مقابر پر اینٹ کے پزلے بنے، اِنّا للہ وانا الیہ راجعون۔

سید شاہ ابراہیم قدس سرہ کے تین صاحبزادے تھے، سید معین الدین احمد یحییٰ، سید محی الدین۔ سید معین الدین کے صاحبزادے حضرت شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہٗ تھے۔ سید معز الدین بن سید معین الدین بن سید ابراہیم بن سید کمال چشتی بن سید جمال الدین چشتی بن سید شاہ احمد بہاری یکے از اولاد مخدوم احمد چرم پوش قدس سرہٗ۔ سید ابراہیم حضرت مخدوم سید نصیر الدین قطبی بن سید محمود قطبی بن سید فضل اللہ گوسائیں قدس سرہٗ کے نواسے ہیں۔

اولاد:۔ حضرت شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہٗ کے دو صاحبزادے شاہ غلام محی الدین و شاہ امام الدین اور متعدد صاحبزادیاں تھیں۔ یہ دونوں ہی صاحبزادگان اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔

شاہ غلام محی الدین نے عربی زبان میں آپکے ملفوظات بھی جمع کئے تھے، جو کیڑوں کے حق لگے۔ بڑے عالم متبحر تھے، اس کے چند پارینہ اوراق میری نظر سے گزرے تھے، آپکے صاحبزادہ شاہ غلام محمد بہاری کے نام سے مشہور تھے، جن کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھیں اور بعض فنون کی کتابوں پر حواشی بھی لکھے تھے۔

شاہ امام الدین بن شاہ معز الدین کی شادی خاندان مخدوم تیم اللہ سفید باز میں حضرت شاہ عزیز اللہ بن شاہ حبیب اللہ بن مخدوم اسمٰعیل بن مخدوم غلام مصطفےٰ بن غلام رسول بن مخدوم فیض اللہ بن مخدوم تیم اللہ سفید باز) کی صاحبزادی بی بی دولت سے ہوئی تھی، جن سے دو صاحبزادے سید قطب عالم، و سید بدر عالم تھے، سید قطب عالم کی بیٹی بی بی ماجدہ مخدوم شاہ کریم الدین جھلوی کی اہلیہ تھیں، جن کے صاحبزادہ مخدوم شاہ رحیم الدین جھلوی قدس سرہٗ تھے، شاہ رحیم الدین کی شادی شاہ احمد عبدالحی بن تاج العارفین قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

الحاصل اس طریقہ سے خاندان مخدوم تیم اللہ سفید باز و خاندان امیر عطاء اللہ، و خاندان شاہ معز الدین قدس اسرہم سے تعلقات ازدواج و برادرانہ قدیم الایام سے چلے آتے ہیں۔

بیعت و اجازت:۔ شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہٗ حضرت پیر مجیب اللہ سلونی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے اور ان سے

جمیع سلاسل کی اجازت دخلافت حاصل کی تھی۔ حضرت سید فضل اللہ گوسائیں قدس سرہٗ کے جمیع سلاسل کی اجازت اپنے جدّ امجد سید ابراہیم قدس سرہٗ سے حاصل کی۔

سلسلہ چشتیہ نصیریہ حضرت شاہ مخدوم حفیظ اللہ ابدال چشتی جھجھوی کے از اولاد حضرت مخدوم آدم صوفی قدس سرہٗ کے واسطہ سے آپ کو پہنچا ہے۔

وفات:۔ عمر شریف بہت طویل ہوئی سو برس سے زیادہ زندہ رہے ہشت ۱۱۲۰ھ میں وصال فرمایا۔ اب آپکا سلسلہ تاج العارفین قدس سرہٗ کے سلاسل کے ساتھ قائم و باقی ہے

(۶) رجب ہم شوال ۱۱۵۲ھ میں تاج العارفین قدس سرہٗ کو طریقہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ کی اجازت حضرت شاہ محمد قاسم ابوالعلائی مخصوص پوری علاقہ فیروز پور جھرکہ بہادر پور صوبہ پنجاب سے حاصل ہوئی۔ کسی نے معظم پوری بھی لکھا ہے۔

یہ بزرگ سفر بنگال کے موقع پر اپنے مریدین و معتقدین کے ساتھ پھلواری تشریف لائے اور خانقاہ مجیبیہ میں مہمان ہوئے، تاج العارفین قدس سرہٗ کو اپنے طریقہ کی اجازت عطا فرمائی اور قادریہ وارثیہ و امامیہ عتیقیہ و چشتیہ مشربیہ کی اجازت تاج العارفین سے حاصل کرکے تشریف لیگئے، یہ واقعہ مفصل تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے۔

الغرض ان شیوخ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے تاج العارفین قدس سرہٗ کو جامع الطرق والسلاسل بنا دیا۔ اب اس آفتاب طریقت کی روشنی الحمد للہ علی ذالک ہر طرف پھیل گئی ہے۔ ؎

الکنوں تو ئی جمیل جہاں گرچہ پیش ازیں　　آوازۂ جمال ز کنعاں بر آمدہ

سلاسل مجیبیہ:۔ تاج العارفین قدس سرہٗ کو اپنے شیوخ سے جن سلاسل کی اجازت اور ان کے اذکار و اشغال پہنچے ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:۔

قادریہ:۔ اسی سلسلہ میں آپ کو بیعت بھی تھی یہ سلسلہ آپ کو کئی طرق سے پہنچا ہے۔

(الف) **قادریہ عمادیہ:**۔ تاج العارفین کو ان کے پیر و مرشد محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندرؒ ان کو حضرت شاہ محمد فاضل قلندر رسادھوری سے، ان کو حضرت شیخ عبد الرسول کچھوندوی راجگیری سے، ان کو سید العرفا حضرت شاہ مجتبیٰ عرف مجا قلندر لاہر پوری سے، ان کو حضرت شیخ عبد القدوس قلندر جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ عبد السلام غوث علی جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ محمد قطب جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ قطب الدین بینا دل جونپوری سے ان کو حضرت نجم الدین غوث الدہر سے، ان کو حضرت سید نظام الدین سے، ان کو سید حسن مبارک غزنوی سے، ان کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے، ان کو حضرت غوث الثقلین سید محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی سے،

(ب) **قادریہ جمالیہ جنیدیہ :-** تاج العارفین کو محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر سے، ان کو اپنے والد حضرت برہان العارفین مخدوم برہان الدین جعفری جنیدی سے، ان کو اپنے پیر و مرشد مخدوم شمس الدین جنید ثانی سے ان کو حضرت ملا جمال اولیا ساکن کوڑا جہاں آبادی سے، ان کو قاضی ضیاء الدین عرف قاضی جیا سے، ان کو ملا نظام الدین عرف بھکاری سے، ان کو سید ابراہیم ایرچی دہلوی سے، ان کو شیخ بہاء الدین بن ابراہیم بن عطاء اللہ الانصاری سے، ان کو شیخ احمد حلبی شافعی سے، ان کو حضرت سید حسن سے، ان کو اپنے والد سید موسیٰ سے، ان کو اپنے والد سید علی سے، ان کو اپنے والد سید محی الدین ثانی سے، ان کو اپنے والد سید ابو صالح نصر سے، ان کو اپنے والد سید تاج الدین عبد الرزاق سے، ان کو اپنے والد ماجد سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے۔

نسبت ثانیہ :- یہ نسبت ملا جمال اولیا کو حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کے واسطے سے پہنچی ہے۔

ملا جمال اولیا کو حضرت شیخ قیام الدین سے، ان کو شیخ قطب الدین سے، ان کو سید جلال الدین بن سید عبد القادر سے، ان کو سید اجمل بہرائچی سے، ان کو حضرت سید صدر الدین راجو قتال سے، ان کو اپنے بڑے بھائی اور پیر و مرشد سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو شیخ محمد عبید الغیثی سے، ان کو شیخ شمس الدین عبید بن فاضل سے، ان کو شیخ ابو المکارم فاضل بن عبید الغیثی سے، ان کو قطب الیمن ابو الغیث بن جمیل سے، ان کو شیخ شمس علی بن الافلح سے، ان کو شیخ علی الحداد سے، ان کو حضرت غوث الثقلین سے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

نسبت ثالثہ :- یہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی سلسلہ قادریہ میں دوسری نسبت ہے، مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے خرقہ پہنا حضرت شیخ معمر شرف الدین محمود شاہ بن حسین تستری شوکانی سے، انہوں نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے، انہوں نے حضرت غوث الثقلین سے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مخدوم جہانیاں کی سلسلہ قادریہ میں اور بھی نسبتیں ہیں جن کو میں نے بتفصیل اپنی کتاب الدر الفرید فی سلاسل اہل التوحید میں لکھ دیا ہے۔

(ج) **قادریہ وارثیہ :-** حضرت تاج العارفین کو حضرت صاحب نسبت نبویہ دائم الحضور مولانا سید شاہ محمد امداد رسول نما بنارسی قدس سرہٗ سے، ان کو اپنے پیر و مرشد سید المجاہدین مولانا سید محمد رفیع الدین غازیپوری سے، ان کو حضرت محمد سلیم قادری سے، ان کو سید محمد پیارے سے، ان کو سید محمد قمیصی سے، ان کو سید محمد قمیص قادری سے، ان کو اپنے والد سید محمد ابو الحیات سے، ان کو اپنے والد تاج الدین محمود سے، ان کو اپنے والد سید بہاء الدین بن محمد سے، ان کو

اپنے والد سید جلال الدین احمد سے، ان کو اپنے والد سید داؤد ثانی سے، ان کو اپنے والد سید علی عبداللہ سے، ان کو اپنے والد سید ابو صالح نصر سے، ان کو اپنے والد سید تاج الدین ابو بکر عبدالرزاق سے، ان کو اپنے والد حضرت غوث الثقلین سے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

نسبت ثانیہ:۔ یہ نسبت حضرت سید محمد سلیم قادری کی دوسری نسبت ہے۔ سید محمد سلیم قادری کو حضرت شاہ مصطفیٰ خرابانی سے، ان کو حضرت شاہ تاتار سے، ان کو حضرت سید محمد قمیصی سے۔

نوٹ:۔ قادریہ وارثیہ کا یہ شجرہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے والد ابو صالح موسیٰ جنگی دوست قدس سرہ کے واسطہ سے ابا عن جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتا ہے، مولانا سعد لبخا بخاری قدس سرہٗ نے تاج العارفین قدس سرہٗ کو اسی نسبت سے باقی لکھکر عنایت فرمایا تھا۔ حضرت غوث الثقلین کے شیوخ کی تفصیل میں اس کا ذکر آئے گا۔ عموماً جتنے شجرے پھلواری اور دیگر خاندان قادریہ میں رائج ہیں وہ حضرت غوث الثقلین کے دوسرے شیوخ کے واسطہ سے لکھے جاتے ہیں جو بواسطہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ یا بواسطہ حضرت امام حسن بصری منتہی ہوتے ہیں، اگر پھلواری میں صرف قادریہ وارثیہ میں حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست کی نسبت مقدم رکھی جاتی ہے۔

(د) قادریہ معزیہ:۔ تاج العارفین کو حضرت شاہ معز الدین کرجوی سے، ان کو اپنے جد امجد شاہ ابراہیم سے، ان کو نصیر الدین قطبی سے، ان کو سید محمود قطبی سے، ان کو سید فضل اللہ گوشائیں سے، ان کو حضرت قطب الدین بینا دل جونپوری سے، آخر نسبت تک جو قادریہ عمادیہ میں گذری۔

نسبت ثانیہ:۔ حضرت معز الدین کرجوی کو حضرت پیر محمد سلونی سے، ان کو حضرت حاجی الحرمین مخدوم عبدالکریم حسامی مانکپوری سے، ان کو سید محمد قادری سے، ان کو شیخ محمد فضل اللہ سے، ان کو حضرت شیخ ابو خضر سے، ان کو شیخ ابو علی متقی سے، انکو شیخ شہاب الدین سے، ان کو سید طاہر سے، ان کو شیخ احمد وراق سے، ان کو شیخ علی قادری سے، ان کو شیخ ابو محمد صالح سے، ان کو شیخ محمد بن محمد سے، ان کو شیخ شرف الدین سے، ان کو شیخ عبداللہ شجاع سے، ان کو شیخ جمال الدین ابو یوسف سے، ان کو شیخ عبداللہ محمد بن ابراہیم سے، ان کو حضرت سیدنا غوث الثقلین سے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

نسبت ثالثہ:۔ حضرت پیر محمد سلونی قدس سرہٗ کی دوسری نسبت ہے۔ پیر محمد سلونی کو اپنے والد شاہ عبدالغنی سے، ان کو اپنے والد شاہ ابو الخیر سے، ان کو اپنے والد علامہ الہداد جونپوری (محشی ہدایہ و دیگر کتب درسیہ) سے، ان کو اپنے والد شاہ منت اللہ عرف ادھن جونپوری سے، ان کو اپنے والد مخدوم شیخ بہاء الدین جونپوری سے، ان کو شیخ علاء الدین سے، ان کو شیخ صدر الدین راجو قتال سے، ان کو اپنے بھائی مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت سے، آخر نسبت تک جو قادریہ جمالیہ جنیدیہ میں گذر چکی ہے۔

شیوخ حضرت غوث الثقلین سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے پانچ شیوخ ہیں:۔ آپ کے والد حضرت سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست حضرت شیخ ابو الخیر حماد بن مسلم بن دروۃ الدباس حضرت تاج العارفین ابو الوفا محمد بن محمد بن زید بن حسن المرتضیٰ العربیضی حضرت شیخ ابو یوسف ہمدانی حضرت قاضی ابو سعید مبارک بن علی بن حسین بن بندار البغدادی مخزومی المخرمی

۱۔ حضرت ابو صالح موسیٰ:۔ حضرت غوث الثقلین کو ان کے والد حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ جیلی سے، ان کو اپنے والد سید یحییٰ زاہد سے، ان کو اپنے والد سید محمد رومی سے، ان کو اپنے والد سید داؤد سے، ان کو اپنے والد سید موسیٰ ثانی سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ ثانی سے، ان کو اپنے والد سید موسیٰ الجون سے، ان کو اپنے والد سید عبداللہ محض سے، ان کو اپنے والد حضرت امام حسن مثنیٰ سے، ان کو انکے والد حضرت امام حسن مجتبیٰ سے، ان کو اپنے والد حضرت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

یہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی آبائی نسبت ہے جو سلسلہ قادریہ وارثیہ میں مقدم رکھی جاتی ہے۔

نسبت ثانیہ:۔ حضرت موسیٰ جنگی دوست کو ان کے سسر عبداللہ صومعی سے، ان کو امام جعفر ثانی سے، ان کو امام حسن عسکری سے، ان کو اپنے والد امام علی ہادی سے، ان کو اپنے والد امام محمد تقی جواد سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، ان کو اپنے والد امام جعفر صادق سے، ان کو اپنے والد امام محمد باقر سے، ان کو اپنے والد امام زین العابدین سے، ان کو اپنے والد امام حسین علیہ السلام سے، ان کو سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

۲۔ دوسرے شیخ ابو الخیر حماد بن فردۃ الدباس تھے۔ ان کے دو شیخ تھے ایک شیخ منصور بطائحی، اور ابو سعید مغربی، منصور بطائحی کے تین شیخ تھے شیخ طلحہ ابو محمد انصاری شبنکی، دوسرے شیخ یحییٰ بخاری واسطی، تیسرے شیخ ابو منصور طیب۔

نسبت اولیٰ:۔ شیخ حماد بن مسلم بن فردۃ الدباس کو شیخ منصور بطائحی سے، ان کو شیخ طلحہ ابو محمد انصاری شبنکی سے، ان کو شیخ ابو بکر بن ہوارہ بطائحی سے، ان کو سہل بن عبداللہ تستری سے، ان کو ذوالنون مصری سے، ان کو سفیان بن عیینہ سے، ان کو عمرو بن دینار الجمحی سے ان کو عبداللہ بن عباس سے اور امام حسن بصری سے اور ان دونوں کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے۔

نسبت ثانیہ:۔ حضرت ذوالنون المصری کو امام مالک سے، ان کو محمد ذوالنفس الزکیہ اور امام ابراہیم شہید سے اور ان دونوں کو اپنے والد عبداللہ المحض سے، ان کو اپنے والد امام حسن مثنیٰ سے، ان کو امام حسن مجتبیٰ سے ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے۔

نسبت ثالثہ :۔ حماد بن مسلم بن ذروۃ الدباس کو اپنے شیخ منصور البطائحی سے، انکو شیخ یحییٰ واسطی سے، ان کو شیخ موسیٰ ابوسعید الصادی سے، ان کو شیخ کامل سے، ان کو شیخ یحییٰ کبیر واسطی سے، ان کو شیخ ابوبکر واسطی سے، ان کو حضرت ابوالقاسم جنید بن محمد زجاجی بغدادی سے۔

نسبت رابعہ ۔ حماد بن مسلم ذروۃ الدباس کو شیخ منصور البطائحی سے، ان کو شیخ منصور طیب سے، ان کو شیخ ابوسعید یحییٰ بخاری سے، ان کو شیخ ابو علی محمد قرمزی سے، ان کو ابوالقاسم سندوسی سے، ان کو محمد دیلم[1] سے، ان کو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی سے۔

نسبت خامسہ ۔ حماد بن مسلم ذروۃ الدباس کو شیخ ابوسعید مغربی سے، ان کو شیخ ابوبکر احمد بن عثمان مغربی سے، ان کو شیخ ابوالفضل عبد الواحد سے، ان کو شیخ احمد بن اسمٰعیل مکی سے، ان کو شیخ ابوبکر شبلی سے، ان کو جنید بغدادی سے

۳۔ تیسرے شیخ، تاج العارفین ابوالوفا محمد بن محمد بن زید بن حسن المرتضیٰ التربیہی

تاج العارفین ابوالوفا کو شیخ ابوطلحہ محمد انصاری الشنبکی سے، ان کو شیخ ابوبکر ہوار البطائحی سے، ان کو سہل بن عبداللہ تستری سے، ان کو حضرت ابوالفیض ثوبان بن ابراہیم المعروف بذی النون المصری سے، ان کو شیخ اسرافیل مغربی سے، ان کو حبشیہ تابعی سے، ان کو سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری سے، ان کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے۔

۴۔ چوتھے شیخ، حضرت ابو یوسف ہمدانی :۔ ابو یوسف ہمدانی کو ابو عبداللہ یوسف الجوینی سے، ان کو شیخ ابوطالب مکی سے، ان کو شیخ ابوبکر شبلی سے، ان کو جنید بغدادی سے،

نسبت ثانیہ :۔ شیخ ابو یوسف ہمدانی کو ابو علی فارمدی سے، ان کو ابوالقاسم گرگانی سے، ان کو ابو عثمان مغربی سے، ان کو ابو علی کاتب سے، ان کو ابو علی رودباری سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے،

نسبت ثالثہ :۔ ابو علی فارمدی کو ابوالقاسم قشیری سے، ان کو ابو علی دقاق سے، ان کو ابو قاسم نصیر آبادی سے، ان کو ابو علی رودباری سے، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے۔

۵۔ پانچویں شیخ، حضرت قاضی ابوسعید مبارک بن علی بن حسین بن بندار البغدادی الخزرجی المخرمی المشہور مخزومی۔ حضرت ابوسعید مبارک مخزومی کو شیخ ابوالحسن علی الہنکاری سے، ان کو شیخ ابوالفرح یوسف طرطوسی سے، ان کو عبد الواحد بن عبد العزیز تمیمی سے، ان کو ابوبکر شبلی سے، ان کو جنید بغدادی سے، حضرت جنید بغدادی کی دو مشہور نسبتیں ہیں۔ جنیدیہ اور بصریہ۔

حضرت جنید بغدادی کو ان کے ماموں سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو داؤد طائی سے، ان کو

---

[1] محمد دیلم بن زید بن دیلم بینی۔

حبیب عجمی سے، ان کو امام حسن بصری سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

نسبت ثانیہ:۔ حضرت معروف کرخی کو امام علی رضا سے، ان کو اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، ان کو اپنے والد امام جعفر صادق سے، ان کو اپنے والد امام محمد باقر سے، ان کو اپنے والد امام زین العابدین سے، ان کو اپنے والد سیدنا امام حسین علیہ السلام سے، ان کو اپنے والد امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

نسبت عباسیہ:۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو اپنے استاذ فی الحدیث حضرت ابوالقاسم ہبۃ اللہ قدس سرہٗ کے واسطہ سے ایک سلسلہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی پہونچا ہے، اس سلسلہ کی خصوصیت خاص یہ ہے کہ اس میں جملہ خلفائے راشدین اور ائمہ اربعہ مجتہدین کی مشترکہ نسبتیں موجود ہیں۔ ان نسبتوں کا تذکرہ صاحب اسنی المطالب میں علامہ شمس الدین جزری نے اپنے شجرہ حنبلیہ میں بھی کیا ہے۔ حضرت غوث الثقلین کو شیخ ابوالقاسم ہبۃ اللہ سے، ان کو شیخ ابو علی حسن بن علی بن محمد تمیمی المعروف بابن مذہب سے، ان کو شیخ ابو بکر احمد قطیعی سے، ان کو امام احمد بن محمد حنبل سے، ان کو اپنے والد محمد حنبل سے، ان کو امیر المومنین فی الحدیث سفیان بن عیینہ سے، ان کو ابو محمد عمرو بن دینار الجمی سے، ان کو مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے صحبت اٹھائی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، ان کے بعد حضرت صدیق اکبر کی، ان کے بعد حضرت عمر فاروق کی، ان کے بعد حضرت عثمان غنی کی، ان کے بعد حضرت علی کی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

نسبت ثانیہ:۔ امام احمد بن حنبل کو امام شافعی سے، ان کو امام مالک سے، ان کو حسن شیبانی سے، ان کو امام ابو حنیفہ سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علی جدہٖ وعلیہ السلام سے ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

نسبت حنبلیہ اویسیہ:۔ حضرت غوث الثقلین کو ایک خرقہ حضرت امام احمد بن حنبل سے بطور اویسیہ بھی پہونچا ہے۔ اس خرقہ کی روایت شیخ علی بن الہیتی نے کی ہے۔ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں اور سید عبدالقادر جیلانی اور شیخ بقا بن بطو امام احمد بن حنبل کی قبر پر گئے، میں نے دیکھا حضرت امام احمد بن حنبل قبر سے باہر نکل آئے اور شیخ عبدالقادر کو سینے سے لگایا اور خلعت پہنایا اور فرمایا کہ اے شیخ عبدالقادر علم شریعت وعلم طریقت وعلم حال کل آپکے محتاج ہو رہے ہیں۔ یہ واقعہ قلائد الجواہر شیخ محمد یحییٰ تادنی، بہجۃ الاسرار شیخ ابوالحسن نورالدین شطنوفی، زبدۃ الاسرار شیخ عبدالحق محدث دہلوی، غبطۃ الناظر وغیرہ میں مذکور ہے۔

چشتیہ:۔ یہ طریقہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو دو شیوخ سے پہونچا ہے، اول اپنے پیر ومرشد حضرت خواجہ عمادالدین قلندر جعفری پھلواروی قدس سرہٗ سے اور دوسرے حضرت شاہ معزالدین کرجوی قدس سرہ سے۔

(۱) **چشتیہ عمادیہ**:۔ تاج العارفین کو اپنے شیخ حضرت خواجہ عماد الدین قلندر سے، ان کو حضرت سید محمد فاضل قلندر بن سید صالح بن سید ابوالمکارم بن سید قیص قادری سادھوری سے، ان کو شیخ عبد الرسول کچھوندوی راجگیری سے، ان کو شاہ مجتبیٰ عرف شاہ مجا قلندر لاہرپوری سے، ان کو شیخ عبد القدوس جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ عبد السلام عرف علن جونپوری سے ان کو اپنے والد شیخ محمد قطب جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ قطب الدین بینادل سے، ان کو شیخ نجم الدین غوث الدہر سے ان کو حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء دہلوی سے، ان کو شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر اجودھنی سے، ان کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلوی سے، ان کو حضرت خواجہ غریب نواز ہندالولی سید معین الدین بن سید غیاث الدین چشتی اجمیری سے۔ قدست اسرارہم ورحمہم اللہ تعالےٰ۔

نسبت دیگر:۔ حضرت نجم الدین غوث الدہر کو سید خضر رومی شعلہ قلندر سے، ان کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے، ان کو حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند معین الدین چشتی سے۔

نسبت ثانیہ:۔ تاج العارفین کو اپنے شیخ خواجہ عماد الدین قلندر سے، ان کو اپنے والد برہان العارفین شاہ برہان الدین جعفری سے، ان کو مخدوم شمس الدین جنید ثانی سے، ان کو حضرت ملا جمال اولیا کڑوی سے، ان کو اپنے والد مخدوم جہانیاں سے، ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین سے، ان کو اپنے والد شیخ سالار بڈھ سے، ان کو اپنے شیخ بہاء الدین جونپوری سے ان کو شیخ نظام الدین فتحپوری سے،

نسبت ثالثہ:۔ حضرت شیخ عیسیٰ تاج جلانپوری کو حضرت شیخ فتح اللہ الحسینی سے، ان کو شیخ صدر الدین حکیم شہاب الدین ناگوری سے، ان کو شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی سے، ان کو حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے۔

نسبت رابعہ:۔ ملا جمال اولیا کو شیخ قیام الدین سے، ان کو اپنے والد قطب الدین سے، ان کو شیخ من اللہ عرف اللہ بن جونپوری سے، ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین جونپوری سے، ان کو شیخ علاء الدین سے، ان کو شیخ صدر الدین راجو قتال سے، ان کو مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلوی سے، ان کو محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے، قدست اسرارہم۔

نسبت خامسہ:۔ یہ حضرت سید مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کی ایک خاص نسبت ہے۔ جو بلا واسطہ حضرت خواجہ غریب نواز کے دوسرے شیخ کے واسطہ سے حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ تک منتہی ہوتی ہے، اس نسبت کو خزانہ جلالیہ میں لکھا ہے۔

مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو حضرت سید السادات ابوالوقت حمید الدین محمود نجیب الحسنی السمرقندی سے، ان کو

حضرت خدوة الدین ابو محمد چشتی سے، ان کو اپنے والد قطب الدین محمد بن احمد چشتی سے، ان کو ان کے چچا شیخ محی الدین علی چشتی سے، ان کو حضرت سید رکن الدین چشتی سے، ان کو ان کے والد حضرت قطب الدین مودود چشتی سے، ان کو ان کے والد سید ناصر الدین ابو یوسف چشتی سے، ان کو اپنے والد احمد چشتی سے، ان کو شیخ شرف الدین ابو اسحٰق شامی چشتی سے، ان کو شیخ کریم الدین علو ممشاد دینوری سے، ان کو شیخ امین الدین خواجہ ہبیرہ بصری سے، ان کو خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی سے ان کو حضرت شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن ادھم بلخی سے، ان کو حضرت خواجہ فضیل عیاض کوفی سے، ان کو شیخ عبدالواحد بن زید سے ان کو خواجہ حسن بصری سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے،

(ب) چشتیہ معزیہ :۔ تاج العارفین کو ان کے شیخ حضرت شاہ معز الدین چشتی کرجوی سے، ان کو حضرت ابراہیم چشتی سے، ان کو نصیر الدین قطبی سے، ان کو فضل اللہ گوشائیں سے، ان کو قطب الدین بینا دل سے، ان کو نجم الدین غوث الدہر سے، ان کو دو بزرگوں حضرت نظام الدین اولیا اور حضرت خضر رومی شعلہ قلندر سے، آخر نسبت تک جو اوپر گذری۔

نسبت ثانیہ :۔ حضرت شاہ معز الدین کرجوی کو حضرت شیخ پیر محمد سلونی سے، ان کو حضرت مخدوم شاہ عبدالکریم چشتی حسامی مانکپوری سے، ان کو شیخ عبداللہ سے، ان کو سلطان شہ سے، ان کو شاہ قاسم سے، ان کو شاہ احمد سے، ان کو میران شہ سے، ان کو شیخ فیض اللہ عرف قاضی شہ سے، ان کو مخدوم شاہ حسام الدین چشتی مانکپوری سے ان کو حضرت نور قطب عالم پنڈوی سے، ان کو شیخ علاء الحق پنڈوی سے، ان کو حضرت اخی سراج الدین جونپوری سے (مدفون سراج گنج بنگال) ان کو حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا سے۔

(ج) چشتیہ اشرفیہ :۔ یہ سلسلہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہٗ کی روحانیت سے پہونچا ہے۔

تاج العارفین کو حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہٗ کی روحانیت سے، ان کو حضرت مخدوم علاء الحق پنڈوی سے، ان کو حضرت اخی سراج سے، ان کو سلطان المشائخ نظام الدین اولیا سے، ان کو حضرت فرید الدین گنج شکر سے، ان کو قطب الدین بختیار کاکی دہلوی سے، ان کو حضرت خواجہ غریب نواز سلطان معین الدین چشتی سنجری سے، ان کو حضرت ابوالنور عثمان ہارونی سے، ان کو حضرت خواجہ سید شریف زندنی سے، ان کو قطب الدین مودود چشتی سے، ان کو اپنے والد خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی سے، ان کو اپنے چچا محمد چشتی سے، ان کو اپنے والد احمد ابدال

چشتی سے' ان کو شیخ شرف الدین ابو اسحٰق شامی سے' ان کو شیخ کریم الدین علو ممشاد دینوری سے' ان کو شیخ امین الدین خواجہ ہبیرہ بصری سے' ان کو خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی سے' ان کو حضرت شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن ادہم بلخی سے' ان کو حضرت خواجہ فضیل عیاض کوفی مکی سے' ان کو شیخ عبد الواحد زید سے' ان کو خواجہ حسن بصری سے' ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے ان کو سیدنا و نبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

سہروردیہ:۔ یہ طریقہ تاج العارفین کو تین شیوخ سے پہنچا ہے' آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عماد الدین قلندر اور حضرت معز الدین کرجوی اور حضرت شیخ ملا محمد عتیق محدث بہاری قدست اسرارہم سے۔

(۱) سہروردیہ عمادیہ:۔ تاج العارفین کو حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر سے' ان کو سید محمد فاضل قلندر سے' ان کو حضرت عبد الرسول کچھوندوی سے' ان کو حضرت شاہ مجتبٰی عرف مجا قلندر سے' ان کو حضرت عبد القدوس جونپوری سے' ان کو حضرت عبد السلام عرف علن سے' ان کو حضرت شیخ محمد قطب سے' ان کو قطب الدین بینا دل سے' ان کو حضرت نجم الدین غوث الدہر سے' ان کو حضرت نظام الدین سے' ان کو حضرت حسن مبارک غزنوی سے' ان کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے' ان کو حضرت ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے' ان کو ان کے چچا حضرت وجیہہ الدین ابو الحفص سے' ان کو حضرت محمد عمویہ سے' ان کو احمد اسود دینوری سے' ان کو ممشاد دینوری سے' ان کو جنید بغدادی سے' انکو سری سقطی سے' ان کو معروف کرخی سے' ان کو امام علی رضا سے' ان کو امام موسیٰ کاظم سے' ان کو امام جعفر صادق سے' ان کو امام محمد باقر سے' ان کو امام زین العابدین سے' ان کو امام حسین علیہ السلام سے' ان کو سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے' ان کو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

نسبت ثانیہ:۔ حضرت وجیہہ الدین ابو حفص کو حضرت شیخ فرج زنجانی سے' ان کو شیخ ابو العباس نہاوندی سے' ان کو شیخ ابو محمد عبد اللہ الخفیف سے' ان کو محمد رویم سے' ان کو جنید بغدادی سے' آخر نسبت تک جو اوپر گذری۔

نسبت ثالثہ:۔ حضرت قطب الدین بینا دل کو حضرت شیخ شمس الدین سراج بدھن ظفر آبادی سے' ان کو شیخ رکن الدین ابو الفرح مسکین سے' ان کو حضرت شیخ صدر الدین الحاج چراغ ہند ظفر آبادی سے' ان کو شیخ ابو الفتح رکن الدین قریشی سے' ان کو اپنے والد شیخ صدر الدین ابو الفضل قریشی سے' ان کو ان کے والد حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سے' ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے' آخر نسبت تک جو اوپر گذری۔ اس سلسلہ میں بھی شیوخ کی کثیر نسبتیں ہیں جو میری کتاب الدر الفریدہ میں مذکور ہیں۔

نسبت رابعہ:۔ خواجہ عماد الدین قلندر کو اپنے والد مخدوم برہان الدین جعفری سے' ان کو حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی سے' ان کو حضرت ملا جلال اولیاء سے' ان کو شیخ قیام الدین سے' ان کو ان کے والد شیخ قطب الدین سے' ان کو شیخ حسن اللہ

عرف ادھن جونپوری سے، ان کو ان کے والد شیخ بہاء الدین جونپوری سے، ان کو شیخ علاء الدین سے، ان کو شیخ صدر الدین راجو قتال سے ان کو مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو شیخ رکن الدین ابو الفتح سے، ان کو شیخ صدر الدین ابو الفضل سے، ان کو حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سے، ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے۔

(ب) سہروردیہ معزیہ:۔ تاج العارفین کو حضرت معز الدین کرجوی سے، ان کو اپنے جد امجد شاہ ابراہیم سے، ان کو حضرت سید نصیر الدین قطبی سے، ان کو سید محمود قطبی سے، ان کو سید فضل اللہ گوسائیں بہاری سے، ان کو قطب الدین بینادل سے آخر نسبت تک جو اوپر گذری۔

نسبت ثانیہ:۔ سید فضل اللہ گوسائیں کو اپنے والد سید نصیر الدین بزرگ گنج علم سے، ان کو شیخ فنا گوالیری سے ان کو حضرت سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو شیخ رکن الدین ابو الفتح سے، ان کو شیخ صدر الدین ابو الفضل سے ان کو شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے، ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے۔

نسبت ثالثہ:۔ حضرت نصیر الدین قطبی بن سید محمود بن سید فضل اللہ گوسائیں کو شیخ محمود بن شیخ منجھن سہروردی سے، ان کو شیخ علاء الدین المعروف شیخ بڈھ سہروردی سے، ان کو شیخ عبد الرحمٰن سہروردی سے، ان کو شیخ سراج الدین سہروردی سے، ان کو شیخ تاج الدین سہروردی سے، ان کو مخدوم احمد چرم پوش بہاری سے، ان کو شیخ علاء الدین سہروردی سے ان کو شیخ سلیمان سہروردی سے، ان کو شیخ تقی الدین سہروردی دھسوی سے، ان کو شیخ احمد دمشقی سے، ان کو شیخ شہاب الدین سہروردی سے۔

(ج) سہروردیہ عتیقیہ:۔ تاج العارفین کو حضرت ملا محمد عتیق محدث بہاری سے، ان کو سید عبد المقتدر سے، ان کو سید عبد النبی سے، ان کو سید شبیر محمد سے، ان کو سید عزت اللہ سے، ان کو سید محمد زاہد سے، ان کو سید عالم محبوب اللہ سے ان کو سید برہان الدین عبد اللہ سے، ان کو سید ناصر بن محمود متوفی ۲۲ ررمضان ۸۰۳ھ سے، ان کو اپنے والد مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت (متوفی ۷۸۵ھ) سے آخر نسبت تک جو اوپر بیان ہوئی۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ اگرچہ سہروردیہ کی متعدد نسبتوں اور فیوضات کے حامل و جامع تھے، مگر اس سلسلہ کا وہی شجرہ اپنے سہروردی مریدوں کو عنایت فرماتے تھے، جو آپ کے پیر خواجہ عماد الدین قلندر کو حضرت قطب الدین بینادل کے واسطے سے پہنچا تھا جس کو ہم نے عمادی نسبت میں سب سے پہلے بیان کیا ہے۔

سہروردیہ کی متعدد شاخیں ہیں ادہنی میں خلوتیہ اور ہمدانیہ بھی ہے، جن کے اذکار و اشغال کی تلقین حضرت قطب الدین بینادل جونپوری قدس سرہٗ نے حضرت عبد اللہ شطار سے پائی تھی، اس سلسلہ کو صاحب نفحات العنبریہ من انفاس

القلندریہ نے مراد المریدین سے اور انہوں نے مصباح العاشقین سے اس طرح نقل کیا ہے۔

خلوتیہ :۔ حضرت قطب الدین بینا دل کو حضرت عبداللہ شطار سے، ان کو حضرت شیخ مظفر جرجانی سے، ان کو شیخ ابراہیم عشق آبادی سے، ان کو نظام الدین الحسنی الخلوتی سے، ان کو شیخ محمد خلوتی سے، ان کو شیخ ابراہیم زاہد سے، ان کو شیخ جمال الدین سے، ان کو شیخ اصیل الدین ابوالحسن بن محمد شیرازی سے، ان کو شیخ رکن الدین ابو الغنائم بن مفضل بن القاسم الخطیب السنجاسی الابہری سے، ان کو شیخ قطب الدین ابوالرشد احمد بن محمد الحفیفی الابہری سے، ان کو شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر السہروردی سے۔

ہمدانیہ :۔ حضرت قطب الدین بینادل کو حضرت عبداللہ شطار سے، ان کو حضرت سید علی ہمدانی سے ان کو شیخ زین الدین سے ان کو شیخ عبدالرحمٰن قرشی سے، ان کو شیخ جمال الدین بن یوسف بن عبداللہ الکورانی العجمی سے، ان کو شیخ نورالدین عبدالصمد نطنزی سے، ان کو شیخ نجیب الدین علی بزغش الشیرازی سے ان کو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے۔

نسبت ثانیہ :۔ سید علی ہمدانی کو دو بزرگوں سے، ایک حضرت ابوالبرکات تقی الدین علی الدوستی السمنانی اور دوسرے حضرت شرف الدین محمود مزدقانی سے اور ان دونوں بزرگوں کو حضرت ابوالمکارم رکن الدین علاء الدولہ سمنانی سے ان کو شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائنی الکسرقی سے، ان کو شیخ جمال الدین احمد جوزقانی سے، ان کو شیخ رضی الدین علی لالا بخاری الغزنوی سے، ان کو مجدالدین بغدادی سے، ان کو نجم الدین کبریٰ سے۔

فردوسیہ :۔ یہ سلسلہ تاج العارفین کو اپنے پیر و مرشد خواجہ عماد الدین قلندر اور حضرت شاہ معز الدین گو جیدی قدس سرہما سے پہنچا ہے۔ سلسلہ فردوسیہ عمادیہ میں خواجہ عماد الدین سے حضرت قطب الدین بینادل تک وہی شیوخ ہیں جن کا ذکر دوسرے سلاسل میں ہوچکا ہے۔ اس لئے قطب الدین بینادل قدس سرہ کے اوپر کا شجرہ لکھنے کی ضرورت ہے۔

(۱) **فردوسیہ عمادیہ** :۔ حضرت قطب الدین بینادل کو حضرت حسین[۱] بن معز بلخی سے، ان کو حضرت شیخ مظفر بلخی سے، ان کو حضرت شیخ الاسلام مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد بہاری سے، ان کو حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی سے، ان کو رکن الدین فردوسی سے، ان کو بدرالدین سمرقندی سے، ان کو سیف الدین باخرزی سے، ان کو نجم الدین طامۃ الکبریٰ سے، ان کو عمار یاسر سے، ان کو شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی سے، ان کو وجیہ الدین ابوحفص سے، ان کو محمد عمویہ سے، ان کو احمد اسود دینوری سے، ان کو ممشاد دینوری سے، ان کو جنید بغدادی سے،

[۱] یہ حسین نوشہ توحید کے نام سے مشہور ہیں۔

ان کے اُوپر وہی شیوخ ہیں جن کا ذکر سہروردیہ میں ہوا۔

(ب) **فردوسیہ معزیہ:۔** تاج العارفین کو حضرت شاہ معز الدین کرجوی سے، ان کو شاہ ابراہیم سے، ان کو حضرت نصیر الدین قطبی سے، ان کو سید محمود قطبی سے، ان کو حضرت سید فضل اللہ گوشائیں سے، ان کو قطب الدین بینادل جونپوری سے، ان کو شمس الدین حاج بڈھن سے، ان کو شیخ ہدیۃ اللہ سرمست سے، ان کو ابو الفیض محمد قاضن بن علاء الدین شطاری سے، ان کو ایوب کاہی سے، ان کو بہرام بہاری سے، ان کو حسن بن حسین بن معز بن شمس بلخی سے، ان کو اپنے والد حسین بن معز بن شمس بلخی سے، ان کو اپنے چچا شیخ مظفر بلخی بن شمس بلخی سے، ان کو مخدوم الملک شرف الدین احمد بہاری سے

نسبت ثانیہ:۔ ابو الفیض محمد قاضن شطاری کو علی بدایونی سے، ان کو کریم الدین اودھی سے، ان کو جمال الدین اودھی سے، ان کو مخدوم الملک شرف الدین بہاری سے۔

نسبت ثالثہ:۔ ابو الفیض محمد قاضن شطاری کو ابو ابراہیم محمد منیری سے، ان کو ابراہیم علم منیری سے، ان کو شیخ حسین بن معز بلخی سے، ان کو شیخ مظفر بن شمس بلخی سے، ان کو مخدوم الملک شرف الدین بہاری سے۔

نسبت رابعہ:۔ ابراہیم علم منیری کو صدر الدین بلخی سے ان کو شیخ عثمان سنامی سے، ان کو مخدوم الملک شرف الدین بہاری سے۔

یہ تمام نسبتیں جو مذکور ہوئیں حضرت قطب الدین بینادل کے واسطہ سے حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کو بھی پہنچی ہے۔ مگر سلسلہ فردوسیہ کا شجرہ جو خاندان مجیبیہ میں دیا جاتا ہے، اس میں حضرت قطب الدین بینادل کی اولین نسبت جو حضرت حسین نوشہ توحید بن معز بلخی سے ہے مقدم رکھی جاتی ہے اور وہی مروج ہے۔

کبرویہ:۔ تاج العارفین کو اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ عماد الدین قلندر سے پہنچا ہے۔ خواجہ عماد الدین قلندر سے، حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ تک وہی شیوخ ہیں جن کا ذکر سلسلہ فردوسیہ میں آچکا ہے، اسلئے نجم الدین کبریٰ سے اُوپر کے شیوخ کو بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت نجم الدین کبریٰ کو شیخ اسمٰعیل قیصری سے، ان کو شیخ محمد بن مالکیل سے، ان کو شیخ داؤد معروف بخادم الفقراء سے، ان کو شیخ ابو العباس ادریس سے، ان کو شیخ ابو القاسم بن رمضان سے، ان کو شیخ ابو یعقوب طبری سے ان کو ابو عبداللہ عثمان مکی سے، ان کو شیخ ابو یعقوب نہرجوری سے، ان کو شیخ محمد یعقوب سوسی سے، ان کو شیخ عبدالواحد زید سے، ان کو شیخ کمیل بن زیاد سے، ان کو سیدنا امیر المومنین عثمان غنی اور سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما سے اور ان دونوں کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

نقشبندیہ:۔ یہ سلسلہ جس عنوان سے تمام خاندان نقشبندیہ میں مروج ہے، اس میں چند شیوخ کو اپنے شیوخ سے لقاءِ صوری نہیں ہے۔ ان کی تربیت ان شیوخ کی روحانیت سے ہے، اس جگہ پر میں اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتا، میں نے بہت تفصیل سے اپنی کتاب "الدر الفرید" میں اس کی وضاحت کی ہے۔ یہاں پر صرف دو اویسی نسبتیں جو غیر متصل ہیں اور تمام خاندانوں میں رائج ہیں پہلے درج کر دیتا ہوں، اور پھر یہی نسبتیں جس طرح متصل ہو جاتی ہیں بعد میں درج کروں گا۔

نقشبندیہ کی دو شاخیں ہیں، نقشبندیہ مجددیہ اور نقشبندیہ ابوالعلائیہ۔ یہ دونوں ہی سلسلے دو بزرگوں سے تاج العارفین کو پہنچے ہیں۔ **نقشبندیہ مجددیہ** حضرت شاہ سلطان ساکن بلیا لکھنیا ضلع مونگیر سے، اور **نقشبندیہ ابوالعلائیہ** حضرت سید شاہ محمد قاسم ابوالعلائی مخصوص پوری علاقہ بہادر پور فیروز پور جھرکہ صوبہ پنجاب سے۔

نقشبندیہ مجددیہ نسبت اویسیہ:۔ تاج العارفین کو حضرت شیخ سلطان نقشبندی مجددی سے، ان کو سید آدم بنوری سے، ان کو حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد سرہندی سے، ان کو حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی سے، ان کو شیخ محمد امکنگی سے، ان کو شیخ محمد درویش سے، ان کو شیخ محمد زاہد سے، ان کو خواجہ عبید اللہ احرار سے، ان کو حضرت یعقوب چرخی سے، ان کو بہاء الدین نقشبندی سے، ان کو امیر سید کلال سے، ان کو خواجہ محی الدین بابا سماسی سے، ان کو خواجہ علی رامیتنی سے، ان کو خواجہ عزیزان رامیتنی سے، ان کو خواجہ محمود الخیر فغنوی سے، ان کو خواجہ عارف ریوگری سے، ان کو خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے، ان کو شیخ ابو یوسف ہمدانی سے، ان کو شیخ ابو علی فارمدی سے، ان کو شیخ ابوالقاسم گرگانی سے، ان کو شیخ ابوالحسن علی بن جعفر الخرقانی سے، ان کو سلطان العارفین خواجہ ابویزید بسطامی کی روحانیت سے، ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے، ان کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، ان کو حضرت سلمان فارسی سے، ان کو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

نقشبندیہ ابوالعلائیہ نسبت اویسیہ:۔ تاج العارفین کو شاہ ابوالقاسم سے، ان کو شاہ نور محمد سے، انکو سید عبدالرحمٰن سے، ان کو شاہ لعل محمد عرف لاڈ خاں[1] سے، ان کو حضرت سیدنا ابوالعلاء اکبرآبادی سے، ان کو انکے چچا خواجہ عبداللہ سے

---

[1] حضرت لاڈ خاں قدس سرہٗ کو سلسلۂ خلوتیہ بھی پہنچا ہے، ان کو شاہ الیاس سے، ان کو شاہ یحییٰ سے، ان کو شاہ عیسیٰ سندی سے، ان کو لشکر محمد عارف سے، ان کو غوث گوالیری سے، ان کو حاجی حضور سے، ان کو ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے، ان کو شیخ قاضن شطاری سے، ان کو عبداللہ شطار سے، ان کو مظفر جرجانی سے، ان کو ابراہیم عشق آبادی سے، ان کو نظام الدین حسنی خلوتی سے، ان کو شیخ محمد خلوتی سے، ان کو ابراہیم زاہد خلوتی سے، ان کو شیخ جمال الدین سے، آخر نسبت حضرت ابوالنجیب سہروردی تک۔ محمد خلوتی کی دوسری نسبت ان کو نجم الدین کبریٰ سے ہے۔ ـــــ واضح ہو کہ حضرت شاہ محمد قاسم ابوالعلائی حضرت تاج العارفین کے دستار بدل شیخ تھے، یعنی انہوں نے تاج العارفین کو سلسلہ ابوالعلائیہ کی اجازت دی اور تاج العارفین نے انکو دو سلسلے[2] چشتیہ معزیہ و امامیہ عتیقیہ کی اجازت دی ہے ممکن ہے کہ

ان کو ان کے ماموں خواجہ عبدالخالق سے، ان کو ان کے چچا خواجہ محمد یحیٰ سے، ان کو ان کے والد خواجہ عبیداللہ احرار سے، ان کو حضرت خواجہ یعقوب چرخی سے، ان کو حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند سے۔ آخر نسبت تک جو نقشبندیہ مجددیہ میں گزری۔

نقشبندیہ سلسلہ اسی ترتیب سے تمام خاندان میں مروج ہے۔ اس ترتیب سے تمام محققین نے بالاتفاق شجرہ کو منقطع اور اویسی تسلیم کیا ہے، ملا جامی نقشبندی کی "نفحات" ۔ ملا حسین واعظ الکاشفی کی "رشحات" ۔ سید آدم بنوری کی "خلاصۃ المعارف" ۔ احمد نخلی کی بغیۃ الطالبین، احمد قشاشی کی سمط المجید، عبداللہ سالم بصری کی امداد، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی انتباہ، ازیں قبل بہت سی کتابیں ہیں اور سب متفق ہیں کہ شجرہ کی یہ ترتیب بر سبیل روحانیت ہے۔ اسی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث قدس سرہٗ نے انتباہ میں اس نسبت صدیقیہ اویسیہ کو لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ نسبت بھی علویہ ہے اور اس کی متصل ترتیب جس میں کہیں انقطاع نہیں ہے، اس طرح ہے:۔

ابوالقاسم گرگانی کو حضرت ابو عثمان مغربی سے، ان کو ابو علی کاتب سے، ان کو ابو علی رودباری سے، ان کو حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی سے۔

مگر اس علوی نسبت میں ابوالحسن خرقانی اور بایزید بسطامی کی نسبت منقطع ہے جو سلسلہ کی اصل نسبت ہے، اسلئے میں یہاں پر حضرت بایزید بسطامی کی نسبت متصلہ جس میں ائمہ اہلبیت اطہار ہیں۔ لکھ دیتا ہوں۔

شجرہ ابویزید بسطامی کے بعد امام جعفر صادق کا نام آتا ہے، اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابویزید بسطامی کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے فیض پہنچا ہے۔ مگر خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے تحفۂ اثنا عشریہ میں اس کی وضاحت کر دی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ابویزید بسطامی امام جعفر زکی کے مرید و صحبت یافتہ تھے، یہ غلط مشہور ہے کہ

(بقیہ صفحہ ۱۷۵) قادریہ وارثیہ کا مجاز بھی کیا ہو مگر دو سلسلہ کا پتہ چلا ہے جسکی اجازت شاہ مشتاق احمد بلند شہری کو جو حضرت شاہ درویش بن محمد قاسم اودھی کے بھائی کی اولاد میں ہیں اور صاحب سلسلہ بقید حیات ہیں پہنچی ہے۔ شجرہ منظوم ان کا یہ ہے۔

امامیہ عتیقیہ:۔

شہ جلال الدین بخاری ناصر الدین ولی	شاہ عبداللہ و شہ عالم سراج الدین ولی
زاہد و رہان و عرفان شاہ و شیر نامور	خواجہ عبدالنبی و خواجہ عبدالمقتدر
شہ عتیق اللہ محبیب اللہ و قاسم شہ ولی	شہ معظم شاہ قطب الدین پیر متقی
حافظ احمد الدین شاہ محمد وہاب غنی	شہ مجید الدین ولی مشتاق احمد ناظری

چشتیہ معزیہ:۔

نور حق و شاہ حسام الدین و شہ مانک پور کا	شاہ فیض اللہ قاضی خواجہ میران ولی
شاہ احمد شاہ قاسم شاہ سلطان رہنما	عارف عبداللہ و شہ عبدالکریم پیشوا
خواجہ پیر محمد شاہ معز الدین ولی	شہ محبیب اللہ و شہ قاسم معظم پاک جی
قطب دین و اجر دیں اعظم حسین متقی	شہ مجید الدین ولی مشتاق احمد ناظری

انہوں نے امام جعفر صادق کی صحبت اٹھائی ہے بلکہ اشتراک اسمی سے اسطرح کا دھوکہ ہوا ہے اعلاوہ ازیں بایزید بسطامی نے حضرت امام علی رضا کی بھی صحبت اٹھائی ہے اور فیض پایا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے لقا کے متعلق ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ نے نہایت تحقیق سے عدم لقا ثابت کی ہے مگر تذکرہ ابوالمجیب میں مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی قدس سرہٗ کے صاحبزادہ مولانا حسن میاں علیہ الرحمہ نے اثبات لقا کی کوشش کی ہے۔ دونوں مضامین پڑھنے کے بعد انسان صحیح نتیجے پر پہنچ سکتا ہے

حضرت خاتم المحدثین کی اس وضاحت کے بعد انقطاع نسبت کا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ اور جو شجرہ مرتب ہوتا ہے اس میں دونوں ہی نسبتیں صدیقیہ اور علویہ متصل ہو جاتی ہیں۔ شجرہ کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی نے دو بزرگوں نے فیض پایا اور یہ دونوں بزرگ آپس میں سگے بھائی تھے۔ یعنی امام جعفر زکی اور امام علی رضا علیہما السلام، اور دونوں بزرگوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے فیض پایا۔ انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے، انہوں نے اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابوبکر سے، انہوں نے سلمان فارسی سے، انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، یہ صدیقیہ نسبت ہوئی۔

نسبت ثانیہ:۔ امام جعفر صادق نے اپنے والد امام محمد باقر سے فیض پایا انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد امام حسین سے، انہوں نے امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے۔ یہ علویہ نسبت ہوئی۔

اب شجرہ میں صرف ایک انقطاع رہ گیا ہے۔ یعنی ابوالحسن خرقانی اور سلطان بایزید بسطامی کے درمیان محققین نے اس کی تشریح کر دی ہے۔ اور جو وسائط منقطع ہیں، ان کو اس طرح بیان کیا ہے۔

حضرت ابوالحسن خرقانی کو ابوالعباس قصاب سے ان کو ابو محمد جریری سے، ان کو ابوالقاسم جنید بغدادی سے، ان کو ابوسعید خراز سے، ان کو ابو عبداللہ المسوحی سے، ان کو ابوتراب عسکر بن الحسین نخشبی سے، ان کو سلطان العارفین ابویزید بسطامی سے، ان کو امام جعفر زکی اور امام علی رضا سے، آخر نسبت تک۔

اس طرح شجرہ کسی طرح بھی منقطع نہیں رہتا اور متصلاً مرتب ہو جاتا ہے، لیکن ان تمام تحقیقات کے باوجود صدیقیہ کے ہاں وہی شجرہ مقبول و مرجح ہے۔ جس کو ہیں نے پہلے ذکر کیا ہے اور جو اویسیۃ النسابیۃ ہے۔

نقشبندیہ سید ابوالعلائیہ[۱] منتہائے شجرۂ الصدیقیہ وہ تاج العارفین کو سید شاہ ابوالقاسم ابوالعلائی ...

---

[۱] سلسلۂ نقشبندیہ کی یہ شاخ حضرت امیر سید ابوالعلائی قدس سرہٗ سے ہے امیر سید ابوالعلا بن سید ابوالوفا بن سید عبدالسلام بن سید عبدالمالک بن سید عبدالباسط بن سید تقی الدین کرمانی بن سید شہاب الدین محمود بن سید عمادالدین امیر حاج بن سید علی بن نظام الدین بن سید اشرف بن سید ابوالمظفر الدین بن سید شرف الدین بن سید مجتبیٰ بن سید گیلانی بن سید بادشاہ بن سید حسن بن حسین بن سید محمد بن سید عبداللہ

ان کو شاہ نور محمد سے، ان کو شاہ عبدالرحمٰن سے، ان کو شاہ لعل محمد عرف لاڈ خاں سے، ان کو سیدنا امیر ابوالعلاء اکبرآبادی سے، ان کو ان کے چچا خواجہ یحییٰ سے، ان کو ان کے والد خواجہ عبیداللہ احرار سے، ان کو شیخ یعقوب چرخی سے، ان کو خواجہ بہاؤالدین نقشبند سے، ان کو امیر سید کلال سے، ان کو محی الدین بابا سماسی سے، ان کو خواجہ علی رامیتنی سے، ان کو خواجہ عزیزان رامیتنی سے، ان کو خواجہ محمود انجیر فغنوی سے، ان کو عارف ریوگری سے، ان کو شیخ عبدالخالق غجدوانی سے، ان کو شیخ ابویوسف ہمدانی سے، ان کو ابوعلی فارمدی سے، ان کو ابوالقاسم گرگانی سے، ان کو ابوالحسن خرقانی سے، ان کو ابوالعباس قصاب سے، ان کو ابومحمد جریری سے، ان کو ابوالقاسم جنید بغدادی سے، ان کو ابوسعید خراز سے، ان کو ابوعبداللہ المسوحی سے، ان کو ابوتراب عسکر بن الحسین نخشبی سے، ان کو سلطان العارفین ابویزید بسطامی سے، ان کو امام علی رضا اور امام محمد جعفر زکی سے، ان دونوں کو اپنے پدر بزرگوار امام موسیٰ کاظم سے، ان کو اپنے امام جعفر صادق سے، ان کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق سے، ان کو سلمان فارسی سے، ان کو امیرالمومنین افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

نسبت ثانیہ:- ابوعلی فارمدی کو ابوالقاسم قشیریؒ سے، ان کو ابوعلی دقاق سے، ان کو ابوالقاسم نصیرآبادی سے، ان کو ابوعلی رودباری سے، ان کو جنید بغدادی سے، ان کو ابوسعید خراز سے، ان کو بشر حافی سے، ان کو شیخ ابورجا عطاردی سے، ان کو فضیل عیاض سے، ان کو حضرت منصور سلمی سے، ان کو شیخ محمد بن مسلم الزاہدی سے، ان کو حضرت محمد جبیر نوفلی سے، ان کو ابومحمد مطعم سے، ان کو افضل البشر بعد الانبیاء امیرالمومنین سیدنا ابوبکر صدیق سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے،

نسبت ثالثہ علویہ:- حضرت امام جعفر صادق کو اپنے والد امام محمد باقر سے، ان کو اپنے والد امام زین العابدینؒ سے ان کو اپنے والد امام حسین علی جدّہ وعلیہ السّلام سے، ان کو امیرالمومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

نسبت رابعہ:- سلطان العارفین ابویزید بسطامی کو حضرت حبیب عجمی سے، ان کو حضرت حسن بصری سے، ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے۔

نسبت خامسہ:- حضرت ابوالقاسم گرگانی کو ابوعثمان مغربی سے، ان کو ابوعلی کاتب سے، ان کو ابوعلی سعد باریؒ سے

(بقیہ صفحہ ۱۴۷) بن سید محمد بن سید علی بن سید عبداللہ بن سید حسین بن سید اسمٰعیل بن سید محمد بن سید عبداللہ باہر بن امام زین العابدینؒ بن امام حسین علی جدہم وعلیہم السّلام ننھیال آپکی حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی قدس سرہٗ کی نسل میں ہے اس طرح کہ آپ نواسہ حضرت خواجہ محمد فیضی کے وہ بیٹے خواجہ ابوالفیض کے وہ بیٹے خواجہ محمد عبداللہ کے وہ بیٹے حضرت خواجہ عبیداللہ نقشبندی قدس سرہٗ کے۔ ولادت آپ کی سنہ ۹۹۰ھ میں ہوئی۔ وفات نہم صفر ۱۰۶۱ھ۔ مزار مبارک آگرہ میں ہے۔

ان کو جنید بغدادی سے۔

(ب) **نقشبندیہ مجددیہ منتصلۃ النسبتہ:**۔ تاج العارفین کو حضرت شاہ سلطان نقشبندی سے، ان کو حضرت آدم بنوری سے، ان کو امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سے، ان کو خواجہ باقی باللہ دہلوی سے، ان کو خواجہ محمد امکنگی سے، ان کو خواجہ محمد درویش سے، ان کو حضرت محمد زاہد سے، ان کو خواجہ عبید اللہ احرار سے، ان کو حضرت یعقوب چرخی سے، ان کو حضرت سید بہاء الدین نقشبند سے، تمام صدیقیہ اور علویہ نسبت کے ساتھ جن کا ذکر نقشبندیہ ابو العلائیہ میں ہوا۔

طیفوریہ:۔ یہ سلسلہ تاج العارفین کو اپنے پیر و مرشد خواجہ عماد الدین قلندر سے پہونچا ہے، تاج العارفین کو حضرت خواجہ عماد الدین قلندر سے، ان کو شاہ محمد فاضل قلندر سے، ان کو شاہ عبد الرسول کچھوندوی سے، ان کو شاہ مجتبیٰ عرف شاہ مجا قلندر سے، ان کو شیخ عبد القدوس جونپوری سے، ان کو شیخ عبد السلام عرف علن جونپوری سے، ان کو شیخ محمد قطب سے، ان کو شیخ قطب الدین بینا دل سے، ان کو نجم الدین غوث الدہر سے، ان کو سید خضر رومی شعر قلندر سے، ان کو جمال مجرد ساؤجی[1] سے، ان کو بایزید بسطامی سے، ان کو امام جعفر ثانی سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علیہ السلام سے، ان کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

---

[1] حضرت جمال مجرد ساؤجی قلندر نسباً سیادہ ہیں، انہوں نے حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کی روحانیت سے فیض پایا اور خرقۂ خلافت پہنا ہے، بہت مسن و معمر بزرگ تھے، اپنے عہد میں بہت مرتاض اور عالم متبحر تھے، لیکن ان کی مزید حالات دریافت نہ ہو سکی اس کی وجہ یہ ہے کہ قلندران جو انتہائی مقام تجرید و تفرید پر فائز ہوتے ہیں اُن پر محویت و استغراق کی زبردست حالات و کیفیات اکثر طاری ہوتی رہتی ہیں اور برسہا برس سالہا سال اسی محو و استغراق میں گذر جاتے ہیں اور اکثر گمنام طریقہ پر خطرناک جنگلوں میں رہا کرتے ہیں اسلئے ایسے بزرگوں سے عوام کیا خواص تک لا علم و بے خبر رہتے ہیں، کچھ اسی قسم کے اسباب کا یہ نتیجہ ہے کہ ان بزرگوں کے حالات ہی بہت کم پائے جاتے ملتے ہیں اور ان کے فیض یافتوں کی تعداد بھی نسبتاً کم ہوتی ہے۔ چنانچہ تذکرۂ پیران قلندر میں حضرت عبد العزیز عبد اللہ علمبردار کی نسبت لکھا ہے کہ عہد رسالت میں منصب علمبرداری پر فائز تھے، ایک مرتبہ کسی جہاد سے واپس ہوتے ہوئے راہ میں ان پر ایسی محویت طاری ہوئی کہ ایک مدت تک ان کو خبر نہ ہوئی کہ شہر رسالت کب گذر گیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کو ہوش آیا تو مدینہ آکر تخت خلافت پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو متمکن پایا، پھر ان پر استغراقی کیفیت طاری ہوئی اور دو خلفاء کے عہد گذر گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے عہد میں ہوش میں آئے اور ان کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے۔

حضرت جمال مجرد ساؤجی کے مفصل حالات بھی کسی کتاب میں نہیں پائے جاتے، اس کی اصلی وجہ یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی، ایسے بزرگوں کے منتشر اور چیدہ چیدہ حالات اکثر بزرگوں کے تذکرہ و ملفوظات میں نظروں سے گذر گذر جاتے ہیں جس سے کبھی ان کا نام یا صرف نسبت انتساب واقعات مشہور یا غیر مشہور بزرگوں کا ترتیب معلوم ہو جاتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اخبار الاخیار میں حضرت حمید قلندر کے تذکرہ کے ماتحت ملا جمال مجرد ساؤجی کا مختصر حال بروایت حمید قلندر (جو انہوں نے اپنے شیخ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ کے ملفوظات میں ان ہی زبانی سُنکر بیان کیا ہے) اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

خواجہ نصیر الدین چشتی قدس سرہٗ نے فرمایا "وہ بزرگ جنہوں نے سکۂ قلندری چلایا وہ بہت بڑے مفتی مولانا جمال مجرد تھے، ان کو کتب خانۂ رواں کہتے تھے، یعنی چلتا پھرتا کتب خانہ، جب کسی کو فتویٰ کی حاجت ہوتی اور مشکل سے مشکل مسائل پیش آتے بر ملا برجستہ جواب دیتے تھے، تحقیق کے لئے کتاب کی طرف رجوع کرنے کی حاجت ان کو نہ ہوتی تھی، حافظہ نہایت قوی تھا، تصفیۂ باطن نے ان پر علوم منکشف کردئے تھے، اسی زمانہ میں ایک بزرگ تھے (جن کا نام آپ نے نہ بتایا، غالباً وہ علماء ظواہر میں سے تھے جو ایسے خدارسیدہ بزرگوں سے حسن ظن نہیں رکھتے ہوں گے، اس لئے حضرت خواجہ نے ان کا نام نہ بتایا ہوگا) ان کے ہاں کچھ آہن پوش قلندر روش بزرگان تشریف لائے، آہن پوش سُوتی لباس نہیں پہنتے، صرف ستر پوشی کمبل کے ٹکڑوں سے کرلیتے ہیں، ان کو دُنیا سے کوئی سروکار نہیں ہوتا چند ساعت کے بعد وہ لوگ ان بزرگ کے ہاں سے چلے گئے، انہوں نے کہا کہ یہ لوگ کیسی قدر آزاد ہیں، حضرت مولانا جمال مجرد ساؤجی وہاں تشریف فرما تھے، فرمایا اس وقت تک مرد کہلانے کا مستحق نہ ہوں گا جب تک اس سے بھی بڑھکر سکۂ قلندری نہ پیدا کردوں، مخدوم نصیر الدین فرماتے ہیں وہ کیسا مبارک وقت تھا جس وقت یہ بات ان کی زبان سے نکلی اور ہو کر رہی، جب وہاں سے اُٹھے تو اُن پر عجیب استغراق و محویت کا عالم طاری طاری ہوگیا اور تفرید و تجرید کی ایسی حالت ان پر طاری ہوئی کہ محاسن (داڑھی) بھی ان کو گراں معلوم ہوئے، اس کو کٹوا دیا، اور پلاس پہنکر ایک قبر میں قبلہ رُو حیرت و محویت کے عالم میں آسمان کی طرف آنکھیں پھاڑے ٹکٹکی لگائے بیٹھ گئے، ان بزرگ سے لوگوں نے جاکر کہا کہ مولانا جمال مجرد ساؤجی پر ایسی حالت طاری ہوگئی ہے کہ انہوں نے داڑھی کٹوادی اور ایک قبر میں جاکر بیٹھ گئے ہیں، وہ بزرگ اپنی جماعت کے ساتھ تشریف لائے، ان کو دیکھا کہ ایک قبر میں مُنھ پھاڑے آسمان کی طرف چہرہ کئے ہوئے مبہوت بیٹھے ہیں، انہوں نے کہا کہ رانگ پگھلا کر ان کے حلق میں ڈال دو، چنانچہ گرم گرم پگھلا ہوا رانگ ان کے حلق میں ڈال دیا گیا، لیکن وہ ان کے حلق میں سرد پانی کا کام کرگیا، اس سے ان کو کوئی اذیت نہ پہونچی، ایک عالم ان سے بحث کرنے لگے کہ خلاف شرع تم نے داڑھی کٹوادی، اس وقت جمال مجرد ساؤجی فی الجملہ حالتِ سکر سے حالتِ صحو میں آرہے تھے، انہوں نے کہا داڑھی تلاش کرتے ہو؟ پھر تھوڑی دیر گریبان کی طرف گردن جھکائی اور گریبان سے سر باہر لائے، حمید قلندر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ ذکرہٗ اللہ بالخیر نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں نے جہاں تک ان کی سفید داڑھی دیکھی، لوگ یہ حالت دیکھکر وہاں سے واپس آگئے اور وہاں صرف جمال مجرد ساؤجی قلندر رہ گئے"

"بوستان غوثیہ" تذکرہ حضرت غوث بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس سرہٗ میں لکھا ہے کہ حضرت جمال الدین مجرد ساؤجی کا مزار "دمیاط" میں ہے، یہ بزرگ قلندر مشرب تھے، نہایت حسین و جمیل، اہل مصر آپ کو یوسف ثانی کہتے تھے، ایک دن ان پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ داڑھی مونچھ سب کٹوادی اور "دمیاط" کے اس چٹیل میدان میں جو یوسف علیہ السلام کے زمانہ سے ویران ہوگیا تھا اور کہیں بھی آبادی کا نام و نشان ۔۔۔۔ باقی نہ تھا مبہوت و مدہوش پڑگئے، حالت

استغراق و محویت میں ان کو نماز کے اوقات کا بھی ہوش نہ تھا، اس لئے علمائے مصر آپ کو ملحد کہا کرتے، ایک دن حالت استغراق میں بعض علماء نے ان کے حلق میں رانگہ پگھلا کر ڈال دیا، جس سے ان کو کوئی تکلیف وایذا نہ پہونچی، اُن کے غایت حسن وجمال پر ایک عورت فریفتہ ہوگئی، حضرت جمال مجرد ساوجی اس سے تنگ اور پریشان ہوکر "دمیاط" چلے گئے وہ عورت بھی ان کا پیچھا کرنے سے باز نہ آئی اور وہاں بھی پہونچ گئی، جب یہ خبر حضرت جمال مجرد ساوجی کو پہونچی تو بہت پریشان ہوئے اور اللہ سے دُعا کی کہ میرا یہ حسن جو باعثِ صد فتنہ ہے زائل کردے، فوراً ریش و بروت اور ابرو کے سب بال گر گئے اور چہرہ کی وہ دلفریبی اور خوبصورتی جاتی رہی اس حالت کو دیکھکر وہ عورت آپ سے متنفر ہوگئی اور آپ اس فتنہ سے بچ گئے اور "دمیاط" میں مقیم ہوگئے اور وہیں رحلت فرمائی، مزار "دمیاط" ہی میں ہے اور قلندروں کی بھیڑ وہاں رہتی ہے، لیکن تاریخ وفات اور سن کسی نے ذکر نہیں کیا ـــــ تذکرہ اور شجرہ سلسلۂ قلندریہ کے دیکھنے سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہونچی ہے کہ آپ بہت مسن اور معمر بزرگ تھے، آپ نے حضرت بایزید بسطامی کا زمانہ پایا تھا اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے عہد تک زندہ رہے، لیکن شجرہ کی ایک ترتیب سے انتہائی حیرت ہے وہ یہ کہ ایک شجرہ میں لکھا ہے کہ "حضرت خضر رومی شعلہ قلندر کو فیض پہونچا حضرت عبدالعزیز علمبردار صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، ان کو جمال مجرد ساوجی سے، ان کو بایزید بسطامی سے" یہ ترتیب سمجھ میں نہ آئی، اس لئے کہ پیرانِ قلندریہ کی تحقیق کے مطابق حضرت عبداللہ عبدالعزیز علمبردار صحابی تھے اور انھوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی، پھر صدیق اکبرؓ کی، پھر حضرت علیؓ کی، ان کو کیا حاجت تھی کہ اس فضل کے بعد وہ تبع تابعین سے بھی نیچے درجہ کے بزرگ کی صحبت سے مستفیض ہوتے، صحابی کی صحبت البتہ غیر صحابی کے لئے باعثِ فخر ہوسکتی ہے نہ کہ غیر صحابی کی صحبت صحابی کے لئے باعثِ فخر ہو، میرے خیال میں شجرہ کی ترتیب کتابت کی غلطی سے غالباً بدل گئی ہے، وہ اس طرح ہوگی :- حضرت خضر رومی نے صحبت اُٹھائی جمال مجرد ساوجی کی، انہوں نے بایزید بسطامی کی، انہوں عبدالعزیز عبداللہ علمبردار کی، یا خود جمال مجرد ساوجی نے بھی ان معمر صحابی کی درازی عمر سے فائدہ اٹھایا ہو، جس طرح خضر رومی شعلہ قلندر نے بلاواسطہ ان کی درازی عمر سے فائدہ اٹھایا ہے، مگر درحقیقت شجرہ کی ترتیب میں قدیم کاتب کے تسامح سے ایسی غلطی واقع ہوئی ہے، حضرت عبدالعزیز مکیؓ نے جمال مجرد ساوجی کی صحبت نہیں اُٹھائی ہے، جیسا کہ مولانا علاؤالدین باسطی سوگھری رابطۃ المشائخ میں سلسلۂ طیفوریہ کی نسبت لکھتے ہیں ؎

کا ناریں سلسلہ کہ شکی نیست ——— شیخ عبدالعزیز مکی نیست

بلکہ خضر از جمال یافتہ است ——— واسطہ درمیاں نیافتہ است

معلوم ہوتا ہے کہ خضر رومی شعلہ قلندر کی دونوں نسبتوں کو کاتب اس طرح لکھنا چاہتا تھا کہ خضر رومی نے عبدالعزیز مکیؓ سے اور جمال مجرد سے خرقہ پایا، کاتب نے سمجھا کہ عبدالعزیز مکیؓ کو جمال مجرد سے پہونچا اور ان دو ناموں کے درمیان "او" "از" کا لفظ بڑھا دیا جس سے غلط فہمی ہوگئی۔ درحقیقت سلسلۂ طیفوریہ میں بلاواسطہ خضر رومی کو جمال مجرد سے اجازت تھی۔

ساوجی کے تین مشاہیر مجھکو معلوم ہوئے، سلمان ساوجی شعراء کے طبقہ میں، جمال مجرد ساوجی صوفیائے قلندر روش کے طبقہ میں، اور علی ساوجی محدثین کے طبقہ میں، جن کا ذکر "الدرر الکامنۃ" میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے کیا ہے، حضرت سید

نسبت ثانیہ:- حضرت خضر رومی شعلہ قلندر کو حضرت عبد العزیز عبد اللہ علمبردار صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

شطاریہ:- یہ سلسلہ تاج العارفین کو اپنے پیر و مرشد خواجہ عماد الدین قلندر سے پہنچا ہے، حضرت خواجہ سے حضرت قطب الدین بینادل تک وہی شیوخ ہیں جن کا ذکر سلاسل ماسبق میں آچکا ہے، حضرت قطب الدین بینادل کو اس طریقے کے اذکار و اشغال حضرت عبد اللہ شطار سے پہنچے ہیں۔

حضرت قطب الدین بینادل کو حضرت عبد اللہ شطار سے، ان کو شیخ محمد عارف عشقی سے، ان کو شیخ علاء قلی ماوراء النہری سے

جمال الدین مجرد ساؤجی کے حالات اسی قدر دستیاب ہوسکے ہیں (فصول مسعودی، بحر ذخار، نفحات العنبریہ، تذکرہ غوثیہ، ذکر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی) ——— حضرت جمال مجرد ساؤجی کو سلسلہ سہروردیہ بھی پہنچا ہے، ایک واسطہ سے حضرت ابو النجیب عبد القاہر سہروردی تک پہونچتے ہیں، جمال مجرد ساؤجی کو شاہ ابراہیم گرم سیل سے ان کو حضرت ابو النجیب سہروردی سے صدا سہاگ سلسلہ جس کو موسیٰ سہاگ سے منسوب کرتے ہیں اور سہروردیہ کی ایک شاخ ہے حضرت موسیٰ سہاگ کو آپ ہی کے واسطہ سے پہنچا ہے، موسیٰ سہاگ کو قلندر پودلے سے ان کو شاہ جیولال سے، ان کو جمال مجرد ساؤجی سے، ان کو ابراہیم گرم سیل سے، ان کو ابو النجیب سہروردی سے ——— اس سلسلہ کے فقرا سرخ دوپٹا اوڑھتے ہیں چوڑیاں پہنتے ہیں، رقص کرتے ہیں، ہر قدم پر لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ کہتے جاتے ہیں اور پیران سلسلہ کا نام لیکر استمداد طلب کرتے ہیں جس وقت اس شکل میں رقص کرتے ہیں ان پر کیفیت طاری رہتی ہے ہر آواز ان کی پر تاثیر ہوتی ہے بشرطیکہ وہ اپنے سلسلہ کے کسی کامل شیخ کا دست گرفتہ ہوتا ہے ورنہ اس رنگ میں بہتیرے نقال بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے کھانے کمانے کا ایک ذریعہ نکال لیا ہے، ان کے نعروں کی تاثیر نہیں پڑتی ہے حضرت موسیٰ سہاگ نے دسویں رجب ۸۵۳ھ میں بمقام احمد آباد گجرات انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے ——— یہ بزرگ زنانہ لباس میں رہتے، سرخ دوپٹا اور چوڑیاں ہاتھ میں، انگلیوں کے ہر لچھے میں چھلے، ایک دن علماء وقت ان سے کہا نماز پڑھو، وضو کر کے نماز ادا کرنے کو چلے علمائے کہا سرخ لباس اتار دو سفید لباس پہنو، کہ سرخ لباس میں نماز جائز نہیں، سرخ لباس اتارا، سفید لباس پہنا، جب تحریمہ باندھا سارا لباس سرخ ہو گیا، لوگوں کو حیرت ہوئی، سلام کے بعد فرمایا "میرا میاں کہتا ہے تو سہاگن رہ اور یہ موئے کہتے ہیں تو رانڈ ہو جا۔"

جمال مجرد نام کے ایک بزرگ اس سلسلہ میں بھی ہیں اور مقدم ہیں معلوم نہیں یہ دونوں ایک ہی بزرگ ہیں یا یہ بزرگ دوسرے ہیں میرا قیاس ہے کہ ایک ہی بزرگ ہیں، ان سے تین سلاسل جاری ہوئے، طیفوریہ اس سلسلہ کے پیران کے بایزید بسطامی ہیں، دوسرا قلندریہ اس سلسلہ کے شیخ ان کے عبد العزیز علمبردار ہیں، تیسرا سلسلہ صدا سہاگ ہے، اس سلسلہ کے شیخ ابراہیم گرم سیل ہیں جیسے سہروردیہ اور امامیہ جعفریہ پہنچا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی عمر بہت زیادہ ہوئی اور ان تمام سلاسل میں یقینی وہی ایک ذات ہے جو بطریق مرکز ہے اور اسی سلسلہ کے ایک بزرگ لعل شہباز بھی ہیں، صاحب خزینۃ الاصفیا نے لکھا ہے کہ یہ بزرگ سادات کرام سے ہیں، لعل شہباز بن سید حسن کبیر الدین بن سید شمس الدین بن سید صلاح الدین بن سید شاہ بن سید خالدین سید محب بن سید مشتاق بن سید نور العین بن سید اسمٰعیل بن سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام ——— آپ کا نام نامی سید عثمان ہے، لعل شہباز لقب ہے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے، آپ کی دوسری نسبت یہ ہے کہ آپ بلا واسطہ جمال مجرد کے خلیفہ ہیں، وفات آپ کی ۶۷۳ھ میں ہوئی، مزار آپ کا سندھ سیہوان میں ہے، یہ بزرگ موسیٰ سہاگ سے قبل کے ہیں۔"

ابراہیم گرم سیل کی ایک دوسری نسبت جس کو خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے یہ ہے :- ابراہیم گرم سیل کو عاقل شہید سے ان کو مسکین ذوالنون سے ان کو مرتضیٰ سبحانی سے، ان کو امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔

ان کو شیخ ابوالحسن خرقانی سے، ان کو شیخ ابوالمظفر مولیٰ ترک طوسی سے، ان کو ابو یزید عشقی سے، ان کو شیخ محمد مغربی سے، ان کو بایزید بسطامی سے، ان کو امام محمد جعفر زکی سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "

قلندریہ:۔ تاج العارفین کو اپنے پیر و مرشد خواجہ عماد الدین قلندر سے پہنچا ہے۔

"حضرت قطب الدین بینادل کو حضرت نجم الدین غوث الدہر سے، ان کو حضرت خضر رومی شعاع قلندر سے، ان کو حضرت عبد العزیز عبد اللہ علمبردار صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔"

طبقاتیہ مداریہ:۔ حضرت تاج العارفین کو اپنے پیر و مرشد خواجہ عماد الدین قلندر اور حضرت شاہ معز الدین کرجری قدس سرہما کے واسطہ سے پہنچا ہے، حضرت خواجہ عماد الدین قلندر سے حضرت قطب الدین بینادل تک وہی شیوخ ہیں جن کا ذکر سلاسل ماسبق میں آچکا ہے۔

یہ سلسلہ حضرت بدیع الدین مدار مکنپوری قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہے حضرت بدیع الدین مدار کے شیوخ کی تعیین نہیں ہے۔ کہ کس کے مرید و خلیفہ تھے، انتہائی اختلاف کے بعد حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر کچھوچھوی سمنانی قدس سرہٗ نے آپ کو اویسی النسبۃ لکھا ہے یعنی آپ کی تعلیم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے ہوئی۔ اس حیثیت سے آپ کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کسی شیخ کا تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ اور خود آپ نے فرمایا بھی ہے اکتنبوا اسمی بعد اسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے سید اشرف جہانگیر قدس سرہٗ کا ارشاد بالکل صحیح ہے۔ لیکن حضرت قطب الدین بینادل قدس سرہٗ کے ایک شجرہ میں حضرت بدیع الدین مدار کے جن شیوخ کا ذکر کیا ہے ان سے فی الجملہ ترتیب قائم ہو جاتی ہے۔

(۱) **مداریہ عمادیہ**:۔ "حضرت قطب الدین بینادل کو حضرت جمال جنتی ہلسوی سے، ان کو حضرت مدار السمٰوات والارض بدیع الدین مدار سے، ان کو امین الدین شامی سے، ان کو علیم الدین شامی سے، ان کو رفیع الدین شامی سے، ان کو ربیع مقدسی سے، ان کو سیدنا امام حسین علیہ السلام سے، ان کو حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔"

نسبت ثانیہ:۔ "حضرت قطب الدین بینادل کو شیخ شمس الدین حاج بڈھن سے، ان کو شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے، ان کو ابوالفیض قاضن شطار سے، ان کو شیخ حسام الدین سلامتی سے، ان کو حضرت مدار السمٰوات والارض بدیع الدین مدار سے۔"

نسبت ثالثہ:۔ یہ خواجہ عماد الدین قلندر کی دوسری نسبت ہے، جو ان کو اپنے والد سے پہنچی ہے۔ خواجہ عماد الدین قلندر کو اپنے والد مخدوم برہان الدین سے، ان کو مخدوم شمس الدین جنید ثانی سے، ان کو ملا جمال اولیا سے، ان کو شیخ قیام الدین سے، ان کو شیخ قطب الدین سے، ان کو شیخ جلال الدین عبد القادر بن المبارک سے، ان کو سید اجمل بہرائچی سے، ان کو حضرت بدیع الدین مدار مکنپوری سے۔

(ب) **مداریہ معزیہ** :۔ تاج العارفین کو حضرت شاہ معز الدین کرجوی سے، ان کو اپنے دادا سید ابراہیم سے، ان کو نصیر الدین قطبی سے، ان کو سید محمود قطبی سے، انکو سید فضل اللہ گوسائیں سے، ان کو قطب الدین بینا دل سے، ان کو سید جمال جنتی سے، انکو بدیع الدین مدار مکنپوری سے۔

امامیہ عتیقیہ :۔ یہ سلسلہ حضرت سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت کا آبائی سلسلہ ہے جو اباً عن جدٍ حضرت رسول اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تک منتہی ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کی اجازت تاج العارفین کو حضرت ملا محمد عتیق محدث بہاری قدس سرہٗ سے پہونچی ہے۔

"تاج العارفین کو ملا محمد عتیق محدث بہاری سے، ان کو ملا عبد المقتدر سے، ان کو سید عبد النبی سے، ان کو سید شبیر محمد سے، ان کو ان کے والد سید عزۃ اللہ شاہ سے، ان کو ان کے والد سید محمد زاہد سے، ان کو ان کے والد سید شاہ عالم[1] محبوب اللہ سے، ان کو انکے والد سید برہان الدین[2] عبد اللہ سے، ان کو ان کے والد سید ناصر الدین محمود[3] سے، ان کو ان کے والد سید جلال الدین[4] بخاری جہانیاں جہاں گشت سے، ان کو ان کے والد احمد کبیر[5] مشتاق اللہ سے، ان کو ان کے والد سید جلال الدین اعظم سرخ بخاری سے، ان کو ان کے والد سید علی موید دین اللہ، ان کو ان کے والد سید جعفر حجۃ اللہ سے، ان کو ان کے والد سید محمد صفی اللہ سے، ان کو ان کے والد سید محمد مختار اللہ سے، ان کو ان کے والد سید احمد مقبول اللہ سے، ان کو ان کے والد سید عبد اللہ سے، ان کو ان کے والد سید علی اشقر سے، ان کو ان کے والد سید مرتضیٰ اعظم جعفر ثانی سے، ان کو ان کے والد امام علی نقی ہادی سے، ان کو ان کے والد امام محمد تقی جواد سے، ان کو ان کے والد امام علی رضا سے، ان کو ان کے والد امام موسیٰ کاظم سے، ان کو ان کے والد امام جعفر صادق سے، ان کو ان کے والد امام محمد باقر سے، ان کو ان کے والد امام علی زین العابدین سے، انکو انکے والد امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام سے، انکو انکے والد امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، انکو حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔"

---

[1] ابو البرکات سید شاہ عالم بن برہان الدین ولادت ۸۱۷ھ، وفات ۲۰ جمادی الاولیٰ ۸۸۰ھ مزار احمد آباد گجرات۔ [2] برہان الدین عبد اللہ وفات ۸۵۷ھ مزار احمد آباد گجرات۔ [3] ناصر الدین محمود وفات ۲۲ رمضان ۸۷۰ھ مزار اوچ ملتان۔ [4] مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت ولادت ۷۰۷ھ وفات دہم ذی الحجہ ۷۸۵ھ مزار اوچ ملتان۔ [5] شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اخبار الاخیار میں تذکرہ سید عبد الوہاب بخاری میں لکھا ہے کہ سید جلال الدین اعظم سرخ بخاری قدس سرہٗ کے دو بیٹے تھے، سید احمد بزرگ، دوسرے سید محمود، حضرت مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ سید محمود کے بیٹے ہیں اور سید احمد بزرگ کے بیٹے سید عبد الوہاب بخاری ہیں۔ اور شجرہ امامیہ عتیقیہ جو اباً عن جدٍ حضرت مخدوم جہانیاں کو پہنچا ہے، اس میں حضرت مخدوم جہانیاں سے اوپر سید محمود کبیر مشتاق اللہ لکھا ہے حالانکہ یہ سلسلہ آپ کو اپنے والد سے پہنچا تھا۔ اگر یہ نام آپ سے پہلے صحیح ہے تو خلفائی ہوا آبائی نہ ہوا۔ کیونکہ بجائے والد کے چچا سے پہنچا۔ حالانکہ شجرہ میں آبائی نسبت قائم کی گئی ہے، اس لحاظ سے بجائے سید احمد کے سید محمود ہونا چاہیے۔ یا ممکن ہے کہ آپ کو یہ سلسلہ آبائی اپنے چچا سید احمد سے پہنچا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اگر ایسا ہے تو حضرت مخدوم جہانیاں سے اوپر بجائے لفظ والد کے چچا لکھنا چاہیے تھا لیکن میرے نزدیک شیخ عبد الحق محدث کی یہ تحقیق محل نظر ہے، اسلئے کہ قدیم کتب انساب میں مخدوم جہانیاں کے والد کا نام احمد کبیر لکھا ہے۔

زاہدیہ:۔ حضرت تاج العارفین کو حضرت شاہ معزالدین کرجوی قدس سرہٗ سے پہونچا ہے۔

"تاج العارفین کو حضرت شاہ معزالدین کرجوی سے، ان کو سید ابراہیم سے، ان کو سید نصیر الدین قطبی سے، ان کو احمد بڈھ چکن زاہدی سے، ان کو شیخ بڈھ چکن زاہدی سے، ان کو شیخ چکن زاہدی سے، ان کو شیخ سلطان زاہدی سے، ان کو شیخ بدرالدین زاہدی سراج الدنیا والآخرۃ سے، ان کو شیخ شہاب الدین سے، ان کو شیخ فریدالدین بزرگ میرٹھی سے، ان کو شیخ شرف الدین بزرگ میرٹھی سے، ان کو شیخ صدرالدین سمرقندی سے، ان کو شیخ عبدالسلام سے، ان کو شیخ عبدالکریم سے، ان کو شیخ قطب الدین سے، ان کو شیخ عبدالمجید سے، ان کو شیخ ابواسحٰق گازرونی سے، ان کو شیخ علی حسین اکار بازمارہروی سے، ان کو شیخ ابو محمد عبداللہ خفیف سے، ان کو ابو محمد رویم سے، ان کو حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی سے، ان کو حضرت امام حسن عسکری سے، ان کو امام نقی ہادی سے، ان کو امام تقی جواد سے، ان کو امام علی رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظم سے، ان کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام محمد باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام سے ان کو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حضرت جنید بغدادی کو ایک خرقہ حضرت امام حسن عسکری سے بھی پہنچا ہے، اس کا ذکر حضرت شاہ ابوالحسین نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے النور والبھا فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیا میں کیا ہے، اور تاریخ کی دوسری کتابوں میں بھی مذکور ہے، چونکہ اہلبیت کی نسبت سے امام حسن عسکری کی ذات بہت مہتم بالشان ہے، اس لیے میں نے یہاں پر یہی نسبت لکھدی ہے۔ ورنہ شجرہ زاہدیہ میں بھی حضرت جنید کی وہی نسبت مقبول و مرجح ہے جو حضرت سری سقطی، معروف کرخی اور امام علی رضا کے واسطے سے شایع ہے۔

سلاسل خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین:۔ سلاسل خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین کے ذکر سے پہلے بعض ان حضرات کی غلط فہمیوں کا ازالہ کردوں جن کی نظریں کتب سیر بزرگان وکتب تصوف واسانید صوفیہ پر نہیں پڑی ہیں اور انہیں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ فیوضات باطنیہ صرف امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے واسطہ سے دنیا میں پھیلے، ان کا شیوع خلفائے ثلاثہ سے نہوا کیونکہ کوئی سلسلہ بھی ایسا دیکھا نہیں جاتا جو خلفائے ثلاثہ سے شایع ہوا ہو یا ان کی طرف ابتدائی حیثیت سے منسوب ہوا ہو، گو کہ سلسلہ نقشبندیہ جو امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، لیکن اس میں نسبت متصلہ کے ساتھ نسبت اویسیہ بھی شامل ہوگئی ہے، جس سے اتصال حقیقی باقی نہیں رہتا۔ اس لیے اس سلسلہ کو بھی حقیقی طور پر حضرت صدیق اکبر کی طرف منسوب نہیں کرسکتے۔ حالانکہ کل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین فیوضات نبویہ کے یکساں حامل تھے اور ہر ایک نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی یکساں صحبت اٹھائی تھی اور ہر ایک کی صحبت سے فیض پانے والے بھی کثیر التعداد افراد تھے، مگر سوائے

حضرت علیؓ کے کسی نے بھی تعلیم باطن کا یہ طریقہ اختیار نہ فرمایا۔

خلفائے ثلاثہ نے صرف اجرائے احکام شریعت وانصرام امور خلافت وامارت ہی کا بار اپنے ذمہ کیوں لیا؟ اور امور باطنہ کی تعلیم کی طرف کیوں متوجہ نہ ہوئے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یا تو اس کی کوئی اصل ہی نہیں ہے اسی لئے ان کا مطمح نظر بھی صرف اجرائے امور شریعت وانصرام امور خلافت ہی رہا، اور اگر اس کی اصل ہے تو وہ اسرار مخفیہ دینیہ جن کی تعلیم حضرت علیؓ کو دی گئی ان خلفاء کو نہ دی گئی، اور اگر ان حضرات کو بھی اس کی تعلیم دی گئی تو انہوں نے دوسروں کیلئے اس کی تعلیم ضروری نہ سمجھی اور نہ دوسروں کو اس کی تعلیم دی جس سے ان کے بھی سلاسل قائم ہوتے۔

اسلئے یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم باطن حضرت علیؓ کا محض اجتہادی فعل ہے جس کی طرف انہوں نے خلق کو طریقت کے نام سے دعوت دی تھی، اسی لئے تمام عالم اسلام میں جتنے بھی سلاسل پائے جاتے ہیں، انہی کی طرف منسوب ومنتسب ہیں، خلفائے ثلاثہ کو اس شخصی اجتہاد سے کوئی لگاؤ نہ تھا اور نہ امور باطنیہ سے ان کو کوئی سروکار تھا۔

یہ خیالات سراسر غلط، حقیقت سے کلیۃً ناآشنائی اور فرائض نبوت سے انتہائی لاعلمی وبیخبری پر مبنی ہیں۔

خلفائے راشدین کے فضائل خصوصی، ان کے پاک اخلاق، فطری جوہر، تہذیب اخلاق، تزکیہ نفوس، تبتل الی اللہ وتوکل علی اللہ، انقطاع القلب عن غیر الحق، قناعت بقدر مایحتاج، اخلاص عمل، استرضائے الٰہی جو تصوف کی روح ہے جوارث صحابہ کی خصوصی شان تھی۔ اس سے قائل کی غایت لاعلمی ثابت ہوتی ہے۔

خلفائے راشدین میں تعلیم نبوی سے یہ خوبیاں جس کمال درجہ پر پیدا ہو گئی تھیں اس کا اندازہ فضائل ومناقب صحابہ کے مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ وہ اوصاف حمیدہ جن پر تصوف کی بنیاد قائم کی گئی اور جو طریقت کی جان ہیں ان کی طبیعت ثانیہ بن چکے تھے، صفات رذیلہ ان سے محو ہو چکے تھے، وہ خلق محمدی کے مجسمہ اور تخلقوا باخلاق اللہ کے پیکر تھے۔

علاوہ ازیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی دعوت دعوت عامہ تھی، آپ تمام انسانوں کیلئے رحمت اور بشیر ونذیر بنا کر بھیجے گئے تھے، آپکی کوئی دعوت بھی دعوت خصوصی نہ تھی، جس میں قرابت وبرادری اور عزیزداری کو دخل ہوتا، یا کسی ایک شخص کے لئے مخصوص ہوتی۔ ساری دنیا کو یکساں دعوت حق دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور ہر فرد کو آپ نے خدا کی راہ کی طرف بلایا، جس نے اطاعت قبول کرلی اس سے روح دین کا کوئی جز مخفی نہیں رہا۔ دین کی کوئی بات آپ نے کسی خاص شخص یا ذات مخصوص کے لئے چھپا نہیں رکھی تھی۔ اللہ نے آپ کو دنیا سے کفر وشرک مٹانے، فسق وفجور، فتنہ وفساد کا کامل سدباب کرنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر، تہذیب اخلاق، تزکیہ نفس، علم وحکمت کی تعلیم دیکر مبعوث فرمایا تھا تاکہ الٰہی خصائل حمیدہ کی خلق کو دعوت دیں، اور آپ نے حکم الٰہی کے مطابق اپنے فرائض کو پوری طرح انجام دیا۔ جو شخص بھی آپکے

دستِ حق پرست پر مشرف باسلام ہوا وہ ان تمام اوصافِ حمیدہ و اخلاق پسندیدہ و خصائل مرضیہ کا مجسمہ بنادیا گیا۔ اسلیئے تعلیمی حیثیت سے سب ہی برابر تھے۔

اسی طرح خلفائے راشدین نے بھی اپنے فیض یافتگان کو وہی تعلیم دی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دی تھی اور ان کے فیض یافتگان میں بھی بحسب استعداد وہی محاسن پیدا ہوگئے جو خلفائے راشدین میں تھے۔

قدرت کا ایک نظم یہ بھی ہے کہ ہر شخص کو فضل و کمال اور کاموں کی صلاحیت یکساں نہیں دی جاتی ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء صحابہ میں بھی ان کے ذاتی جوہر فطری صلاحیت و استعداد کی بنا پر فضیلت و مفضولیت یقینی تھی، ان میں خلفائے راشدین کا مرتبہ ان کے قلبی استعداد و بعض خصوصی نفضائل و محاسن کے اعتبار سے افضل و ممتاز تر تھا۔ یہ بزرگان تسنن و اتباع نبوی میں کمال محبت و والہیت کی شان رکھتے تھے، ذات رسالت کے ساتھ شبانہ یوم کے لحوق و لزوق کا فضل ان کو حاصل تھا، اور کم مدت ایسی گزری تھی جس وقت شرف معیت و فضل صحبت سے محروم رہتے ہوں، ہر لحظہ و ہر لمحہ انوار نبوت کے اقتباس کا موقع ان بزرگوں کو ملتا رہتا تھا، یہ شرف معیت و فضل علی العموم ہر صحابہ کو نصیب نہ تھا، خصوصی نفضائل میں بھی ہر ایک کی جداگانہ شان تھی، حضرت ابوبکر صدیق کی شان توکل و تبتل کو دیکھئے اللہ اور اس کے رسول پر اپنا تمام مال و متاع نثار کر دیتے ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے کہ اے ابوبکر اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ تو عرض کرتے ہیں "اللہ اور اس کے رسول کو" حضرت عمرؓ کی شان حب رسول پر نظر ڈالئے، عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے سوا تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں، زبانِ رسالت سے جواب ملتا ہے "عمر میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہونی چاہیے" ابھی جملہ کی تکمیل نہیں ہوتی لیکن حضرت عمرؓ کی منزلِ عشق بلند سے بلند تر ہو جاتی ہے، پستی کی ساری منزلیں طے ہو جاتی ہیں، اور عروج کا انتہائی مقام سامنے آجاتا ہے، فوراً عرض کرتے ہیں" یا رسول اللہ انت احب الی من نفسی الذی ما بین جنبی" آپ مجھ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز و محبوب ہیں۔

حضرت عثمان غنی کی فنائیت رسول کا مطالعہ کرنا ہو تو حدیبیہ کے واقعات پڑھیئے، حضرت عثمان سفیر بنا کر مکہ بھیجے جاتے ہیں تاکہ رسولِ خدا کا پیغام مکہ والوں کو پہنچادیں، دشمنوں کی ایک جماعت برسرِ پیکار ہونا چاہتی ہے۔ رسول خدا صحابہ سے بیعت لیتے ہیں، حضرت عثمان مکہ گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ بائیں ہاتھ کی بیعت داہنے ہاتھ سے لی جاتی ہے۔ اس سے بڑھکر فنائیت رسول کی اور کیا سند مل سکتی ہے، خود زبان مبارک سے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ فرمایا جا رہا ہے۔

حضرت علی اپنی جان نثاری کا ثبوت ہجرت کی اس خطرناک شب میں دیتے ہیں جبکہ کاشانۂ نبوت دشمنوں سے گھرا ہے،

اور رسول کے خون کے پیاسے ننگی تلواریں لئے تاک میں بیٹھے ہیں، آپ بے تکلف بستر مبارک پر لیٹ جاتے ہیں اور ردائے مبارک اپنے اُوپر ڈال لیتے ہیں، تاکہ دشمن حقیقتِ حال سے ناواقف رہے، اگر جان جائے تو علی کی جائے مگر حضرت کو گزند نہ پہنچے۔

انہی فضائل و محاسن اخلاق کی وجہ سے امت کی سیادت و قیادت ان حضرات کی دی گئی خلافت نبویہ کا خلعت ان کو عطا کیا گیا، درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی نیابت و جانشینی کی قابلیت بھی یہی رکھتے تھے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولِ خلافت کے متعلق مختلف اوقات میں اشارہ بھی فرما دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق کو حکم ہوا، "مُروا ابابکر فیصلِ بالناس" حضرت عمر فاروق کے بارہ میں فرمایا گیا "لو کان نبی بعدی لکان عمرؓ والحق ینطق علیٰ لسان عمر" حضرت عثمان غنی کو ہدایت ہوئی "لعل اللہ یقمصك قمیصًا فان ارادوا علی خلعه فلا تخلعه لهم" اور حضرت علی کا کیا کہنا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ، انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی"۔ اسلئے دورِ نبوت ختم ہوجانے کی وجہ سے نبی نہیں ہوسکتے تھے تو نیابت و خلافت کا استحقاق ان شہادات کی وجہ سے ضرور رکھتے تھے، درحقیقت نبی کا نائب وہی ہوسکتا ہے جس میں نبی کے اخلاقِ حمیدہ و خصائلِ پسندیدہ موجود ہوں، اور متخلق باخلاق النبی ہو۔ خلفائے راشدین کے تمام حالات پر نظر ڈالیے اور ان کے مناقب کا مطالعہ کیجئے ہر ایک میں تعلیم نبوی سے وہی صفات حمیدہ پیدا ہوگئی تھیں جن پر تصوف کی بنیاد قائم ہے، دورِ خلافت اور تبع تابعین سے لیکر آج تک صوفیائے کرام انہی اخلاق کے پرتو اور انہی خصائل کے آئینہ دار رہے ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جانشین ہوئے تو امورِ مملکت کے انصرام کے ساتھ تہذیب اخلاق کی تعلیم بھی دیتے رہے، اگر کسی جگہ کوئی امیر و والی بنا کر بھیجا گیا تو ایسی ہی ہستی منتخب کی گئی جو نظم مملکت کے ساتھ تہذیب اخلاق و تزکیۂ نفس کی خدمت بھی انجام دے سکے، کیونکہ اس دور میں اشاعتِ اسلام کا کام ترقی پر تھا اور غزوات کی مہم اکثر درپیش رہتی تھی، اسلئے زیادہ تر تزکیۂ نفس کی خدمت انجام دینے والے ملکی خدمات بھی انجام دیتے تھے، اس کا موقع نہ تھا کہ تمام امور سے منقطع ہوکر صرف تزکیۂ نفس ہی کی خدمت اپنے ذمہ لے لیں، پھر بھی کچھ افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے صرف تزکیۂ نفس کی خدمت اپنے ذمہ لی اور نظم مملکت کی دوسری خدمات سے دستبردار رہے، جیسے سلمان فارسی، ابو محمد قطع، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک، ابو ہریرہ، جابر بن عبداللہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ علیہم اجمعین کہ یہ تمام حضرات صحابی رسول ہونے کے ساتھ صدیق اکبر کے بھی صحبت یافتگان ہیں۔

اسی طرح حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں بھی بہت زیادہ فتوحاتِ اسلام ہوئے ہیں، اور آپ کا زمانہ بھی

غزوات و فتوحات میں بہت زیادہ مشغول رہا۔ آپ سے استفاضہ کرنے والے بھی وہی اصحاب ہیں جنہوں نے حضرت صدیق اکبر کی صحبت اُٹھائی تھی، مگر حضرت عمرؓ کو دو بزرگ حضرت اویس قرنی اور حضرت عبدالعزیز عبداللہ علمبردار اور بھی ملے، جنہوں نے حضرت عمر سے فیض پایا اور حضرت عمرؓ کی نسبت اصحاب صدیق کے علاوہ ان دو بزرگوں سے بھی قائم ہو گئی۔

حضرت عثمان غنی کے فیض یافتگان بھی یہی اصحاب صدیق و عمر ہیں، لیکن ان کو ایک بزرگ کمیل بن زیاد بھی ملے جنہوں نے حضرت عثمان کی صحبت اٹھائی اور مذکورہ بالا اصحاب کے علاوہ کمیل بن زیاد سے بھی حضرت عثمان کی نسبت قائم ہو گئی۔ اور ان کے صاحبزادے حضرت امان سے بھی حضرت عثمان کا باطنی فیض حضرت زید کو اور اُن سے امام جعفر صادق کو پہنچا۔

حضرت علیؓ نے خود بھی ہر سہ خلفا کے ہاتھ پر یکے بعد دیگرے بیعت خلافت کی تھی اور صحبت اُٹھائی تھی جب آپ کا دور آیا تو تمام وہ صحاب جنہوں نے حضرت صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی رضوان اللہ علیہم کی صحبت اٹھائی تھی سب حضرت علیؓ کی صحبت سے مستفیض ہوئے، لیکن ان کو چھ بزرگان اور بھی ملے، جنہوں نے آپ سے خاص استفاضہ کیا حضرت حسنین علیہما السلام حضرت کمیل بن زیاد، حضرت حسن بصری، حضرت اویس قرنی، قاضی ابو المقدام شریح بن ہانی بن زید الحارثیؒ۔ اس طرح حضرت علیؓ کے فیض یافتگان کی تعداد چودہ تک پہنچتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہریرہ، حضرت محمد بن ابو بکر، حضرت اویس قرنی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت حسن بصری، حضرت کمیل بن زیاد قاضی ابو المقدام، شریح بن ہانی بن زید الحارثیؒ۔

ان تصریحات سے ثابت ہو گیا کہ خلفائے ثلاثہ کی تربیت میں بھی ایسی جماعت تھی جس نے اشاعت و تبلیغ کا کام تزکیہ نفوس کے ذریعہ کیا ہے۔ یہ جماعت حضرت علیؓ کی قائم کردہ جماعت نہ تھی بلکہ اس کی بنیاد تو عہد رسالت ہی میں پڑ چکی تھی اور ایک جماعت ایسی بنائی جا چکی تھی جو دُنیاوی تعلقات سے دست بردار ہو کر محض عبادت الٰہی میں شبانہ یوم مصروف رہے۔ یہ جماعت "اصحاب صفہ" کہی جاتی تھی، اس کا کام صرف یہ تھا کہ نماز پنجگانہ کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہو اور بقیہ اوقات صفہ میں اذکار خفیہ قلبیہ میں بسر کرے، دین کی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے، اُس پر خود عامل بنے اور دوسروں کو عامل بنائے۔ یہ لوگ شبانہ یوم اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے، فکر معیشت سے بے پرواہ تھے، کھانے کو مل جاتا کھا لیتے، پہننے کو مل جاتا پہن لیتے، کسی سے سوال نہیں کرتے تھے، رزق کا ذریعہ تلاش نہیں کرتے تھے، ان کی کفالت امتِ محمدیہ کے ذمہ تھی، انہی کی شان میں خدائے کریم نے کلام پاک میں فرمایا ہے۔ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لا یسئلون الناس الحافا

تمہارے صدقات ان فقراء کے لئے ہیں جنہوں نے اپنی ذات کو فقط یادِ الٰہی کے لئے روک رکھا ہے (یادِ الٰہی کے سوا کوئی دوسرا کام اپنے ذمہ نہیں لیا ہے اور اگر کوئی دوسرا کام اپنے ذمہ لیا ہے تو وہ یہ کہ دوسروں کو یادِ الٰہی کی دعوت دیں) یہ لوگ مُلک میں چل پھر کر گداگری نہیں کرتے، ایک جگہ اللہ کی یاد میں تمام ظاہری ذرائع سے منقطع ہو کر بیٹھ گئے، اس بے پروائی اور غنائے قلبی کو دیکھکر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے غنی و مالدار ہیں، مگر ان کا فقر اور ان کی تنگ حالی ان کی صورتوں سے پہچانی جاتی ہے۔ کسی سے مُنہ پھوڑ کر سوال نہیں کرتے ہیں۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک ہی میں ایک ایسی جماعت بنادی گئی تھی جو دُنیا کے دوسرے مشاغل سے کنارہ کش ہو کر صرف تزکیہ نفس کی تعلیم دے اور اس پر خود بھی عامل ہو۔ یہ سلسلہ خلافت راشدہ میں بھی قائم رہا۔ اور اسی اتباع میں آج تک دُنیائے اسلام میں جاری ہے۔ یہی لوگ صوفیہ کہے جاتے ہیں۔

صوفیائے کرام نے بھی باصول محدثین سند اتصال کو ضروری سمجھا ہے اور اپنی سندوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تک منتہی کرنے کے خیال سے مختلف شعبے بنالئے ہیں، یہ شعبے سلاسل طریقت کے نام سے موسوم ہیں۔ چونکہ عموماً جتنے سلسلے بھی اس وقت عالمِ اسلام میں موجود ہیں، خلفائے راشدین ہی کے واسطہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتے ہیں، اسلئے انہی ناموں سے ہیں۔ مثلاً جو جماعت حضرت صدیق اکبر کی صحبت و تربیت میں قائم ہوئی "صدیقیہ" کہلائی، جو جماعت حضرت عمر فاروق کی تربیت میں بار آور ہوئی "فاروقیہ" کہلائی، جس نے حضرت عثمانؓ کی سرپرستی میں نشوونما پایا وہ "عثمانیہ" کہی گئی، اور جس نے حضرت علیؓ کا دامن پکڑا "علویہ" سے موسوم ہوئی۔ بحمد اللہ تمام خلفاء راشدین کے سلاسل اب تک دُنیا میں قائم ہیں اور اُن کے فیوضات الیٰ یوم القیامہ جاری رہیں گے، ان سلاسل کی تصریح آگے آئے گی ___ ان خلفاء کے فیض یافتگان میں جو اہم شخصیت ہوئی اور اس سے سلسلہ کا شیوع بھی زیادہ ہوا تو سلسلہ کی وہ شاخ اسی شخصیت کی طرف منسوب ہوگئی۔ اس طرح سلاسل کے شعبے بھی بڑھتے گئے، یہانتک کہ اب تمام شعبوں کی گنتی بھی مشکل ہے۔

مگر اب سوال یہ ہے کہ جب جملہ خلفائے راشدین سے سلاسل جاری ہوئے تو ان کی اشاعت کیوں نہ ہوئی؟ ہر سلسلہ حضرت علیؓ ہی کی طرف کیوں منسوب ہے؟ اور جملہ سلاسل میں انہی کی نسبت کیوں قائم کی گئی؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ خاتم الخلافت تھے، تمام صحابہ کی طرح آپ نے بھی خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر یکے بعد دیگرے بیعت کی تھی، ان کی سرپرستی میں دینی خدمات انجام دی تھیں، لقاء صحبت و استفاضہ جو اصل نسبت ہے علی الترتیب خلفائے ثلاثہ سے آپ کو حاصل ہوگئی تھی، اس طرح خلفائے ثلاثہ کی نسبتیں از خود حضرت علی میں سمٹ

آئی تھیں، اسلئے حضرت علیؓ کی نسبت کے بعد خلفائے ثلٰثہ کے اظہار نسبت کی کوئی خاص ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پھر جب آپ کی خلافت کا دور آیا تو تمام وہ حضرات جنہوں نے خلفائے ثلاثہ سے علیحدہ علیحدہ بھی فیض پایا تھا وہ سب حضرت علیؓ سے وابستہ ہو گئے، اب جو سلسلہ کی اشاعت ان سے ہوئی تو خلفائے ثلاثہ کی نسبت کے اظہار کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی بس حضرت علیؓ کی نسبت کا اظہار خلفائے ثلاثہ کے نسبت کے اظہار کے لئے کافی ہے تاہم خلفائے ثلاثہ کی نسبتیں ان کے فیض یافتگان سے باقی ہیں، جن کو میں علیحدہ علیحدہ بیان کروں گا۔ ان تصریحات سے یہ غلط فہمی کہ تعلیم باطن صرف حضرت علیؓ کا اجتہادی فعل ہے ختم ہو جاتی ہے اور جو شبہات پیدا ہو رہے تھے بحمد اللہ سب مٹ گئے۔

دور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے بعد تیسری صدی کے اہم بزرگ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام نسبتوں کے جامع تھے، انہوں نے مختلف شیوخ کی صحبت سے اپنی ذات میں بہت سی نسبتیں جمع کر لی تھیں۔ آپکی ذات جامع الصفات کی نسبت سلاسل عالم میں سے کوئی سلسلہ ایسا نہیں ہے جس میں نہ پائی جاتی ہو کسی نہ کسی واسطہ سے حضرت جنید بغدادی کی نسبت تمام سلاسل عالم میں ضرور پائی جاتی ہے، اسی وجہ سے جتنے بھی سلسلے ہیں حضرت جنید بغدادی کے واسطہ سے چاروں نسبتیں صدیقیہ، فاروقیہ، عثمانیہ، علویہ کے فیوضات سے فیضیاب ہیں، بعض سلاسل تو ایسے بھی ہیں جن میں بلا واسطہ حضرت جنید کی چاروں نسبتیں پہنچی ہیں۔ خزینۃ الاصفیا، اسنی المطالب، طبقات الکبریٰ، نفحات الانس، رشحات و دیگر کتب سیر و ملفوظات بزرگان میں یہ نسبتیں بوضاحت موجود ہیں۔

حضرت جنید کی نسبت صدیقیہ:۔ حضرت جنید بغدادی کو حضرت ابو سعید خراز سے، ان کو بشر حافی سے، ان کو ابو رجا عطاردی سے، ان کو فضیل بن عیاض سے، ان کو شیخ منصور سلمی سے، ان کو شیخ محمد مسلم زاہدی سے، ان کو شیخ محمد بن جابر نوفلی سے، ان کو ابو محمد مطعم سے، ان کو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق سے، رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابو سعید خراز اور حضرت جنید بغدادی ایک ہی شیخ حضرت سری سقطی کے مرید تھے، مگر ان کی عظمت شان کو دیکھتے ہوئے حضرت جنید ان کو اپنے شیخ کا ہمپلہ تصور کرتے تھے، اور وہ بھی حضرت جنید کو عزت و رفعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، چونکہ ابو سعید خراز کو اپنے شیخ سری سقطی کے علاوہ حضرت بشر حافی سے بھی سلسلہ پہنچا تھا اسلئے حضرت جنید نے اس سلسلہ کا خرقہ حضرت ابو سعید سے پہنا۔

حضرت جنید کی دوسری نسبت صدیقیہ:۔ حضرت جنید بغدادی کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی کرخی سے، ان کو داؤد طائی سے، ان کو ابو حلیم حبیب بن سلیم الراعی سے، ان کو سلمان فارسی سے، ان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت جنید کی نسبت فاروقیہ:۔ حضرت جنید بغدادی کو حضرت ابو سعید خراز سے، ان کو ابو عبداللہ

حسن مسوحی سے، ان کو ابو تراب نخشبی سے، ان کو بایزید بسطامی سے، ان کو محمد بن فارس بلخی سے، ان کو حاتم بن علوان الاصم بلخی سے، ان کو شقیق بلخی سے، ان کو ابراہیم بن ادھم تیمی العجلی متوفی ۱۶۱ھ سے، ان کو مالک بن دینار سے، ان کو ابو مسلم خولانی سے ان کو سیدنا فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت جنید کی دوسری نسبت فاروقیہ:۔ حضرت جنید کو ابو جعفر محمد بن عبد اللہ الحداد انبازی سے، ان کو شیخ ابو عمر اصطخری سے، ان کو ابو تراب نخشبی سے، ان کو ابو عبد الرحمٰن حاتم بن علوان الاصم سے، ان کو عبد اللہ الخواص سے ان کو شیخ شقیق بلخی سے، ان کو ابراہیم سے، ان کو شیخ موسیٰ بن یزید الراعی سے، ان کو سیدنا اویس قرنی سے، ان کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت جنید کی نسبت عثمانیہ:۔ حضرت جنید بغدادی کو ابو سعید خراز سے، ان کو شیخ عبد اللہ المسوحی سے، ان کو ابو تراب نخشبی سے، ان کو ابو عبد الرحمٰن حاتم بن علوان الاصم سے، ان کو عبد اللہ الخواص سے، ان کو شقیق بلخی سے، ان کو ابراہیم بن ادھم تیمی العجلی سے، ان کو فضیل بن عیاض سے، ان کو شیخ عبد الواحد بن زید سے، ان کو کمیل بن زیاد النخعی سے، ان کو امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے،

حضرت جنید کے نسبت علویہ کے تکرار کی ضرورت نہیں جملہ سلاسل حضرت علیؓ ہی کی نسبت سے رائج ہیں۔

سلاسل ائمہ مجتہدین:۔ خلفائے راشدین کی طرح ائمہ مجتہدین امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی نسبت بھی یہ عام تخیل پیدا ہے کہ یہ بزرگان ائمہ دین محض مسائل شریعت کے استنباط کرنے والے تھے، ان کو سلسلۂ طریقت سے کوئی لگاؤ نہیں تھا، حالانکہ یہ بزرگان طریقت کی مجسم تصویر تھے، ان کی ہر ادا تصوف کا سبق دیتی، اور طریقہ باطن کی تلقین کرتی تھی، یہ لوگ مرید بھی تھے، اور انہوں نے طریقت کی تعلیم اپنے شیوخ سے پائی تھی، اگرچہ ان کے کمال علم کے پیش نظر اس کی ضرورت نہ ہونی چاہیئے تھی، لیکن روحانی تربیت کے لئے طبیب روحانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سب حضرات ائمہ اہل بیت کے دست گرفتہ تھے، اور انہی کے فیض صحبت کا یہ اثر تھا کہ ان کے علم میں جلا پیدا ہوا، تشرع وتسنن، زہد وطاعت میں مرتبہ احسان کو پہنچے۔ حدیث کی اصطلاح میں تصوف کا نام احسان ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں ہے "فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم یکن تراہ فانہ یراک" جبرئیل امین نے پوچھا یا رسول اللہ مجھے احسان کی تعلیم دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم یہ سمجھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

تصوف میں اسی کی تعلیم دی جاتی ہے یہ کیسے ممکن تھا کہ ائمہ مجتہدین اس حدیث کو جاننے کے باوجود اپنے آپ میں

اس صفت کے پیدا کرنے کی کوشش نہ کرتے، اور ایسے ہادی کی تلاش نہ کرتے جو ان کی اس منزل تک رہبری کر سکے۔

صاحب اسنی المطالب نے ان تمام حضرات کو صاحب سلسلہ لکھا ہے اور ان کی نسبتوں کی وضاحت کی ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کو خلفائے راشدین کی طرح ائمہ مجتہدین کی نسبتیں بھی پہنچی ہیں۔

حضرت جنید بغدادی کی نسبت نعمانیہ:۔ حضرت جنید بغدادی کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے، ان کو داؤد طائی سے، ان کو امام اعظم ابو حنیفہ کوفی سے، ان کو حضرت ابراہیم شہید سے، ان کو اپنے والد عبداللہ المحض سے ان کو امام حسن مثنیٰ سے، ان کو امام حسن مجتبیٰ سے، ان کو امیر المومنین سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ الشریف سے۔

حضرت امام اعظم کی دوسری نسبت:۔ حضرت امام اعظم کو امام زید شہیدؒ سے، ان کو امام زین العابدینؒ سے، ان کو امام حسین سے، ان کو حضرت علیؓ سے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت امام اعظم کی تیسری نسبت:۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو امام جعفر صادق سے، ان کو امام باقر سے، ان کو امام زین العابدین سے، ان کو امام حسین سے، ان کو حضرت علیؓ سے علی نبینا و علیہم السلام۔

حضرت جنید بغدادی کی نسبت مالکیہ:۔ حضرت جنید بغدادی کو ابو سعید خراز سے، ان کو بشر حافی سے ان کو ابو رجا عطاردی سے، ان کو شیخ فضیل عیاض کوفی سے، ان کو عبداللہ بن مبارک سے، ان کو امام مالک بن انس سے ان کو امام محمد ذوالنفس الذکیہ سے اور امام ابراہیم شہید سے اور ان دونوں کو حضرت عبداللہ المحض سے، ان کو امام حسن مثنیٰ سے، ان کو امام حسن مجتبیٰ سے، ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے۔

حضرت جنید بغدادی کی نسبت حنبلیہ و شافعیہ:۔ حضرت جنید بغدادی کو ابو سعید خراز سے، ان کو بشر حافی سے، ان کو امام احمد بن حنبل سے، ان کو امام محمد ادریس شافعی سے، ان کو محمد بن حسن شیبانی سے، ان کو امام اعظم ابو حنیفہ سے، ان کو ابراہیم شہید سے۔

نسبت ثانیہ:۔ امام محمد ادریس شافعی کو امام مالک بن انس سے، ان کو امام محمد ذوالنفس الذکیہ اور امام ابراہیم شہید سے اور ان دونوں کو حضرت عبداللہ المحض سے، ان کو امام حسن مثنیٰ سے، ان کو امام حسن مجتبیٰ سے، ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے۔

بعض سلسلے ایسے بھی ہیں جن میں حضرت جنید بغدادی کی نسبت کے بغیر خلفائے راشدین اور ائمہ مجتہدین کی نسبتیں پہنچی ہیں، چنانچہ علامہ شمس الدین مصنف "اسنی المطالب" نے اپنا ایک حنبلیہ شجرہ نقل کیا ہے۔ جس میں یہ تمام نسبتیں دکھلائی ہیں۔ مصنف مذکور کو اپنے اس شجرہ پر انتہائی ناز بھی تھا۔ جس کا انہوں نے بہت نہ قیع الفاظ میں

اظہار بھی کیا ہے۔ اس جگہ پر میں ان کی پوری عبارت کا ترجمہ لکھ دیتا ہوں جو میرے دعوی کا موئید ہے۔
علامہ جزری فرماتے ہیں:۔ میں نے صحبت اُٹھائی شیخ صلاح الدین ابو عبداللہ محمد بن الشیخ ابی عمر بن محمد بن احمد قدامہ بن نصر مقدسی حنبلی کی اور دس برس تک شبانہ یوم ان کے ساتھ رہا اور ان سے پندرہ ہزار سے زیادہ حدیثیں سُنیں، اپنے وقت کے بڑے مستند بزرگ تھے، علو اسنادی کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر تھے، یعنی ان کی حدیث کے وسائط بہت کم تھے، بہت خاشع وخاضع تھے، جب حدیث پڑھی جاتی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ان کی آنکھیں جاری ہو جاتی تھیں، ۹۷ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا، انہوں نے صحبت اُٹھائی فخر الدین ابو الحسن علی بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمٰن مقدسی حنبلی کی جو ابن البخاری سے ائمہ حدیث میں مشہور ہیں، اپنے وقت کے مستند محدث تھے، ان کے جیسا عالی الاسناد محدث ان کے دور میں کوئی نہ تھا، ان کا انتقال ۹۵ برس کی عمر میں ۶۹۰ھ میں ہوا، ان کے انتقال کی وجہ سے حدیث کی عالی نسبت ختم ہوگئی، انہوں نے صحبت اُٹھائی شیخ ابو علی حنبل بن عبداللہ بن الفرج الرصافی المکبر لبغدادی کی یہ اپنے زمانہ کے ثقہ تھے، ان کا انتقال ۹۰ سال کی عمر میں ۶۰۴ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی ابو القاسم ہبۃ اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عباس بن حصین شیبانی کی جو عادل خیر مشہور صالح تھے، ان کا انتقال ۹۴ برس کی عمر میں ۵۲۵ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی شیخ امام ابو علی حسن بن علی بن محمد تمیمی المعروف ابن المذہب کی، یہ بڑے عالم عابد وزاہد واعظ ومذکر مشہور صالح تھے، ان کا انتقال ۹۰ برس کی عمر میں ۴۴۴ھ میں ہوا۔ انہوں نے صحبت اُٹھائی شیخ عالم ثقہ ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک بن شبیب بن عبداللہ قطیعی کی، یہ بھی بڑے عالم محدث ثقہ تھے، ان کا انتقال ۳۶۸ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی شیخ امام حافظ ابو عبد الرحمٰن عبداللہ بن امام احمد بن محمد حنبل الشیبانی کی، یہ بڑے حافظ عالم نقاد حدیث عارف وزاہد ومتورع تھے، ان کا انتقال ۷۰ برس کی عمر میں ۲۹۰ھ میں ہوا۔ انہوں نے صحبت اٹھائی امام زمانہ جن کو اللہ نے اپنی راہ میں آزما کر دیکھ لیا تھا اور تمام ائمہ میں زاہد تر تھے، حضرت ابو عبداللہ احمد بن محمد حنبل بن ہلال شیبانی بن اسد الشیبانی کی، جن کی شان میں امام شافعی نے فرمایا۔ جب میں بغداد چھوڑ کر آیا تو امام احمد بن حنبل سے بڑھکر وہاں کسی کو فقیہ تر زاہد ومتورع نہیں چھوڑا، اور ہلال نے آپکے متعلق کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے امام احمد بن حنبل جیسا انسان پیدا کر کے مخلوق پر بڑا احسان کیا ہے، ان پر جو مصیبتیں آئیں وہ لوگوں کی ناشکری سے آئیں، ان کا انتقال ۷۷ برس کی عمر میں ۲۴۱ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی امت کے مشہور تر بزرگ امیر المومنین فی الحدیث ابو محمد سفیان بن عیینہ بن میمون ہلالی کوفی کی جو مکہ میں مقیم تھے، جن کے علم وتفقہ زہد وورع پر اتفاق تھا، وہ فرماتے تھے میں عرفات میں ٹھہرا

اور نشتر حج کئے اور ہر سال عرفات میں وقوف کرتا ہوں۔ میری اللہ سے دعا ہے میرا آخر زمانہ یہیں ختم ہو، مجھے اللہ سے مانگتے شرم آتی ہے۔ اس کے آئندہ سال رجب کی چاند رات ۱۹۸ھ میں انتقال فرمایا، اس وقت آپ کی عمر ۹۱ برس کی تھی انہوں نے صحبت اٹھائی امام جلیل القدر ابو محمد عمرو بن دینار جمحی کی، ان کی شان میں سعد نے کہا ان سے بہتر انسان میں نے نہیں دیکھا۔ ۱۲۲ھ میں ۸۰ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انہوں نے صحبت اُٹھائی حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی، جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم وحکمت اور تفقہ فی الدین کی دعا کی تھی، انہوں نے حضرت سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی صحبت پندرہ سال کی عمر میں اٹھائی تھی، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر کی صحبت اٹھائی، ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی صحبت سے مستفیض ہوئے، جب انہوں نے رحلت فرمائی تو حضرت عثمان غنی کی صحبت اٹھائی، جب انہوں نے وفات فرمائی تو اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کی صحبت مخصوص طور پر اختیار فرمائی اور ان کی صحبت فیض درجت سے مستفیض ہوئے، جب حضرت علیؓ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے تو یہ طائف چلے گئے اور وہیں ۸۲ برس کی عمر میں رحلت فرمائی۔ آپ کے جنازہ کی نماز آپکے بھتیجے ابوالقاسم محمد بن علی بن ابی طالب (جو محمد بن الحنفیہ کہلاتے تھے) نے پڑھائی۔

بس میری یہی نسبت صحبت ہے جس کے سوا اعلیٰ واضح نسبت نہیں ہوسکتی، اس نسبت میں میرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کُل گیارہ آدمی ہیں، اور میری اس سے بھی زیادہ الطف نسبت صحبت جو عارفین کے نزدیک اسی مرتبہ کی ہے، یہ ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے صحبت اٹھائی امام محمد بن ادریس شافعی کی، انہوں نے صحبت اٹھائی امام عبداللہ مالک بن انس امام دار الہجرۃ کی اور امام کبیر فقیہ زمانہ محمد بن حسن الشیبانی کی، انہوں نے صحبت اٹھائی امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی اور میرے نزدیک ثابت ہے کہ دونوں یعنی امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے صحبت اٹھائی امام ابوعبداللہ جعفر الصادق کی، جن کے حق میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ ان سے بڑھکر فقیہہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کی ہیبت وجلالت شان کا اثر میرے دل پر ایسا پڑا ہے کہ ویسی ہیبت تو میرے دل پر کبھی منصور خلیفہ بغداد کی بھی نہ ہوئی۔ انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امام محمد باقر کی، انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امام زین العابدین کی، انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امام حسین کی انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی، رضوان اللہ علیہم اجمعین، اب دیکھئے اور غور کیجئے کہ ان اسناد شریفہ میں کتنے ائمہ مقتدیٰ باہم کا اجتماع ہے۔ اللہ تعالےٰ ان پر رحمت نازل کرے اور ان سب سے راضی وخوش رہے۔ (انتہی اسنی المطالب)

امام جزری کے اس بیان سے ثابت ہوگیا کہ خلفائے ثلاثہ اور ائمہ مجتہدین کی باطنی نسبت بھی ہے اور ان حضرات کے فیوضات باطنیہ اہلِ طریق کے اندر پائے جاتے ہیں۔

میں نے اس مقالہ کے ابتدائی جزو میں یہ واضح کردیا ہے کہ حضرت جنید بغدادی کو یہ تمام فیوضات پہنچے ہیں اور کوئی سلسلہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں حضرت جنید بغدادی کا واسطہ نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب سید الطائفہ ہے، پس جس سلاسل میں حضرت جنید بغدادی کی نسبت پہنچ گئی ہے وہ سب خلفائے راشدین اور ائمہ مجتہدین کے فیوضات سے مستفیض ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ سلسلہ چشتیہ حضرت جنید بغدادی کے فیض سے خالی ہے تو یہ خیال غلط ہے، کیونکہ ممشاد علو دینوری جو سلسلہ چشتیہ میں ہبیرہ بصری سے مستفیض ہیں وہ کوئی دوسرے ممشاد نہیں ہیں بلکہ وہی ممشاد دینوری ہیں جو سلسلہ سہروردیہ میں حضرت جنید کے اجل خلفا میں ہیں۔

دونوں ہی سلسلہ یعنی چشتیہ اور سہروردیہ میں حضرت ممشاد کا نام آتا ہے، چشتیہ میں ممشاد علو دینوری ہے جو ہبیرہ بصری سے مستفیض ہیں اور سہروردیہ میں ممشاد دینوری ہے جو جنید بغدادی سے مستفیض ہیں، نام ونسب کے اختلاف نے بعض مورخین کو شبہہ میں ڈال دیا، چنانچہ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیا، میں دو شخصیت قرار دی ہے، لیکن سنِ وفات اور مدفن ایک ہی لکھا ہے، دوسرے مورخین نے اس غلط فہمی کا ازالہ کردیا ہے، جیسے صاحب خزینۃ الاصفیاء وغیرہ۔ اور بھلا کبھی یہ بات قابلِ تسلیم ہوسکتی ہے کہ دو شخص ایک ہی نام کا ایک ہی تاریخ اور ایک ہی سنہ میں انتقال کرے اور اسی دن ایک ہی قبر میں مدفن بھی ہو؟ اسلئے یہ ممکن ہے کہ انہوں نے ہبیرہ بصری اور حضرت جنید بغدادی دونوں بزرگوں کی صحبت اٹھائی ہو۔ چشتیہ سلسلہ میں ان کی نسبت ہبیرہ بصری سے مشہور ہوئی اور سہروردیہ میں جنید بغدادی سے، کیونکہ ہبیرہ بصری اور جنید بغدادی معاصر تھے، ۲۸۶ھ میں حضرت ہبیرہ بصری نے انتقال فرمایا اور اس کے دس برس کے بعد ۲۹۸ھ میں حضرت جنید بغدادی نے رحلت فرمائی۔ اسلئے قرین عقل ہے کہ ابتداءً حضرت ممشاد نے ہبیرہ بصری سے خرقہ پہنا پھر ان کی وفات کے بعد حضرت جنید کی صحبت میں بیٹھے، صاحب سمط المجید علامہ صفی الدین احمد القشاشی نے دونوں ہی سلسلہ یعنی چشتیہ اور سہروردیہ میں ممشاد علو دینوری لکھا ہے، یہ بہت بڑی سند ہے کہ دونوں ایک شخصیت ہے، اسلئے چشتیہ سلسلہ بھی حضرت جنید بغدادی کے فیض سے خالی نہیں رہا اور جب حضرت جنید بغدادی کی نسبت اس سلسلہ میں بھی پہونچ گئی تو خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین کے فیوضات باطنیہ سے یہ

سلسلہ بھی مستفیض ہے۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ حضرت جنید کی نسبت سلسلہ چشتیہ میں نہیں پہنچی ہے جب بھی دوسرے شیوخ کے واسطے سے خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین کے فیوض پہنچے ہیں۔

صدیقیہ:۔ فضیل عیاض کو شیخ منصور سلمی سے، ان کو مسلم زاہدی سے، ان کو شیخ محمد بن جبیر نوفلی سے، ان کو ابو محمد مطعم سے، ان کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔

عثمانیہ:۔ فضیل عیاض کو شیخ عبدالواحد بن زید سے، ان کو کمیل بن زیاد سے، ان کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے۔

مالکیہ:۔ فضیل عیاض کو عبداللہ بن المبارک سے، ان کو امام مالک بن انس سے۔

نعمانیہ:۔ فضیل عیاض کو امام اعظم ابوحنیفہ سے! دوسری نسبت فضیل عیاض کو عبدالواحد زید سے ان کو امام ابوحنیفہ سے!

سرمایۂ دارین متاعِ کونین موئے مبارک حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم

یہ وہ دولتِ بیمثل ہے جس کی تمنا اکابر صحابہ سے لیکر اولیائے عظام اغواث واقطاب اور ہر صنف کے اولیاء اللہ نے کی ہے۔ ہزاروں صحابہ اور اولیاء کرام نے اس کے حصول کی تمنا کی اور اپنی خوش قسمتی اور بیدار بختی سے حاصل کیا، بہتوں نے اپنی جان کی قیمت دیکر خریدا، کچھ لوگ سرمایۂ آخرت جان کر اپنے ساتھ لیگئے، کسی نے اپنی حیات و زندگی میں اُس سے فیوضات وبرکات حاصل کرنے کے بعد مخلوق خدا کے فلاح وبہبودی ونفع رسانی کے لئے اپنے جانشیں کے حوالہ کیا تاکہ اس کے برکات وفیوضات سے خود بھی مستفید ہوں اور دوسروں کو بھی اس سے فائدہ اور برکات وفیوضات حاصل کرنے کا موقع دیں، اسی لئے آج تک جن بزرگوں کی خانقاہوں میں زیارت موئے مبارک کی رسم جاری ہے اُس کی زیارت سے مخلوق منتفع ومستفیض ہوکر سعادت اخروی حاصل کرتی اور حاجات دینی اور دنیاوی میں مدد طلب کرتی اور وسیلہ ٹھہراتی ہے۔

مُوئے مبارک کے لئے صحابہ کرام کی تمناؤں اور اس کے حصول کا واقعہ کتب رجال ومناقب صحابہ کی ورق گردانی سے معلوم ہوگا۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے تمناؤں اور اس دولت کے حصول میں ان کی جانبازانہ سعی کا حال بھی کتب تذکرۂ بزرگان پڑھنے سے واضح ہوگا۔

نفحات الانس میں حضرت ابوالعباس سیاری کی حکایت موجود ہے کہ آپنے ساری دولتِ دنیاوی اور

تمام مال ومتاع کو دو بار موئے مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلہ میں دیکر اس دولت کو حاصل کیا۔

اخبار الاخیار میں حضرت حسین ناگوری قدس سرہٗ کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے اس کے حصول وزیارت کی تمنا میں مسافت بعیدہ کا سفر گوارا فرمایا اور اس کی شقتوں کو برداشت کرکے اس جگہ جہاں موئے مبارک تھے پہنچے اور زیارت سے مشرف ہوئے، اس جانفشانی کے صلہ میں وہ دولت بھی اُن کو نصیب ہوئی۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنے والد واستاذ و پیر ومرشد مولانا شاہ عبدالرحیم دہلوی قدس سرہٗ کی انتہائی تمنا اور یہ کہ اُن کو یہ دولت کس طرح حاصل ہوئی ان کے ملفوظ کتاب انفاس العارفین میں اپنے والد کی زبانی بیان فرماتے ہیں:۔

آپ نے فرمایا (مولانا عبدالرحیم) کہ ایک بار مجھے شدت کی تپ آگئی اس مرض نے ایسی شدت پکڑی کہ زیست کی اُمید جاتی رہی۔ ایک دن اسی حالت میں مجھ پر غنودگی طاری ہوئی (اپنے شیوخ میں ایک بزرگ) حضرت شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے، انہوں نے فرمایا اے فرزند تمہاری عیادت کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور اسی سمت سے تشریف لائیں گے جس سمت تم اپنا پاؤں دراز کئے ہوئے ہو، پلنگ کو دوسرے سمت پھیر دو تاکہ تمہارا پاؤں اس سمت نہ رہے اور بے ادبی نہ ہو، فوراً بیدار ہوا، مگر ضعف اس قدر طاری تھا کہ قوت گویائی اصلاً باقی نہ تھی، اشاروں سے عزیزوں کو پلنگ پھیر دینے کو کہا، پلنگ پھیر دیا گیا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کیف حالک یا بنی اے میرے لڑکے تیرا کیا حال ہے؟ اس ارشاد کی حلاوت کو بیان نہیں کرسکتا، سُنکر ایک وجدی کیفیت مجھ پر طاری ہوئی اور رونے لگا، دل میں تڑپ پیدا ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینہ سے لگایا، اس طرح کہ ریش مبارک آپ کی میرے سر پر سایہ گستر تھی، میرے آنسوؤں سے قمیص مبارک تر ہوگئی آہستہ آہستہ وہ کیفیت کم ہوئی، اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ زمانہ دراز سے مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی تمنا تھی کیا اچھا ہوتا کہ اس وقت مجھے یہ تبرک عنایت فرماتے، میرے اس خطرے پر مطلع ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک اپنے ریش مبارک پر پھیرا، دو موئے مبارک ہمارے ہاتھ میں عنایت فرمائے، میرے دل میں خیال آیا کہ یہ موئے مبارک عالم دُنیا میں باقی رہیں گے یا نہیں اس خطرہ پر مطلع ہوکر فرمایا یہ موئے مبارک عالم دنیا میں بھی پاؤگے اور باقی رہیں گے، اس کے بعد مجھکو صحت وشفا کی خوشخبری دیکر تشریف لیگئے، مجھے افاقہ ہوا اور فی الفور چراغ طلب کیا تاکہ دیکھوں کہ یہ عطیہ عظمیٰ میرے ہاتھ میں موجود بھی ہے یا نہیں۔ دیکھا تو ہاتھ خالی تھا، بیحد قلق وصدمہ ہوا، پھر بارگاہ نبوی میں رجوع ہوکر التجا کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالی متمثل ہوئی، ارشاد فرمایا خبردار ہوجاؤ

کہ ان دونوں موئے مبارک کو احتیاطاً تمہارے تکیہ کے نیچے رکھدیا ہے، میں نے تکیہ اٹھایا تو دونوں موئے مبارک حسب ارشاد تکیہ کے نیچے پائے، ان کو نہایت احترام کے ساتھ اُٹھاکر محفوظ اور پاک جگہ میں رکھدیا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ ان دونوں موئے مبارک کو باہم ملا ہوا پاؤ گے، جب درود شریف پڑھنا شروع کروگے تو ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی دیکھا کہ جب زیارت کے لئے نکالے گئے باہم ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے، جب درود شریف کا ورد شروع ہوا ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے۔

اس موئے مبارک کے معجزے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ تین آدمیوں نے اس کی صحت پر شبہ کیا اور معجزہ طلب کیا، میں نے ایسی بے ادبی گوارا نہ کی اور امتحان کے لئے برابر انکار کرتا رہا، گفتگو طول ہوئی، آخر عزیزوں نے اُن کے انکار پر شدت بہ دھوپ میں محترم جگہ پر لاکر رکھا، فوراً ابر کا ٹکڑہ نمودار ہوا اور موئے مبارک پر سایہ کرنے لگا۔ یہ معجزہ دیکھکر ایک نے فوراً توبہ کی، اسی طرح بقیہ ان دونوں نے بھی امتحان کے بعد توبہ کی۔

ایک بار مجمع کثیر زیارت کے لئے جمع ہوا، قلمدان جس میں وہ دونوں موئے مبارک محفوظ تھے لایا گیا، جب قفل کھولنے کا ارادہ کیا قفل نہ کھلا، سخت حیرت ہوئی، مجھ پر یہ بات ظاہر کی گئی کہ اس مجمع میں ایک شخص مُجنِب یعنی اس کو غسل کی حاجت ہے۔ میں نے کہا سب لوگ غسل اور وضو کے بعد آئیں، مُجنِب فوراً اُٹھا اور غسل کرکے آیا، اسوقت میں نے قفل کھولنے کا ارادہ کیا، قفل کھل گیا اور سب نے زیارت کی، آخر عمر میں آپنے تبرّکات تقسیم فرمائے، اُن دونوں مُوئے مبارک کو مجھے عنایت فرمایا (یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کو) انتہی۔

اس مُوئے مبارک کا ذکر شاہ صاحب قدس سرہٗ نے اپنے مبشرات میں بھی کیا ہے۔

مُوئے مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صاحب نسبت اویسیہ نبویہ ستاری مولانا سید محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کے پاس بھی تھے، آپ ہر جمعہ کو اس کی زیارت کرتے تھے اور فیوضات و برکات موئے مبارک سے مستفیض ہوتے تھے، ترقیات باطنی میں اس دولت کا وجود نہایت موثر اور معاون ہے، اس لئے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو بھی اسی مقصد سے اس دولت کے حصول کی از حد تمنا تھی اور بارگاہ نبوی میں بہ تضرع وزاری ملتجی تھے کہ یہ دولت مجھکو بھی حاصل ہوتی، آخر یہ تمنا آپکی پوری ہوئی اور ایک سادات خاندان سے جہاں مسلسل نسلاً بعد نسلٍ یہ دولت صحت کے ساتھ موجود تھی، حضرت تاج العارفین کو عطا کی گئی، مگر یہ وہ دولت ہے جس کی قدر و منزلت اور عظمت و احتشام جس قدر بھی ملحوظ رکھا جائے فائدہ ہی فائدہ اور موجب نزول برکات وفیوضات ہے، اگر کچھ بھی اس کی احترام و تعظیم میں کمی کی گئی تو یہی باعث نکبت بھی ہے، چنانچہ جس خاندان سے یہ دولت منتزع کرکے تاج العارفین کو

عطا کی گئی ہے اس انتزاع کا سبب بھی بے ادبی ہوا ہے، جس کا واقعہ آگے پڑھیں گے، الحمدللہ کہ جب سے یہ دولت تاج العارفین کو حاصل ہوئی، ہر مہینہ کے یازدہم اور ربیع الاوّل کی دوازدہم کو کثیر مخلوقِ خدا اس کی زیارت سے بہرہ مند ہوتی ہے اور سعادت اخروی حاصل کر کے فائز المرام جاتی ہے۔

ذکر تشریف آوری موئے مبارک نبوی صلے اللہ علیہ وسلم

کتاب "فضل النبی" میں تاج العارفین قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس موئے مبارک کی تشریف آوری سے چار سال قبل جمادی الثانی ۱۲۴۷ھ میں شاہ جمال محمد عرف شاہ جمن (خلیفہ تاج العارفین قدس سرہٗ) نے خواب دیکھا کہ کسی نے دو موئے مبارک تاج العارفین قدس سرہٗ کو لا کر دیے ہیں۔

اس کے چار سال کے بعد ۱۲۵۱ھ میں یہ نعمتِ عظمٰی و دولت کبریٰ سرمایۂ دین و دنیا یعنی موئے مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیّد غلام رسول سہاروی نے بعد نماز مغرب قبل عشاء، تاج العارفین قدس سرہٗ کو لا کر دیا ——— اس وقت تاج العارفین کے دوسرے خلیفہ شاہ لعل محمد قدس سرہٗ خانقاہ میں موجود نہ تھے، حسب معمول نماز مغرب و اوراد سے فرصت کرنے کے بعد اپنے مکان پر جا چکے تھے، اس شب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آپ اپنے شیخ سے کبھی بے ادب نہ ملنا" شاہ لعل محمد رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے، علی الصباح تاج العارفین کی خدمت میں حاضر ہو کر رات کا واقعہ بیان کیا اور عرض کی کہ غلام ہمیشہ حضور کا ادب و احترام ملحوظ رکھتا ہے، نہیں معلوم نادانستگی میں کیا سوئے ادبی ہو گئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تنبیہ فرمائی گئی۔

تاج العارفین قدس سرہٗ نے متبسم ہو کر فرمایا۔ تمہارے مکان چلے جانے کے بعد موئے مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت مجھے نصیب ہوئی ہے، اس ادب سے اُسی موئے مبارک کے احترام کی طرف اشارہ ہے۔[1]

---

[1] اس واقعہ کو تذکرۃ الکرام صفحہ ۱۶۲ میں اس طرح لکھا ہے "نقل است شاہ لعل محمد قدس سرہٗ کہ از خلفائے آں حضرت اند و عنقریب ذکر شان بضبط قلم آوردہ شود انشاء اللہ تعالیٰ دراں روز کہ ایں عنایت مبذول احوال آنحضرت شدہ بود بعد نماز مغرب از خانقاہ شریف بر مکان خود رفتہ بودند ساعتے بر آں نگزشتہ باشد کہ ایں دولت بدست مفلساں آمد و ایشاں را ازیں خبر نہ شد، شب بخواب دیدند رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم را ارشاد فرمود فردا کہ بہ شیخ خود روی با دب تمام روی، و با دب تمام بروئے آں، ایشاں را خوفے و ترسے در گرفت واندوہے رو نمود کہ کدام سوئے ادب از ما بوقوع می آید کہ بر آں تحریص فرمودہ شد، مضطرباً نہ صبح کردند و ترساں و ہراساں بخانقاہ حاضر آمدند و بخلوت شریف آنحضرت رضی اللہ عنہ رفتہ با چشم گریاں و دل بریاں خواب را عرض کردند تا تعبیرش ارشاد شود و تلافی آں کوشند، آنحضرت فرمودند کہ شب بعد رخصت شما آثار شریف تشریف آوردہ و قصۂ آں مفصل بیان نمودہ، فرمود کہ ایں اشعار با دب آں ست۔ و ہم اکثر سالکین و مجاذیب شہر عظیم آباد را بر صحبت وے اعتماد بود۔"

یہ مُوئے مبارک حضرت سید قطب جمال ہانسوی قدس سرہٗ متوفی ۶۵۹ھ کو کسی سید عرب نے یمن سے لاکر دیا تھا جو نسلاً بعد نسلٍ آپکے پرپوتے کے بیٹے حضرت صوفی ضیاء الدین[۱] چنڈھوسی متوفی ۸۲۵ھ قدس سرہٗ کو پہنچے، انہوں نے اپنے مرشد حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز بہاری قدس سرہٗ متوفی ۸۹۰ھ کو ہدیہ دیا، انہوں نے اپنے مرید و خلیفہ حضرت مخدوم شمس الدین عرف شمّن اروّلی قدس سرہٗ متوفی ۸۵۰ھ کو دیا۔ اس کے بعد سے برابر مُوئے مبارک اروّل میں حضرت مخدوم شمّنؒ قدس سرہٗ کے پاس رہے۔

حضرت مخدوم شمس الدین عرف شمّن قدس سرہٗ سادات کنتور سے ہیں، صوبہ بہار میں بغرض طلب حق تشریف لائے، حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز چشتی بہاری قدس سرہٗ سے بیعت کی اور اکتساب طریقت کے بعد خرقہ خلافت واجازت سے مشرف ہوکر ارشاد و ہدایت خلق پر مامور ہوئے، آپ مجرد و غیر متاہل تھے، اس لئے آپ کی اولاد صلبی نہیں ہے، آپ کے حقیقی بھائی مخدوم خلیل الدین کی اولاد ہیں، صاحبان اروّل ہیں حضرت مخدوم شمّن قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت حاجی میر سید حسین چشتی آپکے بعد جانشیں ہوئے، ان کے بعد سے اب تک اروّل میں سجادہ نشینی کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ باقی ہے، موجودہ صاحب سجادہ شاہ محمد قاسم بن شاہ شجاعت حسین صاحب تھے چند سال ہوا انتقال ہو گیا حاجی میر سید حسین چشتی اروّلی علیہ الرحمۃ ممکن ہے کہ مخدوم شمس الدین قدس سرہٗ سے برادرانہ تعلقات بھی رکھتے ہوں، جس کی تحقیق مجھکو نہیں ہے اور موجودہ صاحبان اروّل کو آپکی جزئیت بھی پہنچی ہو، بہرحال مخدوم شمّن قدس سرہٗ کے بھائی کی اولاد قصبہ "اروّل" میں آباد ہوئی اور موضع کھیرا، سہار، دلنبہ، پلاسی، دلیورہ، مخدوم پور، کنڈوہ، وغیرہ کے لوگوں کو بھی غالباً جزئیت پہنچی ہے، مگر صلبی حیثیت سے کھیرا، پلاسی، مخدوم پور کنڈوہ کے لوگ حضرت بی بی ہارکہ بنت مخدوم ذکی الدین بن مخدوم الملک بہاری قدس سرہما کی اولاد سے ہیں۔

یہ مُوئے مبارک اروّل سے منتقل ہوکر آپ کی ان اولاد کے پاس رہے جو سہار میں آباد ہوئی تھی، جب ان کے مورث اعلیٰ نے انتقال کیا اور اولاد میں آپس میں متروکات کی تقسیم ہونے لگی تو ایک بھائی نے اثاث البیت کے ساتھ مُوئے مبارک کی تقسیم بھی چاہی، بڑے بھائی نے اس کی تقسیم کو سوء ادبی سمجھ کر منع کیا، مگر دوسرے بھائی نہ مانے، اور قینچی اُٹھاکر اس کے ٹکڑے کرڈالے اور بھائیوں میں تقسیم کردیا۔

جن صاحب نے یہ گستاخانہ جرأت کی تھی وہ موضع لبنہ میں جاکر آباد ہوئے، یہ بستی دریائے سون کے کنارے موضع سہار سے قریب ہی آباد تھی، اس بے ادبی کی نکبت سے خود بھی تباہ ہوئے اور موضع لبنہ بھی دربابرد

---

[۱] صوفی ضیاء الدین چنڈھوسی بن شیخ نور الدین نور جہاں بن قطب الدین منور بن برہان الدین صوفی بن قطب جمال الدین چشتی ہانسوی قدس سرہٗ

ہوگیا، اس بلا سے جو لوگ بچ رہے وہ دوسری جگہ آباد ہوئے۔

ان کے بڑے بھائی سید غلام رسول سہاری علیہ الرحمۃ جنہوں نے اپنے بھائی کو ایسی گستاخانہ جرأت سے منع کیا تھا، رات کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کو بھی موجود پایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی ناراضگی کے عالم میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں "تم لوگ اس تبرک کے رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے ہو" تاج العارفین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "مجیب اللہ کے حوالہ کر دو"۔

شاہ غلام رسول صبح بیدار ہوئے اور تہیئہ سفر کر کے دو دن کی مسافت سفر پیدل طے کرنے کے بعد نماز مغرب کے بعد خانقاہ پیر مجیب میں حاضر ہو کر تاج العارفین قدس سرہٗ سے ملے اور سارا ماجرا بیان کرنے کے بعد یہ نعمت غیر مترقبہ تاج العارفین قدس سرہٗ کو تفویض کی اور خود خرقہ بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپکی بیعت کے متعلق تاج العارفین قدس سرہٗ نے کتاب اسمائے مریدان میں لکھا ہے، "سید غلام رسول سہاری خادم موئے مبارک ۱۱۰۵ھ"۔

اسی رات میں جس کے دوسرے دن شام کے وقت یہ سعادت اخروی حاصل ہوئی تاج العارفین قدس سرہٗ کے ایک اجل خلیفہ شاہ عصمت اللہ قدس سرہٗ ساکن ہرلانے ایک عجیب خواب دیکھا کہ زیر عرش ایک نہایت پُر تکلف اور خوشنما مکان ہے جس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی جماعت کے ساتھ جلوہ افروز ہیں اور تاج العارفین قدس سرہٗ بھی اس بارگاہ میں حاضر ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک نقرئی ڈبیہ میں چند شیشیاں رکھی ہیں، جن میں موئے مبارک ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زیارت کراتے ہیں، فراغت کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نقرئی ڈبیہ موئے مبارک کے ساتھ تاج العارفین قدس سرہٗ کو عنایت فرمائی۔

سید غلام رسول کے دوسرے بھائی شاہ غلام غوث کو جب خبر ملی کہ بھائی نے اپنا حصہ تاج العارفین قدس سرہٗ کو دیدیا تو انہوں نے بھی اپنے حصہ کا دوسرا ٹکڑا سید غلام رسول کے حوالہ کر دیا کہ اس کو بھی تاج العارفین قدس سرہٗ تک پہنچا دیں۔ سید غلام رسول نے اس کو بھی لا کر تاج العارفین کے سپرد کر دیا اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۲ دو موئے مبارک یہاں جلوہ افروز ہوئے۔

ہر دو زلفش کہ مظلہما ۔ بر سرم سایۂ حمایت اوست

مگر کسی وجہ سے سید غلام رسول کو اس کا موقع نہ مل سکا کہ اس کے پہنچانے کی اطلاع اپنے بھائی کو کرسکیں، اس لئے شاہ غلام غوث مضطرب تھے کہ معلوم نہیں غلام رسول نے شاہ مجیب اللہ قدس سرہٗ کو موئے مبارک دیا یا نہیں؟ اسی اضطراب میں پھلواری تاج العارفین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے پہونچنے کی تصدیق کی، اس واقعہ کو بھی تاج العارفین قدس سرہٗ نے فضل النبی میں تحریر فرمایا ہے۔

"شاہ غلام غوث سہاری آمدہ گفتند کہ موئے مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شخصے بزرگان مرا از یمن آوردہ دادہ بود در والان داشتیم، شب دیدم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اینجا تشریف دارند، آں موئے حوالہ غلام رسول کردہ ام کہ بخدمت شما گزرانند رسید یا نہ؟

اب اس بات کا پتہ کہ یہ موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے کس حصہ کا ہے، بعض اولیاء اللہ کو بذریعہ کشف معلوم ہوا ہے، "تاج العارفین قدس سرہٗ نے "فضل النبی" میں اس کے متعلق بھی تحریر فرمایا ہے:۔

"ملا الہٰ لعل محمد عرض نمودند کہ آں موئے حضرت است؟ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند۔ کہ موئے ہمیں جا است، اشارت بجانب پس سر قریب بناگوش کردہ شد کہ ایں موئے ہمیں جا است"

حضرت امام حسن علی جدہٖ وعلیہ السّلام کے موئے مبارک کو میر محمد شفیع سہاری نے دیا تھا، اس کی نسبت کتاب "فضل النبی" میں مذکور ہے:۔

"محمد کریم جدا معلوم شد کہ میر محمد شفیع کہ گیسوئے امام حسن علی جدہٖ وعلیہ السّلام لغلام (یعنی تاج العارفین) فرستادہ اند صحیح است و آں عزیز یعنی میر محمد شفیع صحیح النسب است"

"ونیز شاہ عصمت دیدند کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمودند کہ موئے گیسو صحیح است، شک نیست و شبے دیگر عصمت اللہ را معلوم شد کہ دیگر موئے گیسوئے امام حسن علیہ السّلام است"

تنبیہہ:۔ موئے مبارک کی تشریف آوری کے واقعات "تذکرۃ الکرام" میں بھی موجود ہیں، مگر اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں۔ میرا ماخذ تذکرۃ الکرام، یادداشت بزرگان خاندان، و تذکرۃ انساب خاندان سہار، و فضل النبی ہے۔

نیز ناظرین کو یہ شبہہ بھی پیدا نہ ہونا چاہئے کہ میں موئے مبارک کی تشریف آوری سہار سے لکھ رہا ہوں اور تذکرۃ الکرام میں مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ جو مجھ سے بہت قدیم بزرگ ہیں) ارذل سے لکھ رہے ہیں؛ بات ایک ہی ہے کیونکہ میں نے اوپر لکھ دیا ہے کہ یہ موئے مبارک ارذل سے سہار آئے اور سہار سے

پھلواری پہنچے، جن بزرگوں نے یہ نعمت لا کر دی ہے، دراصل وہ آرول ہی کے باشندے تھے، جن کے بزرگان آرول سے منتقل ہو کر سہار میں بس گئے تھے۔ علاوہ ازیں سہار اور آرول کچھ دُور بھی نہیں ہے بلکہ سہار کو آرول کا ایک محلّہ کہیں تو غلط نہیں، اس لئے کہ یہ دونوں بستیاں دریائے سون کی وجہ سے ایک دوسرے سے جُدا ہیں، دریائے سون کے مغربی کنارہ پر سہار آباد ہے، اور مشرقی کنارہ پر آرول واقع ہے، موسم گرما میں جبکہ دریا پایاب ہو جاتا ہے، آرول کے باشندے سہار، اور سہار کے باشندے آرول دن رات آتے جاتے رہتے ہیں، سہار کی بازاری ضرورتیں بھی بہت حد تک آرول سے پوری ہوتی ہیں، آرول ہمیشہ سے مشہور قصبہ رہا ہے، اور آج بھی ڈاکخانہ اور پولیس اسٹیشن کی وجہ سے مشہور ہے، زیادہ سے زیادہ ان دونوں بستیوں میں میل ڈیڑھ میل کا فاصلہ ہوگا۔

عوام و دیگر خاندان کے افراد جن کے دلوں میں اس مُوئے مبارک کی صحت کے متعلق اشتباہ و تردد تھا اللہ تعالے نے اس کو بھی نہایت معتبر اور باوثوق طریقہ پر مٹا دیا۔

بہار کے قطب حضرت مخدوم منعم پاک عظیم آبادی قدس سرہٗ کے ایک ممتاز خلیفہ نے آپ سے دریافت کیا کہ جناب شاہ حبیب اللہ صاحب پھلواری کے ہاں جو مُوئے مبارک ہیں اور جس کی وہ زیارت کرتے ہیں اس کی سند کیا ہے؟ اس دن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، دوسرے دن فرمایا کہ کل مجھ سے موئے مبارک کی صحت کے متعلق تم نے سوال کیا تھا "وہ مُوئے مبارک صحیح ہیں، رات مجھکو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی صحت کی تصدیق ہو گئی جس کا دل چاہے اس کی زیارت سے بہرہ اندوز ہو"

کاتب الحروف کہتا ہے۔ ہر چند کہ بقاعدہٗ محدثین مُوئے مبارک کی سند متصل موجود نہیں جو کسی صحابی تک متصل کی جا سکے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو مُوئے مبارک تقسیم فرمانا، تمام کتب صحاح بخاری و مسلم و دیگر سنن و مسانید کی کتابوں میں موجود ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ابن سیرین نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت طلحہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مُوئے مبارک لیا ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُن موئے مبارک کو لوگوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ فی صحیح مسلم من باب الحلق قال صلی اللہ علیہ وسلم للحلاق احلق فحلقہ فاعطاہ اباطلحۃ فقال قسمہ بین الناس ای شعرہ الشریف۔ نیز مسند امام احمد بن حنبل کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جانب یعنی جانب راست کے کل موئے مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہؓ کو عنایت فرمائے اور دوسری جانب کے مُوئے مبارک صحابۂ کرام میں تقسیم فرمائے۔

یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے، حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چوالیس ہزار (بروایتے چوبیس ہزار) صحابہ کرام شریک تھے، اور سب نے یہ نعمت پائی، ایک فرد بھی ایسا نہ تھا کہ جو اس نعمت سے محروم رہا ہو، مدارج النبوۃ میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔ "مردمان ہم را یک تارۂ موئے یا دو تارۂ موئے نصیب شد"

ان ہی خوش بختوں میں یمن کے وہ کثیر در کثیر صحابۂ کرام بھی شریک تھے جو حضرت علیؓ و حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے ہمراہ یمن سے تشریف لائے تھے، اس لئے یمن میں کثیر در کثیر تعداد میں موئے مبارک کا پہنچنا مذکورہ بالاحادیث و دیگر تاریخ و سیر سے ثابت ہوتا ہے [۱]

غالباً اسی وجہ سے ہمارے اکابر متقدمین اس موئے مبارک کی سند یمن تک ظاہر کر کے خموش ہیں۔ علاوہ ازیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا دستور تھا کہ تمام تبرکات و آثارات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ نا اہلوں کے دست برد سے محفوظ رکھتے تھے، نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ لکھا ہے:۔

حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی وہ کلاہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سلے ہوئے تھے ایک غزوہ میں باثنائے جنگ محاربین کے ہجوم میں گر پڑی، آپ نے دوبارہ ہجوم میں گھس کر اس کلاہ کو حاصل فرمایا، اس سلسلہ میں دو ایک ہمراہی شہید ہو گئے، بعض احباب نے یہ اعتراض کیا کہ ایک ادنیٰ کلاہ کے لئے آپ نے کئی آدمیوں کی جان لی۔

خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلاہ کی کیا حقیقت ہے، مجھے موئے مبارک کا خیال تھا کہ کہیں کفار کے ہاتھ نہ لگ جائیں، الحمد للہ کہ کفار کے دست برد سے بچکر دوبارہ مجھکو حاصل ہو گئے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کے بعد تابعین و تبع تابعین و دیگر اہل فضل و اکابر اسلام نے بھی تبرکات آثارات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی و حفاظت میں نا اہلوں کے دست برد سے محفوظ رکھنے کی پوری رعایت رکھی ہے۔

اس موئے مبارک کے لانے والے عرب سید بھی اہل فضل ہی سے تھے، کیونکہ بجائے اس کے کہ وہ کسی رئیس بادشاہ کے ہاتھ فروخت کر کے مال و دولت جمع کرتے ایک ایسے فقیر و بینوا کو تفویض کر گئے جو نہ دنیاوی وجاہت رکھتا تھا اور نہ

---

[۱] مولوی عبد الکریم بہاری ساکن ڈمری ضلع پٹنہ کے ایک عالم تھے، اپنی کتاب شفاء القلوب بالتوسل الی المحبوب میں موئے مبارک کی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہر گاہ اس کثرت سے موئے مبارک لوگوں کے پاس تھے تو کیا عجب ہے کہ کچھ اس میں سے پیچھے بعد دیگرے مسلمانوں کے زمانۂ سلطنت میں ہندوستان میں بھی لوگوں کو پہنچے ہوں، جو مختلف جگہوں میں موجود ہیں، پس اگر کوئی شخص جس کے پاس موئے مبارک ہیں ایک روز معین کر کے اس کی زیارت کرائے تو ہر مسلمان کو جس کے دل میں اپنے پیغمبر کی محبت و عظمت ہی چاہیئے کہ اسکی زیارت کرے۔"

مال و دولت کا اس کے پاس نام و نشان تھا، بلکہ ہانسی کی غیر مشہور آبادی میں خدائے قدوس پر توکل کیے ہوئے شب و روز یادِ حق و ارشادِ خلق میں مشغول رہنے والی برگزیدۂ روزگار ہستی حضرت سیّد قطب جمال ہانسوی کی تھی جن کی عظمت و مرتبت پر کسکی جرأت ہے کہ حرف گیری کر سکے۔

اس وقت جبکہ ہندوستان میں تشریف لائے ہوئے بھی سات سو سال سے زیادہ کی مدت گذر چکی ہے، اولیائے کرام اور اہل اللہ ہی اس موئے مبارک کے خادم و متولی رہے ہیں، اور اہلِ بصیرت کے نزدیک یہی خدام و متولین کی ثقاہت و عدالت صداقت کی اہم ترین دلیل ہے۔

پھر اکثر اولیاء اللہ کا بذریعہ مکاشفہ بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق کرنا بھی قوی حجّت ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شباہت میں شیطان متمثل نہیں ہو سکتا۔

دوسرے اگر ایک امر کے متعلق مختلف اولیاء اللہ کا ایک ہی مکاشفہ ہو تو امور غیر احکامی میں دوسرے لوگوں کیلئے بھی حجّت ہے، چنانچہ مبشرات میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے۔

اخبرنی والدی انہ کان مریضاً فرای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقال کیف حالک یا بنی؟ ثمّ بشرہٗ بالشفاء واعطاہ شعرتین من شعری لحیتہٖ، فتعافی من المرض فی الحال وبقیت الشعرتان عندہ فی الیقظۃ فاعطانی احدھما فھی عندی	والد نے فرمایا کہ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے، خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیٹے تیرا کیا حال ہے؟ پھر صحت کی بشارت دی اور ریش مبارک کے دو بال عطا فرمائے، فی الحال صحت ہوگئی، بیداری کے بعد وہ دونوں بال انکے پاس موجود تھے، ان میں سے ایک مجھے عنایت فرمایا وہ میرے پاس موجود ہے۔
حدیث ۵ صفحہ ۵ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین مطبوعہ لاہوری۔	

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات خصوصاً موئے مبارک دُنیا سے مفقود نہیں ہیں۔ تاریخ و سیر کی کتابوں میں اکثر اہلِ علم مختلف مقامات میں موئے مبارک کی زیارت کرنے کا ذکر اپنی کتابوں میں کرتے ہیں، چنانچہ آخری روایت جو اپنی نگاہ سے گذری ہے وہ علامہ قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ کی ہے۔

وعن محمد بن سیرین قال قلت لعبیدۃ عندی من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصبناہ من قبل انس او من قبل اھل انس قال لان تکون عندی شعرۃ منہ احب الی من الدنیا وما فیھا۔ (رواہ البخاری) (صفحہ ۲۴۹ مواہب لدنیہ)	محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبیدہ سے عرض کیا کہ میرے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے جو مجھکو حضرت انس یا ان کے خاندان والوں سے ملا، حضرت عبیدہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک میرے پاس ہونا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔

قد رأيت بمكة المشرّفة في ذيقعدة سنة ۸۹۷ھ سبع وتسعين وثمانية مائة شعرة عند الشيخ أبي الحامد المرشدي شاع وذاع انها من شعرة النبي صلى الله عليه وسلم زرتها صحبة المقام المقري خليل العباسي والى الله احسانه عليه ۔ انتهى۔ (صفحہ ۲۷۹ جلد اوّل)

مکہ معظمہ میں ابو حامد مرشدی کے پاس ذیقعدہ ۸۹۷ھ ہجری میں مَیں نے ایک مُوئے مبارک دیکھا جس کے متعلق بہت مشہور تھا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مُوئے مبارک ہے، مَیں نے حضرت محترم المقام خلیل عباسی کے ساتھ اُس کی زیارت کی، اللہ تعالیٰ کی پے در پے رحمت واحسان ان پر ہو۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ۸۹۷ھ تک محدثین نے مُوئے مبارک کی زیارت کی ہے اسی نویں صدی کے آخری دَور میں ہندوستان میں بھی موئے مبارک جلوہ افروز تھے، حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں خواجہ حسین ناگوری رح متوفی ۹۰۱ھ کے تذکرہ کے ضمن میں ایک مُوئے مبارک کا ذِکر کیا ہے۔

نقل است، کہ اورا سلطان غیاث الدین خلجی کہ بادشاہ دیار مندو بود بسیاری طلبید واو اجابت نمی کرد، یکبار موئے مبارک سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم پیش سلطان غیاث الدین آوردند، مردم گفتند کہ اگر این خبر بہ شیخ حسین برسد بے اختیار قصد این حدود میکند و توقف نمی نماید، سلطان غیاث الدین این خبر را بشیخ رسانید، او ہماں ساعت بے توقف سماع کناں و درود گویاں احرام دیار مندو بست، چوں قریب آں دیار رسید بادشاہ باستقبال او برآمد، مردے دید کہنہ پوش غبار آلود بر عرابہ نشستہ خیال کرد کہ مگر شیخ دیگرے خواہد بود، گفتند شیخ ہمیں است قصد دریافت اُو کرد، شیخ را از شوق زیارت مُوئے شریف فرصت آنکہ بوی بلکہ بوجود خود پردازد نبود گویند کہ بمجرد آنکہ نظر شیخ براں مُوئے افتاد، آں موئے بہ پرید و در دست اُو رسید۔

نقل ہے کہ اُن کو (خواجہ حسین ناگوری کو) سلطان غیاث الدین خلجی جو اطراف مندو کے بادشاہ تھے، بہت دفعہ بلایا اور ملاقات کی درخواست کی ایک مرتبہ لوگ سلطان غیاث الدین کی خدمت میں سرور انبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک لائے، کچھ لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ اگر یہ خبر (موئے مبارک کے یہاں موجودگی کی خبر) شیخ حسین کو ملے گی تو بے اختیار اس اطراف کا قصد فرمائیں گے اور تشریف لے آئیں گے ہرگز تاخیر نہ کریں گے چنانچہ بادشاہ نے شیخ موصوف کو یہ خبر پہونچائی بس اسی وقت بلا تاخیر (مستی میں) اشعار پڑھتے ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے تشریف کرتے ہوئے اطراف مندو کی جانب روانہ ہوئے جب قریب پہونچے بادشاہ استقبال کیلئے آئے، دیکھا کہ ایک آدمی پُورانا کپڑا پہنے ہوئے غبار آلودہ سواری پر بیٹھا ہے، بادشاہ کو خیال ہوا کہ شیخ کوئی دوسرے ہیں لوگوں نے عرض کی کہ شیخ یہی ہیں، شیخ کو موئے مبارک کے شوق زیارت میں بادشاہ تو بادشاہ خود اپنے وجود کی طرف توجہ کی فرصت نہ تھی لوگوں کا بیان ہے کہ جیسے ہی شیخ کی نظر اُن مُوئے مبارک پر پڑی موئے مبارک گر ان کے ہاتھ میں آرہے۔"

الغرض جب اس مُوئے مبارک کی شہرت رفتہ رفتہ عام ہونے لگی اور اطراف و جوانب سے لوگ جوق در جوق زیارت کے لئے آنے لگے تو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے اپنے خلفائے اہلِ حضور سے فرمایا کہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیارت کرانے کے اوقات اور تاریخ دریافت کرلو۔ بارگاہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوا کہ ہر ماہ کی گیارہویں تاریخ کو زیارت کراؤ، اگر شدید معذوری ہو تو بارہویں کو، مگر ربیع الاوّل کے لئے بارہویں تاریخ مقرر کرو، اور نماز ظہر کے بعد زیارت کراؤ۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ (تاج العارفین) بہ بعضے یاراں را ارشاد فرمود کہ قصار دریافت روز و تاریخ زیارت باید کرد، چوں رجوع بہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کردند حکم عالی بداں نفاذ یافت کہ یازدہم ہر ماہ و بمجبوری دوازدہم اما در ماہ ربیع الاوّل دوازدہم وقت ظہر بعد نماز لازم گیرند۔" (تذکرۃ الکرام)

زیارت کرنے والوں کے لئے بھی بشارت فرمائی گئی۔

"دہم ماہ ربیع الاوّل ۱۱۰۰ھ میر عصمت اللہ صاحب را ملازمت حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم زیر عرش میسر شد، دیدند کہ پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آں حقہ موئے مبارک نہادہ است، پس فرمودند صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کہ بتاریخ دوازدہم ربیع الاوّل ایں موئے مرا زیارت کند کہ دریں حقہ است و ناظر شود برآں ناجی شود بلاحساب، اگر کافرے یا مشرکے باشد او را ایمان نصیب شود" الحمد للہ علی ذالک۔

اس ارشاد کے بعد سے ماہ ربیع الاوّل میں زیارت کرانے کا اہتمام بہت بڑھ گیا اور نہایت خلوص کے ساتھ عُرس و قُل اور مہمانوں کی طعامداری ہونے لگی۔

اللہ اللہ حضرت تاج العارفین کے زور اویسیت کو تو غور کیجئے کہ تعلیم باطنی ہوئی تو اویسی بزرگ سے پھر مرتبۂ اویسیت پر فائز ہوئے، مزید برآں مُوئے مبارک یمن سے تشریف لائے، جس میں اویسیت کی گہری نسبت ظاہر ہوتی ہے، سند تصدیق میں اسناد کے ساتھ اویسیت کا ذریعہ بھی موجود ہے، خود زبان مبارک سے تصدیق فرمائی گئی، جس میں کذب و افترا کی گنجائش ہی نہیں۔

محفل سماع

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ چونکہ طریقۃً قادری تھے اور اس طریقہ میں سماع سُننا ضروری نہیں ہے، اس لئے آپ سماع کی طرف راغب نہ تھے، جب کبھی شورشِ عشق کا غلبہ ہوتا، اپنے کسی خلیفہ سے محض تخلیہ میں سماع سُن لیتے، آپ کے خلفاء میں شاہ جمال محمد عرف شاہ جمن قدس سرہٗ بہت خوش گلو تھے، اکثر ایسے موقع سے آپ ان کو یاد فرماتے اور انہی کو بلاکر کچھ دیر گانا سُن لیتے۔

مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ شیخ العالمین کی روایت سے تذکرۃ الکرام میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک روز آپ خلوت شریف میں تشریف فرما تھے، مگر شورشِ عشق سے بے سماع وجد فرما رہے تھے، اور غایتِ جوش سے اسکی طاقت نہ تھی کہ کسی گانے والے کو بلالیں، محض آہستہ آواز میں آپ نے فرمایا "جمن جمن" تصرّف دیکھئے کہ شاہ جمن بہت دُور تقریباً بتیس قدم کے فاصلہ پر اپنے حجرہ میں سوئے ہوئے تھے، اُٹھ بیٹھے، اور وضو کرکے خلوت میں حاضر ہوئے، انھوں نے آپ کی ہلکی آواز سُن لی اور قریب کے سونے والوں کو خبر تک نہ ہوئی،

شاہ جمنؒ جب خلوت میں پہونچگئے تو آپ نے ایک پرچہ پر "اگر شوق داری ذوق کن" لکھکر ان کی طرف بڑھا دیا، شاہ جمنؒ گانے لگے، ذوق وشوق جوش وخروش اور بڑھ گیا، حضرت وجد ورقص کے ساتھ کھڑے ہوگئے، شیخ العالمین نے آواز سُنی، چاہا کہ خلوت میں حاضر ہوں، مگر بہ پاس ادب اور یہ کہ شاید ناگوارِ خاطر ہو دروازہ پر کھڑے رہے، تاج العارفین کو بانکشافِ باطن معلوم ہوگیا کہ آپ اجازت کے منتظر دروازہ پر کھڑے ہیں، آواز دی نعمت اللہ، شیخ العالمین فرماتے ہیں میں نے حضرت کی آواز پہچان لی، شاہ جمنؒ نے دروازہ کھول دیا، میں بھی اللہ کا شکر ادا کرکے داخل ہوگیا اور خلوت کا دروازہ بند کردیا گیا، میں نے دیکھا کہ حضرت انتہائی جوش میں ہیں، آنکھیں خون کی طرح سُرخ ہو رہی ہیں، اور اس طرح سرجوش تھے کہ ایسی سرجوشی کبھی نہیں دیکھی تھی۔

غرض آپ سماع اسی طرح سُنتے تھے، مگر آپ کے مُریدین وخلفاء، ونیز آپکے صاحبزادہ شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کو سماع کا ذوق بہت زیادہ تھا اور اکثر آپ کی اجازت سے پٹنہ کے مشائخ کی خانقاہوں میں شرکت عرس اور سماع کی غرض سے تشریف لیجاتے تھے، جیساکہ تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے۔

مگر ایک واقعہ کے بعد سے تاج العارفین قدس سرہٗ کو ناچار مجلسِ سماع منعقد کرنی پڑی، مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کے کسی مُرید یا خلیفہ کو سماع کا ذوق پیدا ہوا اور سماع سُننے کے لئے بہت بیچین ہوئے، حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ ذوقِ سماع سے بیچین ہوں، اگر اجازت ہو تو

پٹنہ جاکر کسی خانقاہ میں سماع سُن آؤں، حضرت نے فرمایا کہ ہم قادریوں کو نہ سماع سے انکار ہے اور نہ اس کے سُننے کی ضرورت ہے، بالفرض اگر گاہ گاہ محفل سماع منعقد کی بھی جائے تو اس قصبہ میں قوال کم رہتے ہیں، پٹنہ کے اعراس میں ان کے آنے جانے کی وجہ سے ان کا قیام پھلواری میں نہیں رہتا ہے، اگر بار بار شرکت عرس کے لئے پٹنہ کی آمد و رفت اختیار کی جائے تو ہم متوکلوں کی استطاعت سے باہر ہے، اسلئے اس کی ضرورت نہیں۔

اسی شب میں عالم معاملات یا عالم خواب میں آپ حضرت سلطان الہند غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی و حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدہما سرہما سے مشرف ہوئے، دیکھا کہ یہ دونوں بزرگ ایک جگہ تشریف فرما ہیں اور آپ کو محفلِ سماع کے انعقاد کا حکم دے رہے ہیں، پہلی مرتبہ آپ نے کچھ خیال نہ فرمایا، دوسری بار بھی ایسا ہی دیکھا مگر ارشاد نبوی کے منتظر رہے، تیسری بار آپ نے دیکھا کہ یہ دونوں بزرگ فرماتے ہیں کہ جب سماع نہیں سُنتے تو ہمارے طریقہ میں بیعت کیوں لیتے ہو؟

اس ارشاد سے آپ کو سخت تردد ہوا اسلئے بارگاہ نبوی میں اس واقعہ کو عرض کرنے کے بعد انعقاد مجلس سماع کی اجازت حاصل کی ـــ اس حکم و اجازت کے بعد تاج العارفین قدس سرہٗ نے سال میں چار عرس قائم کئے، ماہ محرم میں عاشورہ کے روز زوال آفتاب کے بعد فاتحہ بنام سیدنا امام حسین علی جدہٖ و علیہ السلام و جملہ شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اس تقریب میں محفل سماع منعقد نہیں ہوتی، اس کے علاوہ تمام اعراس سماع کے ساتھ قائم کئے گئے عرس یازدہم و دوازدہم ربیع الاول و یازدہم ربیع الثانی و بستم و یکم رمضان شریف، ان تمام عرسوں میں محفل سماع منعقد ہوتی اور طعام داری کا بھی اہتمام ہوتا، مگر ان تمام اعراس میں ربیع الاوّل کا عرس بہت تکلف سے کرتے تھے، دور دراز کے رہنے والے مریدین و معتقدین اس عرس میں ضرور شرکت کرتے تھے، بارہویں ربیع الاول کو ظہر کی نماز کے بعد مُوئے مبارک کی زیارت ہوتی، اور زیارت کے وقت موئے مبارک کو عرق گلاب سے غسل دیتے پھر شیشیوں میں رکھ دیتے تھے، اور یہ شیشیاں نقرئی ڈبیہ میں محفوظ کر دی جاتیں، یہ تمام کام آپ اپنے ہی ہاتھوں انجام دیتے تھے، پھر موئے مبارک کا غسالہ تمام زائرین و حاضرین میں تقسیم کر دیا جاتا۔

الحمد للہ کہ اعراس و موئے مبارک کی زیارت کا سلسلہ تاج العارفین کے عہد پاک سے آج تک جبکہ دو سو بارہ برس گزر چکے ہیں، اُسی شان و احترام سے بلکہ مزید ترقی کے ساتھ جاری ہے اور آپ کے فرزند و جانشین شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ نے تو اپنے عہد میں دوازدہم ربیع الاوّل کے عرس کی اہمیت بہت بڑھا دی، مجمع اس کثرت سے ہونے لگا کہ زائرین کی عافیت رسانی کی غرض سے علاوہ سامان خورد و نوش کے جو خود شیخ العالمین کرتے تھے، دو کانیں بھی

آنے لگیں اور خاصہ میلہ سا ہو گیا جو اب مستقل پھلواری کے میلہ کے نام سے مشہور ہے۔

آداب سماع:۔ اکابر سلف کے ملفوظات و مکاتیب و دیگر تصانیف میں آداب سماع کے متعلق بہت کچھ مذکور ہے، یہاں پر اس کا لکھنا بے ضرورت ہے، یہاں پر ہمیں صرف ان آداب سماع کا تذکرہ کرنا ہے جن کو حضرت تاج العارفین وحضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے اپنی خانقاہ میں اختیار فرمایا اور تا عمر اس پر عمل پیرا رہے، اور آج تک جملہ سجادہ نشینان اپنے اپنے زمانہ میں انہی آداب کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے چلے آئے، جب مجلسِ سماع منعقد کی جاتی تو اس کے قبل مریدین و مسترشدین و مستفیضین و معتقدین و دیگر شرکائے مجلس پر باوضو شرکت کی تاکید کی جاتی تھی، اور ہر شخص باوضو شرکت کرتا تھا، سماع خانہ میں نشست کی ترکیب یہ تھی کہ ہر شخص نہایت قرینہ سے حلقہ باندھ کر دوزانو بیٹھ جاتا تھا اور نشست کے باقی اور درست رکھنے کے لئے ایک نگراں ہوتا تھا جو دوزانو کے علاوہ دوسری نشست سے بیٹھنے اور حلقہ اور صف کو بگاڑ دینے پر روک دیتا اور نشست کی ترتیب درست کر دیتا تھا حلقہ کی ترتیب و درستگی اور نشست کی مخصوص وضع پر شدت سے کاربند رکھنے کی دو وجہ تھی اول تو یہ کہ حلقہ نشست کی ترتیب بگاڑ کر مجلس قائم کرنا ممنوع ہے، مراسیل ابوداؤد باب الادب میں حضرت حرث بن یزید حضرمی کی مرفوع حدیث ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے حلقہ نشست کو درست رکھو، ملائکہ جب اس حلقہ میں بیٹھنے کو آتے ہیں اور حلقہ میں کجی پاتے ہیں تو پلٹ جاتے ہیں"

اس کا مقصد یہ ہے کہ حلقہ نشست کی خرابی سے جو جلسہ نزول ملائکہ رحمت سے متبرک ہونے والا ہوتا ہے وہ ملائکہ رحمت کے شرف نزول سے محروم ہو جاتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ دوزانو نشست حضرت مولانا رسولنا قدس سرہٗ کو بہت مطبوع تھی اور آپ ہمیشہ اسی نشست سے بیٹھا کرتے تھے، انتہا یہ کہ اسی نشست پر نیند بھی پوری کرتے تھے، جس کی تفصیل کتاب تذکرۃ الکرام میں مذکور ہے، حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ حضرت مولانا کی تمامی اداؤں کے دلدادہ تھے، اپنے جملہ عادات کو حضرت مولانا رسولنا قدس سرہٗ کی عادات کا نمونہ بنا رکھا تھا، اسی طرح حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ نے اپنی ذات کو نمونۂ تاج العارفین بنا دیا تھا، جس طرح اپنے جملہ عادات و معاشرت میں تاج العارفین کو حضرت مولانا کا تتبع اور پیروی ملحوظ تھی، نشست کا طریقہ بھی ہمیشہ کے لئے دوزانو اختیار فرمالیا تھا، اور ہمیشہ اسی نشست سے بیٹھا کرتے تھے، ان کے تتبع میں پھلواری کے جملہ ساکنان اعزہ و اہل قرابت جو تقریباً کل آپ کے مرید و معتقد تھے، اسی نشست سے عادتاً بیٹھا کرتے تھے، بلکہ یہاں کا بچہ بچہ اپنے بزرگوں کی تبعیت میں اسی نشست سے بیٹھتا تھا، گویا یہ نشست افراد پھلواری کی مخصوص نمایاں نشست ہو گئی تھی، اگر کوئی دوسری جگہ کا آدمی اس نشست سے بیٹھا ہوا دیکھا جاتا تو لوگوں کو اس کی نسبت پھلواری کا آدمی سمجھنے میں شبہہ ہوتا تھا۔

الغرض سماع شروع ہونے سے پہلے لوگ سماع خانہ میں باوضو آکر ترتیب وار ایک دوسرے کے دوش بدوش دوزانو حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے تھے اور تا تشریف آوری شیخ مجلس مراقب ہو کر مشغول کرتے رہتے تھے، اس میں کوئی دوسری گفتگو آداب مجلس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نہیں کرتے تھے اگر کوئی ضروری بات بروقت دوسرے کو کہنے کی خیال میں آجاتی اور اسی وقت اس کا کہنا ضروری ہوتا تو سرگوشیوں میں بات کرتے، جب شیخ مجلس تشریف لاتے، سماع انہیں ترتیبوں کے ساتھ شروع ہو جاتا، جب تک شیخ مجلس وجد میں نہ آتے حاضرین میں سے کوئی کتنا ہی پُر کیف ہو جاتا ضبط سے کام لیتا، تاآنکہ شیخ مجلس خوداں کی قلبی حالات کا اندازہ کر کے باطنی طور پر یا بطریق تواجد ان کے طرف قصد نہ کرتے رقص میں نہیں اُٹھتے تھے، جب شیخ خود پُر کیف ہو کر وجد و رقص میں آجاتے تو اہل کیفیت پروانہ وار شیخ کے اِرد گرد رقص کرتے، خدام آپس کے تصادم سے بچانے کے لئے جا بجا معین ہو جاتے اور اس خوبی سے ایک دوسرے کو باہمی تصادم سے بچا دیا کرتے کہ کسی کو کسی سے صدمہ نہ پہونچا، غرض اسی آداب کے ساتھ مجلسِ سماع برخواست ہوتی اور قل و فاتحہ پر مجلس ختم کر دی جاتی، تقسیم شیرینی تک صاحب سجادہ موجود رہتے، جس کی وجہ سے تبرکات کی تقسیم نہایت سکون کے ساتھ انجام پاتی، پھر حضرت صاحب سجادہ خلوت میں تشریف لیجاتے اور مجمع وہاں سے پُر سکون منتشر ہو جاتا، اتنے مجمع کثیر کے باوجود سابق میں مجمع پر سکون رہتا تھا، الحمد للہ کہ اتنے امتداد زمانہ کے بعد بھی اگرچہ اگلوں میں سے کوئی بھی یہاں کی سابقہ آداب سماع کا جاننے والا باقی نہیں رہا ہے، پھر بھی یہاں کی مجلس تقریباً دوسری جگہوں سے پُر سکون اور سابقہ آداب کی عکسی تصویر ایک حد تک اب تک باقی ہے اور نشست کی سابقہ روش موجود ہے، آپ نے دیکھا ہو گا کہ حاضرین میں سے اگر کوئی دوزانو نشست کے خلاف مجلس میں بیٹھنے کا قصد کرتا ہے تو خدام اس کو روک دیتے ہیں، اور اگر اس نشست سے بیٹھنے سے اس کو معذوری ہوتی ہے تو حلقہ سے الگ بیٹھنے کی ہدایت کرتے ہیں، حتی الامکان مجلس سماع کے سابقہ آداب کی روش کو برقرار رکھنے کی سعی کی جاتی ہے، مجلس سماع میں ہر حال میں شیخ کی اتباع ملحوظ رکھی جاتی ہے، جوش و خروش میں جب کسی مرید پر حالت طاری ہوتی ہے، حتی الامکان وہ اٹھکر رقص کرنے سے خود کو روکتا ہے جب وہ کیفیت اس کے قابو سے باہر ہو جاتی ہے، شیخ اٹھکر اس کو رقص میں لے آتا ہے اور مجلس کو گرم کر دیتا ہے، غایت جوش و مستی میں اگر شیخ کی دستار گر جاتی ہے تو جملہ مریدان اپنی دستار و کلاہ اتباع شیخ میں سر سے اُتار دیتے ہیں، اس کی اصل سیدنا غوث پاک کا ایک واقعہ ہے جو نفحات الانس میں بھی مذکور ہے اور شیوخ طریقت کے یہاں یہ روایت مشہور ہے۔ نفحات الانس صفحہ ۵۶۹ میں امراۃ اصفہانیہ رحمہا اللہ کے تذکرہ میں لکھا ہے: یکے از اصحاب شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است کہ روزے شیخ را بر بالائے منبر استغراقے واقع شد و یک گرد از عمامہ وے باز شد و وے نمی دانست

حاضراں ہمہ بر موافقت وے دستارہا و طاقیہا در پائے منبر انداختند چوں شیخ بحال خود باز آمد و سخن آخر کرد، عمامۂ خود را راست کرد و مرا گفت دستارہا و طاقیہا را باصحاب آنہا باز گرداں چناں کردم، یک عصابہ باقی ماند کہ صاحب آں پیدا نبود، شیخ گفت آں را بمن دہ بوئے دادم بر دوش خود انداخت و فی الحال ناپدید شد، من حیران ماندم، چوں شیخ از منبر فرود آمد بامن گفت، چوں اہل مجلس عمامہا بنہادند یارا خواہر لیست باصفہان وے ہم عصابہ خود را بنہاد و چوں من آنرا بر دوش انداختم وے از اصفہان دست خود دراز کرد و آں را بر داشت" ـــ مجلس سماع میں اتباعِ شیخ میں دستار و طاقیہ سر سے اُتارنے کا جو دستور خانقاہ پیر مجیب میں ہے اس کی یہی اصل ہے۔

حضرت تاج العارفین کے عہد میمنت عہد میں جس شان و احترام سے مُوئے مبارک کی زیارت ہوتی تھی اور سال میں جتنے اعراس ہوتے تھے ان کے واقعات حضرت مولانا امان علی ترکی قدس سرہٗ نے اپنی مثنوی میں لکھے ہیں؛

یہ بزرگ تاج العارفین کے ہمجد اور قریبی قرابتمند تھے، تاج العارفین کے وصال کے وقت ان کی عمر بارہ سال کی تھی، برابر اعراس و قُل و زیارت موئے مبارک میں شریک رہا کرتے اور اکثر اوقات خانقاہ میں حاضر باش رہا کرتے تھے، تاج العارفین قدس سرہٗ کے مفصل حالات تحصیل علم و عرفان، بیعت، اجازت وخلافت کے تفصیلی حالات انعقاد مجلس سماع، طعامداری، جوش وخروش، افاضہ سب بالتفصیل لکھے ہیں، میں اس جگہ مثنوی کے اشعار نقل کئے دیتا ہوں :-

ذکر مناقب حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی رح

کشائے دل در گنج معانی ۔۔۔ چو عالی ہمتاں با کامرانی

در ست نہد امان بیان ریز ۔۔۔ جہانے لعل و گوہر در جہاں ریز

یک عالم ساز ما از مال آں گنج ۔۔۔ مکن پوشیدہ چوں گنج رواں گنج

مجیب آں آفتاب اوج عرفاں ۔۔۔ محیط مایہ دار موج عرفاں

علوم فقر را چوں کرد تحصیل ۔۔۔ مرخص شد ز مرشد بعد تکمیل

بہ پھلواری پراز نعمت رسیدہ ۔۔۔ چو مرداں گوشۂ عزلت گزیدہ

دراں دوراں عماد الدیں قلندر ۔۔۔ ز نعمتہائے حق ہر فیض گستر

بر ستش کرد بیعت مرد کامل ۔۔۔ ہمہ تن بستہ اندر بند مستش دل

ازو گشتہ مجاز امر بیعت | سراسر کار ساز امر بیعت
زمرشد ہم مجاز سلسلہ بود | در فیضانِ حق بر خلق بکشود
ز دیگر خانداں ہم داشت نعمت | گرفت از کاملان آں اجازت
طریقِ خاندانِ قادری داشت | کہ بر ہر خاندانہا برتری داشت
پُر از نورِ معارف دیدہ شانش | یک عالم شد مرید خاندانش
بریدہ خسروِ مُلکِ ولایت | سرِ گمراہی از تیغِ ہدایت
بعالم بس ہدایت کرد جاری | کہ در گوشہ خریدہ ذِل و خواری
زفیضِ او ہزاراں کامیاباں | زخود رفتند سوئے حق شناساں
ہر آنکس راکہ دید از لطف یکبار | شدہ از بادۂ توحید سرشار
خداوندیکہ خلاقِ جہان است | زنعمایش دو عالم کامراں است
چو کردہ دولتِ باطن کرامت | بظاہر نیز دادہ جاہ و ثروت
رسیدے پیشش از فیضِ توکّل | نذورات فراواں بے تعطّل
بکارِ خیر اما مصرفش بود | نمودے خرچ اندر راہِ معبود
بحسبِ مدّعا دادے بمسکیں | کہ از پیشش گزشتے فرحت آگیں
یا حدی عشر و اثنا عشر ہر ماہ | نمودے فاتحہ مردِ حق آگاہ
بتاریخِ وفاتِ شاہِ مرداں | پزانیدے خورش ہر مہ فراواں
معلّیٰ خانقاہے کرد بنیاد | برائے طالبانِ فیضِ ارشاد
ہم آنجا مسجدے عالی بنا کرد | عبادت خانۂ خلقِ خدا کرد
چہ زیبا خانقاہ رشکِ فردوس | خمیدہ سر بسر محراب چوں قوس
ستونہا یش الف محراب چوں مد | طلب کردندے مردان مجرّد
جدارش آئینہ آسا مصفّا | عیاں در وے رُخِ مقصودِ دلہا
صفائے سقفِ آں چوں لوحِ پاکاں | معطّر ہر طرف از بوئے پاکاں
بہر سوئے در خلوت گزیناں | ز روئے معرفت روشن جبیناں

بزیبائی چو قصر دلنشیں است | مگر گوئی کہ فردوس بریں است
بصحن آں ثمر نخلیست زیبا | بپاشش سایہ افگن ہمچو طوبیٰ
بہم ہر شاخ شاخ آں موافق | چو اہل وجد در حالت معانق
بچشمانِ حقیقت بینِ مرداں | بود ہر برگ دفترہائے عرفاں
بشاخش طوطیان سبز پوشاں | بیادِ حق ز دردِ دل خروشاں
نشستہ پیشِ مسجد حلقہ بستہ | شدے واصل بحق از خویش رفتہ
فنا بودے بذاتِ ایزدِ پاک | نماندے از وجودش ہیچ ادراک
حبابِ کشتیٔ ہستی شکستے | بیکدم از حجابِ بحر رستے
گرفتے فیض از وے مستفیضاں | شدے سرمست جامِ وصل یزداں
ز فیضش پختہ مغزانِ حقیقت | عیاں کردے بخود شانِ حقیقت

اس کے بعد عرس ربیع الاول کے شان و اہتمام کے حالات نظم فرماتے ہیں:

بہر ماہِ ربیع الاول آں شاہ | بتاریخ پیمبر حسب دلخواہ
پزانیدے پلاؤ و قلیہ و ناں | بخاص و عام کردے بخشش یکساں
بصد آداب و آئیں مرد کامل | شب تاریخ می آراست محفل
فرود آویختے پُر نور قندیل | کہ کردے مہر را در برج تحویل
ز قسمِ دائرہ کاں بود رخشاں | تو میگوئی کہ ہست ایں ماہ تاباں
بہر سوئے چراغاں می نمودے | کواکب گوئی رخشاں می نمودے
کنول در ہر طرف می کرد روشن | عیاں گشتے بسطح بادِ گلشن
بہر قندیل کاں روشن چو خور بود | کنول بشگفتہ را با وے نظر بود
بخوبی روشنی کردے جہانے | زمیں از نور گشتے آسمانے
میانِ جمع خوان شیرینی پان | نہادے ہم بجمر عود و لوبان
ہم از اقسامِ شیرینی فراواں | بخواں پر کردہ بنہادے بسامان
سبد پر کرد از گلہائے خوشبو | نہادے نزد ہر خوانہائے یکسو

فروزاں شمع کافوری نہادے — کہ باآداب تاباں زد ستادے

منور ساختہ مجلس رُخ شمع — کہ تا چرخ بریں رفتے ازو لمع

دراں پس قاریاں راامر میداد — کہ قل خوانید مرداں بادل شاد

خوش الحاں حافظاں خوش قرأت — اداکردندے قرأت بافصاحت

دل سامع زخوش الحانی شاں — شدے از عشق حق در سینہ جوشاں

چو فارغ قاریاں گشتندے از قل — بقاسم گفتے آں مردِ توکل

کہ شیرینی و پان تقسیم سازد — ہمہ کس را ازیں نعمت نوازد

تبرک برہمہ تقسیم می شد — سرآں کار باتعظیم می شد

بطرز اہل چشت آں مردِ کامل — سماع صوفیہ را بود مائل

بمجلس مطربانِ نغمہ پرداز — سرودندے غزل باساز دلساز

زمرغوبش "نگیسا" رشک بردے — سرودش "باربد" را دل فشردے

بجوش آئیں ہمیزد تار مضراب — کہ از صوتش دل سنگیں شدے آب

اداکردے اصول ہر مقامے — کہ میداد از مقامِ فقر گاہے

صدائے ساز وچنگ وعود شالنگ — ہمہ تن ساختے از رنگ بیرنگ

خوش آواز رباب و بربط و نے — بسوئے حق کشیدے خاطرے

دراں حالیکہ اندر وجد ماندے — دو دست از روئے عالم برفشاندے

کشیدے نعرہ گراز سر جوش — دلِ سامع شدے از عشق مدہوش

کشیدے گرز دل ذکرِ ہو الحق — فنا گشتے یقیں در ذاتِ مطلق

گراز دل برکشیدے آہ یا ہو — نگنجیدے بہستی یکسر مو

زسرمستیش عرفاں دستگاہاں — زخود در فتندے الا اللہ گویاں

اس کے بعد دوازدہم ربیع الاول کو جس حسن وعنوان وشان واحترام سے موئے مُبارک کی زیارت ہوتی تھی اسکے حالات نظم فرمائے ہیں :-

دراں تاریخ در وقتِ ظہر باز — شدے آں مرد کامل انجمن ساز

بخانہ داشت ز آثارِ پیمبر — دو موئے رشک شب تارِ پیمبر
بگوشم آمد از پیرانِ باہوش — کہ ہر دو بود از موئے بناگوش
دگر یک موئے از زلف حسن داشت — کہ از وے رشک صحرائے ختن داشت
نہادے باادب آں مردِ حق بیں — بظرف شیشہ اندر درج سیمیں
کشیدے صد غلاف عنبریں بوئے — بر اں درجِ مکلّل تو بہ توئے
غلاف قیمتی از خز و دیبا — ہم از قسم حریر و لبسہ زیبا
نمازِ وقت خواندہ باجماعت — ز وردِ وقتیہ کردہ فراغت
بمحفل ایستادہ باصد آداب — درود از صدق دل خواناں باحباب
مغلف درج فرزندان درویش — بیاوردے نہادہ بر سرِ خویش
صلوٰۃ از شوق خواناں باخوش آواز — مگس راں بر سرش جنباں باعزاز
نہادندے بکرسیِ معطر — ستادے گرد گرد آں جمع یکسر
بآئین خوش آنجا مدح خواناں — بخواندے مدح پیغمبر بالحاں
بآہنگے کہ ہر کس را شدے جوش — دل از عشق نبی میگشت مدہوش
بیادِ ذات پاک شاہ لولاک — برآوردندے آہ از سینۂ چاک
کشادندے غلاف از درج پُر نور — دو مردِ باصفا از شوق مسرور
چو از شیشہ برآوردندے آں مو — کہ بود از مسک اذفر بسکہ خوشبو
بجام پُر گلابش غسل دادے — عیاں بر پرچہ خوشبو نہادے
بصد آداب ہر کس باطہارت — ز شوق و صدق دل کردے زیارت
گلاب آمیختہ در آب بسیار — تبرک بخش کردندے بحضار
کشیدے ہر کسے در چشم و خوردے — ثواب اخروی باخویش بردے

الحمد للہ کہ اسی عنوان وشان، آداب واحترام کے ساتھ ہر مہینہ کی یازدہم اور ماہ ربیع الاول کی دوازدہم کو زیارت ہوتی ہے، البتہ غسل کا سلسلہ حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد قدس سرہٗ کے عہد سے موقوف ہے، حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ نے اپنے عہد میں ایک مرتبہ غسل دیا، اسی دور کا غسالہ موجود ہے، بس یہ ہر یازدہم کو

بقدر تبرک لینے کے بعد اسی قدر عرق گلاب کا اضافہ کردیا جاتا ہے اور یہی تبرک ذاکرین میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔

موئے مبارک کے تذکرہ کے بعد مثنوی ترقی میں عرس ربیع الثانی اور وفات کا سن نظم کیا ہے:۔

بثانی ربیع آں جہان پاکاں	بتاریخ وفات شاہ جیلاں
بایں آئیں ہمیں آراست محفل	نمودے سربسر ایں کار خوشدل
چو زیں دار فنا رخت سفر بست	ہمہ تن جان او با حق بہ پیوست
جمادی الآخرہ تاریخ بستم	شد از ہستی خود در ذات حق گم
سن ترحیل آں ہادی خاصاں	ہزار و یکصد و نود و یکے داں

کاتب الحروف نے اکابر ثقات سے سنا ہے اور شیخ طالب علی مرحوم نے ملفوظات شیخ العالمین میں بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت تاج العارفین کے عہد میں آپکے صاحبزادہ شیخ العالمین قدس سرہٗ نے خانقاہ مجیبیہ سے دکھن کچھ اراضی خرید کر ایک خوشنما باغ آراستہ کیا تھا حضرت تاج العارفین کے وصال کے بعد آپ کو شیخ العالمین نے وہیں دفن کیا اس باغ کی تعریف میں مولانا ترقی نظم فرماتے ہیں:۔

جنوب خانقاہ اوست گلشن	دراں با احترامش ہست مدفن
چہ گلشن بر زمیں گلزار جنت	عیاں در روے ہمہ آثار جنت
خیاباں تختہ گاہ جلوۂ یار	گل و سنبل بہم چوں زلف و رخسار
ستادہ سرو چوں بالائے خوباں	بسان عاشقاں قمری خروشاں
بچشم خود کشیدہ سرمۂ ناز	ستادہ در چمن نرگس باعزاز
گل و سنبل بہم آں ساں نمودہ	کہ باشد مشک با شنجرف سودہ
رواں در سبزۂ سیراب آں آب	تو گوئی ہست با زنگار سیماب
بگرد آں مزار فیض آثار	بسان سبزہ پوشاں است اشجار
باطراف چمن با عزت و شاں	چنار آنجاست گویا فاتحہ خواں
بفرمان است نافرماں ستادہ	زباں در مدحتش سوسن کشادہ
وضو از آب شبنم کردہ نسریں	بخواند مصحف گل را بہ تمکیں
گل آنجا زر بکف بہر نثار است	ہمیشہ کار او زر نثار است

عصا در کف چو حاجب ہست شبو   کہ ناید نادرو نا اہل بد خو

مزار او مطاف کاملان است   پئے حاجت روائے انس و جان است

تاج العارفین کی عظمت معاصرین نگاہ میں

تاج العارفین قدس سرہٗ اہم اور مقبول شخصیت کے بزرگ تھے، آپکے تقدس ذاتی اور بزرگی کا اعتراف اس زمانہ کے قدرشناس و صاحب حصول و مقامات بزرگان نہایت قیمتی الفاظ میں کرتے تھے اور آپ کو بڑی قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

قطب الاقطاب مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ باوجودیکہ آپ سے عمر میں بڑے تھے، مگر نہایت وقیع الفاظ سے یاد فرمایا کرتے، تاج العارفین بھی آپکی ملاقات کو اکثر پٹنہ تشریف لیجاتے اور اپنے اعزّہ کو بغرض حصول برکت صحبت حضرت مخدوم سے ملنے کی تاکید فرماتے تھے، تاج العارفین کے صاحبزادے شیخ العالمین جب کبھی پٹنہ تشریف لیجاتے تو حضرت منعم پاک قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں ضرور حاضر ہوتے۔

ایک مرتبہ حضرت مخدوم کے کسی مرید نے مخدوم کے روبرو ان کے توکّل، وفقر و تجرید و تفرید کی تعریف کی، آپنے ارشاد فرمایا کہ تعریف کے مستحق شاہ مجیب اللہ پھلواروی ہیں جو اہل و عیال کی کثرت اور بے سروسامانی کے باوجود اپنے اہل و عیال کے کفیل ہیں، مسافرین، واردین و صادرین کی خدمت اپنے حوصلہ کے مطابق بلا جبر و اکراہ کرتے ہیں، اتنے تعلقات کے ساتھ بھی اُن کی جمعیت خاطر میں فرق نہیں آتا، تمام اسباب ظاہری سے اپنا دل منقطع کر رکھا ہے۔ مَیں تو مجرّد ہوں اہل و عیال کا تعلق نہیں، خانقاہداری کے جھگڑوں سے بھی پاک ہوں، خوبی اس کی ہے کہ بظاہری سب تعلقات ہوں مگر دل میں صرف ایک خدا کا تعلق ہو، اور یہ بات بدرجۂ کمال شاہ مجیب اللہ صاحب کو حاصل ہے۔

حضرت مخدوم کے اس ارشاد کو شیخ طالب علی مرحوم نے ملفوظات شیخ العالمین میں لکھا ہے، اور راقم سطور نے مستند اکابر طریقہ ابو العلائیہ کی زبانی بھی سُنا ہے ------- تاج العارفین کے یار غار قریبی قرابتمند ہمعصر و ہمدرس شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ آپکی بڑی وقعت کرتے تھے، اور مرتبۂ عرفان میں آپ کو حضرت مولانا رسولنا قدس سرہٗ کا ہم پلّہ سمجھتے تھے، اکثر فرماتے کہ اگر مولانا رسولنا قدس سرہٗ کا متوسل شاہ مجیب اللہ صاحب کی شان میں گستاخی کرے یا سُوئے ادبی سے پیش آئے تو مجھے اس کے حسن خاتمہ میں اندیشہ ہے عجب نہیں کہ دنیا سے بے ایمان اُٹھے۔

صاحب تذکرۃ الکرام لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کے ایک مرید مفتی غلام مخدوم ثروت اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر تھے، اپنے شیخ کا فقر و توکل دیکھکر ان کے دل میں یہ وسوسہ ہوا کہ درحقیقت حضرت رسولنما قدس سرہٗ کے خلفاؔ میں توکل کی سچی تصویر ہمارے پیر و مرشد شاہ محمد مخدوم ہی ہیں۔ شاہ مجیب اللہ صاحب کو ہوس دنیاداری نے گھیر لیا ہے، ظاہری وجاہت، نشوونما اور حصولِ زر کی غرض سے عرس و قل اور خانقاہداری کا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ (نعوذ باللہ من ہٰذہ الہفوات)

مفتی صاحب کا خطرہ اسی وقت حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کے دل پر منکشف ہوگیا حضرت محمد مخدوم قدس سرہٗ نے فرمایا۔ غلام مخدوم تمہارے دل میں شاہ مجیب اللہ صاحب کی طرف سے کیسی مخرب ایمان بدظنی پیدا ہوئی، تم ان کی شخصیت و رتبہ سے ناواقف ہو، مولانا رسولنما قدس سرہٗ ان کو شیخ الزماں، آفتاب طریقت لکھتے، ان کے کمالات باطنیہ کا اعتراف کرتے، ان کو اپنا ہمپلہ فرماتے تھے، میں اُمید نہیں کرسکتا کہ ان کے کمال کا منکر دنیا سے باایمان اُوٹھے، تم اپنے وسوسہ سے توبہ کرو، آئندہ سے ایسا وسوسہ شاہ مجیب اللہ صاحب کے متعلق اپنے دل میں نہ پیدا کرنا۔

سید غلام حسین غازی پوری صاحب تذکرۃ "انساب خاندان مولانا رسولنما" تاج العارفین قدس سرہٗ کے متعلق لکھتے ہیں:۔ —— "از جملہ خلفائے او شان فضیلت دستگاہ شاہ محمد مجیب اللہ پھلواروی جعفری زینبی در قصبہ پھلواری متصل بلدہ عظیم آباد از مشاہیر عہد بود"

مصنف "بحر ذخار" نے آپکے فضائل و کمالات مسطور الذیل وقیع و بلیغ الفاظ میں لکھے ہیں:۔

"شاہ مجیب اللہ ساکن پھلواری است، از پٹنہ چہار کروہ سمت مغرب، بیعت بسلسلۂ قادریہ داشت، میر جان علی فرزند سید عبدالواحد بلگرامی برگذارد کہ من بخدمت آنحضرت رسیدہ ام از غایت ریاضت **وجودش تودۂ نور بود و از نہایت صفائی قلب آئینۂ جہاں نما در بغل داشت**، اظہار محامد آنش زائد از امکان تحریر، و بیان کمالاتش بری از احاطۂ تقریر، نقلے از خرق عاداتش برائے دفع محرومی ایں اوراق بحکم آنکہ جائیکہ کس ست حرفے بس است نوشتہ می شود، وقت جاں سپری او حافظے را طلبیدہ بخواندن سورۂ یٰسین اجازت نمود، چوں حافظ بر بالینش رسید فرمود سورۂ "قیامہ" بخواں، اُو بخواندن آغاز کرد، آں حضرت را وجد رو داد، برخواستہ نشست، در عین تواجد جاں بجاناں سپرد، چوں برائے غسل کشیں آوردند، پائے مبارکش بر وضع نشست سخت گشتہ بودند، ناگزیر غسل دادہ بکفن کردند و نماز خواندہ بمرقد گذاشتند، یکے از فرزندانش گفت یا ہادی ایں مقام ریاضت نیست، بلکہ استراحت است، پائے مبارک شما کشیدہ اید دراز فرمائید، برفور ایں التماس ہر دو پائے خود را دراز کرد" —— یہ عبارت بحر ذخار کی ہے، تذکرۃ الکرام کی عبارت یہ ہے:۔

چوں بوفات یافت پائے مبارکش ایستادہ سخت شد، ہر کسے را از مریدان و فرزندانش حیرتے دست داد کہ پائے مبارک سخت شدہ است، امکان درازی و راستی ندارد، غسل و کفن چساں باید کرد، دریں میاں شاہ محمد کریم یکے از مریدان ایشاں گریہ کناں بآواز بلند گفتند، یاولی اللہ پا را دراز کن کہ غسل دہیم، فی الفور دراز کردند، و غسل بے تامل دادہ شد۔ (تذکرۃ الکرام)

مولوی محمد علی خاں ولد ہدایت اللہ خاں بن شمس الدولہ لطف اللہ خاں صادق تہور جنگ مغلپورہ منحلات عظیم آباد پٹنہ نے "تالیف محمدی" کے نام سے ایک تذکرہ تصنیف کیا ہے، اس تذکرہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے لیکر اپنے زمانہ تک کے علماء و مشائخ کا مختصر حال لکھا ہے، پھلواری کے بھی تین بزرگان تاج العارفین اور ان کے چھوٹے صاحبزادہ شیخ العالمین اور تاج العارفین کے پوتے حضرت تاباں قدس سرہم کا مختصر حال لکھا ہے۔

ممدوح نے تاج العارفین قدس سرہٗ کے پدری اور مادری نسب، بیعت وارشاد کا بھی صحیح پتہ دیا ہے، شیخ العالمین قدس سرہٗ کے ذکر میں اپنی حاضری و شرف ملازمت اور ارادت قلبی بھی ظاہر کی ہے۔

"راقم بجناب ایں بزرگاں ارادت دلی دارد و در مجلس عرس اکثر حاضر گردید فیضہا برداشتہ"

کتاب کی مکمل عبارت درج ذیل ہے:۔

حضرت شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ۔ وطن و مسکن آنجناب قصبۂ پھلواری از توابع صوبۂ بہار بودہ، نام والد ماجد آنجناب سید ظہور اللہ رحمۃ اللہ علیہ و آں بزرگوار از فرزندان محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر طیار ابن ابی طالب است، و مادر علی بن عبداللہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بودہ۔ والدہ ماجدہ حضرت شاہ محمد مجیب اللہ خدیجہ بنت سید برہان الدین الحسینی است، و بیعت در سلسلہ قادریہ بجناب شاہ عماد الدین متوطن قصبہ مذبورہ نمودہ و باجازت پیر خود تربیت بحسب ظاہر و باطن از خدمت مولوی محمد وارث کہ وطن شاں در محمد آباد بنارس است برداشتہ، غرضیکہ آنحضرت را از مشائخ عظام صوبہ بہار می شمارند، و آنجناب از خوان نعمت سلسلہ عالیہ صوفیہ حلاوتہا برداشتہ و بسیارے از صغیر و کبیر معتقد و مرید آنجناب اند، در عمر نود و سہ سالگی بتاریخ بستم، شہر جمادی الاخریٰ در ۱۱۹۱ھ بہ بہشت بریں شتافت۔ و در وطن خود مدفون گشت ــــــ سہ فرزند ارجمند گزاشت اولیں مسمی بشاہ عبدالحق و دوم بشاہ عبدالحی و سوم بشاہ نعمت اللہ و ایشاں سررشتہ بیعت بجناب والد ماجد خود دارند و بکمالات صوری و معنوی آراستہ و پیراستہ، غرضیکہ بعد رحلت آنحضرت شاہ نعمت اللہ دام افضالہ بر سجادۂ خلافت نشست و برمسند عالیقدر بارشاد خلائق مشغول است و از مشائخ ذیشان و صاحب حال مقام علیہ، راقم بجناب ایں بزرگاں ارادت دلی دارد و در مجالس عرس اکثر حاضر گردید، فیضہا برداشتہ شاہ نور الحق دام فضالہ، خلف الصدق شاہ عبدالحق است، مرید جد بزرگوار خود شاہ مجیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

در عنفوان شباب تحصیل علوم نموده از کمالات صوری و معنوی بہرۂ وافی و نصیبۂ کافی برداشتہ در فکر شعر ہم بخوبی میفرماید، راقم در خدمت آں بزرگوار نیاز دیریں دارد، فی الحقیقت ذات مجمع الحسنات ایشاں فخر روزگار است۔"

توکل وقناعت:- تاج العارفینؒ نے اپنی تمام زندگی متوکلانہ بسر کی، کبھی حصول معاش کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ صاحب تذکرۃ الکرام شیخ العالمین کی روایت سے لکھتے ہیں کہ نواب قاسم علی خاں صوبہ دار نے اپنے عروج و ترقی کے زمانہ میں بعض ارکانِ دولت کی تحریک اور اپنی عقیدتمندی کی بناپر یومیہ رقم خرچ خانقاہ کے لئے مقرر کی اور ایک پروانہ ۱۱۶۹ھ مطابق ۱۷۵۵ء میں بایں عبارت لکھ بھیجا۔

"برائے خدمت وارد و صادر کفاف ضرور است، پروانہ یومیہ مع مبلغ سی صد روپیہ متضمن برآنکہ مبلغ پنج روپیہ یومیہ جہت خرچ خانقاہ آں ولی متوکل مقرر کردہ شد۔"

تاج العارفینؒ نے اس پروانہ کے پشت پر یہ عبارت لکھکر پروانہ واپس کردیا۔

"بر درکریمیکہ نشستہ ایم الی الآن مقرر و معین ما را بند نکردہ و کاسۂ رزق ما را نہ شکستہ کہ بر در دیگر رویم۔"

والسلام فقیر محمد مجیب اللہ ۱۱۷۰ھ

اس جواب کے بعد میر قاسم علی خاں خود آئے، تاج العارفین سے ملاقات کی اور آپ کی بزرگی و تقدس کا اعتراف کرکے واپس گئے۔

شاہ عالم بادشاہ غازی پٹنہ آئے، حضرت کی تعریف سنکر بغرض حصول دعا، فتح و ظفر ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء میں خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے، دل میں یہ سوچ رکھا تھا کہ اگر تاج العارفین مجھے شمشیر عطا فرمائینگے تو مجھے فتح ضرور نصیب ہوگی، مگر عجیب اتفاق کہ خلاف موسم اس وقت کسی شخص نے گلاب کے پھولوں کا ایک دونہ لاکر حضرت کو نذر دیا تھا حضرت نے گلاب کے پھولوں کا وہی دونہ بادشاہ کی طرف پیش کردیا، بادشاہ نے اس سے تفاؤل کیا، مجھے فتح نصیب نہ ہوگی بلکہ اولاد کی کثرت ہوگی، چنانچہ ایسا ہی وقوع پذیر ہوا، بادشاہ نے خرچ خانقاہ کے لئے کچھ جاگیر دینی چاہی مگر حضرت نے انکار فرمایا۔

تاج العارفین کے منجھلے صاحبزادہ شاہ عبدالحی قدس سرہ سے بھی شاہ عالم ملے تھے، ان کی صحبت و ہمنشینی سے بادشاہ کو ان سے غیر معمولی اُنس پیدا ہوگیا، عند التذکرہ کہنے لگے اس خانقاہ میں واردین و صادرین کی کثرت ہے اور خرچ روزینہ کے لئے بجز توکل کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے، مَیں چاہتا تھا کہ کچھ جاگیر خرچ خانقاہ کے لئے دیدوں، مگر حضرت قبول نہیں فرماتے ہیں، آپ بھی کثیر الاولاد ہیں بہتر ہے کہ

آپ قبول فرمالیں، حضرت شاہ عبدالحیؒ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت کا منشا نہیں پاتا ہوں، اس لئے جرأت نہیں ہوتی، مگر بادشاہ اصرار کرتے رہے، پھر رخصت ہو کر پٹنہ تشریف لیگئے۔

پھر کچھ مدت کے بعد شاہ عبدالحیؒ قدس سرہٗ نے تاج العارفین سے استمزاج لیکر بتاریخ پنجم شوال سنہ ۱۱۷۵ھ مطابق سنہ ۱۷۶۱ء میں مدد معاش کا ایک پروانہ اپنے صاحبزادہ حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ کے نام سے لکھوادیا۔

جب بادشاہ پھلواری سے رخصت ہو کر الہ آباد اور دہلی کے ارادہ سے پٹنہ روانہ ہونے لگے تو شاہ عبدالحیؒ قدس سرہٗ سے دہلی تشریف لانے کا وعدہ لیتے گئے تھے، شاہ عبدالحیؒ قدس سرہٗ کو اپنے وعدہ کا بہت پاس تھا، چاہتے تھے کہ دہلی جاکر بادشاہ سے اپنا وعدہ وفا کریں، لیکن اس پرآشوب دور میں اس کا موقع نہ مل سکا بالآخر کئی سال کی مدت کے بعد سنہ ۱۱۹۱ھ مطابق سنہ ۱۷۷۷ء میں جبکہ تاج العارفین کا وصال بھی ہوچکا تھا، آپ نے بماہ شوال ۱۳ر نومبر سنہ ۱۷۷۷ء میں بذریعہ پروانہ راہداری دہلی کا قصد کیا اور دوسری دسمبر سنہ ۱۷۷۷ء کو دہلی روانہ ہوگئے۔

پروانہ راہداری کی عبارت یہ ہے:۔

عملہ وفعلہ متعلقہ راہگزار از بلدہ عظیم آباد تا کرم ناسہ بدانند کہ شاہ عبدالحی مع لوازمات خورد ونوش ومردمان ہمراہی خود بموجب تفصیل ذیل از بلدۂ مذبور بشاہجہاں آباد میرود باید کہ احدے بعلت اخذ ابواب راہداری وغیرہ مانع ومزاحم نشدہ واگزارند کہ بخاطر جمع بمنزل مقصود برسد و دریں باب تاکید اکید دانند، کما فصلت۔

رتھ سواری ــــ یکمنزل ــــ چھکڑہ باربرداری ــــ یکمنزل ــــ اسپ سواری وغیرہ ۱۴ رأس ــ مردماں ہمراہی ۱۵ نفر

بتاریخ سی ویکم ماہ نومبر سنہ ۱۷۷۷ء انگریزی شہر شوال۔

شاہ عالم بادشاہ غازی
مدار المہام وسالار کمپنی انگریزی
ودیوان صوبہ بنگال
ضلع عظیم آباد
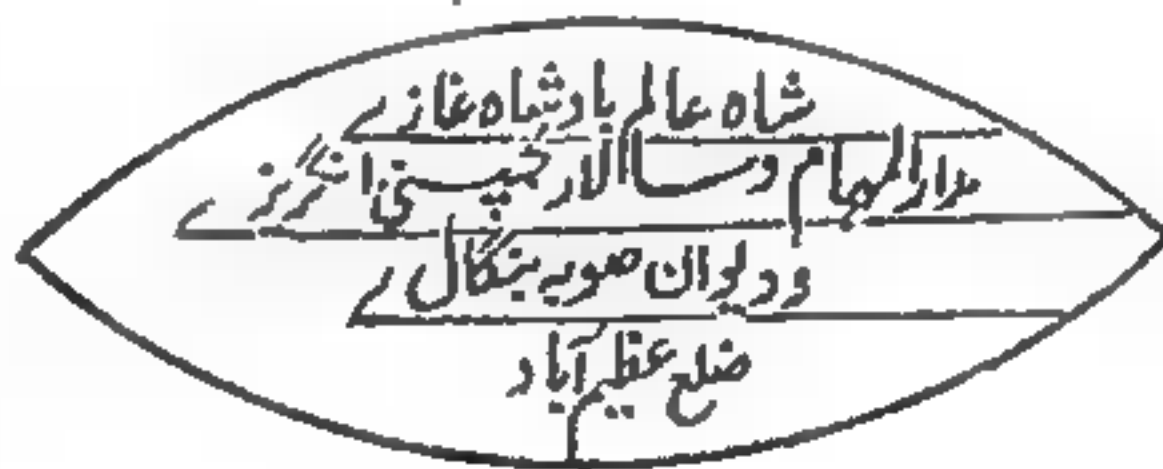
تنبیہہ:۔ تاج العارفین کا زمانہ چونکہ سیاسی اعتبار سے بہت پرُفتن تھا، ایک طرف شاہ عالم اپنی حکومت کے استحکام کے لئے کوشاں تھے، دوسری طرف بہار و بنگال میں کمپنی کی حکومت قائم ہورہی تھی، مرہٹے قتل وغارت گری میں مصروف تھے، اس لئے فوجی نقل وحرکت بہت بڑھی ہوئی تھی اور چونکہ شیر شاہی سڑک پر سہسرام پہونچنے کے لئے راہ پھلواری ہی کی طرف سے تھی، اس لئے اکثر اس قصبہ کے اطراف میں فوجی پڑاؤ ہوتا، اور حکام بالادست جن کو علماء وصوفیہ سے

ملنے کا شوق ہوتا اکثر اس خانقاہ میں تاج العارفین اور قصبہ کے دوسرے علمأ و مشائخ سے ملنے آیا کرتے تھے چنانچہ ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۴ یا ۱۷۶۳ء میں نواب شجاع الدولہ و عالیجاہ بھی اپنی فوج کے ساتھ پٹنہ جاتے ہوئے پھلواری میں مقیم ہوئے ہیں جن کا تذکرہ سیر المتاخرین نے بھی کیا ہے، مگر شجاع الدولہ بھی شہر کے علمأ و مشائخ سے ملے یا نہیں، اس کے متعلق نہ صاحب سیر المتاخرین کچھ لکھتے ہیں اور نہ کہیں اور یہ چیز دیکھنے میں آئی، ہاں پھلواری میں شجاع الدولہ کے ایک کنواں کھدوانے کا حال سیر المتاخرین نے لکھا ہے، لیکن تعجب ہے کہ شجاع الدولہ کے کنواں کھدوانے کا تذکرہ نہ کسی یادداشت میں ملا اور نہ کسی اکابر پھلواری سے سننے میں آیا، اور نہ یہاں اس نام کا کوئی کنواں ہے، البتہ میر جعفر کا بنوایا ہوا ایک کنواں یہاں موجود ہے جو جعفر خاں کا کنواں کہا جاتا تھا، مگر اس دور میں اس کے جاننے والے بھی کم ہیں۔

سیر المتاخرین مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۳ پر یہ عبارت لکھی ہے۔

"شجاع الدولہ از سیا آباد بنا بر مراعات افراط آب برائے لشکر کنارہ دریائے سوہن گرفتہ و راہ راست عظیم آباد را گزاشتہ بطرف قصبۂ منیر میل نمودہ، در منیر بندہ ہم بالشکر ملحق گشتہ بصحبت احباب کامیاب گردیدہ آخر بضرورت از آنجا کوچ کردہ باز بطرف پھلواری چہار کروہ از عظیم آباد منزل گردید، گرچہ دریں منزل چاہہا بسیار بود، اما باز ہم قلتے در آب رو داد، چاہہا دیگر حفر گردیدہ ظاہرا یکروز در آنجا ماندہ صبح بروز دیگر بارادۂ جنگ وزیر مع عالیجاہ و کل سپاہ سوار گردید۔"

خانقاہ حضرت پیر مجیب قدس سرہٗ

مسجد جنیدیہ سے بجانب مغرب چند قدم کے فاصلہ پر حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کی خانقاہ ہے، بلکہ اس خانقاہ کا مشرقی دروازہ مسجد جنیدیہ سے متصل ہی ہے، صرف ایک گلی دیوار مسجد اور دیوار خانقاہ کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے۔

اس خانقاہ کی عمارت نہایت وسیع ہر چہار جانب پختہ دو منزلہ مکانات سے آراستہ ہے، پچھم اور اُتر جانب مسجد مجیبیہ اور سماع خانہ ہے مسجد اور سماع خانہ سے اُتر ایک پتلی گلی ہے جو پچھم جاکر اُتر گھوم گئی ہے یہاں زنانہ خانہ کا پھاٹک ہے۔

گنبد موئے مبارک:- اسی پھاٹک سے متصل موئے مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم کا جلوہ گاہ گنبد ہے۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد پاک میں یہ موئے مبارک حجرۂ اربعین کے کوٹھے پر رکھے جاتے تھے،

حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے حجرۂ اربعین سے پورب بالاخانہ تعمیر کرا کے وہاں منتقل کر دیا، اس بالاخانہ پر حضرت فرد قدس سرہٗ کے زمانہ میں حضرت مولانا شاہ محمد علی سجاد قدس سرہٗ نے مزید حفاظت کے خیال سے تانبے کے پتروں کو لکڑی کے چوکھٹے میں جڑوا کر ۱۲۶۳ھ میں ایک چھوٹا حجرہ بنوا دیا تھا، مولانا ابوتراب قدس سرہٗ نے اس کی نہایت پاکیزہ تاریخ لکھی ہے ؎ زہے آراستند ایں حجرۂ قدس ؛ تجلیگاہ آثار محمد

چونکہ حجرۂ اربعین کی عمارت خام تھی اور بالاخانہ کھپرہ پوش تھا، علاوہ ازیں کہنگی و شکستگی کی وجہ سے ہمیشہ مرمت کی ضرورت پیش آتی، اس لئے حضرت فرد قدس سرہٗ نے ایک نئے گنبد کی بنا ڈالی جو ۱۲۶۸ھ میں بسال وصال حضرت شاہ نور العین قدس سرہٗ تکمیل کو پہونچا، مولانا ابوتراب آشنا قدس سرہٗ نے اس کی بھی خوب تاریخ کہی ہے۔ ؎ مژدہ اے زائران موئے رسول ؛ بہر تشریف موئے آں سرور

شد بہ باقیہ کہ تاریخش ؛ آشنا گفت روضۂ انور

پھر تانبے کا وہ حجرہ بھی اسی گنبد کے وسط میں لا کر جڑ دیا گیا، اس حجرہ میں ایک صندل کی الماری میں موئے مبارک رکھے جاتے ہیں، اس کی تعمیر میں بہ تن سعی مولانا محمد علی سجاد قدس سرہٗ کی تھی۔

مگر ۲۸ رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کے عظیم ترین زلزلہ سے یہ یادگار قدیم گنبد پاش پاش ہو گیا، تو حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۵۳ھ میں از سر نو بنیاد سے تعمیر کرا دیا اور گنبد پر سبز شیشوں سے مینا کاری کی گئی۔

اس تعمیر ثانی کی تاریخ بھی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے نظم فرمائی ہے جو دو عدد سنگ مرمر پر کندہ کر کے گنبد کے جنوبی دیوار پر چسپاں کر دی گئی ہے، یہ دونوں تاریخی قطعے ہیں اور دونوں ہی بہت خوب ہیں۔

گنبدے بود در بلندی شان ؛ داشت بر سر ز مہر چرخ کلاہ

جائے تشریف موئے ختم رسل ؛ حرم گیسوئے رسول اللہ

سال او بود روضۂ انور ؛ دلنشیں دلپسند وہم دلخواہ

شد چو ناگاہ زلزلہ بزمیں ؛ زلزلہ بود یا کہ قہر اللہ

بست و ہشتم ز ماہ رمضان بود ؛ از ہزار و سہ صد دو و پنجاہ

پارہ پارہ شد از چہار طرف ؛ بخزاں شد بدل بہار شو آہ

محی کو تکیہ بر خدا دارد ؛ در ہمہ کار ہا کفاہ اللہ

کرد عزم بنا چو از سر بُن | آمدہ عون حق دلیل راہ
رہنما شد عنایت نبوی | دستگیری شد از مجیب اللہ
کار تا حسن اختتام رسید | شد چہ خوش منظرش تعالی اللہ
سال او خواستم ز عالم غیب | از دلم آمد این صدا ناگاہ
شدہ القا مرا ز باب حبیب | روضۂ انور حبیب الٰہ

۱۳   ۲۶
۲۷
۱۳   ھ   ۵۳

قطعۂ ثانی

فرازاں ساخت حجی لقبۂ نور | کہ روشن شد ز انوار محمدؐ
چہ تاب مو بمو صفتش کہ در وصف است | دو تار زلف خمدار محمدؐ
یکے موئے حسن ابن علیؓ نیز | کہ ذاتش بود ز ندکار محمدؐ
سن تعمیر می جستم کہ ناگاہ | سروش آمد ز دربار محمدؐ
بگفتا آنچہ جوئی بشنو از من | تجلیگاہ آثار محمدؐ

۹۰   ۱۲   ۶۳
۹۰
۱۳   ۵۳

کاتب الحروف محمد شعیب نے بھی اپنی سعادتِ اخروی سمجھ کر سن عیسوی میں تاریخ کہی ہے ؎

در سن عیسوی نیّر بگو | روضۂ پاک رسول خدا
۱۹   ۶   ۳۵

اور چونکہ گنبد کی مینا کاری سبز شیشوں سے کی گئی ہے جو روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ رنگ سے مشابہ ہے، اسلئے عیسوی سن کا یہ دوسرا مادہ بھی بہت مناسب وحسبِ حال ہے۔

گنبد مطہرہ خضرا
۱۹   ۶   ۳۵

خلوت مجیبی | مسجد و سماع خانہ سے شمال مشرقی گوشہ پر خلوت مجیبی ہے جو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد پاک سے آج تک حضرات صاحب سجادہ کی قیام گاہ و ریاضت گاہ ہے۔

سابق میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کا آبائی مکان وسط آبادی میں واقع تھا، مگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے آپکے والد ماجد علیہ الرحمہ کو دوسرا مکان تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئی، آپ نے اپنا آبائی مکان اپنے بنی اعمام کے ہاتھ فروخت کر کے اب جس جگہ خلوت وسماع خانہ اور مسجد ہے، اراضی خرید کر مکان تعمیر کرایا، آپ کے وصال کے بعد یہ اراضی

آپ کے دو صاحبزادوں تاج العارفین شاہ مجیب اللہ و حضرت شاہ جار اللہ قدس سرہما پر تقسیم ہوئی، خلوت والی اراضی حضرت تاج العارفین کو ملی اور اب جہاں مسجد ہے یہ شاہ جار اللہ قدس سرہٗ کو ملی تھی، حضرت شاہ جار اللہ قدس سرہٗ نے اپنی اس زمین میں مسجد تعمیر کرادی جو ابتک موجود ہے، خلوت کا یہ مکان سابق میں سفال پوش تھا، تاج العارفین کو پختہ مکان اپنے لئے بنوانا پسند نہ تھا اس لئے آپ نے زندگی میں پختہ مکان تعمیر نہ کیا، حضرت شیخ العالمین چاہتے تھے مکانات پختہ بنائے جائیں تاکہ ہر سال کی مرمت کے بکھیڑوں سے ایک عرصہ تک فراغت مل جائے، اس کی استدعا تاج العارفین سے کی، آپ نے فرمایا کہ اس کی ضرورت ہے تو میرے بعد پختہ تعمیر کرا لینا، میری زندگی کو سفال پوش مکان میں بسر ہونے دو، حضرت تاج العارفین کی وفات کے بعد یہ خلوت کہنہ اور لائق مرمت ہو چکی تھی شیخ العالمینؒ اس کو از سرِ نو پختہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا اور قطعات کو اپنی سابق حیثیت پر باقی رکھکر پختہ تعمیر کرایا اور اس کا لحاظ رکھا کہ خلوت کا جو جزو حضرت تاج العارفین کے عہد پاک کا ابتک مستحکم ہے وہ باقی رکھکر اور اسی دیوار و بنیاد پر پختہ تعمیر کیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ملحوظ رکھا گیا، تاج العارفین کے عہد پاک کی ایک دیوار، دکھن جانب کے سائبان میں پچھم و اُتر سمت جس جگہ اسباب کی الماری پچھم جانب رکھی ہے، ابتک موجود ہے، سابق میں صرف سائبان ہی تھا، اس کے دکھن جو حجرہ ہے وہ اس سے خارج تھا، جس کا دروازہ صحن خانقاہ کی طرف سابق سے ہے یہ حجرہ حضرت شاہ محمدی قدس سرہٗ مؤذن مسجد کے رہنے کی جگہ تھی، حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد میں داخل خلوت کر لیا گیا حضرت شیخ العالمین کے انتقال کے بہت عرصہ بعد حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد پاک میں سابق کی چھت بے مرمت ہو گئی تھی، حضرت نصر قدس سرہٗ نے چھت کو از سرِ نو تعمیر کرایا اور سابقہ خصوصیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی کڑیاں اور تختوں پر نشان دیکر چھت سے علیحدہ کیا تاکہ بچھانے کے وقت ہر کڑی اپنی سابق جگہ پر بچھائی جاسکے اور اگلی ترتیب میں فرق نہ آئے، اُتر والے سائبان میں جہاں پر سجادہ ہے اور صاحب سجادہ کی نشست رہتی ہے اس کے پچھم ایک حجرہ ہے جو اسباب خانہ تھا، مگر تاج العارفین کی وفات کے بعد اسی حجرہ میں آپ کو غسل دیا گیا، اس وقت سے اب تبرکات و غسل صاحب سجادگان کے لئے مخصوص ہے، صاحب سجادگان اسی حجرہ میں بعد وفات غسل دئے جاتے ہیں، اور تاج العارفین قدس سرہٗ کا تختۂ غسل اب تک موجود ہے، جس سے یہی مصرف لیا جاتا ہے۔

کتب خانۂ مجیبیہ } اسی خلوت کے بالاخانہ پر بجانب جنوب قدیم کتب خانہ ہے، جس میں حضرت تاج العارفین کے عہد پاک سے حضرت نصر قدس سرہٗ عہد تک کی کتابیں محفوظ ہیں اور بجانب شمال جدید کتب خانہ ہے، اس میں کئی ہزار کتابیں ہونگی، یہ سب ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کی خرید کردہ ہیں

یا بطور نذر و ہدیہ آئی ہوئی ہیں۔ اس بالاخانہ کی چھت حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے ۱۳۲۱ھ میں از سر نو برادرم فرید الحق عیسیٰ پوری کے زیر نگرانی تعمیر کروائی تھی، وصال کے چند سال پیشتر تمام الماریاں قرینہ سے رکھوا کر کتابیں مولوی شاہ قمر الدین اور مولوی شاہ نظام الدین سلمہما کے ذریعہ فن وار تقسیم کرا کے الماریوں میں درست کرادی تھیں، مگر اب اس میں مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خرید کردہ اور نور چشم مولوی حافظ شہاب الدین سلمہٗ کی حاصل کردہ کتابیں بھی شامل ہو گئی ہیں۔ کتبخانہ مجیبیہ کا انتظام مولوی شاہ حافظ شہاب الدین سلمہ کے سپرد ہے، انہوں نے اپنی سعی و محنت سے اس کو بہت فروغ دیا ہے۔

حجرۂ اربعین } گنبد آثار شریف سے پچھم جانب زنانخانہ کے دروازے سے متصل ایک حجرہ ہے، جو حجرۂ اربعین کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ ہر سال اسی حجرہ میں چلہ کش ہوتے تھے، ایک مٹھی "چنا" افطار کے لئے ساتھ لیجاتے، چند دانوں سے افطار کرتے پھر بھی جب چلہ تمام کر کے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو کچھ دانے بچ رہتے تھے، جس کو مریدین "تبرکاً" آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔

اس حجرہ میں تاج العارفین قدس سرہٗ برائی العین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے مشرف ہوئے، مصافحہ کیا اور دست مبارک کی گرمی محسوس کی، یہ جگہ حجرہ کے مغربی جانب اُتر گوشہ میں دیوار سے ملحق ہے، تعیین جگہ کی غرض سے ایک پتھر بطور مصلّےٰ نصب کر دیا گیا ہے، حضرت پیر و مرشد اپنے والد مولانا شرف الدین و پیر و مرشد مولانا شاہ محمد علی حبیب قدس سرہٗ سے اور وہ اپنے عم محترم و مرشد مولانا ابو تراب قدس سرہٗ سے اور وہ اپنے والد حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت تاج العارفین تین بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برائی العین چشم عنصری سے مشرف ہوئے اور مصافحہ کیا، دست مبارک کی گرمی محسوس کی، اس پر بوسہ دیا، یہ مصافحہ نبویہ مجیبیہ ہے مصافحہ نبویہ اویسیہ مجیبیہ کی سند حضرت تاج العارفین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر مصافحہ کیا اور بوسہ دیا، ان کے دست حق پرست پر مصافحہ کیا اور بوسہ دیا حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قادری نے ان کے ہاتھ پر مصافحہ کیا اور بوسہ دیا حضرت مولانا شاہ محمد ابو الحسن فرد اور ان کے بھائی مولانا ابو تراب اور ان کے دیگر جملہ اخوان نے حضرت مولانا ابو الحسن فرد و مولانا ابو تراب کے دست حق پرست پر مصافحہ کیا مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر و مولانا شاہ محمد شرف الدین قدس سرہما نے اور ان دونوں بزرگوں کے دست حق پرست پر مصافحہ کیا حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ نے، اور ان کے دست حق پرست پر مصافحہ کیا اور بوسہ دیا نمونۂ سلف فخر الخلف مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہ اور ان کے اخوان مولانا شاہ محمد قمر الدین و مولانا شاہ محمد نظام الدین و حافظ شاہ محمد شہاب الدین

ونننگ خاندان محمد شعیب و فخر الاخوان حکیم محمد ظہیر احسن ہلسوی رحمۃ اللہ علیہ نے، یہ سنارہ مصافحہ نبویہ اویسیہ مجیبیہ کی ہے؛

مسجد مجیبیہ

حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جب تاج العارفین قدس سرہٗ خانہ نشیں ہوئے تو ہر پنجگانہ نماز باجماعت باوجود بعد مسافت مسجد سنگی میں جاکر ادا کرتے تھے، مگر یہ پابندی ہر موسم خصوصاً برسات میں جب مسلسل بارش ہوتی تھی باقی نہیں رہتی تھی، اس لئے اکثر جماعت فوت ہو جاتی تھی، کچھ دنوں کے بعد انہی معذوریوں کے پیش نظر باجماعت نماز کے خیال سے آپ نے اپنی قریب تر مسجد مسجد جنیدیہ کو اختیار فرمایا، پنجگانہ نماز باجماعت مسجد جنیدیہ میں اور جمعہ و عیدین مسجد سنگی میں ادا فرمانے لگے۔

ایک سال موسم برسات میں مسلسل بارش کی وجہ سے نماز عیدین کے لئے بھی سنگی مسجد نہ جاسکے تو اس زمانہ سے جمعہ و اعیاد بھی مسجد جنیدیہ میں ادا کرنی شروع کی، مگر چونکہ ریاضات و مجاہدات کے بھی پابند تھے، چلہ ہفت روزہ دار لعینات بھی سال میں چند بار کرتے تھے اور چلہ کشی و ہفت روزہ میں چلہ گاہ سے باہر نہ جانا چاہئے، اس لئے بمشکل پابندی جماعت کے خیال سے نقاب پوش ہو کر مسجد تشریف لیجاتے تھے، اور جماعت کے بعد فوراً حجرۂ اربعین میں واپس چلے جاتے تھے، لیکن مسجد کا پیچیدہ اور گلی در گلی راستہ، مکانات کی نالیوں اور موریوں کی وجہ سے عموماً گندہ رہتا تھا، اور جس ہیئت سے نقاب پوش ہو کر باہر تشریف لاتے تھے، اس سے ہمیشہ احتمال رہتا تھا کہ نعلین اور کپڑے نجس پانی اور ناپاک کیچڑوں سے آلودہ نہ ہو جائیں، خانقاہ کی وسعت جیسی اب ہے تاج العارفین کے عہد میں نہ تھی، بلکہ آپ کی خلوت خاص سے مسجد جنیدیہ تک چھوٹے چھوٹے بہت سے آباد مکانات تھے، جن کی گلیوں سے ہو کر مسجد جنیدیہ تک جانا ہوتا تھا۔

زمانہ اربعین کی انہی دشواریوں کی وجہ سے تاج العارفین کے چھوٹے بھائی شاہ محمد جار اللہ قدس سرہٗ نے اپنی مملوکہ خاص اراضی کو جو حجرۂ اربعین و خلوت کے وسط میں تھی وقف کر کے ۳۰ا۱ھ میں ایک سفال پوش مسجد تعمیر کرادی، جس سے ہر زمانہ میں جماعت پنجگانہ ادا کرنے کی سہولت ہو گئی، مگر جمعہ اور عیدین مسجد جنیدیہ میں ادا کرتے رہے، پھر ۱۱ ھ سے ضعف قویٰ کی وجہ سے جمعہ اور عیدین بھی اسی مسجد میں قائم کی گئی، اس مسجد کی امامت حضرت ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ کے ذمہ تھی۔

اکثر حضرات نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ ایک مسجد کی موجودگی میں اس سے اس قدر قریب دوسری مسجد کس مصلحت سے

تعمیر کی گئی، جبکہ ایک ہی مسجد سے جماعت کی ضرورتیں پوری ہو سکتی تھیں ؟

سائل نے یہ سوال شاید سمجھکر کیا ہے کہ کسی قریہ یا قصبہ میں جہاں کثیر آبادی ہو اور وہاں لوگ مختلف محلوں اور قبیلوں میں منقسم ہو کر بھی آباد ہوں جب بھی وہاں کے لوگوں کو ایک ہی مسجد پر وحدت جماعت باقی رکھنے کی غرض سے اکتفا کر لینا چاہیے، اور متعدد مسجدوں کی تعمیر محلہ والوں کی حاجت اور سہولت کی بناء پر کرنی نہ چاہئے کیونکہ اس میں جماعت کی تفریق اور ٹولہ بندی پیدا ہو جاتی ہے، اور تفریق جماعت و ٹولہ بندی اسلام میں ممتنع ہے، جیسا کہ انہوں نے اثنائے گفتگو میں یہ بھی کہا کہ پھلواری جیسے چھوٹے قصبہ میں تو صرف ایک مسجد سنگی ہی کافی تھی، پھر متعدد مسجدوں کے تعمیر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی، تمام اہل قصبہ کے لئے یہی ایک مسجد کافی ہے۔

میرے خیال میں متعدد مسجدوں کی تعمیر اور ہر مسجد میں علیحدہ علیحدہ جماعت قائم ہو جانے سے تفریق جماعت اور ٹولہ بندی سمجھ لینا سائل کا ذاتی اجتہاد ہے، اور کسی قصبہ یا قریہ میں ایک مسجد پر قناعت کر لینے کی رائے دینی انتہائی تنگ نظری اور احکام فقہیہ و اقوال محدثین سے حد درجہ لاعلمی کی دلیل ہے، اسی طرح قصبہ پھلواری کی کثیر آبادی کے لئے مسجد سنگی کو کافی سمجھ لینا پھلواری کے اسلامی مردم شماری سے حد درجہ ناواقفیت پر مبنی ہے، پھلواری کی موجودہ اسلامی مردم شماری آبادی کی کمی اور قصبہ کی نمایاں ویرانگی کے باوجود اتنی زیادہ ہے کہ مسجد سنگی کیا اگر اس جیسی اور بھی چند مسجدیں ہوں تو یہاں کے مسلمان اس میں نہیں سما سکتے ہیں، اور ہر ایک کو اس ایک مسجد سے جماعت کی سہولت حاصل بھی نہیں ہو سکتی ہے، اسلئے یہ اعتراض بالکل غلط اور بے اصول ہے، شاید معترض کو معلوم نہیں کہ خود عہد رسالت میں مدینہ طیبہ میں کتنی مسجدیں مسجد نبوی کے علاوہ موجود تھیں، جن میں علیحدہ علیحدہ مختلف ائمہ کی اقتدا میں جماعت سے نمازیں ہوتی تھیں، اگر اس طرح کرنے سے ٹولہ بندی و تفریق جماعت ہوتی تھی، تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روا کیوں رکھا، منع کیوں نہیں کیا ؟

خلفائے راشدین نے اپنے عہد خلافت میں تعمیر مسجد کے اجر و ثواب کے خیال سے مسجدیں تعمیر کرائیں جو اب تک مدینہ طیبہ میں مسجد ابوبکر، مسجد عمر، مسجد عثمان، مسجد علی، کے نام سے موجود ہیں، اور ان خلفاء راشدین کی یادگار ہیں، ہر مسجد دوسری مسجد سے قریب بنی ہوئی ہے، بلکہ بعض مسجد تو اس قدر ایک دوسرے سے قریب ہے کہ درمیانی فاصلہ بہت مختصر گلیارہ رہگیا ہے، اور اس قدر تنگ کہ اس سے ایک آدمی سے زیادہ گزر نہیں سکتا ہے، وہیں پر ایک مسجد حضرت سلمان فارسیؓ کی بھی تعمیر کردہ ہے۔

ان مہتم بالشان شخصیتوں نے خاص مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے باوجود جو افضل المساجد ہے اس قدر

مسجدیں کیوں تعمیر کروائیں، اور ہر مسجد میں جماعت قائم کرنیکا حکم کیوں دیا؟ اور ہر مسجد کی امامت کے لئے مختلف ائمہ کیوں مقرر کئے گئے، ان بزرگوں کو جو اساطین اسلام اور مؤیدین دین تھے تفریق جماعت اور ٹولی بندی کا اندیشہ کیوں پیدا نہ ہوا؟ درانحالیکہ ٹولی بندی ممنوع ہے۔

اسی سے سمجھ لینا چاہئے کہ متعدد مسجد بنوانے اور ہر مسجد میں علیحدہ علیحدہ جماعت قائم کرنے سے ٹولی بندی یا تفریق جماعت نہیں ہوتی، تفریق جماعت کا مفہوم ہی دوسرا ہے، جس کو میں یہاں پر چھیڑنا نہیں چاہتا، یہ میرے بحث سے باہر ہے، مقصد تو صرف متعدد مساجد کی تعمیر اور ہر مسجد میں جماعت قائم کرنے کے جواز کا ثبوت دینا ہے۔

لیکن قبل اس کے کہ میں محلہ محلہ میں مسجدوں کی جواز تعمیر کا ثبوت دوں، یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ عہد رسالت میں خاص مدینہ طیبہ میں کتنی مسجدیں موجود تھیں جن میں علیحدہ علیحدہ جماعتیں قائم تھیں، مراسیل ابی داؤد میں لکھا ہے کہ مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ طیبہ میں نو مسجدیں تھیں یعنی مسجد نبوی دسویں مسجد تھی۔

وعن ابن لهيعة بن بكير ابن الاشج حدثه انه كان بالمدينة تسعة مساجد مع مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم يسمع اهلها تأذين بلال على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فيصلوا في مساجدهم اقربها مسجد بني عمرو بن مبذول من بني النجار ومسجد بني ساعدة ومسجد بني عبيد ومسجد بني سلمة ومسجد بني رائح من بني عبد الاشهل ومسجد بني زريق ومسجد بني غفار ومسجد اسلم ومسجد جهينة ويشك في التاسعة۔ (مراسیل ابی داؤد)

ابن لہیعہ بن بکیر بن الاشج سے روایت ہے کہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے علاوہ نو مسجدیں موجود تھیں، جہاں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت بلال رضی کی اذان سنکر اپنی اپنی مسجدوں میں نمازیں پڑھتے تھے ان میں قریب تر مسجد عمرو بن مبذول کی تھی جو قبیلہ بنی نجار سے تھے، دوسری مسجد بنی ساعدہ کی، تیسری مسجد بنی عبید کی، چوتھی مسجد سلمہ کی، پانچویں مسجد بنی رائح کی تھی جو بنی عبد الاشہل سے تھے، چھٹی مسجد بنی رزیق کی، ساتویں مسجد بنی غفار کی، آٹھویں مسجد اسلم کی، نویں مسجد جہینہ کی اور مسجد نبوی اس کے بعد تھی۔

(مراسیل ابی داؤد)

اس حدیث میں "اقربہا" لفظ ہے جو مسجد نبوی سے قریب تر ہونے کے متعلق ہے۔

اس کے علاوہ مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد سب سے پہلی مسجد، مسجد قبا تھی، جس کی فضیلت کو خدا پاک نے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ سے بتا دیا تھا، یہ مسجد اگرچہ اپنی فضیلت میں مسجد الحرام، مسجد نبوی، و بیت المقدس کے بعد ہے، لیکن اس کو دنیا کی تمام مساجد پر فوقیت و فضیلت ہے۔

اسلئے کہ یہ مسجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد ہی جب آپ شہر سے باہر عمر بن عوف کے محلہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اُسی محلہ میں صحابہ نے بنائی تھی، جس کی بنیاد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی، اور برابر اسی مسجد میں نمازیں ادا فرماتے تھے، اور آج تک مسجد قبا کے نام سے مشہور و موجود ہے، پھر بھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا تو اپنی قیام گاہ سے قریب تر ایک مسجد تعمیر کرائی جو مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تعمیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پنجگانہ اسی مسجد میں ادا کرنے لگے اور ہفتہ میں ایک دن مسجد قبا میں تشریف لیجا کر نماز ادا کر لیتے تھے، جیساکہ مفسرین نے احادیث سے تخریج کر کے لکھا ہے۔

اس حقیقت کو معلوم کر کے سوچنا چاہئے کہ ایک مسجد بنا لینے اور عرصہ تک اس میں با جماعت نماز ادا کر لینے کے بعد اپنی قیام گاہ سے متصل ایک جدید مسجد ایسی مقدس و محترم مسجد کو چھوڑ کر جس کی تاسیس علی التقویٰ کی شہادت خود کلام پاک نے دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں تعمیر کرائی، تمام اہل مدینہ کے لئے اُسی ایک مسجد کو کافی کیوں نہ سمجھا؟ برخلاف اس کے خود بھی ایک جدید مسجد تعمیر فرمائی اور ہر ہر محلہ اور ہر ہر قبیلہ کے لئے متعدد مسجدوں کے تعمیر کرنے کی اجازت عطا فرمائی، اگر اس میں کوئی شرعی قباحت ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے، آپکے اس فعل سے ظاہر ہوگیا کہ متعدد مسجدوں کی تعمیر اور ہر مسجد میں علٰحدہ علٰحدہ جماعت قائم کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، اسی لئے متعدد مسجدیں تعمیر ہوئیں اور ہر مسجد میں علٰحدہ جماعت قائم کی گئی، جس کی وجہ سے نمازیوں کو بسہولت فضل جماعت حاصل کرنے کا ذریعہ ہاتھ آگیا۔

کتب حدیث و شراح کے اقوال اور فقہا کے تصریحات سے محلہ محلہ اور قبیلہ قبیلہ میں اُن کی سہولت کے خیال سے تاکہ اہل محلہ باجماعت نماز ادا کر سکیں، متعدد مسجدیں تعمیر کر لینے کے جواز کا ثبوت اور بھی ملتا ہے۔

مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ میں ہے:۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور ان ینظف ویطیب رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا محلوں میں مسجد تعمیر کر لینے کا اور یہ کہ اس کو پاک و صاف رکھو اور معطر رکھو، اس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

قولہ الدور جمع دار وھو اسم جامع للبناء والعرصۃ والمحلۃ والمراد المحلات

فانهم کانوا یسمون المحلة التی اجتمعت فیها قبیلة دارا و محمول علی اتخاذ بیت فی الدار للصلوٰة کالمسجد یصلی فیه اهل البیت قال ابن مالک والاول هو المعول وعلیه العمل ثم رایت ابن حجر ذکر ان المراد به ههنا المحلات والقبائل وحکمة امره لاهل کل محلة ببناء المسجد فیها انه قد یتعذر او یشق علی اهل المحلة الذهاب للاخری فیحرمون اجر المسجد و فضل اقامة الجماعة فیه فامر وا بذالک لیتیسر لاهل کل محلة العبادة فی مسجدهم من غیر مشقة تلحقهم وقال البغوی قال عطاء لما فتح اللّٰہ تعالیٰ علی عمر رضی اللّٰہ عنه الامصار امر المسلمین ببناء المسجد وامرهم ان لا یبنوا مسجدین یضارهم الاخر ومن المضارة فعل تفریق الجماعة اذا کان هناک مسجد یسعهم وان ضاق سن توسعته او اتخاذ مسجد یسعهم (انتہی)

ترجمہ:- "دُور" دار کی جمع ہے اور یہ جامع نام ہے، مکانات اور صحن و محلّہ کا (یہاں پر) مراد (دار سے) محلے ہیں، اس لئے کہ قبیلہ کے لوگ جس جگہ مجتمع ہو کر آباد ہوتے تھے اس کو دار ہی کہا کرتے تھے، اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ دار سے مراد گھر کی وہ جگہ ہو جو نماز کے لئے مقرر کر لی جاتی ہے، مالک نے کہا کہ معنی اول (یعنے محلّہ کے معنی ہیں) صحیح ہے اور اسی پر عمل ہے، پھر میں نے ابن حجر کو دیکھا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے یہاں پر (دُور) سے مراد محلات اور قبائل ہی ہیں اور ہر محلہ کے لوگوں کو مسجد بنانے کا حکم ان کی معذوری و مشقت دُور کرنے کی غرض سے دیا گیا ہے جو دوسری جگہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے نہیں جا سکتے ہوں، اور وہ اجر مسجد اور فضیلِ جماعت سے محروم ہوتے ہیں، ان کو حکم دیا گیا کہ اپنے محلہ میں مسجد بنالیں تاکہ اہلِ محلّہ کو اپنی مسجدوں میں بغیر مشقت کے جو ان کو لاحق ہو جایا کرتی ہے، عبادت کرنے میں سہولت ہو۔ بغوی نے کہا کہ عطا نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ چند شہر فتح کر چکے تو وہاں کے مسلمانوں کو مسجدیں تعمیر کرنے کا حکم دیا، مگر کسی رغم و مضرت رسانی کی نیت سے مسجد تعمیر کرنے کو منع کیا، کیونکہ مضرت پہنچانا جماعت میں فرق ڈالنا ہے، یہ اس وقت جبکہ وہاں پر ایسی مسجد ہو جو سب لوگوں کے لئے کافی ہو، اور اگر مسجد چھوٹی ہو جو سب کے لئے کافی نہ ہو تو اس کو وسیع کرنا مسنون ہے، یا ایسی دوسری مسجد بنانا جو سب لوگوں کے لئے کافی ہو جائے۔

اسی مضمون کو بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۲۶۲ میں اور عون المعبود شرح سنن ابی داؤد مطبوعہ انصاری دہلی صفحہ ۱۷۲ میں مرقاۃ سے نقل کیا ہے، اس میں "دار" محلّہ کے معنی میں ہے، قرآن کی اس آیت

ساو سایکم دار الفاسقین کو پیش کر کے اس کی وہی توجیہ لکھی ہے، جس کو میں نے اوپر مرقاۃ کی عبارت سے نقل کر کے بتا دیا۔

تحفۃ الاحوذی شرح سنن ترمذی میں بھی بعینہ یہی مضمون ہے، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۳۵۵ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں" گفت عائشہؓ امر کرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآوردن مسجد در سراہا و محلہ ہا و قبیلہ ہا اگر بقصد ضرر نباشد تا ہر قومے در محلہ خود جماعت کردہ باشد"۔

مسک الختام شرح بلوغ المرام مصنفہ نواب مولوی سید صدیق حسن خانصاحب مرحوم والی بھوپال مطبوعہ نظامی صفحہ ۱۸۵ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں باب المساجد مساجد جمع مسجد بکسر جیم و بفتح آں نیز جائز است و نزد فقہا بکسر جیم نام خانۂ خاص کہ برائے نماز کردن بنا کنند و بفتح سجدگاہ و جبہت نیز آمدہ و مساجد عضو ہفتگانہ کہ برآں سجدہ کنند، و در فضائل مسجد احادیث واسعہ است و وے احب بقاع است بسوئے خدا و ہر کہ بنا کرد مسجدے از مال حلال بنا کند خدا برائے وے خانہ در بہشت و احادیث فضائل وے در مجمع الزوائد وغیرہا است "عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور" امر کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآوردن مسجد در سراہا و محلہا و قبیلہا اگر بقصد ضرر نہ باشد تا ہر قومے بمحلت خود جماعت میکردہ باشند و بخط سیدی والدی رحمہ اللہ یافتہ شد کہ مراد بدور محلات اند، زیرا کہ ایشاں محلہ را کہ دراں قبیلہ فراہم می شد دار می نامیدند و در قاموس است المحل یجمع البناء والدار والعرصۃ والبلد ومدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والموضع والقبیلۃ۔ انتہی۔ و یحتمل کہ مراد بآں محال باشد کہ دراں خانہا میکنند یا بیوت باشند، یعنی منازل زیرا کہ لفظ دور برآنہا نیز اطلاق می یابد و حکمت در امر بہ بنائے مسجد دراں آنست کہ گاہے متعذر و شاق می شود بر اہل محلہ رفتن بسوئے دار دیگر پس محروم می مانند از اجر و ثواب مسجد و فضل جماعت اندراں پس امر کردن ایشاں را بساختن آں برائے حصول آں بہ تیسر و سہولت بایشاں"

"و در مصفی گفتہ مسجد البیت دیگر و مسجد دار دیگر است و ہر یکے مستقل نیست یعنی وقف نیست لیکن مسجد البیت را حکم مسجد نیست، در فضیلت جماعت و حرمت جماع و مسجد الدار را حکم مسجد است در فضیلت جماعت"

ان دلائل منقولہ سے محلہ محلہ اور قبیلہ قبیلہ مسجدوں کی تعمیر کر لینے کا حکم معلوم ہو گیا، اور عہد رسالت کی

متعدد مساجد جو قبائل اہلِ مدینہ میں موجود تھیں اور خلفائے راشدین کی تعمیر کردہ مسجدیں جو ابتک موجود ہیں ان سے قریب تر مسجدوں کی تعمیر کا جواز ثابت ہوگیا۔

فقہا نے قریب تر دو مسجدیں بنالینے کا جواز جس عنوان سے بتایا ہے اس سے قریب تر مسجد کی تعمیر تو تصور میں بھی نہیں آسکتی ہے۔

صاحب قنیہ لکھتے ہیں اگر کوئی وسیع مسجد ہو اور اس کو اہل محلہ دو بنالینا چاہیں تو درمیان سے ایک دیوار کھینچ کر دو بنالیں اور بیک وقت دونوں مسجدوں میں دو امام کی اقتدا میں جماعت ایک مؤذن کی اذان سے قائم کریں تو جائز ہے اگر بہتر یہ ہے کہ اس مسجد کا مؤذن بھی دوسرا ہو۔ اسی طرح اگر قریب میں دو مسجدیں ہوں اور توسیع مسجد کے خیال سے دو مسجد کو ایک بنادیں تو جائز ہے لیکن یہ توسیع نماز با جماعت کی توسیع کے نیت سے جائز ہے تذکیر و تدریس کی نیت سے نہیں، کیونکہ مسجد نماز و عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے تذکیر و تدریس کے لئے نہیں بنائی جاتی اگرچہ نماز و عبادت کے علاوہ تذکیر و تدریس بھی مسجد میں جائز ہے مگر یہ علت غائی نہیں ہے۔

اهل محلة قسموا المسجد وضربوا فيه حائطاً ولكل منهم امام على حدة ومؤذن واحد لا باس والاولى ان يكون لكل طائفة مؤذن (كمص) كما يجوز لاهل المحلة ان يجعلوا المسجد الواحد مسجدين فلهم ان يجعلوا المسجدين واحداً لاقامة الجماعة اما التذكير او التدريس فلا لانه ما بني له وان جاز فيه۔ (قنیہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۵) ایسا ہی دیگر کتب فقہ میں مذکور ہے۔

اب غور کیجئے کہ ایسی دو مسجدیں جس میں صرف ایک دیوار کا فاصلہ ہو بضرورت بنالینا جائز ہے اور دو جماعت قائم کرلینا فقہا جائز لکھتے ہیں تو ایسی دو مسجدیں جن کے درمیان سینکڑوں قدم کا فاصلہ ہو، درمیان میں شاہراہ ہو، چند مکانات حائل ہوں بنانا اور اس میں دو مؤذن اور علیحدہ امام کی اقتدا میں جماعت قائم کرنا کیونکر ناجائز ہوگا۔

اور ایک قدیم مسجد کے بعد جدید مسجد پر احکام مسجد کا نفاذ کیونکر صحیح نہ ہوگا، ہر ایک محلہ کی مسجد مسجد ہے اور اس پر احکام مسجد کا نفاذ یکساں ہے، مسجد جنیدی کی موجودگی میں مسجد مجیبی کی تعمیر پر جتنے بھی شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان کی تشریح ہے سب مٹ گئے، مسجد مجیبی مستقل مسجد ہے جس کو بانی نے اپنی مملوکہ زمین میں تعمیر کرایا تھا، جس پر مسجد کے تمام احکام نافذ ہیں، یہ وہ مسجد ہے جو بحمد اللہ اپنی اول بنیاد سے آج تک جس کو دو سو اٹھائیس برس کی مدت گزر چکی ہے گزر رہی ہے، کبھی بھی کسی وقت کی جماعت و اذان سے محروم نہ ہوئی اور ہمیشہ نمازیوں اور ذاکرین و شاغلین سے آباد رہی اور ابتک اسی شان سے آباد ہے، خدا اس کو اپنی انہی خصوصیات کے ساتھ تا قیامت باقی رکھے۔

الحاصل پھر سو برس کے بعد ۱۲۳۸ھ میں بعہد حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ اس کے پختہ تعمیر کرنے کی بُنیاد رکھی گئی اور ۱۲۳۹ھ میں پختہ مرتب ہو گئی، یہ مسجد بخیال استحکام لکڑیوں کے داسہ مجوسے پر قائم کی گئی اور شہتیر اور کڑیوں سے پاٹی گئی، تیاری کے بعد سفید روغنی رنگ سے چھت کی کڑیاں اور دیوار کے داسے مجوسے رنگے گئے تھے، جو حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد تک باقی تھے، جب دیوار شور خوردہ ہو گئی تو ۱۲۸۶ھ میں حضرت نصر قدس سرہٗ نے گچکاری از سرِ نو شروع کی اور گچکاری کے بعد لکڑیوں کو سبز اور سرخ رنگ سے رنگوا دیا جو ۱۳۳۱ھ تک اُسی حال میں باقی رہا، مگر حضرت پیر و مرشد کے عہد میں پھر تیسری مرتبہ اسی شور خوردگی کی وجہ سے گچکاری مرتب کروائی گئی اور لکڑیاں صرف سبز رنگ سے رنگوا کر اپنی سابقہ ہیئت پر باقی رکھی گئیں، حضرت شیخ العالمین کے عہد میں جب کہ پختہ تعمیر کی گئی تھی، اس کی تاریخ حضرت فرد قدس سرہٗ نے لکھی تھی۔

بعد صد سال گشت چوں پختہ — مسجد خانقاہ بایں ترتیب

سالِ اُو گفت ہاتفے از حق — مسجد خانقاہ پیر مجیب

۱۰۸ | ۳۱ | ۱۱

۸۰ | ۱

۳۹ھ ۱۲

اس تاریخ کو حضرت نصر قدس سرہ نے اپنے عہد میں سنگ مرمر کے تختہ پر نواب منشی یوسف حسین خانصاحب خوشنویس و رئیس پٹنہ سے لکھوا کر اور کندہ کرا کر مسجد کے درمیانی دَر میں نصب کرا دیا تھا جو بحمد اللہ اب تک موجود ہے۔

سابق خام مسجد کی تعمیر کی تاریخ حمام فیض سے نکلتی ہے، مگر کاتب الحروف محمد شعیب نے جب حضرت فرد کے تاریخی مصرعہ کو بطریق جمل حساب کیا تو اس کا سن ۱۱۳۱ھ نکلتا ہے، اگر اس میں سات عدد کا تعمیہ کر دیا جائے تو تعمیر اول کا سن بھی نکل آتا ہے۔

سالِ اُو گفت از سرِ زہد — مسجد خانقاہ پیر مجیب

۷ | ۳۱ | ۱۱

۳۸ | ۱۱

پھر ۱۳۱۵ھ میں حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کے عہد میں سماع خانۂ سنگی کی تعمیر کے سلسلہ میں سابق مسجد کے دکھن حصہ کی اراضی میں ایک دالان تعمیر کر کے مسجد کی توسیع کی گئی، جس سے اعیاد و اعراس کے ہجوم کے وقت وسعت اور سہولت نمازیوں کو ہو جاتی ہے۔

مسجد میں نماز کے لئے جگہ کی تعیین } حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو آخر عمر میں ثقل سماعت کی بہت شکایت پیدا ہو گئی تھی، اسلئے قرأتِ امام و خطبہ کی سماعت و نیز صفِ اوّل میں امام سے داہنے رہنے کی فضیلت کے خیال سے

امام سے قریب تر ممبر مسجد کے مقابلہ میں اپنے لئے نماز کی ایسی جگہ متعین کرلی تھی جو فضیلت میں میمنۂ امام کے کل مقتدیوں کے حق میں برابر تھی، اس لئے کہ سب سے افضل جگہ امام کے پیچھے کی ہے، اس کے بعد امام کے پیچھے داہنی طرف جو مقتدی کی جگہ ہے، اس کے بعد میمنہ کی کل جگہ میمنہ کے مقتدیوں کے لئے برابر ہے۔

تاج العارفین نے امام کے پیچھے کی جگہ یا میمنہ کے اوّل مقتدی کی جگہ کو اختیار نہ فرمایا، اس کو ایثاراً ہر شخص کے لئے چھوڑ دیا اور میمنہ کی وہ جگہ جو امام کے داہنے دو آدمی کے بعد پڑتی تھی، اور اس کی فضیلت میمنہ کے ہر مقتدی کے لئے یکساں تھی، یعنی ممبر کے مقابلہ میں' انہی مجبوریوں کے پیشِ نظر اختیار کرلی تھی، تاکہ قرأت امام وخطبہ کی سماعت بآسانی ہوسکے، نیز اس خیال سے کہ وہ جگہ آپ ہی کے لئے مخصوص رہے دوسرا کوئی اس جگہ نہ آجائے، معتقدین ومریدین نے ایک نرم مصلّی بھی بچھادیا تاکہ ناواقف مسجد میں داخل ہونے کے بعد بخوبی سمجھ لے کہ یہ جگہ آپ کی معذوریوں اور مجبوریوں کی وجہ سے مخصوص کردی گئی ہے، نہ آپکی رفعت شان واحترام وعظمت کو ظاہر کرنے کے لئے مقصود صرف اتنا تھا کہ کوئی دوسرا وہاں پر بیٹھنے کا ارادہ نہ کرے، جس سے تاج العارفین کا مقصد فوت ہوجائے، ورنہ ان معذوریوں سے پہلے آپ کے لئے مسجد میں کوئی جگہ مخصوص نہ تھی، مسجد میں جس جگہ چاہا نماز ادا فرمائی۔

آپ کی وفات کے بعد تبعاً للشیخ حضرت شیخ العالمین نے چونکہ تاج العارفین کا یہ آخری فعل تھا اپنی نماز وعبادات کے لئے استمراراً اسی جگہ کو اختیار فرمایا، جس کی اتباع میں اور بقائے سنت پیران کی نیت سے جملہ سجادہ نشینان اپنی نمازیں ودیگر عبادات اسی جگہ کرتے چلے آئے اور آج تک یہی تعامل جاری ہے، اور اسی طرح مسجد کے علاوہ بھی وہ جگہیں جہاں پر تاج العارفین بغرض افاضۂ مریدان اپنی حیات میں بیٹھا کرتے تھے، جیسے عصر کے بعد مسجد سے باہر مسجد کی شرقی دیوار سے ٹیک کر یا عرسوں میں ستون سے ٹیک کر اُتر رُخ بیٹھا کرتے تھے، آپ نے بھی ان ہی جگہوں میں نشست اختیار فرمائی، جس کی اتباع آج تک جاری ہے، یہ شیخ العالمین کی انتہائی اتباع اور سنتِ پیران کی دلیل ہے، جس پر سالک کو کاربند رہنا ضروری ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مسجد میں نماز کے لئے کسی ایک جگہ کا مخصوص کرنا جس کو "ایطان" کہتے ہیں' جائز ہے یا نہیں؟

فقہا نے "ایطان" کو مکروہ لکھا ہے، کیونکہ مسجد بحیثیت مجموعی تمام اماکن غیر مسجد سے خود مقدس ومحترم ہے، اس کے کسی حصّہ زمین کو کسی دوسرے حصّہ پر فضیلت نہیں ہے، مسجد میں جس جگہ بھی نماز ادا کی جائیگی فضیلت یکساں حاصل ہوگی، ہاں اگر کسی عذر کی بناء پر مسجد میں کوئی جگہ نماز کے لئے متعین کرلی جائے جہاں پر نماز ادا کرنے میں سہولت اور دلجمعی ہو یا اس جگہ پر کوئی فضیلت سابقہ ہو تو مضائقہ نہیں ہے، ترفعاً اور تکبراً اور سمعۃً

البتہ حرام ہے، مگر کسی عذر سے جگہ کا متعین کر لینا جائز ہے، اس جگہ کو مخصوص کر لینے کے بعد اپنی مملوکہ کوئی چیز جیسے رومال یا مصلّٰے یا عصا رکھ دے تاکہ دوسرے لوگ اس جگہ پر قابض نہ ہو جائیں جس سے نماز میں اس کی سہولت و دلجمی فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

خصوصاً ازدحام کے موقع پر لوگ اپنی اپنی جگہ بنا لینے کی غرض سے بہت پہلے سے مسجدوں میں جاتے اور جگہ مخصوص کر لیتے ہیں، ایسا کرنا بھی جائز ہے' ناجائز نہیں ہے، بشرطیکہ نماز میں دلجمی و یکسوئی حاصل کرنے کی نیت خیر ہو تو ایسا شخص جو قرأت امام اور سماعت خطبہ کی نیت سے وہ بھی اپنی کسی خاص مجبوری کی بنا پر کسی جگہ کو اپنے لئے متعین کرے تو ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے؟ ایسا کرنا تو مستحسن اور جائز ہے۔

تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد میں اس کی بنیاد انہی مجبوریوں کے پیشِ نظر پڑی تھی، لیکن شیخ العالمین نے اس جگہ کو اپنی سجادگی کے بعد استبراکاً اختیار کیا۔ اور وہ مقصد بھی پیشِ نظر تھا جس کے لئے تاج العارفین نے اس جگہ کو اختیار کیا تھا، یعنی سماعت قرأت و خطبہ و فضیلت میمنہ۔ اب رہا نماز و عبادات میں مقام صالحین سے استبراک حاصل کرنا تو یہ بھی جائز ہے، اس کی سند آیۃ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰے سے لیگئی ہے، اگرچہ مفسرین مقام ابراہیم سے تمام حرم کعبہ، میلین اخضرین، منا، عرفات، مزدلفہ سب ہی مراد لیتے ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ مقام ابراہیم ایک مخصوص جگہ ہے جیسا کہ تفسیر خازن نے اس آیۃ کی تفسیر کی ہے۔

واتخذوا من مقام مصلّٰے "قیل الحرم کلہ مقام ابراھیم وقیل اراد بمقام ابراھیم جمیع مشاھد الحج مثل مزدلفہ وعرفۃ والرمی وسائر المشاھد والصحیح ان مقام ابراھیم ھو الحجر الذی یصلی عندہ الائمۃ وذلک الحجر ھو الذی قام ابراھیم علیہ عند بناء البیت وقیل کان اثر اصابع رجلی ابراھیم فیہ فاندرست بکثرۃ المسح بالایدی وقیل انما امروا بالصلوٰۃ عندہ ولم یومروا بمسحہ وتقبیلہ"

مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو، بعض نے کہا تمام حرم مقام ابراہیم ہے اور بعض کے نزدیک حج کی تمام زیارتگاہیں مثلاً مزدلفہ، عرفات، مقام رمی جمار مقام ابراہیم ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس جگہ تمام اکابرین نماز پڑھتے آئے اور یہ وہی پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ السّلام خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت کھڑے ہوئے تھے، بعض لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دونوں پائے مبارک کی انگلیوں کے نشانات بھی تھے جو لوگوں کے بہت زیادہ چھونے کی وجہ سے مٹ گئے، لیکن اس جگہ پر صرف نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے، مسح کرنے اور چھونے کی اجازت نہیں ہے۔"

غرض مقام ابراہیم ایک مخصوص جگہ ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کرتے ہوئے اس مقام پہ پہنچے جو حجر اسود کے قریب واقع ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا یہ جگہ ہم لوگوں کے دادا ابراہیم علیہ السّلام کی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا ہم لوگ اس جگہ کو اپنی نماز کی جگہ نہ بنائیں؟ اسی وقت یہ آیۃ نازل ہوئی "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی" تم لوگ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ" چنانچہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں پر استبراکًا نماز ادا فرمائی اور جملہ صحابہ نے ادا کی، اس زمانہ سے آج تک یادگار ابراہیم و سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بقا کی نیت سے ہر حاجی دو رکعت نماز استبراکًا اس مقام پر ضرور ادا کرتے ہیں، اس جگہ پر نماز ادا کرنے کا حکم محض استبراکًا اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی یادگار باقی رکھنے کی غرض سے دیا گیا ہے اور اسی استبراک کی نیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہاں پر نماز ادا کرنے کی تمنا بھی کی تھی، جس کو خدائے تعالیٰ نے حکم دیکر پورا کر دیا؛ جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب لباب النقول فی اسباب النزول میں ذکر کیا ہے:-

قولہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی

روی البخاری وغیرہ عن عمر قال وافقت ربی فی ثلث فقلت یا رسول اللہ لو اتخذت من مقام ابراھیم مصلّٰی فنزلت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔ وقلت یا رسول اللہ ان نساءک یدخل علیھن البر والفاجر فلو امرتھن ان یحتجبن فنزلت آیۃ الحجاب۔ واجتمع علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نساءہ فی الغیرۃ فقلت لھن عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجًا خیرًا منکن فنزلت کذالک لہ طرق کثیرۃ منھا ما اخرجہ

"مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ" بخاری اور دیگر کتب صحاح نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میری رائے پروردگار کے حکم کے موافق ہو گئی تین موقع پر ایک جبکہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آپ بنا لیتے مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ، تو یہ آیت نازل ہوئی "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّی" دوسرے جبکہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپکے ازواج کے سامنے اچھے اور برے سب آتے ہیں، کاش آپ حکم دیتے ان کو کہ وہ پردہ کریں، تو پردہ کی آیت نازل ہوئی، تیسرے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپکے پاس جمع ہوئیں آپس کی غیرت و رشک (یعنی جلاپا) کے وقت تو میں نے کہا کہ اگر حضرت نے تم سب کو طلاق دیا تو عنقریب ان کا پروردگار تم سے بہتر ازواج ان کو عطا فرمائے گا،

ابن ابی حاتم وابن مردویہ عن جابر قال لما طاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ عمر هٰذا مقام ابینا ابراهیم قال نعم قال افلا نتخذہ مصلّٰی فانزل اللہ واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّٰی واخرج مردویہ من طریق عمرو ابن میمون عن عمر بن الخطاب انہ مرّ من مقام ابراهیم فقال یا رسول اللہ الیس تقوم مقام خلیل ربنا قال بلٰی قال افلا نتخذہ مصلّٰی فلم تلبث الا یسیرًا حتٰی نزلت واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّٰی "

تو اسی طرح کی آیت نازل ہوئی۔ متعدد طرق سے یہ مروی ہے اسی میں ایک وہ ہے جس کو ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ جبکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یہ ہمارے باپ ابراہیم کا مقام ہے حضرت نے فرمایا ہاں، انہوں نے کہا ہم کیوں نہ اس کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّٰی" اور روایت کیا ہے حضرت عمرؓ سے کہ وہ گذرے مقام ابراہیم کی طرف سے تو کہا یا رسول اللہ کیا نہیں کھڑے ہونگے آپ خلیل اللہ کے مقام کے پاس حضرت نے فرمایا کیوں نہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ کیا ہم نہ بنائیں اس کو نماز پڑھنے کی جگہ، اس کے بعد زیادہ دیر نہ ہونے پائی کہ یہ آیت نازل ہوئی "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّٰی"

علاوہ ازیں اسی آیۃ کی تفسیر میں حضرت علامہ مفسر امام ابوجعفر محمد طبری تفسیر جامع البیان میں لکھتے ہیں۔

کان ابراهیم یقوم بها مداعی تدعونی عندها تأتمون بابراهیم خلیلی علیہ السلام فیها قال جعلتہ لمن بعدہ من اولیائی واهل طاعتی اماما یقتدون بہ وبآثارہ فاقتدوا بہ۔ واما تأویل القول الاٰخر فانہ اتخذوا ایها الناس من مقام ابراهیم مصلی یصلون عندہ صلاۃ منکم ومکرمۃ منی لابراهیم وهٰذا القول اولٰی بالصواب۔

ابراہیم وہاں پر دعا کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور دعا کرتے تھے تم لوگ بھی ابراہیم خلیل کے واسطے سے اس جگہ میں برکت چاہو، خدا نے فرمایا ابراہیم کو ان کے بعد آنے والے اولیاء اور اہل طاعت کا ہم نے امام بنایا ہے تاکہ وہ لوگ ان کی اور ان کے آثار کی اقتدا کریں تو تم اقتدا کرو، اور اس قول کی دوسری تاویل یہ ہے کہ لوگو! مقام ابراہیم کو مصلی بناؤ، لوگ یہاں پر نمازیں پڑھیں تم لوگوں میں سے اور اس بزرگی کی وجہ سے جو ہم نے ابراہیم کو دی ہے۔ یہ قول اقرب الی الصواب ہے۔

اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خاص جگہوں سے استبراک نماز میں حاصل کرنا خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فعل سے ثابت ہے۔

حدثنا المکی قال حدثنا یزید بن ابی عبیدۃ

حدیث بیان کی ہم سے مکی نے اور کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے یزید بن عبید نے

قال کنت اٰتی مع سلمۃ بن الاکوع فیصلی عند الاسطوانۃ التی عند المصحف فقلت یا ابا مسلم اراک تتحری الصلوٰۃ عند ھذہ الاسطوانۃ قال فانی رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحری الصلوٰۃ عندھا۔ (بخاری باب الصلوٰۃ الی الاسطوانۃ)

اور کہا کہ میں سلمہ بن اکوع کے ساتھ آیا تھا وہ اس اسطوانہ کے پاس جو مصحف کے قریب ہے نماز پڑھتے تھے، میں نے کہا اے ابو مسلم اس اسطوانہ کے پاس کیوں نماز پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطوانہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

علامہ عینی اس کے لطائف اسناد میں لکھتے ہیں "انہ من ثلاثیات البخاری" یہ ثلاثیات بخاری سے ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

اخرجہ مسلم فی الصلوٰۃ ایضًا عن ابی موسیٰ عن مکی بہ وعن اسحٰق بن ابراھیم وعن محمد بن المثنیٰ واخرجہ ابن ماجہ فیہ عن یعقوب بن حمید۔

تخریج کی مسلم نے باب الصلوٰۃ میں بھی ابو موسےٰ سے اور وہ مکی سے اور اسحٰق بن ابراہیم سے اور محمد بن مثنیٰ سے، اور تخریج کی ابن ماجہ نے اپنی کتاب میں یعقوب بن حمید سے۔

اسی کی شرح میں آگے چل کر جو بات علامہ عینی نے لکھی ہے اس سے تو اور بھی صریح طریقہ پر مسجد میں نماز کیلئے جگہ متعین کر لینے کا جواز نکلتا ہے۔

قولہ کنت اٰتی بصیغۃ المتکلم قولہ التی عند المصحف ھذا یدل علی انہ کان فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موضع خاص للمصحف الذی کان ثمہ من عہد عثمان ووقع عند مسلم بلفظ یصلی وراء الصندوق وکانہ کان للمصحف صندوق یوضع فیہ والاسطوانۃ المذکورۃ فیہ معروفۃ باسطوانۃ المہاجرین۔

اُنکا قول کنت اٰتی متکلم کے صیغہ سے ہے اور ان کا یہ کہنا کہ التی عند المصحف یہ اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ مسجد میں ایک خاص جگہ تھی جہاں پر عہد عثمانی سے مصحف رکھا جاتا تھا۔

اور مسلم میں یصلی وراء الصندوق کا لفظ گویا مصحف کے لئے کوئی صندوق تھا جس میں مصحف رکھا جاتا تھا اور اسطوانہ مذکورہ وہیں پر واقع تھا جو اسطوانہ مہاجرین سے مشہور ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع نے مسجد نبوی میں نماز کے لئے اُسی جگہ کو مقرر کر لیا تھا، اس سے بھی زیادہ وضاحت و تصریح کے ساتھ صحیح مسلم صفحہ ۱۹۷ پر یہی سلمہ بن اکوع کی حدیث نقل کی ہے:۔

حدثنا اسحٰق بن ابراھیم ومحمد بن المثنیٰ

اسحٰق بن ابراہیم اور محمد بن مثنیٰ نے مجھ سے حدیث بیان کی

وقال ابن مثنے قال اسحق انا وقال ابن مثنے نا حماد بن مسعدة عن يزيد يعني ابن ابي عبيد عن سلمة وهو ابن الاكوع انه كان يتحرى موضع مكان المصحف يسبح فيه وذكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يتحرى ذلك المكان وكان بين المنبر والقبلة قدر ممر الشاة حدثنا محمد بن المثنى قال نا مكي قال يزيد اخبرنا قال كان سلمة يتحرى الصلوٰة عند الاسطوانة التي عند المصحف فقلت له يا ابا مسلم اراك تتحرى الصلوٰة عند هذه الاسطوانة قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يتحرى الصّلوٰة عندها۔

محمد بن مثنیٰ کے علاوہ اسحٰق نے کہا خبر دی مجھ کو اور ابن مثنیٰ نے کہا حدیث بیان کی حماد بن مسعدہ نے یزید یعنی ابو عبیدہ سے انہوں نے سلمہ بن اکوع سے کہ وہ مصحف کی جگہ پر نماز ادا کرنے کا قصد کرتے تھے اور یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ پر نماز کا قصد کرتے تھے۔

اور یہ جگہ ممبر اور قبلہ کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کے انداز سے تھی، محمد بن مثنیٰ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہا خبر دی مجھ کو مکی نے کہا خبر دی یزید نے کہا سلمہ بن اکوع نماز ادا کرنے کا قصد کرتے تھے اس ستون کے پاس جو مصحف کے قریب واقع ہے۔ پس میں نے ان سے کہا کہ اے ابا مسلم میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اس ستون کے نزدیک نماز پڑھنے کا قصد کرتے ہو انہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ نماز پڑھتے دیکھا ہے۔"

علامہ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:۔

قوله كان يتحرى موضع مكان المصحف يسبح المراد بالتسبيح صلاة النافلة والسبحة الصّلوٰة النافلة في المصحف ثلاث لغات ضم الميم وفتحها وكسرها وفي هذا انه لا باس بادامة الصّلوٰة في موضع واحد اذا كان فيه فضل واما النهي عن ايطان الرجل موضعا من المسجد يلازمه فهو فيما لا فضل فيه ولا حاجة اليه واما ما فيه فضل فقد ذكرنا واما من يحتاج اليه لتدريس علم او للافتاء او سماع الحديث ونحو ذلك فلا كراهة فيه بل هو مستحب الا

اُن کا قول کان یتحری موضع مکان المصحف یسبح" تسبیح سے مراد صلوٰۃ نافلہ ہے، مصحف کی نسبت تین لغات ہیں۔ میم کے ضمہ کے ساتھ اور اس کے فتح اور کسرہ کے ساتھ تینوں اعراب درست ہیں۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہی جگہ ہمیشہ نماز ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اس جگہ میں کوئی فضیلت ہو اور جو ممانعت مسجد میں ایک جگہ مقرر کر کے نماز ادا کرنے کے بارے میں آئی ہے یہ اس جگہ کے لئے جو فضیلت سے خالی ہو، ایسی جگہ کی تعیین بلا وجہ ہے اور جو مقدس جگہ ہے اس کا حکم میں نے لکھ دیا اور کسی حاجت کی وجہ سے جگہ کا متعین کرنا جیسے تدریس علم، افتا اور سماع حدیث تو اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔

من تسهیل طرق الخیر وقد نقل القاضی خلاف السلف فی کراھۃ الایطان بغیر حاجۃ والاتفاق علیہ لحاجۃ نحو ما ذکرنا۔

وقولہ کان یتحری الصلوٰۃ عند الاسطوانۃ فیہ ما سبق انہ لا باس بادامۃ الصلوٰۃ فی مکان واحد۔

بلکہ وہ مستحب ہے کیونکہ خیر حاصل کرنے کا یہ آسان طریقہ ہے۔ اور یہ جو قاضی نے نقل کیا ہے کہ خلاف سلف ہے وہ بغیر حاجت کے ہر جگہ مقرر کرنے کے بارے میں ہے، لیکن کسی خاص حاجت کی وجہ سے ہو تو سب نے اتفاق کیا ہے۔ اس کے جواز پر جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ اس کے متعلق وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے ایک جگہ متعین کرکے ہمیشہ نماز ادا کرنے میں بشرطیکہ اس جگہ پر کوئی فضیلت ہو۔

علامہ ابو عبید اللہ محمد بن خلفہ الوشتانی المالکی المتوفی ۸۲۷ھ اپنی کتاب اکمال الاکمال میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قولہ یسبح فیہ ای یصلی فیہ سبحۃ من النافلۃ ویتحریہ ذالک لصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ لا لکون المصحف فیہ وفیہ جواز الصلاۃ الی المصحف لما لم یوضع للصلوٰۃ الیہ وفیہ ایطان الرجل موضعا من المسجد یصلی فیہ اختلف فیہ السلف وخفف ذالک للعالم والمفتی لتیسیر وجودھما والنھی عن ایطان الرجل موضعا من المسجد انما ھو اذا لم یکن للموضع فضل ولیس الرجل یحتاج الیہ۔"

(اکمال الاکمال مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲)

ان کا قول "یسبح فیہ" یعنی اس جگہ نماز ادا کرتے تھے نماز نافلہ اور اس جگہ نماز پڑھنے کا قصد کرتے تھے اس وجہ سے کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے، نہ اس وجہ سے کہ وہ قرآن شریف رکھنے کی جگہ تھی اور اس کا جواز بھی نکلتا ہے کہ اگر سامنے قرآن شریف رکھی ہو تو وہاں پر نماز ادا کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس نیت سے نہ رکھا گیا ہو کہ اسی کے سامنے نماز ادا کی جائے، اگرچہ اس سے مسجد میں جگہ متعین کرکے نماز ادا کرنے کی صورت جس میں سلف نے اختلاف کیا ہے نکلتی ہے مگر علماء اور مفتی کے لئے تخفیف کی گئی ہے تاکہ ان کی مفید شخصیت سے فائدہ اٹھایا جا سکے اور ممانعت لوگوں کو مسجد میں جگہ متعین کرنے کی اس بناء پر ہے کہ اس جگہ پر کوئی فضیلت نہ ہو اور لوگوں کو جگہ متعین کرنے کی حاجت نہ ہو۔

علی العموم تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنی والہیت اتباع و تسنن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام امت پر ممتاز تھے اور اپنی مثال نہیں رکھتے تھے، مگر ان میں سب سے زیادہ اتباع و تسنن کے والہ و شیدا اجل و مقتدر صحابی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے، جن کی والہیت و شیدائیت حتی یقولوا مجنون کی حد تک پہونچی ہوئی تھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتفاقی و احیانی فعل کو بھی انتہائی شیفتگی اور تسنن کے

جذبہ اور ذوق و شوق کی وجہ سے ترک کرنا جرم سمجھتے تھے، اسی لیے جن جن مساجد میں جن جن جگہوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ادا کی تھیں اور جہاں پر نشست فرمائی تھی وہ بھی ان جگہ پر نماز ادا کرتے اور تسنناً بیٹھا کرتے تھے۔

امام بخاری نے باب المساجد التی فی طرق المدینۃ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے انتہائی تسنن و تتبع کے ذکر میں متعدد طرق سے حدیثیں بیان کی ہیں، جس سے ان کا جذبۂ تسنن اور استبراک بآثار الرسول ثابت ہوتا ہے۔

علامہ عینی شرح بخاری میں صفحہ ۴۶۹ پر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :۔

"الوجه الثانی فی بیان تتبع عبد اللّٰه بن عمر المواضع التی صلی فیها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وهو انه کان یستحب التتبع لآثار رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم والتبرک بها ولم یزل الناس یتبرکون بمواضع الصالحین"

دوسری وجہ حضرت عبداللہ بن عمر کا تتبع اُن جگہوں کے ساتھ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے یہ ہے کہ وہ آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تتبع اور اس سے استبراک مستحب جانتے تھے اور اسی سند کی بنا پر لوگ مواضع صالحین سے برابر استبراک کرتے آئے ہیں۔

(عینی شرح بخاری صفحہ ۴۶۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی شرح فتح الباری میں باب المساجد التی فی طرق المدینۃ ان روایات کے ذکر سے قبل اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں :۔

ویحصل ذلك ان ابن عمر کان یتبرك بتلك الاماکن وتشدده فی الاتباع مشهورة ولا یعارض ذلك ما ثبت عن ابیه انه رأی الناس فی سفر یتبادرون الی مکان فسأل عن ذلك فقالوا قد صلی فیه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال من عرضت له الصلوة فلیصل فانما هلك اهل الکتاب لانهم تتبعوا آثار انبیائهم

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرت ابن عمر ان جگہوں سے استبراک کرتے تھے اور ان کا تشدد اتباع سنت میں مشہور ہے اور اس سے اس چیز میں معارضہ نہیں پڑتا جو ان کے والد (حضرت عمرؓ) سے ثابت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو ایک سفر میں دیکھا کہ لوگ کسی جگہ کی طرف دوڑ رہے ہیں اور پہنچنے میں جلدی کر رہے ہیں تو انہوں نے وجہ پوچھی لوگوں نے کہا کہ یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ادا کی ہیں، آپ نے فرمایا جنہیں نماز ادا کرنی ہو وہ اپنی جگہ پر نماز ادا کریں، اہل کتاب اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ

فاتخذوها كنائس وبيعا كان ذلك من عمر محمول على انه كره زيارتهم لمثل ذلك بغير صلوٰة اوخشى ان يشكل ذلك على من لا يعرف حقيقة الامر فيظنه واجبا وكلا الامرين مامون من ابن عمر وقد تقدم حديث عتبان عن سواله النبى صلى الله عليه وسلم ان يصلى فى بيته فليتخذ مصلّٰى واجابه النبى صلى الله عليه وآله وسلم الى ذلك فهو حجة فى التبرك بآثار الصالحين۔

(شرح فتح البارى مطبوعہ مصر صفحہ ۴۱۹)

کہ انہوں نے اپنے انبیا کے آثارات پر گرجے اور عبادت گاہیں بنائیں حضرت عمر کا ارشاد اس بات پر محمول ہے کہ آپ ایسی جگہ کی زیارت کرنے کو مکروہ جانتے تھے بغیر نماز کے اور ڈرتے تھے کہ اس قسم کی پابندی سے ایسے لوگوں پر جو حقیقت حال سے واقف نہیں ہیں سخت مشکلات کا سامنا ہوگا اور لوگ آئندہ ان چیزوں کو بھی واجب سمجھنے لگیں گے حالانکہ حضرت ابن عمر کی ذات ان دونوں خدشات سے مامون تھی اور اس سے قبل ایک حدیث حضرت عتبان کی گزر چکی ہے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ ان کے مکان میں تشریف لیجاکر نماز ادا فرماویں تاکہ اس جگہ کو اپنی نماز کیلئے جگہ بناؤں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی درخواست قبول کی پس یہ دلیل ہے آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کی۔

اگر یہ کہا جائے کہ استبراک بآثار الانبیا کا ثبوت ان حدیثوں سے ملتا ہے نہ کہ عامہ صالحین کے آثارات سے، تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ بخاری میں اسی "باب المساجد التی فی طرق المدینۃ" میں حضرت موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ نماز کے لئے ان جگہوں کو متعین کرتے تھے جہاں پر ان کے والد عبداللہ بن عمر نے نمازیں ادا کی تھیں اور کہتے تھے کہ ان جگہوں پر والد نے نمازیں پڑھی ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں پر نمازیں ادا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

حدثنا موسٰى بن عقبة قال رأيت سالم بن عبد الله يتحرى اماكن من الطريق فيصلى فيها ويحدث ان اباه كان يصلى فيها وانه راى النبى صلى الله عليه وسلم يصلى فى تلك الاماكن۔

بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فی البیوت میں ایک حدیث حضرت عتبان صحابی کی مذکور ہے:۔

انّ عتبان بن مالك وهو من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ممن شهد بدرًا من الانصار انه اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله

عتبان بن مالک انصاری جو صحابی رسول تھے اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مفقود البصر ہوں اور اپنی قوم میں امامت کرتا ہوں، جب بارش ہوتی ہے

صلی اللہ علیہ وسلم قد انکرت بصری وانا اصلی لقومی واذا کانت الامطار سال الوادی بینی وبینھم لم استطع ان اٰتی مسجدھم فاصلی بھم ووددت یارسول اللہ انک تاتینی فتصلی فی بیتی فاتخذہ مصلی قال فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سافعل ان شاء اللہ تعالیٰ

راستے بہنے لگتے ہیں اور مسجد تک نہیں پہونچ سکتا ہوں، اسلئے میری خواہش ہے کہ حضور غریب خانہ پر تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھ دیں تاکہ اُسی جگہ کو اپنی نماز کے لئے مصلّٰی بنالوں، پھر انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میں ایسا کردوں گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ

مؤطا باب "استحباب اتخاذ المساجد فی البیت" میں اس واقعہ کو فی الجملہ تفصیل سے لکھا ہے، اور مکان کے کس گوشہ میں ان کی استدعا پر نماز ادا فرمائی، جس جگہ کو انہوں نے اپنی نماز کے لئے متعین کرلیا تھا اس کو بھی بیان کیا ہے۔

مالک عن بن شہاب عن محمود بن لبید الانصاری ان عتبان بن مالک کان یؤم قومہ وھو اعمی وانہ قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھا تکون الظلمۃ والمطر والسیل وانا رجل ضریر البصر فصل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی مکانًا اتخذہ مصلّٰی قال فجاءہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال این تحب ان اصلی فاشار لہ الی مکان من البیت فصلی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ زکریا انصاری کتاب "تحفۃ الباری شرح بخاری" میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"اُس حدیث سے بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آثار و مواضع صالحین سے استبراک جائز ہے، اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے لئے گھر میں ایک جگہ متعین کرلینا جائز ہے، اور یہ بھی نکلتا ہے کہ نابینا کا امامت کرنا جائز ہے"

اسی طرح فتح الباری میں لکھا ہے کہ "اس حدیث سے بہت سے فوائد معلوم ہوتے ہیں، ایک یہ کہ نابینا کی امامت جائز ہے، دوسرے یہ کہ انسان اپنی مشکلات کو دوسرے کے سامنے بضرورت پیش کرے جس میں شکایت نہ ہو یہ بھی جائز ہے، تیسرے یہ کہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے علاوہ بہت سی مسجدیں جماعت کے خیال سے تھیں، اور یہ کہ اگر مسجدوں میں جماعت کی شرکت مسلسل بارش یا تاریکی یا اس کے سوا کسی اور معذوری سے

نہ کرسکے اور مکان ہی میں جماعت قائم کرکے نماز ادا کرنے تو جائز ہے، چوتھے یہ کہ نماز کے لئے ایک جگہ مقرر کرلینا بھی جائز ہے مسجد میں تعین جگہ کی ممانعت جس کو ایطان کہتے ہیں وہ اس صورت میں ہے جبکہ جگہ کا تعین ترفعاً وریائً وسمعۃً کیا گیا ہو، اور اگر ان جگہوں سے برکت حاصل کرنی مقصود ہے جہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے یا وہاں پر آپ کا قدم مبارک پہنچا ہے تو جائز ہے"

علامہ عینی تمام ان مسائل کو ذکر کرنے کے بعد جس کو صاحب تحفۃ الباری و فتح الباری نے ذکر کیا ہی فرماتے ہیں :-

ومنہا اتخاذ موضع معین للصلوٰۃ فان قلت روی ابی داؤد فی سننہ النھی عن ایطان موضع معین من المسجد قلت ھو محمول علیٰ ما استلزم ریاءً ونحوہ۔	اسی سے نماز کے لئے ایک جگہ متعین کرلینے کا جواز بھی نکلتا ہے اگر تم یہ کہو کہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس کو منع کیا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ یہ اس حالت پر محمول ہے جبکہ ریا کو مستلزم ہو۔

پھر دیگر مسائل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

وفیہ التبرک بمصلی الصالحین و مساجد الفاضلین۔	اس سے مصلّائے صالحین اور سجدہ گاہ فاضلین سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت نکلتا ہے۔

احادیث سے بقدر ضرورت مسجد میں استبراکاً جگہ متعین کرلینے کا جواز لکھنے کے بعد صوفیائے کرام اور مشائخین عظام رحمہم اللہ تعالےٰ کے اقوال و افعال بھی پیش کردینا مناسب ہے۔

اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ حضرت رکن الدین ابو الفتح بن حضرت صدرالدین بن شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کی ملاقات کے بارے میں جو روایت سیر الاقطاب کے حوالہ سے نقل کی ہے اس میں فرماتے ہیں :-

"بعد ازاں ملاقات میان ایں ہر دو در مسجد جامع واقع شد اوّل شیخ نظام الدین از جائیکہ برائے نماز متعین داشت برخواست و پیش شیخ رکن الدین رفت"

اس سے معلوم ہوا کہ سلطان المشائخ نے بھی مسجد میں اپنی نماز کے لئے جگہ متعین کرلی تھی۔

اب رہا مسجد میں جگہ کے تعین کے لئے مصلّے بچھانا یا مصلّے پر مصلّے بچھانا تو یہ بھی جائز ہے اور اکابر کا ایسا دستور بھی رہا ہے، مسجد نبوی میں جمعہ کے روز لوگ ایسا کرتے تھے کہ مسجد میں ایک جگہ متعین کرکے اپنا اپنا مصلّے

جگہ گھیرنے کی نیت سے بچھا دیا کرتے تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"و عادات در مسجد شریف نبوی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم الآن آن است کہ می آیند و احراز امکنہ شریفہ میکنند وسجادہا می گسترانند، می روند، و می نشستند، و بعض علماء درین فصل تکلم کردہ اند و گفتہ اند کہ این تنگ گردانیدن جائیست بر مردم، نعم اگر بنشینند و بذکر مشغول شوند خوب والا مجرد احراز مکان کہ مستلزم تضئیق است غیر مستحسن است"

اس سے مسجد میں نماز کے لئے جگہ کا تعین اور مصلیٰ بچھانا احراز مکان کی نیت سے جائز ٹھہرا، البتہ مجرد احراز مکان کر لینا جس سے جگہ تنگ ہو اور اس پر تا انتظار جماعت عبادت کے لئے بیٹھے نہ رہنا اور مدت تک جگہ خالی چھوڑ دینا جس سے دوسروں کی جگہ تنگ ہو جائے جیساکہ متعدد اشخاص کے ایسا کر لینے سے ہوتا ہے، اس کو غیر مستحسن بتاتے ہیں، مصلیٰ بچھانا اور احراز مکان جس میں جگہ کا تعین لازمی ہے! اس کو غیر مستحسن نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بیٹھے رہیں اور ذکر و تسبیح میں مشغول رہیں تو بہتر ہے۔

ملفوظات شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شرف الدین احمد یحیٰ منیری قدس سرہٗ موسوم بہ "خوان پر نعمت" میں مذکور ہے :۔

"مجلس ششم حضرت مخدوم کی ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی، مولانا کریم الدین نے عرض کیا اگر صف پر مصلیٰ بچھایا جائے تو کیسا ہے؟ ترغیب الصلوٰۃ میں مکروہ لکھا ہے، کراہت کی کیا وجہ ہے؟

بندگی مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے، ترغیب الصلوٰۃ میں مکروہ ہی لکھا ہے، لیکن کراہت کی وجہ نہیں لکھی حال آنکہ "جواہر" میں "ھدایہ" سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کوفہ کا رہنے والا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، اُس وقت آپ صف پر مصلیٰ بچھائے ہوئے تھے اور اسی پر نماز ادا کر رہے تھے، اس نے کہا کہ آپ کے شہر میں لوگ مصلیٰ پر نماز ادا کرتے ہیں؟ امام اعظمؒ نے فرمایا تمہارے شہر میں لوگ کس چیز پر نماز ادا کرتے ہیں؟ اس نے کہا بوریا پر، امام اعظمؒ نے فرمایا وہ بھی مصلیٰ ہے، اس سے زیادہ نہیں کہ بوریا کا بنا ہوا ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (ترجمہ از خوان پر نعمت)

اس سے ظاہر ہے کہ مصلیٰ پر مصلیٰ بچھانا جائز ہے، ہاں اگر اپنے اظہار شان اور ترفع و ریاء کی نیت سے ہو تو ناجائز ہی نہیں بلکہ حرام ہے اور عصیان ہے، اور اگر کوئی کمزور ہو کہ مسجد کی سخت زمین سے اس کے جسم کو اذیت پہونچتی ہو اور نماز میں یکجہتی نہ پیدا ہوتی ہو تو اس نیت سے مصلیٰ بچھا لینا اس کے لئے نہایت ضروری ہے۔

اخبار الاخیار میں حضرت نظام الدین امیٹھوی قدس سرہٗ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "وہ جامع صادق ہیں

نماز ادا کرتے تھے، ایک دن ان کو دیکھا کہ بطریق معہود مسجد کے اندر مصلا بچھائے ہوئے بیٹھے ہیں۔"

ان مذکورہ بالا دلائل کے پیش کر دینے کے بعد مسجد جنیدیہ سے بہت قریب مسجد مجیبیہ کی تعمیر، جو مسلسل بارش اور دیگر مجبوریوں کی وجہ سے کرنی پڑی، اور تاج العارفین کا ثقل سماعت کے باعث خطبہ و قرأت امام سننے اور صف اوّل و میمنۂ امام کی فضیلت حاصل کرنے کی نیت سے مسجد میں جگہ کی تعیین کرنی اور اسی جگہ پر سجادہ نشین ہونے کے بعد شیخ العالمین کے استمرار کا نماز ادا کرنے کا جواز محدثین کے قول فیصل "جدیہ التبرک بمصلے الصالحین ومساجد الفاضلین" سے پوری طرح ثابت ہو گیا، اور کل شبہات کا ازالہ ہو گیا، جس کی تائید عینی، تحفۃ الباری وقسطلانی، و فتح الباری وغیرہم نے کی ہے۔

خطبہ کی اذان سے پہلے اُسکُتُوا رَحِمَکُمُ اللہ کہنے کا دستور

مسجد مجیبیہ میں جمعہ کے روز اذان خطبہ سے پہلے مؤذن دائیں اور بائیں طرف متوجہ ہو کر بلند آواز سے اُسکُتُوا رَحِمَکُمُ اللہ کہتا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ "خاموش رہو خدا تم پر رحم کرے"، اسلئے کہ جب امام خطبہ کے لئے منبر پر جاتا ہے تو بعض حاضرین مسجد اپنی لاعلمی کی وجہ سے خطبہ سننا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ آپس میں کبھی آہستہ کبھی بلند آواز سے گفتگو کرنے لگتے ہیں اور یہ بے ادبی تقریباً ہندوستان کے تمام مساجد میں پھیلی ہوئی ہے، حالانکہ ایسا کرنا ممنوع اور حرام ہے، شرح وقایہ میں ہے "اذا خرج الامام حرم الصلوٰۃ والکلام" جب امام خطبہ کے لئے نکلے مصلیوں پر نماز اور گفتگو حرام ہے" اس پر متنبہ کرنے کے لئے مؤذن دائیں اور بائیں متوجہ ہو کر گفتگو اور دیگر امور منافی خطبہ میں مبتلا ہونے سے روک دیتا ہے، یہ چیز اگرچہ بدعت ہے مگر چونکہ اس کی بنیاد خیر پر ہے اور شر سے بچنے کے لئے ہے اسلئے سیئہ نہیں ہے بلکہ حسنہ ہے۔

یہ سابق میں یہاں رائج نہ تھا، حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد قدس سرہٗ کے عہد میں جبکہ آپکی سجادگی کا پہلا سال تھا، ایک سیاح ممالک اسلامیہ کی سیر کرتے ہوئے ہندوستان آ گئے تھے، اور پھلواری میں یہاں کی علمی و عرفانی شہرت سنکر پہنچے، جمعہ کے دن اتفاق سے خطبہ کے وقت مؤذن موجود نہ تھے، سیاح صاحب اذان دینے کے لئے کھڑے ہو گئے، اور اذان دینے سے پہلے انہوں نے دائیں بائیں متوجہ ہو کر بلند آواز سے اُسکُتُوا رَحِمَکُمُ اللہ کہنے کے بعد اذان شروع کی، اس وقت خود حضرت فرد اور مولانا احمدی قدس سرہما جو اُس وقت خطیب تھے و نیز دیگر اکابر اہل علم جو مسجد میں موجود تھے سب یہ سنکر متحیر ہوئے مگر خاموش رہے،

نماز کے بعد جب سہ درہ میں حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ و دیگر علماء کی نشست ہوئی تو ان بزرگوں نے سیاح صاحب سے اس کے متعلق سوالات کئے انہوں نے اطراف عرب کے ایک مقام کی مسجد کا یہ دستور بیان کیا کہ میں وہاں پہنچا تھا خطبہ کے قبل جو اذان مؤذن نے دی چونکہ وہاں سب کے سب عرب تھے، اور عربی زبان ان کی مادری زبان تھی، مؤذن نے ادب و سکون سے خطبہ سننے کے لئے متنبہ کرتے ہوئے اس جملہ سے اذان کی ابتدا کی تھی، مجھے بہت پسند آیا اور میں جب وہاں سے وطن واپس آیا تو اپنے ہاں کی مسجدوں میں اس کو رواج دیا، اب میرے وطن کی تمام مسجدوں میں اذانِ خطبہ سے پہلے اس کے کہنے کا دستور ہو گیا ہے اِس کا میں عادی تھا اِس وجہ سے یہاں بھی اذان کی ابتدا سے پہلے میں نے یہ جملہ کہا۔

اکابر اہلِ علم نے یہ سنکر غور کیا تو اس کے رواج دینے میں کوئی قباحت نہ دیکھی، علماء کا یہ وفد خلوت میں حضرت فرد کے پاس گیا اور بحث و تمحیص کے بعد یہ بات طے پائی کہ مسجد مجیبیہ میں بھی جمعہ کے دن اذانِ خطبہ کے قبل اس کا کہنا معمول بنالیا جائے، اُسی دن سے یہ معمول ہو گیا ہے کہ اذانِ خطبہ سے قبل یہاں مؤذن اس جملہ کو کہہ لیتا ہے تب اذان شروع ہوتی ہے، یہ روایت اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہ کی زبان مبارک سے میں نے سُنی ہے۔

جمعہ کی شب میں عشاء کے وقت سات اذان دینے کا معمول

اکابر کا یہ معمول رہا ہے کہ مفادِ عامہ و دفع بلیات کے لئے ایسے اعمال و ادعیہ اپنی خانقاہوں میں جاری کر دیتے ہیں جن سے عامۂ انسان خصوصًا عام مومنین بلاؤں اور آفات میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں، ظاہر ہے کہ اذان کی آواز جس جگہ پہنچتی ہے شیطان اس جگہ سے دُور بھاگتا ہے، کیونکہ یہ ذات خبیث جہاں پر بھی ہو باعث صد آفات و بلیات ہے، دُنیا کا سارا کاروبار اور انتظام اسی کی وجہ سے درہم و برہم رہتا ہے اور جہاں سے یہ دُور بھاگ جاتا ہے وہاں کے لئے امن و امان لازمی ہے، حدیث شریف میں دفع بلا و شیاطین کے لئے اذان دینے کی تعلیم فرمائی گئی ہے، حصن حصین میں ہے۔

"اذا تغولت الغیلان نادی بالاذان، مُر۔ س۔ مص۔ یعنی جب خبائث و شیاطین پریشان کریں تو بلند آواز سے اذان دی جائے۔ (باب ما یدعو عند الخوف من الشیاطین وغیرہ)

نادی ای رفع صوتہ (بلند آواز سے) بالاذان ای بکلماتہ المعروفۃ فان الجن والشیاطین یفرون من الاذان"

یعنی انہی معروف الفاظ کے ساتھ جن لفظوں میں اذان پکاری جاتی ہے، مر۔ س۔ مص۔ رواہ مسلم عن ابی ہریرہ والبزار عن ابن سعد بن وقاص وابن ابی شیبہ عن جابر۔۔ روایت کی مسلم نے ابوہریرہ سے اور بزار نے ابن سعد بن وقاص سے اور ابن ابی شیبہ نے جابر سے، رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین "

اسی لئے اکثر اکابر کی خانقاہوں کی مسجدوں میں شب جمعہ کو علاوہ اذان معمولۂ عشاء کے چھ اذانیں فاصل کہنے کا معمول ہوگیا۔ حضرت تاج العارفین پیر مجیب اللہ قدس سرہٗ کی معمورہ مسجد میں بھی اس کا رواج دفع بلیات و آفات کی نیت سے دیا گیا، اگرچہ ایسے معمولات اس خاندان میں بزرگوں کے صحیح مکاشفات ہی کے ذریعہ رواج پائے، مگر میری تحقیق میں اس دستور کو رواج دینے میں تاج العارفین کی ذات منفرد نہیں تھی بلکہ دیگر خاندان کے مستند اہلِ علم مشائخ کی خانقاہوں میں بھی یہ معمول رہا ہے۔

گنج ارشدی میں مذکور ہے کہ حضرت نظام الدین[1] امیٹھوی قدس سرہٗ متوفی ۹۷۸ھ کی خانقاہ میں شب جمعہ کو سات اذانیں دیجاتی تھیں۔

اخبار الاخیار میں حضرت شیخ احمد عبدالحق ردلوی قدس سرہٗ متوفی ۸۳۷ھ کے احوال میں لکھا ہے کہ آپ ایک سفر کے موقع پر کسی مقام پر پہنچے جہاں جمعہ کی شب میں سات اذانیں دی جاتی تھیں، شیخ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا دفع بلا کے لئے اذان دی جاتی ہے، لیکن شیخ نے اذان نہیں دی۔

گنج ارشدی میں ہے کہ حضرت دیوان شاہ عبدالرشید جونپوری قدس سرہٗ متوفی ۱۰۸۳ھ کی خانقاہ میں شب جمعہ کو سات اذانیں دیجاتی تھیں، سات آدمی یکے بعد دیگرے اذان دیتے تھے، اس میں دو شب کی اذان کا تاریخ وار واقعہ بھی لکھا ہے۔

"شب ہشتم رمضان ۱۰۷۷ھ شب جمعہ کو عشاء کے وقت آپ نے کہا کہ سات مرتبہ اذان کہو، سات آدمیوں نے اذان کہی، شب ۲۳ رمضان شب جمعہ ۱۰۷۷ھ کو سات آدمیوں نے اذان کہی۔"

---

[1] حضرت شیخ نظام الدین امیٹھوی حضرت معروف جونپوری کے شاگرد و خلیفہ تھے اور حضرت راجہ سید نور کے مجاز و خلیفہ تھے اور حضرت شیخ معروف شیخ الہ داد محشی ہدایہ و کافیہ متوفی ۹۲۳ھ کے مرید تھے اور وہ حضرت حامد شاہ متوفی ۹۰۱ھ کے اور وہ مرید شیخ مخدوم حسام الدین مانکپوری متوفی ۸۵۲ھ کے اور وہ مرید حضرت نور قطب عالم پنڈوی متوفی ۸۵۱ھ کے اور وہ مرید اپنے والد حضرت مخدوم علاء الحق پنڈوی متوفی ۸۰۰ھ کے تھے، حضرت قطب الاقطاب شیخ نظام الدین امیٹھوی کو دو نسبت شیخ حسام الدین مانکپوری کی پہنچی ہے، بلکہ راجہ سید نور سے تو تین واسطہ ہو جاتا ہے کیونکہ راجہ سید نور نے علاوہ اپنے والد سے خرقہ حاصل کرنے کے حضرت شیخ فیض اللہ قانی شاہ بن حسام الدین مانکپوری سے بھی خرقہ پہنا ہے۔

اسی گنج ارشدی میں حضرت نور محمد مداری مجھنپوری قدس سرہٗ کی خانقاہ کا بھی ایسا ہی معمول لکھا ہے۔

سراج الہدایہ ملفوظ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت جمع کردہ حضرت سید احمد بن معین نبیرہٗ

حضرت سید نور الدین مبارک غزنوی دہلی قدس سرہٗ (قلمی صفحہ ۱۹) میں ہے:۔

" فائدہ فرمودند در شب جمعہ ہفت جانب بانگِ نماز بگوید آہستہ چنانکہ ہمہ نشنوند تا شب جمعہ دیگر از بلاہا

ایمن باشد اما بلند آواز گفتن نیامدہ است "

آداب مسجد

قال اللّٰہ تعالیٰ وَاَنَّ المساجد للّٰہ فلا تدعوا مع اللّٰہ احدًا (سورۃ الجن)

فرمایا اللہ تعالےٰ نے " مسجدیں اللہ کے لئے ہیں لہذا (مسجد میں) خدا کے ساتھ دوسرے کو نہ پکارو "

مسجد کی بنیاد محض خدا کی عبادت کے لئے ہے، یہاں بجز نماز اور ذکر اللہ کے چاہے وہ بدنی ہو یا قلبی کُل دنیاوی کام ممتنع و حرام ہے، اس حکم کے بعد مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسجدوں میں بجز عبادت الٰہی نماز واذکار، تلاوت قرآن، درود و تسبیح و تہلیل کوئی دوسرا دنیاوی کام نہ کریں۔

اکثر حضرات جماعت کے انتظار میں مسجد میں آکر بیٹھتے ہیں، حالانکہ انتظار صلوٰۃ خود عبادت ہے مگر اس کو بھی دنیاوی باتوں میں مشغول ہو کر برباد کر دیتے ہیں، ان کو چاہئے تھا کہ تا قیام جماعت انتظار کی گھڑی درود اور تسبیح و تہلیل میں گزارتے تاکہ انتظار جماعت کا ثواب حاصل ہوتا۔ ابوداؤد کی روایت ہے:۔

" حدثنا القعنبی عن مالک بن انس عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الملئکۃ تصلی علی احدکم مادام فی مصلاہ الذی یصلی فیہ مالم یحدث او یقوم اللّٰھم اغفر لہ اللّٰھم ارحمہ وحدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل ثنا حماد عن ثابت عن ابی رافع عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا یزال العبد فی صلوٰۃ ما کان فی مصلاہ ینتظر الصلوٰۃ یقول الملئکۃ اللّٰھم ارحمہ حتیٰ ینصرف او یحدث فقیل ما یحدث قال یفسأ او یضرط " ــــــ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تم اپنی نماز کی جگہ پر نماز کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہو تم پر ملائکہ رحمت بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ ان کی مغفرت فرما، ان پر رحم کر، ملائکہ کی یہ دعا اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک تم وہاں سے

جدا نہ ہو جاؤ، حدث کی وجہ سے یا کسی ایسی بات سے جو منافی انتظار ہو۔"

لیکن لوگ فضول باتوں میں مشغول ہو کر مفید وقت برباد کر دیتے ہیں مسجد میں دنیاوی باتیں کرنی سخت منع ہیں اور اس کی سخت وعید آئی ہے، مشکوٰۃ میں ہے :-

عن الحسن مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ۔

حضرت حسن بصری سے مرسلاً روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ اپنی مسجدوں میں دُنیا کی باتیں کریں گے ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھا نہ کرو، اللہ کو ایسے شخص سے کوئی غرض نہیں ہے۔

اس آخر کے ٹکڑے فلیس للہ فیھم حاجۃ کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں "مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی انتہائی بیزاری اور رنجیدگی ہے" غور کیجئے! اس فعل کے ارتکاب سے جب خدا ہی بیزار ہو گیا تو کہاں کے رہے، مشکوٰۃ ہی کی دوسری حدیث ہے جس میں بلند آواز سے مسجد میں گفتگو کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انتہائی خفگی کا ذکر کیا گیا ہے۔

عن السائب بن یزید قال کنت نائماً فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت فاذا ھو عمر بن الخطاب فقال اذھب فأتنی بھذین فجئتہ بھما فقال ممن انتما او من این انتما قالا من اھل الطائف قال لو کنتما من اھل المدینۃ لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ البخاری)

سائب بن یزید سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں سو رہا تھا کسی نے مجھ پر کنکری پھینکی، میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب ہیں، انہوں نے کہا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ، میں دونوں کو بلا لایا تو آپ نے ان دونوں سے پوچھا، تم دونوں کس قبیلہ کے ہو، یا تم دونوں کہاں کے رہنے والے ہو؟ ان دونوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں، آپ نے فرمایا اگر تم لوگ مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو تکلیف دہ سزا دیتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بلند آواز سے گفتگو کرتے ہو" اس کو بخاری نے روایت کیا۔

اس ممانعت اور تنبیہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کمال احتیاط اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کو ملاحظہ کیجئے کہ آپ نے سائب بن یزید کو آواز دیکر بیدار نہیں کیا بلکہ کنکری پھینک کر بیدار کیا، کیونکہ بلند آواز سے گفتگو کرنا مسجد نبوی کے احترام کے خلاف تھا، اور جب اہل طائف آپکے پاس آگئے تو مسجد سے باہر

علیحدہ لے جا کر ان کی تنبیہ کی۔

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بلند آواز سے گفتگو کرنے کی ممانعت صرف مسجد نبوی کے احترام کی وجہ سے تھی، مگر ایسا نہیں ہے، یہ حکم تمام دنیا کی مساجد کے لئے یکساں ہے، مسائل کسی اصل ہی سے متفرع ہوتے ہیں، مسجد نبوی اگرچہ سب سے افضل مسجد ہے اور اس کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی طرف منسوب ہونے کا شرف ضرور حاصل ہے، مگر بحیثیت خانۂ خدا احترام و ادب ملحوظ رکھنے کے حق میں تمام مساجد عالم کا یکساں حکم ہے۔

مسجدوں میں دنیاوی باتیں کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایسی امتناعی تاکید تھی کہ آپ نے اپنے عہدِ خلافت میں ناحیہ مسجد میں ایک علیحدہ جگہ ہی بنوادی تھی، اور لوگوں کو گفتگو کرنے کے لئے وہیں چلے جانے کی ہدایت فرماتے تھے، کیونکہ کتنی بھی احتیاط کی جائے پھر حاضری مسجد کے وقت کسی نہ کسی کو ایسی ضرورت پیش ہی آجاتی ہے جس میں دنیاوی باتیں ناگزیر ہو جاتی ہیں۔ اس جگہ کو رحبہ اور بطیحا کہتے ہیں۔

عن مالک قال بنی عمر رحبۃ فی ناحیۃ المسجد یسمی البطیحاء وقال من کان یرید ان یلغط او ینشد شعرا او یرفع صوتا فلیخرج الی ھذہ الناحیۃ رواہ فی المؤطا۔

امام مالک نے مؤطاء میں روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے کنارے ایک رحبہ بنوادیا تھا، جس کو بطیحا بھی کہتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جو کوئی شور و غوغا کرے یا آپس میں بلند آواز سے بات چیت کرے یا شعر خوانی کرے تو اس کو چاہیئے کہ اس رحبہ میں چلا جائے۔

مصفی شرح مؤطا میں رحبہ کی تشریح میں لکھا ہے کہ ایک کشادہ جگہ بغیر چھت کے تھی، اور بطیحا کا ترجمہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اشعۃ اللمعات میں "زمین سنگریزہ" کیا ہے۔

اتنے امتناع و وعید کے باوجود لوگ مسجد کا ادب و احترام ملحوظ نہیں رکھتے اور مسجد میں ہر قسم کی رطب و یابس باتیں، غیبت، حکایت و شکایت سب ہی بولا کرتے ہیں اور مصلیوں کی دلجمعی کو پراگندہ کرتے رہتے ہیں۔ اس وقت بھی خاموش نہیں ہوتے جبکہ دوسرا آدمی مسجد میں اپنے نوافل و اوراد کی ادائیگی میں مصروف رہتا ہے، بلند آواز سے گفتگو کر کے اُس کی جمعیت و یکسوئی کو منتشر کرتے رہتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ علی العموم مسلمان مسجد میں اُدب و احترام سے بالکل بے پرواہ ہو گئے ہیں اور تقریباً ہر جگہ کی مسجد کا یہی حال ہے، اس عصیان میں لوگ خصوصیت سے اس وقت زیادہ مبتلا ہو جاتے ہیں جبکہ ان کا کوئی پردیسی ملاقاتی، یا اُسی شہر کا کسی دوسرے محلہ کا رہنے والا اتفاقاً اگر اس مسجد میں نماز کیلئے پہنچ جائے۔

تو اس ملاقات کو غنیمت سمجھکر مسجد ہی میں گفتگو شروع کر دیتے ہیں اور ادب و احترام مسجد اور اس کے ترک کی وعید کل ان کے ذہن سے نکل جاتی ہے، ان کو متنبہ ہونا چاہئے اگر ایسی ہی ضرورت پیش آجائے تو مسجد سے علیحدہ ہٹ کر ضروری باتیں کرلیں۔

تاج العارفین پیر مجیب اللہ قدس سرہٗ کی مسجد میں ابتدا سے اس کی احتیاط برتی گئی اور شدت سے لوگ دُنیاوی امور اور لاطائل باتیں مسجد میں کرنے سے روکے گئے، یہ احتیاط میں نے خود اپنے بچپن سے کہولت کے سن تک یکساں ملحوظ رکھتے دیکھی ہے۔

تاج العارفین قدس سرہ کے عہد سے اس ادب و احترام کی عملی صورت یہ قائم ہوئی کہ اذان کے بعد تمام باشندگان خانقاہ جو زیادہ تر ذاکرین و شاغلین ہی تھے اور مسجد سے علاوہ وقت اُن کا اپنی نشست گاہوں اور حجروں میں طاعت و عبادت میں بسر ہوتا تھا، استنجا و طہارت سے فارغ ہوکر مسجد میں حاضر ہوجاتے اور سنن و نوافل ادا کرنے کے بعد تسبیح لیکر ورد درود میں مشغول ہوجاتے تھے، جب تمام لوگ مسجد میں جمع ہوجاتے تاج العارفین اپنی خلوت سے باہر تشریف لاتے اور ان کے مسجد میں داخل ہونے کے بعد امام محراب میں چلا جاتا، اور تکبیر شروع ہوجاتی تھی، البتہ یہ بات ضرور ہوتی تھی کہ حضرت تاج العارفین کے خلوت سے برآمد ہوتے وقت مطابق حکم تو موالی سیّدکم معتقدین و مریدین سروقد تعظیم کے لئے کھڑے ہوجایا کرتے تھے، وہی سنت ابتک صاحبِ سجادہ کے ساتھ باقی ہے۔

نماز تمام ہونے کے بعد ہر شخص سنن و نوافل و اوراد معمولہ بعد نماز پنجگانہ کی ادائیگی میں مشغول ہوجاتا تھا بیشتر لوگ اپنے معمولہ وظائف سے فارغ ہونے کے بعد انفرادی طریقہ پر انتہائی خاموشی کے ساتھ مسجد سے باہر چلے جاتے تھے اور بیشتر لوگ مسجد ہی میں رہتے، جب حضرت تاج العارفین اوراد وقتیہ سے فراغت کرکے خلوت میں تشریف لیجاتے وہ لوگ بھی مسجد سے نکل کر اپنے اپنے حجروں اور فرودگاہوں میں چلے جاتے تھے۔

وہ زمانہ انتہائی خیر و برکت کا تھا، اسلئے خانقاہ کے رہنے والے چونکہ طلب حق و اذکار و اشغال کی مشق و درس تصوف کے لئے آتے تھے ان کو بجز ذکر و شغل و اوراد و وظائف کے دوسرا دنیاوی کام کب زیبا تھا جو فضول کی بکواس میں اپنا وقت ضائع کرتے، ساکنین خانقاہ کی ان بہترین پابندیوں نے تمام فضائے خانقاہ و مسجد کو پُرسکون اور خانقاہ کے گوشہ گوشہ کو متبرک بنا رکھا تھا جس کے اثر سے ہر کارندۂ خانقاہ و واردین و صادرین پر احترام و ادب ملحوظ رکھنے کی کیفیت از خود پیدا ہوجاتی تھی، اس کے سکون و ادب سے صرف احاطۂ خانقاہ ہی متاثر نہ تھا بلکہ آس پاس اور اردگرد کے تقریباً کل مکانات اسی سے متاثر تھے، کسی مکان سے

شور وغوغا کی آواز بلند نہ ہوتی تھی۔

مسجد مجیبیہ کی بنیاد جس وقت رکھی گئی اس وقت لوگوں کے دیگر ضروریات مشروعۂ دُنیاوی کی انجام دہی کے خیال سے سنتِ عمریؓ کے مطابق ناحیہ مسجد میں ایک سائبان بھی بنوا دیا گیا تھا تاکہ تنگیٔ مکان کی وجہ سے درس وتدریس وافاضہ واستفاضہ و دیگر امور مشروعۂ دنیاوی اس میں انجام دیے جاسکیں اور کثرت جماعت کے وقت مسجد کی تنگی توسیع جماعت کو مانع نہ ہو بلکہ وہ توسیع جماعت اور صفوف کے اضافہ میں مسجد کا کام دے، لیکن دیگر امور دُنیاوی کے انجام دینے کے لئے خارج مسجد کے حکم میں ہو، چنانچہ اسی سائبان میں درس وتدریس و قُل واعراس انجام دیے جاتے تھے جو آج تک اُسی سائبان میں جو خارج مسجد ہے مگر ناحیہ مسجد میں واقع ہے۔ انجام دیئے جاتے ہیں اس طرح کا مکان ناحیہ مسجد میں بنا لینے کو فقہا جائز لکھتے ہیں، جس کی تفصیل اوراق ماسبق میں آچکی ہے۔

درمختار میں ہے کہ نماز عیدین کے موقع پر اضافۂ صف یا صلوٰۃ جنازہ یا درس وتدریس یا دیگر امور مشروعۂ دُنیاوی کی غرض سے مسجد سے متصل کوئی جگہ بنا لینی جائز ہے، ایسی جگہ جواز اقتدا میں تو مسجد کا فائدہ دیتی ہے، لیکن اس کے علاوہ دوسرے کاموں کے لئے مسجد کے احکام اس پر مرتب نہیں ہوتے، درمختار کی عبارت یہ ہے:۔۔۔۔۔ اما المتخذ لصلوٰۃ جنازۃ اوعید فی حق جواز الاقتداء ان تفصل الصفوف رفقا للناس لا باس فی حق غیرہ به یفتی نهایة فحل دخوله لجنب والحائض کفناء المسجد ورباط ومساجد حیاض واسواق لاقوارع"

علامہ ابن عابدین شامی "ردالمختار" میں اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی ایسی جگہ جو مسجد سے اتنی متصل ہو کہ مسجد اور اس کے درمیان کوئی راستہ نہ ہو تو اس پر بھی مسجد کے احکام مرتب نہ ہوں گے اور اس کا وہی حکم ہوگا جو اُوپر بیان کیا گیا۔

قوله كفناء المسجد هو المكان المتصل به ليس بينه وبينه طريق فهو كالمتخذ لصلوٰة جنازة وعيد فيما ذكر من جواز الاقتداء وحل دخوله الجنب ونحوه كما في احكام المنية قوله ورباط

اُس کا قول "کناسۂ مسجد" یہ وہ مکان ہے جس کے اور مسجد کے درمیان کوئی راستہ نہ ہو جیسا کہ نماز جنازہ اور عیدین کے لئے بنا لیتے ہیں، اس میں نماز کی اقتدا جائز ہے اور مجنب اس میں داخل ہوسکتے ہیں۔

اور "رباط" یہ وہ مکان ہے جو فقرا ئے

صوفیہ کے لئے بنایا جاتا ہے، جس کو خانقاہ یا تکیہ کہتے ہیں۔	ھو ما ینبنی لسکنے فقراء الصوفیہ وتسمی الخانقاہ والتکیہ۔

مقصد یہ ہے کہ مسجد سے متصل ایسا مکان جو نماز جنازہ یا عیدین میں صفوں کی تنگی دُور کرنے کی وجہ سے بنایا گیا ہو، یا وہ مکان جس میں فقرائے صوفیہ رہتے ہوں جس کو خانقاہ یا تکیہ کہتے ہیں، ان سب کا حکم وہی ہے جو اُوپر بیان کیا گیا، یعنی اجتماع و ہجوم کے وقت اگر اس میں صف قائم کر لی جائے تو اقتدا صحیح ہوگی لیکن اس پر مسجد کے احکام صادر نہ ہوں گے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ ان دونوں ہی قسم کے مکانات میں جو مسجد سے قریب تر واقع ہوں قرب مسجد کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے ان باتوں سے جن سے مسجد کے اندر نماز پڑھنے والوں کی یکسوئی خراب ہوتی ہو احتیاط کرنا ضروری ہے، ایسے مکانات میں بلند آواز سے گفتگو کرنا یا قہقہہ لگانا بہتر نہیں ہے احتیاط کا تقاضا یہی ہے، باوجودیکہ ایسی جگہ میں گفتگو کرنا ممنوع نہیں ہے، پھر بھی گفتگو میں میانہ روی اختیار کرنا ہی بہتر ہے، اسی لئے اہلِ خانقاہ پیر مجیب اس ادب کو مسجد کے قریب کے جملہ مکانات کے ساتھ ملحوظ رکھتے رہے اور ایک عرصہ تک خانقاہ کے کل قطعات کی نشست اور مسجد کی احترامی و تہذیبی حالت نہایت پُرسکون رہی اور اس روش کے باقی رکھنے میں تمام اراکین خانقاہ بیجد کوشاں رہے۔

مگر اب یہاں بھی آداب مسجد کا خیال کم ہوتا جا رہا ہے، اور ان سابقہ خصوصیات کو جو عہد تاج العارفین اور عہد شیخ العالمین سے چلی آتی ہیں اُن کے باقی رکھنے کا جذبہ خود خانقاہ کے ذمہ دار منتظمین و کارندوں میں کمی اور انحطاط کے درجہ میں ہے، خانقاہ کے منتظمین اور ذمہ دار حضرات سے میں درخواست کروں گا کہ وہ اپنے فرائض کو محسوس کریں اور مسجد و خانقاہ کے احترام کو برقرار رکھتے ہوئے تمام ان ناواقف حضرات کو جو مسجد اور محاذات مسجد کو اپنے گھروں کی طرح استعمال کرتے ہیں ہر طرح کی ہنگامہ آرائیوں سے روکیں، اور بعنوان شائستہ وجادلھم بالتی ھی احسن پر عمل کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً اصلاح میں کوشاں رہیں اور مسجد و خانقاہ کا سابقہ ادبی و احترامی نظم از سر نو قائم کریں۔

یہ خیال کرنا کہ اس سے پہلے مسجد و خانقاہ کی پُرسکون حالت محض صاحب سجادہ کے احترام کے پیش نظر ملحوظ رکھی گئی تھی غلط ہے، اہلِ علم اور مہذب لوگوں کا یہ فعل تھا جنہوں نے اس روش کو مسجد کے ادب و احترام کے لحاظ سے قائم کیا تھا اور آداب مسجد پر عمل پیرا ہونے اور ماجور ہونے کی غرض سے اختیار کیا تھا۔

مؤذن مسجد مجلیبیہ

حضرت تاج العارفین کے عہد میں آپ کے مُرید و مجاز شاہ محمدی کھنوی متوفی سنہ مؤذن مسجد تھے، یہ بزرگ بڑے متقی و پرہیز گار پیر پرست تھے، حضرت شیخ العالمین کے ابتدائے عہد سجادگی تک مؤذن رہے، ان کے انتقال کے بعد جس نے اپنی سعادت چاہی اجازت حاصل کرکے اس خدمت پر مامور رہا، ان کے اسماٗ کسی یادداشت میں میری نظر سے نہیں گزرے اسلئے یہاں پر درج کرنے سے قاصر ہوں۔

حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد میں شیخ بہادر علی مرحوم جو بھوا (شاہ آباد) کے رہنے والے تھے، اسم بامسمیٰ نہایت پابند اوقات تھے، خدمت اذان وہی انجام دیتے تھے، خانقاہ سے اس خدمت کے صلہ میں بجز حصول اجر آخرت کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے، اوقات گزاری کے لئے دوکان کرلی تھی اُسی کے منافع سے کھاتے تھے، خانقاہ کے انتہائی ہمدرد و جاں نثار تھے، متور کے شکار کے موقع پر انگریزی فوج کا تعاقب ان ہی نے کیا تھا اور چھروں سے زخمی ہوئے تھے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے، تاریخ سنہ میں انہوں نے انتقال کیا، اب کوئی مؤذن مخصوص نہیں ہے، جس کو خدا نے توفیق دی اپنی سعادت سمجھکر انجام دیتا ہے، یہاں مؤذن کے لئے کوئی فنڈ نہ تھی، مگر اس عہد میں کبھی اعزازی اور کبھی تنخواہ دار مؤذن رہتا ہے۔

امام مسجد مجیبیہ

تاج العارفین کے عہد میں ملّا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ امام وخطیب تھے، شیخ العالمین کے عہد میں مولانا احمدی قدس سرہٗ اور ان کی عدم موجودگی میں حضرت فرد الاولیاء، یا مولانا محمد قادری یا شیخ العالمین کے صاحبزادوں میں جو موجود ہوتا امامت کرتا تھا، حضرت نصر قدس سرہٗ اپنے عہد میں صبح کی نماز خود پڑھاتے تھے، اور دیگر اوقات میں مولوی صدیق احمد عیسی پوری علیہ الرحمۃ یا ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ امامت کرتے تھے، البتہ ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ کے ابتدائی عہد میں کوئی امام مخصوص نہ تھا، بلکہ جو بھی اہل فضل ہوتا اس سے یہ خدمت لے لی جاتی تھی، مگر جب حضرت مولانا شاہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل ہوگئے تو مستقل امامت کی خدمت ان کے سپرد ہوگئی، حضرت مولانا شاہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز جب تک صحت اچھی رہی خود پڑھاتے رہے اور دیگر اوقات میں مولوی محمد قمر الدین صاحب سلمہٗ یا ان کی عدم موجودگی میں مولوی نظام الدین یا مولوی حافظ شہاب الدین سلمہما امامت کرتے رہے۔ اس زمانہ میں جب سے صاحبزادہ مولوی شاہ

امان اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فارغ التحصیل ہوئے ہیں امامت کی خدمت انہی کے سپرد کر دی گئی ہے۔

۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ میں مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی اور صاحبزادہ مولوی شاہ محمد امان اللہ صاحب ان کی جگہ پر جانشیں کئے گئے اب امامت و خطابت نور چشم مولوی شاہ عون احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

مدرسہ مجیبیہ

حضرت امیر عطاء اللہ زینبی جعفری نے اپنی تعمیر کردہ (۹۵۶ھ) مسجد سنگ سرخ کے شمالی حصہ میں، مدرسہ بھی تعمیر کیا جس میں ان کی اولاد سے علما درس دیتے تھے، اس مدرسہ کی کیفیت حضرت ملا فصیح الدین زینبی جعفری کے حالات میں اوپر گذری ہے، امیر عطاء اللہ کے بڑے بیٹے امیر مظفر کی اولاد میں حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ تھے، جن کے احفاد میں صدہا علما ہوئے جنہوں نے درس دیکر خلق کو فائدہ پہونچایا، آپ کے خلیفہ اور قرابتمند حضرت مخدوم برہان الدین لال میاں اور حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ رشد و ارشاد کے علاوہ درس بھی دیتے تھے، چنانچہ حضرت آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ نے ابتدائی کتابیں خواجہ عماد الدین قلندر سے پڑھکر بنارس کا قصد فرمایا اور صاحب مقامات اولیسیہ مولانا سید محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ سے بقیہ درسیات کی تکمیل کی، اور ۱۱۲۵ھ سے مستقل اپنے وطن پھلواری میں اقامت گزیں ہو کر درس و تدریس وارشاد و ہدایت خلق میں مصروف ہوئے، آپ کے سلسلۂ درس سے گویا مدرسہ مجیبیہ کی بنیاد قائم ہوئی، حضرت تاج العارفین سے ان حضرات نے درسیات پڑھی۔ حضرت شاہ غلام نقشبند، شاہ انعام الدین (صاحبزادگان خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ) مولانا شاہ محمد اکرم، شاہ جمال محمد عرف جمن، شاہ لعل محمد، شاہ غلام مرتضیٰ برنی، شاہ عصمت اللہ اور آپ کے دو صاحبزادگان مولانا شاہ عبد الحق، مولانا شاہ عبد الحی نے آپ سے تمام و کمال درسیات پڑھی۔

حضرت تاج العارفین کے زمانہ میں سب سے بڑے مدرس جن کا حلقۂ درس ملا محمد مبین اور ملا فصیح الدین کے بعد بہت وسیع ہوا حضرت ملا وحید الحق[1] ابدال قدس سرہٗ تھے، جن کے فیض سے پھلواری اور اطراف کے بہت لوگ

[1] حضرت ملا وحید الحق ابدال اپنے والد ملا وجیہ الحق محدث کے شاگرد تھے، متوسطات تک، اپنے والد سے پڑھنے کے بعد اپنے حقیقی ماموں ملا محمد مبین بن قاضی حیات مزید جعفری سے بقیہ درسیات تمام کی، ملا محمد مبین نے حضرت ملا برہان الدین حقانی کے زیر تلمذ (جو حضرت ملا نظام الدین استاذ الکل فرنگی محلی کے شاگرد تھے) ۱۱۴۹ھ میں تحصیل فراغ لیا اور وطن آکر مدرسہ سنگی مسجد میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔

مستفیض ہوئے، ملا وحید الحق ابدال اپنے مکان میں درس دیتے تھے، جو مسجد جنیدیہ سے بالکل متصل اسی احاطہ میں واقع تھا اس لئے آپ کی درسگاہ مدرسہ جنیدیہ کے نام سے مشہور ہوئی، جب حضرت تاج العارفین کے کثرت ریاضات اور دو دو تین تین ماہ چلہ کشی سے طالبین علوم کے اوقات تعلیم میں تفرقہ پڑنے لگا تو حضرت ملا وحید الحق ابدال کو حضرت تاج العارفین نے جو آپ سے اکتساب طریقت میں مصروف تھے، مدرسہ مجیبیہ کا صدر مدرس مقرر فرمایا، چنانچہ وہ دونوں جگہ کے فرائض تدریس انجام دینے لگے، ان کے تلامذہ میں علماء کے کئی طبقے ہوئے، طبقۂ اولی میں مولانا شاہ عبد المغنی، مولانا شاہ نور الحق تپاں، مولانا اسد علی جعفری و مولانا احمد علی جعفری (صاحبزادگان ملا مبین جعفری فاتحہ فراغ ۱۱۸۰ھ میں ہوا) طبقہ ثانیہ میں حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ و مولانا شاہ شمس الدین ابو الفرح ملا عبد العلی بن ملا مبین، شاہ حبیب اللہ بن شاہ جار اللہ (ان چاروں حضرات کا فاتحہ فراغ ۱۱۸۵ھ میں ہوا) مولانا عبد القادر قلندر ریاسطی سوگھری، انہوں نے فلسفۂ قدیم و جدید پر بطور محاکمہ ایک رسالہ لکھا، خاندان کاکوری میں ملا عبد القادر کی شان بلند ہے۔

تیسرے طبقہ میں ملا وحید الحق ابدال قدس سرہ کے دو صاحبزادے حضرت مولانا احمدی و مولانا علی اکبر، (ان دونوں کا فاتحہ فراغ ۱۱۹۳ھ میں ہوا) سات سال تک مولانا احمدی قدس سرہٗ نے اپنے والد و استاد کے رو برو طلباء کو درس دیا، ۱۲۰۰ھ میں حضرت ملا وحید الحق ابدال کے انتقال کے بعد حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ مدرسہ جنیدیہ میں مسند درس پر بیٹھے اور مستقل طور پر مدرسہ مجیبیہ میں بھی درس دینے لگے، آپ نے چند طبقہ علماء کو پڑھایا۔ طبقۂ اولی میں حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے تین صاحبزادگان حضرت مولانا شاہ ابو الحسن فرد، مولانا شاہ ابو تراب آشنا، مولانا شاہ محمد امام جنوں۔ اور مولانا محمد علی بن مولانا شاہ شمس الدین ابو الفرح طلعت مولانا ابو الفضل، مولانا مظفر علی آہ، مولانا اشرف علی ان حضرات کا فاتحہ فراغ مدرسہ مجیبیہ میں ۱۲۱۱ھ سے ۱۲۱۴ھ تک مسلسل ہوتا رہا۔ دوسرا طبقہ۔ مولانا شاہ ابو الحیوٰۃ عجز، مولانا شاہ محمد قادری، مولانا شاہ علی سجاد نعمتی، (صاحبزادگان حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ) مولانا شاہ محمد ہادی، مولانا شاہ حاجی علی ابراہیم (صاحبزادگان حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ) ان حضرات کے تحصیل فراغ کے بعد مدرسہ مجیبیہ میں مدرسین کا اضافہ ہو گیا، اور ہر ایک کا وسیع حلقۂ درس طالبین علوم کو مستفیض کرتا رہا، حضرت شیخ العالمین کے عہد میں پھلواری کا گھر گھر مدرسہ تھا، مدرسہ مجیبیہ کے علاوہ مدرسہ مسجد سنگی بھی حضرت مولانا حافظ عبد الغنی منعمی قدس سرہٗ کے افاضۂ درس سے آباد و بارونق تھا، ان مدارس کے علاوہ ہر عالم اپنے گھر طلبا کو رکھ کر درس دیا کرتے تھے۔

ایک عرصہ کے بعد جب حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ کو ضعف بصارت اور کبر سنی کی وجہ سے معذوریاں

برسنے لگیں تو اپنے اجل شاگرد مولانا شاہ محمد امام بن حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کو مدرسہ مجیبیہ میں اپنی جگہ پر متعین فرمایا، چنانچہ انہوں نے درس دینا شروع کیا اور ان کے ساتھ ان کے دیگر اخوان مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ بھی درس دیا کرتے تھے، اور مدرسہ جنیدیہ میں حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ کے صاحبزادے و مرید و خلیفہ مولانا شاہ محمد ہادی قدس سرہٗ درس دینے لگے۔ اس طرح ایک عرصہ تک دونوں درس گاہیں باقی رہیں،

مولانا شاہ محمد امام قدس سرہٗ سے کثیر طالبین علوم مستفیض ہوئے اور ان کے تلامذہ میں سے تین بزرگ مولانا شاہ محمد حسین شائق بن حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ، مولانا شاہ ابو محمد علی حسن بن حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ، مولانا شاہ آل احمد بن مولانا شاہ محمد امام قدس سرہٗ فارغ التحصیل ہو کر درس دینے لگے، مولانا شاہ محمد امام قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی و تلمیذ رشید مولانا شاہ محمد حسین شائق مدرسہ مجیبیہ میں ان کی جگہ پر فرائض تدریس انجام دینے لگے، ان کے علمی فیض سے بھی علماء کے چند طبقے فارغ التحصیل ہوئے، ان میں سے وہ جنہوں نے فراغ تحصیل کے بعد مدرسہ مجیبیہ میں درس دینا شروع کیا یہ ہیں :۔ مولانا شاہ وصی احمد قدس سرہٗ، حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ، مولانا شاہ محمد شرف الدین بن مولانا شاہ محمد ہادی قدس سرہٗ، مولانا صدیق احمد عیسٰی پوری،

حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ بہت انہماک و توجہ سے تدریسی فرائض انجام دیتے تھے، اور مدرسہ مجیبیہ کے فروغ دینے میں از حد ساعی و کوشاں تھے، چنانچہ آپ نے اس زمانہ میں حکیم محمد وصی صاحب پھلواروی کے نام جو خط کلکتہ روانہ فرمایا تھا اس میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"از قریب یکسال شغل تدریس صرف و نحو و منطق و فلسفہ و علم کلام و فقہ میدارم، چند کساں طالبہ می خوانند، و چند سبق روزانہ می شود، و آنچہ معلوم است تعلیم می کنم، علم چیزے دیگر است، دعا فرمایند کہ خدا عطا فرمایند۔"

حضرت نصر قدس سرہٗ کے جید تلامذہ میں ہمارے پیر و مرشد حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ اور مولانا سید مرتضٰی حسن پھلواروی تھے، ہمارے پیر و مرشد قدس سرہ نے درسیات اپنے والد ماجد مولانا شاہ محمد شرف الدین قدس سرہٗ اور حضرت نصر قدس سرہٗ اور مولانا صدیق احمد عیسٰی پوری سے پڑھیں۔

حضرت نصر قدس سرہٗ کی وفات کے بعد مولانا سید مرتضٰی حسن پھلواروی مدرسہ مجیبیہ میں تدریسی فرائض انجام دینے لگے، اور حضرت نصر قدس سرہٗ کے صاحبزادہ و جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالحق قدس سرہٗ کی تکمیل درسیات کے لئے مولانا قاضی غلام یحیٰی آروی بھی (تلمیذ رشید حضرت مولانا شاہ نصیر الحق عمادی قدس سرہٗ)

مدرسہ مجیبیہ میں مدرس مقرر ہوئے، چنانچہ قاضی غلام یحییٰ آروی کے زیر تلمذ حضرت مولانا شاہ عبدالحق و مولوی حکیم عبدالشکور عمسٰی پوری نے درسیات تمام کی اور ۱۲۹۹ھ میں فاتحہ فراغ ہوا، حضرت قدس سرہٗ کے دوسرے صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ عین الحق قدس سرہٗ نے مولانا حکیم علی نعمت بن مولانا عنایت رسول بن مولانا محمد یحییٰ بن مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ عجز پھلواروی سے درسیات تمام کی (مولانا حکیم علی نعمت نے غازی پور میں علوم درسیہ کی تکمیل کی تھی اور جماعت اہل حدیث کے مسلک پر تھے) مولانا شاہ عین الحق قدس سرہٗ کے شرکاء درس میں حافظ انور علی مونگیری اور مولوی حکیم حبیب الحسنین دسنوی (برادر مولانا سید سلیمان ندوی بن حکیم محمد ابوالحسن دسنوی علیہ الرحمہ) تھے جنہوں نے شاہ عین الحق قدس سرہٗ کے ساتھ تکمیل درسیات کی اور فاتحہ فراغ ہوا۔

جب شاہ عین الحق قدس سرہٗ کے عقائد میں انقلاب عظیم پیدا ہوا اور ترک سجادگی کی تو جس طرح خانقاہ کا سارا نظام درہم برہم ہوا مدرسہ مجیبیہ بھی سابق حالت پر قائم نہ رہ سکا۔

ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کی جانشینی کے بعد جب خانقاہ کا بگڑا ہوا نظام رفتہ رفتہ سابق حالت پر آیا بلکہ اس سے زیادہ بارونق ہوا تو پیر و مرشد قدس سرہٗ نے مدرسہ مجیبیہ کی طرف توجہ فرمائی، خود تفسیر کا درس دیتے تھے (اور کتب تصوف میں مکتوبات صدی وغیرہ کا درس دیتے تھے) اور فارسی تعلیم کے لئے مولانا محمد کامل بن مولوی محمد ظاہر پھلواروی کو، اور عربی درسیات کے لئے مولانا حمید الحق بن مولانا عارف بن حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ کو مقرر فرمایا۔ چنانچہ مدرسہ مجیبیہ میں تدریسی سلسلہ حسب سابق جاری ہوگیا۔

حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہ نے ابتدائی کتابوں سے لیکر فارسی کی تکمیل مولانا محمد کامل صاحب سے کی، اور ابتدائی عربی کتابیں حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ میں متوسطات تک مولانا حمید الحق قدس سرہٗ سے تعلیم پائی۔

۱۳۱۲ھ میں مولانا عبداللہ نقشبندی رام پوری (تلمیذ رشید مولانا ارشاد حسین رام پوری) مدرسہ مجیبیہ میں مدرس مقرر ہوئے جن سے حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ اور دیگر اہل قرابت طلبہ یعنی کاتب الحروف کے بڑے بھائی مولانا سید معین الدین احمد و حافظ سید خلیل الدین احمد و کاتب الحروف محمد شعیب و مولوی شاہ عبیداللہ فریدی و مولوی فضل حق بن مولانا شاہ صفت اللہ قدس سرہ نے درس لینا شروع کیا، اور پھلواری کے اہل قرابت طلبہ کے علاوہ بریلی، رام پور، بنگال کے بھی معقولات پڑھنے والے طلبہ شریک درس ہوئے، اور مدرسہ مجیبیہ کی طرف سے طعام و قیام میں فائدہ اٹھاتے رہے۔

۱۳۱۵ھ میں مولانا عبداللہ صاحب اپنے وطن تشریف لے گئے اور ان کی جگہ پر مولانا عبدالرحمن صاحب نقشبندی ناصری گنجی (تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب امروہوی) مدرس مقرر ہوئے۔ ان کے حلقۂ درس میں بھی باہر سے مطوّلات پڑھنے والے طلبہ جیسے مولانا رحیم بخش آروی (بانی مدرسہ فیض الغربا آرہ) مولوی حافظ وسیع الدین (ہزاری باغ) آکر شریک ہوئے، جن کے طعام وقیام کا نظم بھی مدرسہ مجیبیہ کی طرف سے ہوا۔

حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے اپنی درسیات انہیں سے تمام کی، اور ۱۳۱۸ھ ہجری ۱۱ ربیع الاوّل بعد نماز ظہر مشہد عام میں حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ، ومولانا معین الدین احمدؒ ومولوی حافظ عبدالوہاب پھلواروی، ومولانا عبدالمنان بہپوری، مولانا حافظ وسیع الدین (ہزاری باغ) مولوی محمد بادشاہ (ساکن نواکھالی، بنگال) کا فاتحہ فراغ ہوا، اور دستارِ فضیلت باندھی گئی۔[۱]

اس کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ خود بھی مدرسہ مجیبیہ کے طلبہ کو درس دینے لگے اور برادرِ مکرم مولانا سید معین احمد علیہ الرحمہ بھی پڑھانے لگے، اسی زمانہ میں مولانا سید سلیمان ندوی (جو غالباً ۱۵ یا ۱۶ سال کے ہوں گے) پھلواری آئے، اور خانقاہ میں مقیم ہوکر حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے شرح وقایہ، نورالانوار وغیرہ کا درس لیتے رہے، پھلواری ہی سے وہ ندوۃ العلماء لکھنؤ گئے اور وہاں فارغ التحصیل ہوئے۔

مولانا عبدالرحمن ناصری گنجی کے تشریف لیجانے کے بعد مولانا عبدالواحد غازی پوری (تلمیذ رشید مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی) مدرس مقرر ہوئے، جن سے حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ کے منجھلے صاحبزادے مولوی شمس الدین علیہ الرحمہ اور کاتب الحروف محمد شعیب، ومولانا حسن میاں مرحوم بن مولانا شاہ محمد سلیمان علیہ الرحمہ، مولانا محمد عباس مجیبی پھلواروی، مولانا محی الدین تمنا پھلواروی نے درس لینا شروع کیا، دو ہی سال بعد مولانا عبدالواحد غازی پوری نے رحلت فرمائی، ۱۳۲۱ھ میں مولانا خدابخش مظفرپوری مدرس مقرر ہوئے، ان کے علاوہ مقامی اساتذہ میں کاتب الحروف کے والد ماجد مولوی سید محی الدین احمد علیہ الرحمہ اور مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ اور کاتب الحروف سے بھی مدرسہ مجیبیہ کے طلبہ پڑھتے رہے، حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے قرابت اور غیر قرابت کے بہت

---

[۱] فاتحہ فراغ کے اس جلسہ میں جن علماء نے شرکت کی اور سند پر دستخط فرمایا وہ یہ ہیں۔ حضرت مولانا شاہ صفت اللہ قادری فریدی پھلواروی، مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی، مولانا محمد عبداللہ نقشبندی رام پوری استاد اوّل، مولانا حکیم عبدالحمید صادق پوری، مولوی حکیم عبدالوہاب آروی، مولانا محمد منیر الدین الہ آبادی۔ ان کے علاوہ اور بھی علماء شریک جلسہ تھے۔

لوگوں نے درسیات پڑھی، مولوی شاہ عزیز صاحب (برادرزادہ مولانا شاہ محمد سلیمان علیہ الرحمہ) نے متوسطات تک حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے تعلیم پائی، اس کے بعد یہاں سے بنارس جاکر مولانا محمد شریف اعظم گڈھی (صدر مدرس مدرسہ مظہر العلوم بنارس) کے زیر تلمذ اور اجمیر شریف جاکر مولانا معین الدین اجمیری (صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر) کے زیر تلمذ درسیات تمام کی، اسی طرح مولوی شاہ محمد عباس مجیبی پھلواروی اور مولوی شاہ وارث امام مجیبی پھلواروی اور مولوی ابو البرکات بی اے عیسیٰ پوری نے درسیات کا معتدبہ حصہ حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ سے پڑھا، خود آپکے دونوں بھائی مولانا شاہ محمد قمر الدین و مولانا شاہ محمد نظام الدین نے ابتدائی درسیات آپ ہی سے پڑھیں، لیکن مولانا کو اکثر سفر درپیش رہا کرتا اور ان لوگوں کے اسباق ناغہ ہوتے رہتے اسلئے جب مولانا سید عبد العزیز صاحب قادری انجہری مدرس مقرر ہوئے تو مولوی محمد قمر الدین و مولوی محمد نظام الدین سلمہما خاص طور پر ان سے پڑھنے لگے، یہ دونوں حضرات مولانا سید عبد العزیز انجہری سے متوسطات پڑھ رہے تھے کہ اچانک مولانا نے خانقاہ پھلواری میں انتقال فرمایا، اس کے بعد یہ دونوں حضرات تکمیل درسیات کے لئے مولانا عبد الحمید صاحب[1] (مدرس اول مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ) اور مولانا مقبول احمد خان صاحب[2] (مدرس مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ) کے حوالہ کئے گئے، چونکہ یہ دونوں اساتذہ مدرسہ حمیدیہ کی ذمہ داری کی وجہ سے پھلواری میں قیام نہیں کر سکتے تھے، اس لئے مولانا محمد قمر الدین و مولانا محمد نظام الدین سلمہما کو اپنے ساتھ دربھنگہ لے گئے، ان کے ساتھ قرابت کے اور طلبہ بھی جیسے مولوی لطف احمد بن اخی میر عبد الرزاق پھلواروی و مولوی عز الدین بن مولوی معین الدین احمد پھلواروی وغیرہ دربھنگہ گئے۔ ۱۳۴۴ھ میں مولانا قمر الدین و مولانا نظام الدین سلمہما نے درسیات کی تکمیل کی۔

حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ کی شرکت کے پیش نظر فاتحہ فراغ کا پہلا جلسہ خانقاہ پھلواری میں ہوا، جس میں صوبہ اور بیرون صوبہ کے بیشتر علماء و فضلاء نے شرکت فرمائی، مولانا عبد الماجد بدایونی، مولانا شاہ محمد فاخر صاحب (دائرہ شاہ اجمل الہ آباد) مولانا حکیم فخر الدین صاحب جعفری الہ آبادی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا ظہور احمد بستوی (صدر مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ) اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے اساتذہ اور صوبہ کے دیگر علماء کرام کے اجتماع عام میں دستار فضیلت باندھی گئی، مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی علیہ الرحمہ نے فاتحہ فراغ کا ایک تاریخی قطعہ پڑھا، جس کا مصرعۂ تاریخ یہ ہے:۔

---

[1] مولانا عبد الحمید صاحب، مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی کے ارشد تلامذہ میں تھے اور حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ کے مرید تھے۔

[2] مولانا مقبول احمد خاں صاحب بھی مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی کے تلمیذ رشید اور حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ کے معتقدین میں ہیں۔

ع
دلم گفت واللہ فاضل شدند
۱۳ ۱۲ ھ

اس کے بعد مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ میں فاتحہ فراغ کا دوسرا جلسہ ہوا اور دستار بندی ہوئی۔

مولانا محمد قمر الدین و مولانا محمد نظام الدین سلمہما نے تحصیل فراغ کے بعد مدرسہ مجیبیہ میں درس دینا شروع کیا، چنانچہ بہت سے طالبین علوم نے ان سے استفاضہ کیا اور مدرسہ مجیبیہ کے طلبہ کے علاوہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے طلبہ بھی آکر شریک درس ہونے لگے، ایک عرصے کے بعد مولانا محمد قمر الدین سلمہ اللہ تعالےٰ کچھ اپنی علالت اور دیگر مشاغل سفر وحضر کی بنا پر مستقلاً سلسلۂ تدریس کو قائم نہ رکھ سکے، لیکن مولانا محمد نظام الدین سلمہ اللہ تعالےٰ نے سلسلۂ درس کو پورے استقلال کے ساتھ جاری رکھا اور آج تک طالبین علوم کو مستفیض کر رہے ہیں، جن حضرات نے آپ سے درسیات تقریباً تمام کی ہیں وہ یہ ہیں:۔ مولوی سید لطف احمد پھلواروی، مولوی محبوب عالم نیا نوی، (مقیم پھلواری) آپکے چھوٹے بھائی مولوی شاہ حافظ شہاب الدین سلمہ، مولوی حافظ شہاب الدین علی نگری، مولوی ظہیر حسن، ابن شیخ غلام حیدر فاروقی (حسینا ضلع مظفر پور) مولانا قمر الدین صاحب و مولانا نظام الدین صاحب کے تلمیذ رشید مولوی محبوب عالم اپنے تعلیم ہی کے زمانہ سے مدرسہ مجیبیہ میں طلبہ کو درس بھی دینے لگے، قرابت و غیر قرابت کے اور لوگوں نے بھی مدرسہ مجیبیہ میں مولانا نظام الدین صاحب سے درسیات کا بیشتر حصہ تمام کیا۔

آخر میں موجودہ صاحب سجادہ مولانا شاہ محمد امان اللہ صاحب اور مولانا نظام الدین صاحب کے بڑے صاحبزادے مولوی شاہ عون احمد سلمہ بھی ابتدائی درسیات آپ ہی سے پڑھتے رہے، لیکن جب مولانا نظام الدین سلمہ کو بھی مشاغل سفر زیادہ ہو گئے اور اسباق ناغہ ہونے لگے تو حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہ نے ان دونوں صاحبزادوں کو مولانا محمد شریف[1] صاحب اعظم گڈھی (تلمیذ ارشد مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی علیہ الرحمۃ، و مرید حضرت پیرومرشد قدس سرہٗ) کے حوالہ کیا، مولانا محمد شریف صاحب مدرسہ قدیمہ فرنگی محل لکھنؤ میں صدر مدرس ہوئے، تو دونوں صاحبزادوں کو وہاں اپنے ساتھ رکھا، فرنگی محل کے قیام میں مولانا محمد عتیق صاحب سے (جو حضرت ملا بحر العلوم کے احفاد میں ہیں اور مدرسہ قدیمہ کے ناظم ہیں) بھی ایک کتاب "نور الانوار" پڑھی، اسی اثنا میں مولانا محمد شریف صاحب، دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر مدرس مقرر ہو گئے تو وہاں بھی یہ دونوں صاحبزادگان ان کے ساتھ رہے، اور مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے امتحانات میں بھی شریک ہوتے رہے، وہاں چار سال قیام کرکے مولانا کے زیر تلمذ درسیات تمام کی اور ۱۳۶۲ھ میں اجمیر شریف میں دار العلوم معینیہ عثمانیہ کی طرف سے

---

[1] ۲ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ بروز جمعہ مولانا نے رحلت فرمائی اور لکھنؤ میں مدفون ہوئے۔ اللّٰھم اغفر لہ۔

فاتحہ فراغ کا جلسہ ہوا جس میں دستار بندی ہوئی، فرنگی محل لکھنؤ اور الہ آباد کے علماء کرام شریک جلسہ ہوئے، پھلواری سے مولانا شاہ محمد قمر الدین سلمہ نے شرکت فرمائی۔

اب مدرسہ مجیبیہ میں بحمد اللہ تین جید مدرس موجود ہیں، مولانا شاہ محمد نظام الدین صاحب صدر مدرس، مولانا شاہ محمد امان اللہ صاحب سجادہ نشین، مولانا عون احمد، یہ تینوں درس دیتے ہیں، فی الحال انہیں مدرسین کے زیر تلمذ مولوی عماد الدین بن مولانا شاہ محمد قمر الدین و مولوی عین احمد بن مولانا شاہ نظام الدین نے ۱۳۷۲ھ میں درسیات تمام کی اور چند لڑکے جیسے مولوی فرد الحسن بن مولانا حافظ شہاب الدین سلمہ متوسطات پڑھ رہے ہیں، امید ہے کہ دو ایک سال میں یہ بھی درسیات ختم کرلیں گے۔

الحمد للہ کہ مدرسہ مجیبیہ کا فیض ابتک جاری ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ تا قیام قیامت جاری رہے۔ اور طالبین علوم دینیہ مستفیض ہوتے رہیں، آمین۔

حضرت تاج العارفین کے خلفاء

ہر سہ صاحبزادگان حضرت شاہ احمد عبد الحق (متوفی ۲۸ رمضان ۱۱۹۹ھ) حضرت شاہ احمد عبد الحی، (متوفی ۵ جمادی الثانی ۱۱۹۲ھ) حضرت شاہ محمد نعمت اللہ (متوفی ۲۹ شعبان ۱۲۴۷ھ) و ہر دو نبیرگان حضرت شاہ محمد نور الحق (متوفی ۴ شعبان ۱۲۳۳ھ) و حضرت شاہ محمد شمس الدین ابو الفرح (متوفی ۱۳ شعبان ۱۲۲۵ھ) و حضرت شاہ غلام نقشبند بن خواجہ عماد الدین قلندر (متوفی ۲۹ شعبان ۱۲۴۷ھ) و مولوی شاہ انعام الدین بن خواجہ عماد الدین قلندر، شاہ نظام الدین بن شاہ ابو تراب (متوفی ۳ ذیقعدہ ۱۱۷۳ھ) مولانا شاہ عبد المغنی (متوفی ۲۸ رمضان ۱۲۳۳ھ) شاہ غلام سرور جعفری (متوفی ۶ رجب ۱۲۱۰ھ) شاہ محمد اکرم ابدال (متوفی ۱۷ شوال ۱۱۴۷ھ) شاہ محمد کریم بن شاہ محمد مقیم (متوفی ۱۴ رجب ۱۲۰۹ھ) شاہ لعل محمد بن شیخ نور الدین (متوفی ۲۳ جمادی الثانی ۱۱۶۹ھ) ملا وحید الحق ابدال (متوفی ۲۴ صفر ۱۲۰۰ھ) شاہ سعد اللہ فریدی، شاہ محمد احسن بن لطف اللہ، شاہ خدا بخش بن شیخ غلام شرف قانون گو، عیسی پوری (متوفی ۴ رجب ۱۲۳۱ھ) شاہ غلام مرتضی ساکن برنی (متوفی ۱۵ ربیع الاول ۱۱۸۹ھ) شاہ غیاث الدین عظیم آبادی محلہ پہاڑی، شاہ جمال محمد عرف شاہ جمن (متوفی ۱۹ رجب ۱۲۰۸ھ) شاہ محمدی لکھنوی شاہ غلام رسول ساکن ہرلا ضلع پٹنہ، شاہ محمد مظفر فکرت ساکن کسمر ضلع چھپرہ (متوفی ۷ ربیع الآخر ۱۱۷۷ھ) میر دوست علی داناپوری (متوفی ۲۷ ربیع الآخر ۱۲۴۳ھ) شاہ محمد نعیم جعفری پھلواروی (متوفی ۲۲ محرم ۱۲۰۵ھ)

میر بدّی شاہ ساکن سہاڑ پرگنہ اروَل، ضلع گیا، مولوی شاہ غلام جیلانی سرشار، شاہ محمد مظہر علی لکھنوی۔ یہ بزرگ حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مرید تھے، ماہ رمضان شریف ۱۲۰۸ھ میں خانقاہ مجیبیہ میں تشریف لائے اور ۱۲۱۱ھ میں مجاز سلسلہ ہو کر تشریف لے گئے۔ شاہ عصمت اللہ ساکن سائیں ہرلاز (متوفی ۱۲۲۷ھ) شاہ شیخ اللہ بن شاہ فتح اللہ عیسیٰ پوری (متوفی ۲۹ ربیع الاول ۱۲۰۵ھ) حضرت شاہ بدیع الزماں علیہ الرحمہ ساکن بیتھو یکے از اولاد مخدوم سید درویش چشتی قدس سرہٗ ۲۵ رشعبان ۱۱۸۹ھ میں بطریقہ قادریہ مرید ہوئے اور ۲۳ رذی الحجہ ۱۲۱۴ھ میں انتقال فرمایا اور بیتھو میں مدفون ہوئے۔

حضرت تاج العارفین کا تاہل اور اولاد حضرت تاج العارفین کی دو شادیاں ہوئی تھیں جن سے تین صاحبزادے اور متعدد صاحبزادیاں تھیں اور سب صاحب اولاد، حضرت ترانوے [۹۳] سال اس دُنیا میں جلوہ فرما رہے، آپ کی حیات ہی میں نبیرگان و نواسگان اور ان کی اولاد الاولاد کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو سے زیادہ تھی ـــــ آپ کی پہلی شادی بی بی حمیدہ بنت حضرت شاہ محمد ابو تراب بن شاہ برہان الدین جنیدی قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان کے بطن سے شاہ احمد عبد الحق اور شاہ احمد عبد الحی قدس سرہما تھے، اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ عبیدہ متوفیہ لاولد، وحیدہ زوجہ اولیٰ شاہ غلام نقشبند لاولد، حبیبہ زوجہ محمد احسن بن لطف اللہ بن منیر اللہ جعفری لاولد، زینب زوجہ شاہ فضل اللہ عرف ٹالن، رابعہ بصریہ زوجہ شاہ آیت اللہ بن شاہ محمد مخدوم پھلواروی۔

دوسری شادی بی بی طالعہ بنت محمد شاہ (متوفی ۴ رذی الحجہ ۱۲۲۲ھ) بن شاہ نور اللہ نظام پوری بن شاہ مجتبیٰ بن شاہ اعظم بن دیوان سید شاہ مصطفیٰ سے ہوئی تھی، ان کے بطن سے شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ تھے، اور ۶ صاحبزادیاں تھیں۔ عزت النساء متوفیہ، زیادۃ النساء زوجہ ثانیہ شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ۔ نعمت زوجہ ثانیہ محمد احسن بن لطف اللہ بن منیر اللہ جعفری۔ عارفہ زوجہ شاہ ستار اللہ بن شاہ حمید الدین فریدی۔ ریحانہ زوجہ ملا وحید الحق ابدال پھلواروی۔ عائشہ زوجہ شاہ حفیظ اللہ نظام پوری، نسل منقطع۔ (بی بی طالعہ کے حقیقی بھائی میر سید محمد پناہ (متوفی ۵ رذی الحجہ [illegible]ھ) ساکن گوندہ بالسدن پرگنہ کسمر ضلع چھپرہ مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں)

وفات: بست [۲۰] ماہ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ بروز شنبہ قریب نصف النہار حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ [illegible] سال وفات پائی، خانقاہ مجیبیہ کے [illegible] جانب ایک حجرہ میں مدفون ہوئے، قطعہ تاریخ وفات از حضرت [illegible]

مولد و عمر و وفات حضرتِ پیرِ نجیب — در شمار آمد پس از چندے بنظمِ این چنین

عمرِ پاکش جز محامد نیست دیگر باکمال — مولدِ او پُرفیوض و نیز فخر الواصلین
۹۳ ۹۳ — ۹۸ھ ۱۰ ۹۸ھ ۱۰

سالِ نقلش نائبِ ختمِ نبی و ہادی ست — ہم بگفتم سرِ پنا ہے بود و تاج العارفین
۹۱ھ ۱۱ — ۹۱ھ ۱۱

جانشینی تاج العارفین کی وفات کے بعد کسی نہ کسی کو جانشین ہونا ضروری تھا صلبی اولاد میں چار ہستیاں بہت اہم تھیں، حضرت کے تینوں صاحبزادگان اور حضرت کے پوتے شاہ نور الحق تپاں قدس سرہٗ، شاہ احمد عبد الحق قدس سرہ بذریعہ ملازمت و بغرض اجرائے سلسلہ مرشد آباد میں تشریف فرما تھے، اور بروایت صوفیہ مرشد آباد کی ولایت بھی آپ کو تفویض تھی، اسی لئے مستقل مرشد آباد میں مقیم ہو گئے تھے، شاہ احمد عبد الحی قدس سرہٗ صاحب جائیداد تھے، شاہ نور الحق تپاں قدس سرہٗ کو تاج العارفین نے اپنی حیات ہی میں شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کے وصال کے بعد سجادہ عمادیہ پر جانشین کر دیا تھا، دو خانقاہوں کا بار نہیں اٹھا سکتے تھے، تاج العارفین قدس سرہٗ کی دلی تمنا تھی کہ جس طرح حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کا سلسلہ میرے واسطے سے خانقاہ عمادیہ کے ذریعہ جاری ہے، اسی آن بان کے ساتھ حضرت مولانا رسولنما کا سلسلہ بھی جاری ہو اور میرا جانشین در اصل حضرت مولانا کا جانشین ہو، مگر اپنے جانشین میں چند اوصاف کے متمنی تھے وہ یہ کہ متوکل محض اسبابِ ظاہری سے کنارہ کش ہو، محض خدا کے عطیہ و عنایات پر نظر رکھنے والا اور اپنے کام کو اللہ کے بھروسہ پر پورا کرنے والا ہو۔

خدا کی شان یہ تمام اوصاف حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ میں موجود تھے، خود حضرت مولانا رسولنما قدس سرہٗ نے شیخ العالمین کو اپنی فرزندی میں قبول فرما لیا تھا، جس وقت مولانا رسولنما قدس سرہٗ کو شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کی ولادت کی خبر ملی تاج العارفین کو مطلع فرمایا کہ "نعمت اللہ کو میں نے اپنی فرزندی میں لے لیا وہ میرا فرزند ہے" یہ بہت بڑی نسبت تھی جو مولانا رسولنما کے ساتھ شیخ العالمین کو بچپن ہی میں حاصل ہو گئی، یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ تذکرۃ الکرام میں موجود ہے۔

تاج العارفین کو بذریعہ استخارہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت بھی مل چکی تھی کہ تمہارا حسبِ خواہش جانشینی کی صلاحیت "نعمت اللہ" میں موجود ہے، اور یہ باتیں تاج العارفین کی اولاد اور ان کے خلفاء پر واضح تھیں۔

تاج العارفین کے اس بارہ میں استخارہ کرنے کی تصدیق شیخ طالب علی مرحوم کی اس تفصیلی حکایت سے ہوتی ہے جو انہوں نے "ملفوظات شیخ العالمین" میں لکھی ہے۔

شیخ طالب علی مرحوم نے "ملفوظات شیخ العالمین" میں جو تفصیلی حکایت لکھی ہے وہ یہ ہے، اس سے استخارہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

شیخ تفضل حسین اور احمد حسین صاحبان کے نانا شیخ فتح علی صاحب ندول ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے ۱۶ محرم ۱۲۴۲ھ میں میں کسی ضرورت سے ان کے مکان پر شب باش ہوا، عند التذکرہ حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کا فضل و کمال بیان کرتے ہوئے اس طرح کہنے لگے کہ میری عمر اس وقت نوے سال کی ہے، بحمد اللہ میرے کل قویٰ محفوظ و بحال ہیں، آنکھ کی روشنی موجود ہے، اس عمر تک میرے دانت مضبوط ہیں، جسمانی قویٰ اب تک ایسے درست ہیں کہ مجھے کسی بات کی معذوری پیش نہیں آتی، میں حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ سے آٹھ سال عمر میں بڑا ہوں ۱۱۶۶ھ میں جبکہ میں چودہ سال کا تھا حضرت منعم پاک قدس سرہٗ کی خانقاہ میں متعلم تھا، کبھی حضرت سے اور کبھی حضرت کے خلیفہ مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہٗ سے سبق لے لیا کرتا تھا، حسب معمول ایک روز میں سبق کے لئے حضرت کی خانقاہ شریف میں حاضر ہوا تو دونوں ہی بزرگوں کو سر بمراقب پایا، انتظار میں قریب ہی بیٹھ گیا کہ جب یہ بزرگان مراقبہ سے فارغ ہو جائیں تو سبق لوں، یکایک میں نے دیکھا کہ حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ غایت جوش میں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے "جب ایسے تب ایسے" پھر مراقب ہو گئے۔

مجھے اس خلاف معمول کیفیت سے سخت حیرت ہوئی اور اس ارشاد پر خلجان سا ہونے لگا کہ کس کے حق میں یہ بات فرمائی گئی ——— جب یہ دونوں بزرگان مراقبہ سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ آج اس وقت سبق کا موقع نہیں ہے، ہم کو ایک دوسری جگہ جانا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت کے واقعہ سے خادم کو سخت حیرت و خلجان ہے، جب تک یہ خلجان رفع نہ ہو جائے اور اس واقعہ کی حقیقت نہ معلوم کر لے واپس نہ جائے گا۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ابھی شاہ مجیب اللہ صاحب پھلواروی کو یہ تردد پیدا ہوا کہ میرے بعد خانقاہ کیونکر انجام پائے گی، ہم لوگ بھی یہی معلوم کر رہے تھے، ہم نے دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ تشریف اور حضرت پیر دستگیر غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور نعمت اللہ کی نسبت پورا اطمینان دلا کر تشریف لے گئے، اسی نوازش کو دیکھ کر

مَیں نے کہا تجب ایسے تب ایسے"

پس تاج العارفین قدس سرہٗ کی دلی خواہش اور بارگاہ نبوی کے انتخاب اور خود مولانا رسولنما کے قبول فرزندی کا علم رکھتے ہوئے سلسلۂ وارثیہ مجیبیہ کی جانشینی کے لئے آپکے منجھلے بھائی شاہ عبدالحی اور آپکے برادرزدگان شاہ نورالحق تپاں اور شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی و دیگر خلفائے تاج العارفین وعظماء و عمائدین قصبہ پھلواری وعظیم آباد و دیگر ارباب بصیرت نے بالاتفاق حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کو بطیب خاطر جانشیں کیا۔ اور تولیت مسجد و خانقاہ وانصرام تقریبات اعراس وزیارت موئے مبارک کی خدمت تفویض کی۔

حضرت شاہ نورالحق قدس سرہٗ نے دستاربندی کے وقت اپنی ایک مختصر تقریر میں اس بات کا اعلان فرمایا کہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے سجادہ پر شاہ نعمت اللہ صاحب کے سوا کوئی بھی قدم رکھنے کے لائق نہیں ہے۔

بغیر نعمت حق کائے خدا سلامت دار ※ نمی سزد کہ نہد پا کسے بجائے مجیب

آپکی جانشینی سے سلسلۂ مجیبیہ کو بہت فروغ ہوا، قصبۂ پھلواری اطراف وجوار اور دُور دراز کے طالبین حق فیض صحبت سے مستفیض ہوئے اور سلوک کے مدارج عالیہ عرفانیہ پر فائز ہوئے،

خانقاہ مجیبیہ کا جانشیں بواسطہ تاج العارفین مولانا رسولنما کا جانشیں ہے، تمام اعراس جو خانقاہ مجیبیہ پھلواری میں انجام پاتے ہیں اور خود آستانہ عالیہ مزار مولانا رسولنما پر بنارس میں انجام پاتے ہیں وہ سب سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ کی سرپرستی میں انجام پاتے ہیں۔

حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ

تاریخ ولادت شب چہارم محرم ۱۱۶۱ھ۔ درسیات حضرت مولانا شاہ وحید الحق ابدال قدس سرہٗ سے پڑھیں، ۱۱۷۶ھ میں بتاریخ ۲۸ رمضان اپنے والد حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کی، چونکہ بدو شعور ہی سے آپکی طبیعت طاعات وعبادات، ریاضات ومجاہدات کی طرف مائل تھی، اس لئے بیعت سے پہلے ہی آپ کی تعلیم وتربیت تاج العارفین قدس سرہٗ نے شروع کردی تھی۔

اجازت وخلافت :- تاج العارفین قدس سرہٗ کا یہ معمول تھا کہ جب اپنے کسی عزیز خاص کی تعلیم وتربیت شروع فرماتے تو اکثر قبل تکمیل ہی اذکار واعمال اوراد واشغال کی اجازت عطا فرمادیتے تھے کہ اگر قبل تکمیل میں دُنیا سے چلا جاؤں تو اجازت سے محروم نہ رہ جائیں، میرے واسطہ سے اجرائے سلسلہ کرسکیں، اگر بعض اعمال واشغال کی تکمیل باقی رہ گئی ہو تو خلفاء سے بھی حاصل کرسکتے ہیں۔

چنانچہ اس غرض سے ملفوظ حضرت مولانا رسولنما قدس سرہٗ، ودیگر رسائل اذکار واشغال قلندریہ اور اوراد ووظائف واعمال کے طریقے، جو اپنے شیوخ کے واسطے حضرت کو پہنچے تھے اُن سب کو ایک کتاب کی صورت میں نقل فرمادیتے تھے اور اس میں جمیع سلاسل کے شجرے بھی جمع کردیتے پھر جس عزیز کو عنایت کرنا ہوتا اس مجموعہ پر اجازت نامہ لکھکر اور اپنے دستخط سے مزین فرماکر تکمیل کے بعد حوالہ فرمادیتے، اجازت نامہ کا مفہوم یہ ہوتا تھا۔

یہ مجموعہ میں نے نورِ چشم ...... سلمہ کے لئے لکھا ہے اس کتاب میں جو کچھ اذکار واعمال اشغال واوراد ووظائف اور سلاسل طریقہ کے شجرے ہیں سب کی اجازت میں نے نورِ چشم ..... سلمہ کو دی۔

ایسے چار مجموعے دست خاص سے تحریر فرمائے تھے، جن میں سے ایک جلد بڑے صاحبزادہ حضرت شاہ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کو عنایت فرمائی جو خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں موجود ہے، دوسری جلد منجھلے صاحبزادہ حضرت شاہ احمد عبدالحی قدس سرہٗ کو عنایت فرمائی جو کتبخانہ مجیبیہ پھلواری میں موجود ہے۔ اور تیسرا مجموعہ جس میں ملفوظ حضرت مولانا رسولنما، اور رسائل "اذکار قلندریہ" دستِ خاص سے تحریر فرمائے تھے، اور اوراد واعمال کا مجموعہ حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کے ہاتھ سے نقل کرایا تھا۔ اجازت نامہ اور دستخط سے مزین فرماکر حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کو ہبہ فرمایا، جس کے اجازت نامہ کی عبارت یہ ہے:۔

"ایں جلد وظائف بخط عارف کامل غلام نقشبند (رحمہ اللہ) تتمیم یافت، برائے خاطر محمد مجیب اللہ (ولد ظہور اللہ بن کبیر الدین رحمہم اللہ تعالیٰ متوطن قصبہ پھلواری مضاف سرکار صوبہ بہار ہند، صانہا اللہ تعالیٰ عن الآفات والبلیات) رزقہ بالعمل الخاص بلا سمعۃ و ریاء و بلا رویۃ عملہ و نحلہ بخلیقۃ شہودہ الاعلیٰ وحظہ الاوفی بالنبی وآلہ واصحابہ علیہ وعلیہم السّلام۔

ایں جلد اوراد بنور چشم نعمت اللہ ہبہ نمودہ شد، واجازت تمام ایں ادعیہ دادہ شد، حق تعالیٰ توفیق عمل بخشد وہر کہ از او استرشاد نماید او را توفیق عمل بخشد۔ ۲۳ رشہر رجب ۱۲۲۲ھ درحویلی بلدہ عظیم آباد۔

شیخ العالمین قدس سرہٗ اپنے یوم پیدائش سے حضرت تاج العارفین کی وفات کے دن تک کہ تقریباً تینتیس ۳۳ سال کی مدت ہوتی ہے۔ شبانہ یوم حضرت کی معیت میں رہے، حضرت کے ذاتی خدمات بھی بطور خادم آپ ہی انجام دیتے تھے، اور عافیت رسانی کا کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کرتے تھے، تاج العارفین سلوک طریقہ کے ساتھ خانقاہداری کا سلیقہ اور توکّل کا سبق تعلیم فرماتے، نوکری عزّت کی ہو یا ذلّت کی آپ کے لئے پسند نہ تھی، ہمیشہ ملازمت سے روکتے رہے، اور ایک وصیت نامہ استقامت علی التوکل کیلئے اس طرح ترتیب دیا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، برادرانِ طریقت و فرزندانِ حقیقت دریں عرصۂ ظلم و فساد و کفر و عناد دست درعروۂ وثقیٰ "مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ" زدہ تردد روزگار نزد ابنائے زمان و بازگشتِ صبح و شام با اہلِ دُنیا ننمایند، در آیہ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔ وَمَنْ شَقَّ فَمِہٖ ضَمِنَ رِزْقَہٗ" اعتماد کلی بجان و دل نمایند، وادعیہ و نماز کہ بزرگانِ دین معمول نمودہ اند آں را بعمل آرند کہ حق تعالیٰ ثمرۂ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ" ظہور خواہد آورد از صدق دل، عزیمت تمام و عمل دوام باید۔ حق تعالیٰ می فرماید اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ" اگر تاخیر در ظہور اثر بینند دل تنگ نہ نمایند از عمل دوام قصور نہ کنند اثرش ہویدا خواہد شد، لاریب فیہ۔"

پدر کہ رفت چنیں گفت اے پسر ہرگز ۔۔۔ زبہر چاشت تردد بصبح و شام کنی
گرت بدست فتد جفت گاؤ مزرعۂ ۔۔۔ یکے امیر دگر را وزیر نام کنی
وگرنہ باشدت آں نیز فاقہ رشادرد ۔۔۔ روی و نان جویں از جہد و دام کنی
وگر چنانکہ میسر نہ باشدت آں نیز ۔۔۔ کنی بشہر گدائی و ترک نام کنی
ہزار بار از اں بہتر است کز پے رزق ۔۔۔ کمر ببندی و ہر مردکے سلام کنی

اس وصیت نامہ کے اصل مخاطب شیخ العالمین تھے، کیونکہ آپ کی دلی تمنا تھی کہ آپ کا جانشین

متوکل محض ہو، وہ بھروسہ کرے تو خدائے قدوس پر، مانگے تو وحدہٗ لاشریک سے، تابعدار ہو تو اسی مالک الملک کا

چنانچہ اس وصیت نامہ کی ہدایت پر شیخ العالمین قدس سرہٗ نے حرف بحرف عمل کیا، تمام عمر متوکلاً زندگی بسر فرمائی، اور توکل کی تمام گھاٹیوں سے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ عبور کر گئے۔

شیخ طالب علی مرحوم لکھتے ہیں کہ شیخ العالمین نے ارشاد فرمایا توکل نہایت مشکل کام ہے، متوکل کے سات سال نہایت کٹھن ہوتے ہیں، مجھ پر تین سال بہت سخت گزرے، پہلا سال کم سخت تھا، دوسرا سال اس سے زیادہ، تیسرا سال تو ایسا سخت تھا کہ اگر لوہے کا لنگوٹ بھی باندھا ہوتا تو اس کا بھی ٹوٹ جانا ناممکن نہ تھا، مگر مجھ پر اللہ نے رحم فرمایا، پیران کی توجہ نے پوری مدد کی، اور میرے صبر و استقلال کی مضبوط رسّی ہاتھ سے چھوٹنے نہ دی، یہاں تک کہ خدا کی طرف سے فتوحات کے ابواب کھل گئے، اور میرا تمام کام بسہولت انجام پانے لگا"

فائدہ:۔ تاج العارفین کی مرقومہ بالا وصیت جس میں توکل محض کی تعلیم ہے اپنے جانشین کے لئے مخصوص تھی، دیگر اعزہ و مریدین کے لئے نہ تھی۔

توکل محض جو تصوف کا اہم ترین رکن ہے اور جس کی مشق کے لئے قرن اول کے صوفیہ اپنے آپ کو صحرائے شام میں ڈال دیا کرتے تھے اور جس کا سبق تاج العارفین نے شیخ العالمین کو دیا تھا، عوام کا اس توکل پر قائم رہنا مشکل ہے، ان کو بضرورت کفافِ عیال کسی ظاہری ذریعہ کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

ہاں دربارداری اور ذلت و خواری کی ملازمتیں جن میں نہ اپنا ذاتی وقار باقی رہتا ہے اور نہ علمی وخاندانی وجاہت باقی رہتی ہے، علاوہ ازیں عبادات و طاعات میں ہرج و نقصان ہوتا ہے، اوقات عبادت پراگندہ حالت میں بسر ہوتے ہیں، عوام کے لئے بھی ناپسند فرماتے تھے، ورنہ عزت و وقار کی حاکمانہ ملازمت جس میں اپنا ذاتی وقار، علمی و خاندانی اقتدار باقی رہے، عبادات و طاعات بھی اوقات معینہ پر ادا کرنے کا اختیار حاصل رہے، ایسی ملازمتوں کی اجازت دیتے تھے، مثلاً منصب قضا، افتا، عدالت یا ازیں قبیل دوسری ملازمتیں کیونکہ ان میں مخلوق کی دادرسی حقوق عباد کی نگہداشت ہوتی ہے اور یہ عین عبادت ہے، اس میں اپنا ذاتی وقار بھی قائم رہتا ہے، حاکمانہ حیثیت بھی باقی رہتی ہے، اس قسم کے عہدیدار بادشاہ وقت کی نیابت میں ایسے کام انجام دیتے ہیں جن کی انجام دہی کا حق براہ راست بادشاہ وقت کو حاصل ہوتا ہے، یعنی فیصلہ خصومات، حدود و قصاص، جزا و سزا، مظلوموں کی دادرسی، حقوق عباد کی نگہداشت وغیرہ

یہ سارے کام بادشاہِ وقت کے انجام دینے کے ہیں جو اس کی نیابت میں ایسے عہدہ دار انجام دیتے ہیں، ایسی ملازمت سراسر اقتدار و اعزاز کی ہے، چنانچہ آپ کے صدہا عزیزان و مریدین آپ کی حیات میں انہی خدمات پر مامور تھے، جن کو آپ عدل و دادرسی کی تعلیم فرماتے تھے، اور وفات کے بعد بھی آپ کی کثیر اولاد منصب قضاء، افتائے عدالت، منصب صدر الصدور، ڈپٹی مجسٹریٹ پر فائز تھی۔

تاج العارفین قدس سرہٗ نے شیخ العالمین کو اس کے علاوہ اور بھی وصیت فرمائی تھی۔ یہ کہ کسی قسم کے بھی کاغذ پہ گواہی یا دستخط نہ بنانا، کسی کے باہمی مناقشات میں حکم نہ بننا، اگرچہ یہ منصب انبیاء علیہم السلام کا ہے اور ان کے نائبین علماء و اولیاء اللہ جو صاحب رشد و ہدایت ہیں ان کو بھی اس کا حق حاصل ہے۔

اس ممانعت کی اصل یہ ہے کہ زمانۂ سابق میں لوگ خدا ترس تھے، اگر کسی معاملہ میں باہمی نزاع ہوتی تو اس کا فیصلہ حق کے مطابق چاہتے تھے، اور یہ خیال کرتے تھے کہ اگر میں حق بجانب ہوں تو حق کو پہونچونگا، ورنہ حق تلفی کے عصیان سے محفوظ رہوں گا، اگر میرا نقصان ہوا تو وہ دنیاوی نقصان ہوگا، آخرت کے مواخذہ سے بچوں گا، اور جو لوگ ان کے مناقشہ میں حکم بنتے تھے، ان پر فریقین کو اعتماد اور ان کی دیانت پر کامل بھروسہ ہوتا تھا، فریقین ثالث کے فیصلہ پر کاربند ہوتے تھے، چاہے وہ فیصلہ کسی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، فیصلہ کے بعد آپس میں کوئی مناقشہ کوئی تناقص باقی نہیں رہتا تھا، اور ثالث بھی ان تمام کاموں کو حسبۃً للہ محض رضائے الٰہی کے لئے انجام دیتا تھا۔

بخلاف اس زمانہ کے، کہ فسق و فساد، اور جدال و عناد میں ناحق مونچھ کی لڑائی لڑی جاتی ہے، مخاصمین حتی الامکان عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور جو عدالت کے کثیر اخراجات کا بار نہیں اٹھا سکتے، وہ اپنے معاملات ثالثی میں ڈالدیتے ہیں اور ہر فریق چاہتا ہے وہ حق پر ہو یا نہ ہو اپنے اپنے ثبوت بہم پہنچانے میں کذب و افترا، حیلہ و مکر، اور جھوٹی گواہی سے دریغ نہیں کرتا، ہر فریق کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ فیصلہ اُسی کے حسب خواہ ہو، اس صدق نما کذب کی وجہ سے حقیقت کا صحیح پتہ لگانا دشوار ہوتا ہے۔

ثالث فریقین کے بیانات سننے کے بعد چاہے وہ ثبوت جھوٹے، سچائی کی ملمع سازی سے بہم پہنچے ہوں یا واقعی سچے ہوں، ایک نتیجہ پر پہنچکر کسی ایک فریق کے حق میں فیصلہ دیتا ہے، اس لئے سچی دادرسی ناممکن ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں جس فریق کے خلاف فیصلہ ہو وہ ثالث پر بے ایمانی، بد دیانتی، رشوت خواری کا اتہام لگاتا ہے، مغلظات گالیاں دیتا ہے اور جہاں تک بھی ممکن ہوسکتا ہے ہجو اُڑانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا

جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے صرف فریق سے مخالفت تھی مگر اب ثالث سے بھی دشمنی پیدا ہو گئی اور خواہ مخواہ ایک باغیرت انسان مورد سب و شتم بن گیا، اسی لئے تاج العارفین قدس سرہ نے آپ کو حکم بننے سے منع فرمایا۔

پھر وصیت فرمائی کہ کسی کے نسبت ناتہ کے جھگڑوں میں نہ پڑنا، غیر کفو میں رشتۂ ازدواج قائم نہ کرنا، معیشت و جائیداد قبول نہ کرنا، اگرچہ توکل کے تمام مراحل سے گذرنے کے بعد ہی کیوں نہ حاصل ہو، کیونکہ جائیداد و معیشت قلب کو خدا کی طرف سے ہٹا کر معصیت کی طرف مصروف کر دیتی ہے، میری زندگی میں پختہ مکان نہ بنوانا مجھے یہ کاہی سفال پوش مکان بہت پسند ہے، ہاں اگر ضرورت ہو تو میرے بعد بنوانا۔

تاج العارفین کی جانشینی کے شرائط و قیود

متوفی صاحب سجادہ کے بعد جو شخص جانشین کیا جائے گا انتخاب کے وقت صلبی اولاد کو ترجیح ہوگی، اگر صلبی اولاد نہ ہو یا جانشینی کی اہلیت نہ رکھتی ہو تو اہل قرابت میں سے جو شرائط سجادگی پر پورا اُترے اور متوفی سجادہ نشین کا مرید و خلیفہ بھی ہو منتخب ہوگا۔

سجادہ نشین کو عالم باعمل، جامع شریعت و طریقت، سند یافتہ فارغ التحصیل ہونا چاہیئے، اگر سند یافتہ فارغ التحصیل نہ ہو تو علوم شریعت و طریقت سے اتنی واقفیت رکھے کہ اوامر و نواہی پر خود بھی کاربند ہو اور مریدوں کو بھی ہدایت کر سکے، مسائل شریعت و طریقت کا صحیح جواب قرآن و حدیث، فقہ و اقوال سلف صالحین سے دے سکے، متقی و متورع و مرتاض ہو، اسوۂ شیوخ پر چلنے والا، معمولات پیران طریقہ اذکار و اشغال اوراد و وظائف کا مداوم ہو، خلیق ہر شخص سے بخندہ پیشانی ملنے والا، تمام کام حسبۃ للہ استرضائے الٰہی کے لیے کرنے والا ہو۔

قیود: باجماعت نماز پنجگانہ مسجد میں ادا کرے، عزلت گزیں رہے، بجز شرکت جماعت، و دیگر ضروریات خانقاہ اور شرکت اعراس کے علاوہ خلوت خانہ سے باہر نہ جائے، قصبہ کے اندر پیران و شیوخ کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے واسطے اور اپنے اقران و محبان کے مکانات میں تہنیت و تعزیت اور مریضوں کی عیادت کے لئے جا سکتا ہے۔

قصبہ سے باہر قدم نہ نکالے مگر سفر واجب کے لیے، مثلاً سفر حج و زیارت حرمین شریفین و دیگر ضرورت داعیہ شرعیہ وغیرہا، حتی الوسع امامت نہ کرے بلکہ اقتدا میں نماز ادا کرے، یہ قید محض بربنائے احتیاط و ہضماً للنفس ہے۔

کیونکہ امام تمام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہوتا ہے، امام کی نماز کی صحت پر مقتدیوں کی نماز کی صحت اور اس کے فساد و کراہت پر مقتدیوں کے نماز کا فساد اور اس کی کراہت موقوف ہے، اگر امام سے فرائض و واجبات یا مستحبات وسنن میں کسی قسم کی فروگذاشت ہوگئی جس کا علم غفلت کی وجہ سے امام کو نہ ہو سکا اور نماز فاسد ہوگئی، یا مکروہ ہوگئی تو اس صورت میں تمام گناہ کا ذمہ دار امام ہی ہوتا ہے، اسی لئے اہلِ تقویٰ عموماً امامت سے احتراز کرتے ہیں۔

کسی کی امانت نہ رکھے، کسی مقدمہ میں گواہی نہ دے، کسی دوسرے کے فتویٰ پر دستخط نہ کرے، کسی وثیقہ پر گواہی نہ بنائے، انہی شرائط و پابندیوں کی وجہ سے حکومت نے سجادہ نشینان خانقاہ مجیبیہ کو عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔

اپنی شدید ضرورت میں بھی قرض نہ لے، متوکل محض ہو، جائداد و معیشت نہ رکھے، اگر اوقاف کا متولی ہو تو اس کی آمدنی بحسب شرائط وقف نامہ صرف کرے، تمام اوقات عبادات و طاعات میں مصروف رکھے، ان تمام قیود کے ساتھ خلق سے ملتا رہے، ان کی حاجت روائی اور مدد کے لئے ایک خاص وقت مقرر کر دے، حسب استطاعت فقرا و مساکین، واردین و صادرین کی خدمت کرے۔

سجادہ نشین خانقاہ تاج العارفین کا مخصوص لباس

تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے آج تک ایک سا ہی وضع و قطع کا لباس تیار کیا جاتا ہے جس کو سجادہ نشین زیب تن کرتے ہیں۔

تاج قلندری[1] اس کا دوسرا نام تاج جعفری بھی ہے، یہ بلند اونچی نوکدار خوب گفش کپڑے کی

---

[1] تاج جعفری کی وجہ تسمیہ کا صحیح پتہ نہ چل سکا کہ یہ کن جعفر کی طرف منسوب ہے مگر اس وضع کی ٹوپی مسنون ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لباس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کلاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہیأتیں لکھی ہیں ان میں ایک وضع یہ بھی ہے جو تاج جعفری کی شکل میں صوفیہ میں مروج ہے، حضرت شیخ لکھتے ہیں "کلاہ بر دو نوع ہست یکے لاطیہ دوم ناشرہ۔ لاطیہ آں را گویند کہ بر سر متصل باشد و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آں را بر سر نہادہ اند، ناشرہ آں ست کہ متصل بر سر نہ باشد بلکہ افراشتہ باشد و آں لاطیہ سیاہ است و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمتر بر سر نہادہ اند و بعضے مشائخ کہ بر سر نہند جائز است" امام مجتہد فقیہ اجل عبدالرحمٰن مدنی کوفی مسعودی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے پوتے ہیں ان کا شمار اجلہ تبع تابعین اور اکابر ائمہ مجتہدین میں ہے، اس وضع کی ٹوپی پہنتے تھے، ہشیم ابن جمیل انطاکی جو ثقات محدثین میں ہیں آپکی کلاہ کے متعلق فرماتے ہیں "رایتہ وعلی راسہ قلنسوۃ اطول من ذراع مکتوب! یا محمد یا منصور (تہذیب التہذیب) تاج جعفری بھی گویا اسی شکل کا ہوتا ہے فرق اسی قدر ہے کہ اس کی طوالت ایک ہاتھ نہیں ہوتی ہے بلکہ اس سے کم ہوتی ہے، اور سر سے بلند ہوتا ہے اور اسپر یا سادہ سوزن کاری ہوتی ہے یا درود یا کلمہ طیبہ یا اسمائے حسنیٰ یا اسمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا تمثال نعلین شریف منقوش ہوتے ہیں جو مجرد سوت یا ریشم سے ان منقوش پر سوزن کاری کی جاتی ہے

دو پلّی ٹوپی ہے جس پر سوزنی کا کام ہوتا ہے، اسی تاج کو پہنکر صاحب سجادہ "دستارِ نظامی" باندھتے ہیں۔

تاج جعفری دیگر خاندانوں میں بھی مروج ہے، مگر اس کا بالائی سرا بلند چھوڑ دیا جاتا ہے جو دستار باندھنے کے بعد بھی نمایاں ہوتا ہے، تاج العارفین قدس سرہ نے ہضماً للنفس اپنی منکسر مزاجی کی وجہ سے اس کے بالائی سرا کو پشت کی طرف جھکا دیا تھا، کچھ اس انداز سے جھکایا کہ دستار کا حسن دوبالا ہوگیا اور عجیب خوشنمائی و ربودگی پیدا ہوگئی، اور اب یہ تاج بلند بھی ہے اور پست بھی، لاطیہ بھی ہے اور ناشرہ بھی، یہ ادنیٰ جنبش جسے ہم ہضم نفس کا نتیجہ سمجھتے ہیں، اتّباعِ سنّت کی انتہائی شغف کا پتہ دیتی ہے، جس سے لاطیہ اور ناشرہ کلاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد سے جن خاندانوں میں تاج العارفین کا فیض پہنچا ہے یا اس خاندان کے اکابر اجازت و خرقۂ خلافت سے شرفیاب ہوئے، تاج العارفین کی تبعیّت میں بمصداق "مَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" تاج کے بالائی سرا کو جھکا کر پہننے لگے، اس زمانہ میں جس خاندان میں تاج کی یہ وضع دیکھی جاتی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ اس خاندان کے اکابر تاج العارفین کے فیض یافتہ تھے۔

دستارِ نظامی اس کا عرض ایک بالشت اور طول اکیس گز سے زیادہ ہوتا ہے، رنگ سادہ سفید، بندش کا انداز بھی جداگانہ ہے، اس میں عربی عمامہ کی طرح پیشانی کے وسط میں کوئی زاویہ نہیں ہوتا بلکہ پیشانی کا حصہ مدوّر ہوتا ہے، پیشانی اور دونوں کانوں کی طرف ایک ایک زاویہ ہوتا ہے، بندش کے بعد پیچھے کی طرف شملہ موڑ دیا جاتا ہے، اس بندش کی کچھ جھلک شاہانِ مغلیہ کی دستاروں میں ملتی ہے، یہ دستارِ نظامی سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہے۔

جسم میں کمر سے نیچی بند دار مرزائی، اس کے اوپر بند دار انگرکھا، اس پر قادریہ کرتہ، اس پر ململ کا کمربند جس میں گرنٹ کی گوٹ لگی ہوتی ہے، اس پر عبا، شانہ پر حمائلی ململ کا پٹکا جس میں بھی گرنٹ کی گوٹ ہوتی ہے اور بڑی مہری کا پائجامہ جس کی مہری کا کنارہ باریک مڑا ہوا ہوتا ہے۔ ہاتھ میں سفید و عریض ململ کا رومال اور تسبیح، پاؤں میں گھیتلی جوتی جس کی ایڑی دبی ہوتی ہے، خلوت سے باہر آنے کے وقت ہاتھ میں عصا ہوتا ہے۔ یہی وہ مخصوص لباس ہے جو عہد تاج العارفین سے آج تک صاحب سجادگان خانقاہ مجیبیہ استعمال کرتے رہے ہیں، یہ کل ملبوسات اس خاندان میں حضرت شاہ معزالدین چشتی کرجوی قدس سرہٗ کے واسطہ سے پہنچے ہیں، شاہ معزالدین چشتی کرجوی قدس سرہٗ نے ۱۱۲۶ھ میں تاج العارفینؒ کو الباس خرقہ کرتے ہوئے یہی ملبوسات پہنائے تھے، جیسا کہ آپ نے ملفوظات کے ایک ورق پر دست خاص سے تحریر فرمایا ہے۔

جانشین تاج العارفین کا احترام کہ تمام اہلِ قرابت و محبان و مرید و غیر مرید خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشین کا بہت احترام ملحوظ رکھتے ہیں جب وہ کسی موقع سے ان کے مکان پر تشریف لیجاتے ہیں تو انکی نشست کے لئے جاء نماز بچھا کر تکیہ رکھدیتے ہیں، پھر جب صاحب سجادہ اُن کے مکان آجاتے ہیں تو وہ استقبال کر کے اُسی جاء نماز پر بٹھاتے ہیں۔ یہ احترام تاج العارفین کی محترم شخصیت کی نسبت کی وجہ سے میزبان کے جذبۂ ادب کے ماتحت ہے۔

الحاصل شیخ العالمین قدس سرہٗ نے تاج العارفینؒ کی تمام وصیتوں پر پوری طرح عمل کیا اور تمام شرائط و قیود سجادگی پر سختی سے کاربند رہے، جو دستور و رسوم کہ عہد تاج العارفین سے چلے آتے تھے، ان کو مزید ترقی کے ساتھ جاری رکھا۔

ریاضات و مجاہدات کہ تذکرۃ الکرام میں بروایت سید العلماء مولانا احمدی قدس سرہٗ مروی ہے، تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد میں باوجود مشاغل نظم و نسق خانقاہ و مشغولی و اوراد و اذکار جن اہم ریاضات کو شیخ العالمینؒ نے اختیار کیا تھا اس میں ایک سکوت بھی تھا کہ آپ ساڑھے تین سال تک خاموش رہے، اتنے دنوں میں کسی سے کلام نہ کیا، کسی کو کسی کام کے لئے نہ کہا، سارا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے، کنوئیں سے اگر پانی نکالنا ہوتا تو خود آب کشی کرتے اگر کوئی دیکھ لیتا تو حصول سعادت کی غرض سے دوڑ کر ہاتھ سے ڈول لے لیتا اور لوٹا یا گھڑا بھر کر نشستگاہ تک پہنچا دیتا، آپ کی نشست عہد تاج العارفین میں خلوت کے دروازے کی کوٹھری میں رہتی تھی، زائرین و حاجتمند آتے تو اُسی کوٹھری میں آپ سے ملتے تھے اور عرض حال کرتے تھے، آپ کی وساطت سے حضرت تاج العارفین کی خدمت میں حاجتمندوں کی رسائی ہوتی تھی، آپ سجادگی سے پہلے برابر صوم وصال رکھتے تھے، شام کو صرف پانی یا لونگ یا چنے کے چند دانوں سے افطار کرلیا کرتے تھے، اس کے بعد غذا کی ایک قلیل مقدار شبانہ یوم کے لئے مقرر کرلی تھی، آخر عمر میں پچیس برس تک ایک چھٹانک سے زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے، بیماری میں چونکہ دوا پینی ضروری ہوتی تھی تو دوا کی مقدار کے برابر غذا کی اتنی مقدار کم کرکے پانچ یا چھ تولے کی مقدار پوری کی جاتی تھی، ربیع الاول اور ربیع الثانی کے عرس کے موقع پر دسویں تاریخ سے تیرہ تک مطلق غذا نہیں کرتے تھے صرف چائے پر اکتفا کرتے تھے، تین شبانہ یوم دہم یازدہم و دوازدہم تا شب سیزدہم اوراد و اشغال اور اذکار میں اور دیگر امور اعراس میں مشغول رہتے اور مطلقاً نہیں سوتے تھے، مگر روحانی قوت کا یہ عالم تھا ہجوم مردماں اور اقامت

مستفیضان و وجد وحال کے باوجود چہرۂ مبارک پر کچھ بھی آثارِ تکان نمودار نہیں ہوتے تھے۔
ہر روز ساٹھ رکعت نماز علاوہ مشغولی و مراقبہ و اذکار و تہجد و اشراق و چاشت و اوابین کے ادا فرماتے تھے، اس کے علاوہ نوافل ماہانہ نہایت پابندی سے ادا فرماتے تھے، مراقبۂ معمولی فجر، ظہر و عصر و مغرب و عشاء کبھی فوت نہ ہوا۔ ——— شیخ طالب علی مرحوم نے ملفوظات میں لکھا ہے کہ شیخ العالمین قدس سرہٗ سجادہ نشینی کے بعد پنجگانہ نماز کے بعد مزار تاج العارفین پر جاکر مراقبہ و مشغولی کرتے تھے، کچھ دنوں تک ایسا ہی معمول رہا، پھر تین وقت صبح، ظہر و عصر مقرر ہوا، بقیہ اوقات مسجد یا خلوت میں مشغول رہتے، کچھ دنوں کے بعد صرف عصر کے بعد کی حاضری لازم کرلی، یہ معمول ابتک باقی ہے اور سجادہ نشینان اس معمول کو اپنے اپنے زمانہ میں جاری رکھے رہے، لیکن صبح کا مراقبہ مسجد میں کبھی اشراق تک، کبھی چاشت تک کرتے تھے، اشراق کی نماز کبھی مسجد میں کبھی خلوت میں تشریف لیجاکر ادا کرتے تھے، کسی دن اگر طبیعت چاہ گئی تو عشاء کے بعد بھی چند گھنٹوں کے لئے مزار تاج العارفین پر تشریف لیجاتے اور مراقب بیٹھے رہتے، کچھ دنوں کے بعد مزار کی حاضری کے اوقات میں دیگر ضروریات تعلیمی و تلقینی کی بنا پر کمی کردی گئی اور عشاء کی نماز کے بعد مستفیضین کے افاضہ کے خیال سے آدھ گھنٹہ کے لئے خلوت کھول دیجاتی تھی، اس وقت خانقاہ کے طالبین و نیز قصبہ کے عمائدین بغرض استفاضہ حاضر ہوتے، اس وقت درس مکتوبات و ملفوظات و فتوح الغیب وغیرہ ہوتا تھا، پھر خلوت بند ہوجاتی؛ یہ معمول حضرت نصر قدس قدس سرہٗ کے زمانہ تک رہا، جب ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ جانشین ہوئے تو ابتداء عہد سجادگی تک یہ سلسلہ رہا مگر پھر حاضرین کی کمی کی وجہ سے موقوف ہوگیا، الغرض خلوت بند ہوجانے کے بعد حضرت شیخ العالمین خاصہ تناول فرماکر چند گھنٹوں کے لئے استراحت فرماتے، پھر دو بجے شب کو بیدار ہوجاتے اور تہجد و اوراد و اذکار میں مشغول ہوجاتے پھر صبح کو مسجد میں تشریف لاکر نماز ادا کرتے اور اپنے معمولات کو پورا کرتے، تمام عمر آپ نے اذکار کبھی ترک نہ فرمائے باوجودیکہ قوائے جسمانی بہت زیادہ مضمحل ہوچکے تھے، مگر مشکل سے مشکل اذکار قلندریہ و چشتیہ کو بلاناغہ پورا کرتے رہے، اکثر خوش عقیدت مریدان جو زیادہ گستاخ تھے کہتے کہ اب تو صرف مشغولی کا وقت ہے، مشق اذکار کے ثمرات و فوائد بیش از بیش حاصل ہوچکے قویٰ بھی یارا نہیں دیتے، بجائے اس کے مشغولی پر اکتفا کیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟ فرمایا کہ اس ضعف کے ساتھ بھی میرے قویٰ مشکل اذکار کے ادائیگی میں قاصر نہیں ہیں، اگرچہ کسل مزاج منافی ہوتا ہے مگر میں اس کو نفس کا دھوکہ سمجھتا ہوں نفس ہر طرح پر انسان کو دھوکہ اور فریب میں ڈالکر برباد کردیتا ہے، اسلئے انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ نفس کے فریب و حیلہ و مکر سے بچتا رہے، اوّل تو ہماری عبادت کسی درجہ میں قابلِ قبول نہیں، اسلئے کہ ہمیں اخلاص عمل کا صحیح جذبہ

اپنے میں محسوس نہیں کرتا، دوسری بات یہ ہے کہ انسان کی تمام عبادت ایک ساں مقبول نہیں ہوتیں، اُس کی قبولیت اللہ کے کرم و رحم پر موقوف ہے، معلوم نہیں کس وقت کی عبادت اللہ کو پسند آوے اس کا علم نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اتنے دنوں کی عبادت میں کون اور کس وقت کی عبادت مقبول ہوئی یا نہیں؟ اگر کوئی عبادت بھی مقبول نہ ہوئی ہو تو بقیہ عمر کی کُل ساعت مقبول عبادت کی تمنا اور آرزو میں عبادت ہی میں کیوں صرف نہ کر دیجائے، اللہ سے اُمید رکھنے والا اس کے رحم و کرم سے محروم نہیں ہوتا ہے، وہ بندہ مقبول بندہ ہے جو اپنے آقا کی اطاعت و فرمانبرداری میں شبانہ یوم ایک پاؤں پر کھڑا رہے، معین اوقات پر کام بجا لا کر بقیہ اوقات میں غافل پڑا رہنا ناشکر گزاری ہے، بالفرض اگر تم لوگوں کے حسن ظن کے مطابق مجھکو ثمرات فوائد اور قبولیت عبادت کی دولت نصیب ہو چکی ہے تو یہ کتنی بڑی ناشکری اور کفران نعمت ہے کہ جس ذریعہ سے ایسی دولت ہاتھ آگئی ہو اور خدائی نعمتوں کی کوئی حد نہ ہو کہ آئندہ اسی ذریعہ سے بیش از بیش ملنے کی اُمید ہو اُس ذریعہ کو چھوڑ دیا جائے، پیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ سیرابی کے جو ذرائع دستیاب ہو چکے ہیں اس سے سیرابی حاصل کی جائے جبتک پیاس نہ بجھے، مگر یہ وہ پیاس ہے کہ اس کے دن رات بڑھتے رہنے اور ذریعۂ سیرابی کو عمل میں لاتے رہنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ "ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی" میں تم لوگوں کی تشفی ایک حکایت سے کر دیتا ہوں۔"

کسی گاؤں میں ایک فاقہ مست پریشان حال رہتا تھا، شب قوت کو محتاج بظاہر اُس کے کُل ذرائع معیشت مسدود تھے حیران پریشان بطلب روزگار در در کی خاک چھانتا پھرتا تھا، مگر کسی طرح اُس کی عقدہ کشائی نہ ہوئی بالآخر اُس نے سوچا کہ دریا کنارے ریت چھانا کروں، ممکن ہے اُن سے گرے پڑے پیسے دستیاب ہو سکیں ایساہی کرنا شروع کیا، خدا کی شان اس طرح اُس کو اس میں سے گرے پڑے پیسے دستیاب ہونے لگے، شام کو اُن پیسوں سے آٹا لاتا اور جنگلوں سے لکڑیاں چُن کر گھر لے آتا اور بیوی کے حوالہ کر دیتا، روٹیاں پکجاتیں، بال بچے مِلکر کھالیتے، خدا کا شکر بجا لا کر سو جاتا، صبح کو پھر دریا کے کنارے چلا جاتا اور ریت چھانتا، کچھ نہ کچھ دستیاب ہو جاتا، عرصہ کے بعد اس مُلک کا بادشاہ سیر و شکار کی غرض سے اپنے عسکر کے ساتھ گزرا، مگر وہ اپنے کام میں مشغول تھا، اس کو فوج کی نقل و حرکت تک کی خبر نہ ہوئی، بادشاہ کی اطلاع کیونکر ہو سکتی تھی، بادشاہ جب واپس ہوا تو اس کو اسی حال میں دیکھا، وزیر سے کہا یہ کون شخص ہے اور خاک بیزی سے اس کا کیا مقصد ہے' دریافت کرو، وزیر نے حسب الحکم جا کر اُس سے ماجرا دریافت کیا، اُس نے حقیقت حال کہہ سُنائی، وزیر واپس گئے، بادشاہ سے اُس کا بیان دہرایا، بادشاہ نے عقب سے آکر اُس کی چھلنی میں ایک اشرفی گرا دی، مگر اس کو خبر نہ ہوئی، چھانتے چھانتے وہ اشرفی نمایاں ہوئی

اس نے کمر میں رکھ لیا، پھر اپنے کام میں مصروف ہوگیا، کچھ دیر بعد دوسری اشرفی بادشاہ نے گرادی، اسی طرح متعدد اشرفیاں اس کی چھلنی گرتی رہی، مگر وہ خاک بیزی سے باز نہ آیا، بادشاہ کو اس کی بے انتہا طمع اور لالچ پر غصہ آگیا، بُلا کر اُس کی تنبیہ کی اور کہا کہ میں نے اس قدر رقم تجھ کو دی جو تیرے لئے ایک مدت تک کے لئے کافی ہے مگر تو اپنی خسیس حرکت سے کیوں باز نہیں آتا، اُس نے دست بدستہ عرض کیا کہ اب تو میں اس کو تاعمر چھوڑ نہیں سکتا، چاہے اشرفیاں پھر ملیں یا نہ ملیں، کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جس کی وجہ سے مجھے معتدبہ اشرفیاں حاصل ہوئیں، بادشاہ خاموش ہوگیا اور اس کو رہا کر دیا۔

یہی حال عبادات وطاعات کا ہے، عابد جس عبادت کے ذریعہ فائز ہوا اُس کی پابندی اس پر اور زیادہ عاید ہو جاتی ہے، ایسے عبادات وطاعات کو بقدر وسع تا زندگی ترک نہ کرنا چاہئے، یہاں تک کہ وہ عبادت کرتے کرتے مر جائے، تمہارے حسن ظن کے مطابق اگر واقعی مجھ میں بہت سے فوائد وثمرات اذکار پیدا ہو چکے ہیں، حالانکہ میرے نزدیک تو ہنوز روز اول ہے اور عمر آخر ہو چکی تو ایسے ذرائع جن سے حصول فوائد کی قوی اُمید ہو کیونکر چھوڑے جا سکتے یا ہو چکے ہوں تو زیادہ کی اُمید کرتے رہنا کیونکر نہ چاہئے۔

پھلواری کے مؤرخ مولوی امان علی ترقی علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی میں شیخ الصالحین قدس سرہٗ کے مناقب ومحامد بیان کرنے کے بعد عہد تاج العارفین کے معمولات کو جس حسن وخوبی کے ساتھ آپ انجام دیتے تھے ان کا تفصیلی حال لکھا ہے:۔

بیا اے دل صفیر شوق سر کن	چو رنداں سوئے میخانہ گزر کن
ز ساقی خواہ جام بادۂ ناب	غزل خواں باش با یاران احباب
دلا وصف بزرگان زماں کن	پر از ذکر مدائح گوش جاں کن
بود از ذکر پاکاں تازہ ایماں	نشاط آگیں ازو گردد دل وجاں
بہر محفل کہ ذکر شاں در آید	بدلہا حق درِ رحمت کشاید
برد افسردگی از افسردہ دلہا	بیابد تازہ جانے مُردہ دلہا
حدیثِ عاشقانِ حق سمے ہست	کہ سازد دیگراں را سرخوش و مست
زہے دورِ سعادت انتہائے	کہ می دارد صفائے انتہائے
زمان شیخ کامل نعمت اللہ	چہ خوش عہد لبیبت اے مردان آگہ

که تا جائے پدر سجادہ نشیں شد — سر و سر حلقۂ مردان دیں شد
وجود او پرست از حسن اوصاف — رسیدہ شہرہ اش از قاف تا قاف
پر از صیت محامد ربع مسکوں — شد از اخلاق آں مقبول بیچوں
فتاد از حسن خوبیت بر زبانہا — بہفت اقلیم شد زد داستانہا
غلط گفتم غلط در ملاء اعلیٰ — ملائک می کنند اوصاف اورا
مگر بر نکہت گل خود سوار است — کہ بر ہر بام داغ دل گذار است
بہر محفل کہ ذکر او در آید — صدائے آفریں زانجا بر آید
بعالم شد رواں فیض عمیمش — شگفتہ غنچۂ دل از نسیمش
صبا تا برد بویش در گلستاں — پریشاں شد بعشقش سنبلستاں
ز عشق حسن رخسارش بگلشن — گریباں چاک زد گل تا بدامن
شدہ محو رخ زیباش لالہ — کشادہ با داغ دل خونیں پیالہ
ز مہر قامت رعناش شمشاد — باستقبال از یک پا باستاد
لقایش در دل او ہست منظور — ازیں نرگس کشودہ چشم از دور
عصا دارد بکف ہر لحظہ شبو — کہ تا گردد ز دربانِ درِ او
چنار از فرقت او خستہ جان است — ازیں دستِ دعا بر آسمان است
وزاں شد تا شمیم او بصحرا — خجل شد نافۂ آہو بصحرا
سحر خورشید سر گرداں بر آید — کہ دیدہ بر جمال او کشاید
ہما ہوں از وجودش طیر و حشرات — بہم دارند ذکرِ وصف آں ذات
بآئین پدر شد ہادی عصر — وجودش رونق آبادی عصر
خوشا بخت کسے کز فیض صحبت — گرفتہ توشۂ راہ حقیقت
خوشا جویائے عرفان الٰہی — کز و بگرفتہ فیضان کماہی
خوشا مردیکہ با وے آشنا شد — گذشت از ہر دو عالم با خدا شد
طریق شاہ عماد الدین قلندر — بحق جویاں نمود آں فیض گستر

بسلکِ دارثیہ عالمے را ۔۔۔ ہدایت کرد آں شیخ توانا

زدیگر خاندانہا چوں مجاز است ۔۔۔ کشودِ کار بر اہلِ نیاز است

شود در خانقاہش ہر کہ صادر ۔۔۔ بجاں کوشند بہر پاس خاطر

کمر بندند اندر خدمتِ او ۔۔۔ بکوشند از برائے راحتِ او

بہ پیش آرند از نعمائے الواں ۔۔۔ شود از خلق ایشاں شاد مہماں

کنند تا آں زمانے کو اقامت ۔۔۔ کنند از دل ادائے حق خدمت

بسے از طالبانِ علم ہشیار ۔۔۔ ز کسب علم دیں دارند بس کار

بگیرند از عطائے او خور و نوش ۔۔۔ نمی دارند جز بر علم دیں گوش

ہم آنجا طالبانِ حق تعالیٰ ۔۔۔ بگیرند فیض فقر از ذاتِ والا

بدستور پدر درویش برتر ۔۔۔ کند محفل بتاریخ پیمبرؐ

پلاؤ و قلیہ و افرنی پزانند ۔۔۔ کند تقسیم و مہماں را خورانند

دو روز و شب کند توقیر اطعام ۔۔۔ کہ سیر آیند زاں ہر خاص و ہر عام

بشب بعد از تہجد شیخ کامل ۔۔۔ بخوش آئیں کند ترتیب محفل

فراغت کردہ از قُل می نشیند ۔۔۔ ز مطرب بشنود مدح محمدؐ

بآں خوبی سراید نغمہ قوال ۔۔۔ کہ بر مجلس شود تغییر احوال

بوجد آیند یارانِ طریقت ۔۔۔ فنا در ذاتِ حق شانِ طریقت

تہ بیہوشی خبر از خود ندارند ۔۔۔ چرا کایشاں بجاناں ہمکنارند

ز سر مستی چو خم جوشاں خروشاں ۔۔۔ بمجلس ہر طرف چوں جام گرداں

گہے با نالۂ نے ہمصفیر اند ۔۔۔ گہے بر پائے ساقی بوسہ گیرند

ستادہ چنگ ساں از شوق گویاں ۔۔۔ گہے از جلوۂ معشوق خنداں

گہے با ہمدماں خود ہم آغوش ۔۔۔ بیادِ دوست نالاں از سر ہوش

بیادِ حق کشند از جوش یاہو ۔۔۔ بہ پیراہن نمی گنجند یکسو

زبس دارد اثر آہِ دلِ شاں ۔۔۔ کہ خاص و عام می گردند حیراں

عرس ربیع الاول

ز تاثیر فغان و ناله و آه — گریباں چوں دَرَد وقتِ سحرگاه

ز مجلس شیخ خیزد بهر طاعت — نمازِ صبح خواند با جماعت

ز مسجد چونکه می آید بمحفل — زپس آیند آں یاران کامل

مپرس از من که مستانِ الٰہی — که چوں جوشند وقتِ صبحگاہی

غرض از جوشش و آه دل شاں — شود دلہائے عالم بس گدازاں

بوجد آید چو شیخ از جوش مستی — عیاں گردد از و یزداں پرستی

نمی ماند به بندِ ہستی خویش — شود بیہوش از سرمستی خویش

فتد تاثیر آهِ او بمحفل — گدازاں می شود چوں موم ہر دل

چه از طفل و جوان و پیر گریند — بیادِ حق پر از تاثیر گریند

بوجد آں راکه میگیرد در آغوش — شود از بادۂ توحید مدہوش

بنور معرفت در وجد گرداں — چو در وقتِ سحر خورشید تاباں

تن مرتاض او بارشۓ لمعاں — بسان شاخِ گل از جوش جنباں

زیارت (ف ۱) می کند بر طرز معمول — کند تقسیم آب موئے مغسول

بماه رحلتِ (ف ۲) شیر خدا نیز — کند مجلس بصد اعزاز و تمیز

بشهر (ف ۳) انتقال غوث الاعظم — بسازد محفل آں شیخِ مکرم

بتاریخ (ف ۴) وفاتِ والدِ خویش — کند خوش مجلسے آں مرد حق کیش

بمردم می نماید دعوتِ عام — که برگیرند از اطعام او کام

چراغان و کول قندیل بسیار — کنند روشن بقبر شاه ابرار

کنند فرش نقوش آگیں قالیں — نہد شمع فروزاں را بآئیں

ز صحنِ خانقه تا مرقد آں — دو رویه می کند روشن چراغاں

نہد خوانہائے نقل و بیرۂ پاں — بفرش خانقاه خود فراواں

بیاراں طریقت خوان بر سر — خراماں می رود تا قبر انور

به پیشش مطربان نغمه پرداز — غزلخواں می روند از عشوۂ ناز

ف ۱ زیارت موئے مبارک

ف ۲ عرس ۲۱ رمضان شریف

ف ۳ عرس ربیع الآخر

ف ۴ عرس تاج العارفین

همه یاران او پر شوق و جوشان | روند از پس بدل تسبیح خوانان
ز نغمه سنجی آواز قوال | بجوش آیند اهل الله فی الحال
همیں آئیں بہر قلد چوں در آیند | همه خوان را مرتب می نمایند
باطرافش همه مردان نشینند | به نزد شیخ خود یاران نشینند
چو محفل می شود با ایں تجمل | کنند آغاز قاری فاتحه قل
ز قل فارغ شده گردند مشغول | سراید مطرب آنگه قول معقول
بماند محفل آنجا تا بیک پاس | بخیزد بعد ازیں آں خیر الناس
به یاران میرود در خانقاه باز | بآئیں می نماید انجمن ساز
شود در انجمن چوں جلوه فرما | رسد فیضانش از دلها بدلها
بقانونے نوازد ساز مطرب | برد دل را ز اهل راز مطرب
صدائے تال و عود و چنگ و شارنگ | دل ارباب معنی را ز نار چنگ
دل عارف ز خوش آواز بربط | شناگر دو به بحر عشق چوں بط
ز شب تا چاشت ماند گرم محفل | بسوزند اهل دل از آتش دل
کنند آں شیخ محفل را چو موقوف | بسبع قل شود هر شخص مشغوف
ز خوان هر چیز را تقسیم سازند | همه را زاں تبرک می نوازند
بکار خیر دائم همت اوست | جهانے کامیاب از نعمت اوست

چاہ چنوتی

بقرب قصبه چاهے پخته ساخت | ز گچکاری بنایش محکم انداخت
که هست آب زلالش آب زمزم | کزاں سیراب می گردند عالم
به شارع عام آب آں سلسبیل است | تو می گوئی بدنیا سلسبیل است
درونش صاف تر از جان پاکان | برد دل زیبا چو رخسار نکویان
بقصبه مسجدے سنگین و محکم | بنا فرموده جد مکرم
چو پشته زینه اش گردید مسمار | بنا نو کرده از زر هائے انبار
پر از جود و سخا شیخ کرام است | بدل حاجت روائے خاص و عام است

ندارد گرچہ از دیہات و قریات | برآرد خلق را از لطف حاجات
زاولاد اند اُو را ہفت فرزند | ز علم ظاہر و باطن خردمند

مولانا ترقی حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے، اپنے شیخ کی وفات کے بعد شیخ العالمین قدس سرہٗ سے بقیہ تکمیل سلوک کے خیال سے آپ نے رجوع کیا تھا، اس رجوع کے واقعہ کو ایک خاص قصیدہ میں نظم فرماتے ہیں:۔

سحر کہ داشت دلم از شراب شوق سرور | چنیں رسید بگوشم صدا ز عالم نور
خوش آں کسیکہ کند جستجوئے شاہد غیب | مئے شہود دہد مستیش بہ بزم حضور
رہا ز بند خودی گشتہ باریاب شود | بخلوتیکہ دراں کردہ است دوست ظہور
گل مراد بدامان گل بہم چینند | بگلشنیکہ ز نیرنگی است ہر سو شور
ازیں ندا بدلم بسکہ جوش زد حسرت | کہ من بغفلتم افتاد در سرائے غرور
چہ غفلت است نہ عیشیکہ شغل آں دارم | نہ بزم ساقی و مطرب نہ مے بجام بلور
بجز گناہ نہ داریم کار و بار دگر | بمعصیت ہمہ عمرم رود ز بد و شعور
بدل گزشت کہ جوئیم مرشد کاملی | کہ زنگ غفلت از آئینہ دل نماید دور
بگفت ملہم غیبم اگر تو ہشیاری | بیا بہ بارگہ اقدس شہ مبرور
شہ سریر ولایت محمد نعمت | کہ فیض نعمت او ہست در جہاں مشہور
عجیب سیرت و آرت نظیر و قطب زماں | عماد دین متین نبی سراپا نور
خوش عابدیست دراں مسجد یکہ سجدہ کند | بسجدہ گاہ نماید ظہور جلوۂ طور
مراقب ار بنشیند بیاد ایزد پاک | کند ز خویش خیالات ماسوا را دور
بود بر من معارف ز جزو کل واقف | نہ ماندہ است برِ اُو راز دو جہاں مستور
دم سماع ز بیتابئ دل پر شوق | بنور معرفت آید بگردشش ہمچو ہور
پئے طواف جنابش ملک فرود آیند | کہ رفتہ است ز بس بر فلک ز وصفش شور
بہ آستانۂ اُو آورند دستِ نیاز | چہ کیقباد چہ خاقاں چہ جم چہ کیف غفور
عجیب مدار کہ غلماں کنند جاروبی | بصحن خانۂ پرنور اُو ز کاکل حور

بدرک صحبتش ارباب معرفت آیند — کہ بہرہ مند معانی شوند زد بوفور

بسا کساں ز مریدانش صاحب عرفاں — کہ ہر یکے است از ایشاں بکاردیں مغمور

کشودہ است بعالم زبسکہ دست نوال — بوصف او بکشادند لب وحوش و طیور

بدور معدلتش نیش کارگر نشود — اگر تو دست گذاری بلانۂ زنبور

اگر بلطف بہ بیند سوئے زیاں کارے — بنفس او متبدل شود ز حسن شرور

سوئے فسردہ دلے گر نگہ کند بارے — شود ز آتش عشق خدا دلش پر نور

ز چشم لطف نگاہے اگر کند یک بار — عجب مدار بود روشنی بدیدۂ کور

باستغاثہ اگر مردہ نام او گیرد — اگر عذاب کنندش رہا شود در گور

بصدق دل کند ہر کس کہ خدمتش زحشر — شود بہ نعمت وافر بہ پیش حق ماجور

تو نیز مطلب خود عرض کن دعا ز وخواہ — کہ ہر دعاش بود در جناب حق ماثور

تحیر آمدہ در دل مرا ازیں الہام — کہ من بغربتم افتادہ زاں دیارم دور

دگر بگفت سروشم کہ ایں چہ حیرانی است — اگر تو یاد کنی آنجناب را فی الفور

کشد بجذب عنایت حضور اقدس خویش — بآستانۂ او بگزری بفرح وسرور

شوی ز مرحمتش کامیاب در دو جہاں — بر آید از کرمش ہر چہ کردۂ مخطور

شہا نواز بلطف و کرم ترقی را

دہ انتظام بسلک ملازمان حضور

مقبولیت شیخ العالمین قدس سرہٗ } شیخ العالمین قدس سرہٗ کی شخصیت اخلاص عمل، ورع وتقویٰ، صلہ رحمی، برادر نوازی اور اخلاق محمدیہ کی وجہ سے اس قدر مقبول ہوئی کہ آپ کے معاصر قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور اہلِ قرابت و دیگر ساکنین قصبہ و اطراف وجوار کے تمام لوگ آپ کو اپنا امام و پیشوا سمجھتے تھے، آپ کے حکم سے کسی کو سرتابی کی جرأت نہ تھی، آپ ہر شخص سے بطور خادم ملتے، کبھی کسی کے مقابلہ میں آپ نے اعزاز و وقار کو ترجیح نہ دی، اگر کسی خادم سے بھی کوئی لغزش سرزد ہوجاتی تو کبھی اس کو حاکمانہ تنبیہہ نہیں کرتے تھے بلکہ نرمی و آشتی سے اس کو سمجھا دیتے، اور آپ کے اسی طرز نے آپ کو لوگوں کی نظروں میں محبوب بنا دیا تھا، معمول تھا کہ ہر جمعہ کو نماز و اوراد و وظیفہ سے فرصت کر کے اعزہ کے گھروں پر تشریف لیجاتے اور خیریت

دریافت فرماتے ۔۔۔۔ آپ کے معاصر محی السالکین مولانا شاہ محمد نور الحق تپاں قدس سرہ جانشین سجادہ عمادیہ قلندریہ، گرچہ رشتہ میں شیخ العالمین قدس سرہ کے حقیقی بھتیجے تھے، مگر اپنے زمانہ میں بڑی شخصیت کے مالک اور صاحب خانقاہ بزرگ تھے، شیخ العالمین قدس سرہ کو حضرت تاج العارفینؒ کا قائم مقام سمجھتے تھے، حضرت تپاں قدس کو جو والہیت و عقیدتمندی شیخ العالمین کے ساتھ تھی، اُس کا اندازہ اس مدحیہ قصیدہ سے ہو سکتا ہے جو شیخ العالمین کی منقبت میں آپ نے نظم فرمایا ہے:-

روزے بدلم خیال آمد ۔۔۔ نے بلکہ تمام حال آمد

کز سر فگنم عمامہ از شوق ۔۔۔ صد چاک زنم بجامہ از شوق

آرم بدو دیدہ خون دل را ۔۔۔ گل رنگ کنم رخ خجل را

آیم بجناب عسم غمخوار ۔۔۔ از نالۂ دل بگویم اسرار

در ضمن مدائح ذکرامش ۔۔۔ گویم غم خویش را تمامش

زیں خطرہ سرور در دل آمد ۔۔۔ نے نے ہمہ نور در دل آمد

در طرح قصیدہ چست جستم ۔۔۔ راہ سخن دگر بہ بستم

پھر ایک طویل تمہید کے بعد مدح و مناقب کی طرف رجوع کرتے ہیں:-

ز قیل و قال مدارس شبے لفور شدم ۔۔۔ بنفرتے کہ کند طبع از نہیق حمار

خمش نشستم و دریافتم ز طبع سلیم ۔۔۔ کہ رفت عمر دریں شیوہ رائگاں بسیار

دگر رود نفس آخرم بہ بیکاری ۔۔۔ چہ آیدا زکف افسوس و دست حسرت کار

سبک بجستم و رفتم بہ محفلے کہ دراں ۔۔۔ نہ بود جائے من و ما، نہ پردۂ پندار

بساط صحن مقدس حریم خلد بریں ۔۔۔ ز نور مہر ہدایت چراغ بر دیوار

نشستہ اہل دلاں سر نہادہ بر در دل ۔۔۔ بہ چار سوئے بساطش لسان لوح چلار

ترانہ سنج مغنی بلحن داؤدی ۔۔۔ خلش بسینۂ چنگ از فغان و نالۂ یار

ز شیشہ بادۂ منصور در پیالہ بدست ۔۔۔ ز جوش مستی مئے نالہ بر لب دل زار

بوجد آمدہ ناگہ ز شوق زیبائی ۔۔۔ کہ دل زپر تو او گشت مشرق انوار

چہ گویم از روش او کہ دل بدست نماند ۔۔۔ چہ گویم از اثر او کہ برد صبر و قرار

ز جلوہ ہا کہ نمودار بود از ہمہ سو   گہے یکے و گہے صد گہے ہزار ہزار

ز اختلاط ہیاکل کثیر پیش نظر   ز انفراد حقیقی یکے بروں ز شمار

نہال قامت او بر زمین دل طوبیٰ   فروغ طلعت او نور دیدۂ ابرار

سر از بزرگی او سر فراز تر ز ہمہ   کشیدہ گردن تقویٰ ز فرط عز و وقار

کمند زلف رسایش بگردن دل و جاں   چناں فتادہ کہ یکدل از و نکردہ فرار

نگاہ کاکل او صید کرد ہر دل و جاں   شکنج طرۂ او در شکار دوش و کنار

شمیم جعد مسلسل بعنبر افشانی   نسیم گیسوئے مشکیں رواں تا تاتار

ز نقش چیں بہ جبینش نشاں ندیدہ کسے   گرہ نیامدہ ہرگز بابروئے خمدار

دو چشم میکدہ اما پر از شراب طہور   نگہ مدام ز کیفیت مئیش سرشار

بغمزۂ مژہ در کشش جہلت تیر انداز   دلے نظر بسوئے بے جہت گرفتہ قرار

ز نور بینی او روئے ارض عالم نور   فروغ شمع تجلی ز پرتو رخسار

لب از تبسم شیریں شکر فروش جہاں   زباں چو قند و دہاں پر ز شربت گفتار

نمک بدیدۂ خونیں دلاں بہ حسن ملیح   عرق فشاندہ ز روئے لطافت بسیار

ز لطف شفقت ذاتی نہادہ گوش سمیع   بصوت نالۂ عشاق و نغمۂ دل زار

بہ سر عمامۂ علم و بدوش چادر حلم   ز سینہ صورت دریا ز دست گوہربار

میان نازک او در سماع بیتابی   بسان سنبل پیچیدہ در ہوائے بہار

ز نقش پائے شریفش بوقت حالت وجد   تمام روئے دل و دیدہ بود نرگس زار

بیاض حلۂ او در سواد دیدۂ من   چناں نشست کہ نور نظر بدیدہ تار

بجستم از سر دیوانگی بہ شوق کہ تا   ز کفش پائے شریفش کنم گل دستار

بگریہ گفتم وگرے مایۂ سر دردم   بگو بگو کہ چئی وز کجائی از من زار

خرد بگوشۂ مجلس برون دو دیدہ بخشم   نگاہ کرد بہ من گفت کے ختیاں ہشیار

نفس بہ سینہ نگہدار و بے ادب مخروش   سخن نیوش شو از من ز گوش پنبہ برآر

تو نام نامی او را نشاں ہمی طلبی   بمدح او ز سر مصرع حرف حرف شمار

مطلع ثانی متضمن بہ نام نامی واسم گرامی ممدوح رحمۃ اللہ علیہ

(ش) شہ سریر ولایت ملیک ملک وقار (ا) امام ملت ودیں آفتاب شہر ودیار
(ہ) ہنر فروش وبری ذات پاکش از ہمہ عیب (ن) نگاہ چشم مروت عزیز در ابصار
(ع) علیم علم لدنی عماد خانۂ دیں (م) مجیب عصر خود از بہر دعوت بسیار
(ت) تمام صورت شوق وتمام معنی عشق (ا) امیر اہل دلاں شمع خلوت اسرار
(ل) لطیف ذات ومقدس مثال روح القدس (ل) لبش مسیح وکلامش علاج ہر بیمار
(ہ) هُوَ الْبَصِيرُ عَلَىٰ كُلِّ مَنْ يُطَالِبُهُ (ق) قَدِ اشْتَهَرَ بِجَمِيلِ الصِّفَاتِ فِي الْأَقْطَار
(ا) اسیر دام محبت رمیدہ از ہمہ خلق (د) دریدہ جیب وگریبان حرص ہمہ کار
(ر) رحیم در ہمہ خلق ورؤف در اخلاق (ی) یگانہ از ہمہ عالم زروئے عزو وقار
(م) مدیح او زرہ عجز ماندہ سر در پیش (د) دریں زمانہ نیابی کسے چو او زنہار
(ظ) ظلام ظلم ز نور عدالتش ممنوع (ل) لصوق نصفت حکمش بہر صغار وکبار
(ہ) ہلاک تیغ عتابش عدو بپائے ذلل (ا) الم بسینۂ حاسد زخار راہ فرار
(ل) لئیم وقت خود است آنکہ سر زرہش ول وجاں (ع) علی یدیہ نثار شد برائے وقت نثار
(ا) امیر وقت خود است آنکہ سر بنہد در پاش (ل) لہ الوقار لہ العز والعلی اے یار

(ی) یکے تو گوش بمن آر وائے فتیان بشنو
صریح کردہ ام از نام پاک او اشعار
یعنی شاہ نعمت اللہ قادری مدظلہ العالی

چمن چمن بشگفتم ز نام نامی او چنانکہ برگ گل از باد صبح فصل بہار
دلم بجوش درآمد ز مستی نامش بنالہ بانگ زدم بر رخ خرد یک بار
کہ اے ذریعۂ دوری ورائے وسیلۂ بُعد ترا چگونہ براین انجمن شدہ است گذار
ترا چہ حد کہ زنی دم بمدحت شاہی کہ اوج رتبہ اش از پستی تو دارد عار
سنم کہ از مدد قوتش اگر خواہم بچشم نیل کنم پائے پشہ را مسمار

منم ز نصفت حکمش کہ می توانم کرد ۔۔۔ ز حلقۂ دم میش پلنگ شرزہ شکار

ز عیت عدل بسیطش منم اگر خواہم ۔۔۔ بپائے موش بر آرم ز مغز گربہ دمار

منم کہ از اثر جوشش مستی نگہش ۔۔۔ خروشش توبہ بر آرم ز سینۂ خمار

ز حکم نہی قریشش بہ بزم شاہد و مے ۔۔۔ منم ز قلقل مینا بر آرم استغفار

منم ز فیض کف او کہ می توانم ساخت ۔۔۔ ز دیدہ و مژہ صد بحر و ابر دریا بار

باغ، تالاب، مقبرہ } خانقاہ مجیبیہ کا باغ جس کی اراضی اب مقبرہ کے مصرف میں آگئی ہے، اس اراضی کو شیخ العالمین قدس سرہ نے خریدا تھا اور اس میں ایک خوشنما باغ لگایا تھا، مگر جب سے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ اس میں مدفون ہوئے، یہ اراضی قبرستان کے مصرف میں آگئی، اس مقبرہ میں خاندان مجیبیہ کے فرش دفن ہوتے ہیں یا وہ مریدین جن کا دفن پہلے سے یہاں قائم ہو چکا ہے ان کی میت بھی دفن ہوتی ہے اور عام مریدین خانقاہ مجیبیہ بھی اگر چاہیں دفن ہو سکتے ہیں، یہ مقبرہ انہی لوگوں کے لئے مخصوص ہے، گور غریباں نہیں ہے، اس مقبرہ میں صالح علماء و مشائخ و مشاہیر قصبہ مدفون ہیں۔

یہ باغ خانقاہ سے جنوب میں سڑک کے بعد واقع ہے، اس کی اراضی چودہ[۱۴] بیگھے تھی، اور باغ آب، دیہی، و نیزہ بانس وغیرہ کی اراضی جو اسی باغ کے دکھن مخلوط الرقبہ ہے، تقریباً اُنیس[۱۹] بیگھے ہے، کُل اراضی بتیس[۳۲] بیگھے ہوتی ہے۔

اس باغ میں مختلف قسم کے میوجات نصب تھے، مگر اب صرف آم کے درخت اور کثرت سے املی کے درخت رہ گئے ہیں، اور بانس کی کوٹھیاں بھی ہیں، جن کے بانس مُردوں کے پٹوٹن یا خانقاہ کی عمارت میں صرف کئے جاتے ہیں۔ یا قصبہ کے حاجتمندوں کو مکان تعمیر کرنے کے لئے دے جاتے ہیں۔

اس باغ کی کوئی چیز از قسم درخت یا اثمار فروخت نہیں ہوتی، پھل پکنے کے بعد توڑ کر کچھ خانقاہ میں صرف ہوتا ہے اور کچھ تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

سلہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی منقبت میں عرفی نے ایک قصیدہ کہا ہے جس کا مطلع ہے ؎

جہاں بگشتم و دردا بہیچ شہر و دیار ۔۔۔ نیافتم کہ فروشند بخت در بازار

حضرت تپاںؒ نے شیخ العالمین قدس سرہٗ کی منقبت کے لئے اسی بحر و ردیف کو اختیار کیا ہے سلاست و روانی فصاحت و بلاغت، و محاورات تمام باتوں میں تپاں کا یہ قصیدہ عرفی کے ہم پلہ ہے۔ اس قصیدہ کا مطلع ہے ؎ مرا کہ پا نگذارم درون ہیچ حصار ۔۔۔ ز شکوۂ فلک و اختر زمانہ چہ کار

اس باغ میں پرند جانوروں کا شکار بھی ممنوع ہے، یہ ممانعت شیخ العالمین قدس سرہ کے عہد ہی سے تھی، مگر اب قانوناً بھی ممتنع ہے، اس قانونی امتناع کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نصر قدس سرہ کے عہد میں مور بہت کثرت سے پلے ہوئے تھے، ایک شب چند گورے داناپور فوجی کیمپ سے آئے اور مور شکار کرکے لیجانا چاہتے تھے، باغبان نے ان کو روکا وہ شکار لیکر بھاگ چلے، باغبان اور اس کے ساتھ دو اور آدمیوں نے ان گوروں کا پھلواری اسٹیشن تک تعاقب کیا، گوروں نے عاجز آکر دو آدمیوں پر چھروں سے فیر کرکے بھگانا چاہا مگر دلیر محافظوں نے ان کو پکڑ لیا، چونکہ خود زخمی تھے اسلئے گرفتار نہ کرسکے، آخر کار اس کا مقدمہ قائم ہوا اور جرم ثابت ہونے کے بعد بھی حکومت نے گوروں کے ساتھ رعایت کی، البتہ مسٹر منگلس مجسٹریٹ پٹنہ نے ۱۸۷۵ء مطابق ۱۲۹۲ھ میں ایک امتناعی پروانہ لکھکر دیا جو پیتل کے پترہ پر کندہ کراکے باغ کے پھاٹک پر نصب کردیا گیا ہے، پروانہ انگریزی میں ہے اور اس کے نیچے اُردو میں اس کا ترجمہ ہے، انگریزی تحریر کے نیچے مجسٹریٹ کے ہاتھ کا دستخط انگریزی میں ہے۔

نوٹس

"مور یا کبوتر جو اس احاطہ کے اندر یا نواح میں ہو ممانعت ہے اس کے شکار کرنے کی، اسلئے کہ وہ ایک خاص شخص کا ہے، اگر کوئی شخص بندوق سے یا اور کوئی چیزوں سے مارے گا تو جرم متصور ہوگا اور یہ اشتہار اس واسطے لکھدیا جاتا ہے کہ عوام اس سے واقف ہوں۔ فقط تاریخ ۲۹ مارچ ۱۸۷۵ء

ایس، سی، منگلس مجسٹریٹ، پٹنہ،

(مہر:) ۱۸۷۴ء پولس ضلع پٹنہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ

تالاب :- اس باغ میں قبرستان سے پچھم اور باغ انبہ سے اتر ایک تالاب ہے، جس کو شیخ العالمین نے ۱۲۴۳ھ میں کھدوایا تھا، جس خلوص اور ذوق وشوق سے اس تالاب کو آپ نے کندہ کرایا تھا اور بنوایا تھا، اس کا پتہ شیخ طالب علی مرحوم کے ملفوظات سے چلتا ہے کہ تالاب کے ہنگام تیاری میں تقریباً روز حضرت شیخ العالمین قدس سرہ بعد فاتحہ خوانی مزار حضرت تاج العارفین عصر کے وقت سے مغرب تک تالاب کے کنارے تشریف رکھتے تھے، پہلے سے فرش بچھا دیا جاتا تھا، فاتحہ کے بعد آپ بیٹھ جاتے، آپ کے تشریف لیجانے کی وجہ سے بہت لوگ آجاتے تھے اور خاصہ بھر پھا مجمع ہو جاتا تھا، چائے کا دور چلتا تھا، اذان مغرب سے پہلے مسجد میں تشریف لے آتے تھے، پھر نماز کے بعد معمولات میں مشغول ہو جاتے" یہ صورت تقریباً تیاری تالاب تک قائم رہی، عرصہ تک یہ تالاب خام تھا، اور کوئی پختہ گھاٹ اس میں نہ تھا، اس لئے غسل کرنے والوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی، ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہ کے عہد میں ۱۳۲۱ھ میں زنانہ اور مردانہ دو پختہ گھاٹ بنوائے گئے

جس کی وجہ سے اب غسل کرنے والوں کو نہایت آرام ہے۔

اس گھاٹ کی تعمیر کا قطعۂ تاریخ مولوی محمد معشوق کشش پھلواروی مرحوم اور کاتب الحروف نے کہا ہے جو سنگ مرمر پر کندہ کر کے گھاٹ کی دیوار میں نصب کر دیا گیا ہے۔

قطعۂ تاریخ

از حضرت کشش مرحوم

کیا مبارک کیا خجستہ عہد ہے — میرے حضرت شاہ بدرالدین کا

ابتدا جس کی ہوئی سابق میں تھی — آج اس کی دیکھتا ہوں انتہا

کیوں نہیں تکمیل ہو ہر کام کی — ہے رفاہ خلق اصلی مدعا

ہوگئی تعمیر اس تالاب کی — جس لئے ہر کوئی کرتا تھا دعا

ملتا ہے تاریخ سے اتنا نشاں — بارہ سو چالیس و دو میں یہ کھدا

پر نہانے کا نہیں تھا کوئی گھاٹ — اسلئے تکلیف تھی حد سے سوا

نام نامی جن کا ہے عبدالرؤف — ہے رفاہ عام جن کا مشغلا

نیک طینت نیک خصلت نیک ذات — ذی مروت ذی حیا ذی حوصلا

محنت و کوشش سے ان کی الغرض — تھوڑے دن میں گھاٹ پختہ ہوگیا

فکر مجھکو جب ہوئی تاریخ کی — غیب سے کانوں میں آئی یہ صدا

لکھدو زینہ پر یہی تالاب کے — تیرہ سو اکتیس ہے اس کی بنا

۱۳ ۳۱

قطعہ دیگر

از کاتب الحروف

خوشنما کیا ہی بنا ہے تالاب — ہے کوئی اس کے برابر کہدو

شان میں اس کے مناسب ہے کہ تم — بادب ثانی کوثر کہدو

۱۳ ۳۱

دیگر قطعہ عیسوی

مجھکو جب تاریخ کا آیا خیال — غیب سے آواز جاں افزا سنی

سن کے لبس اُسدم صدائے جانفزا — وجد میں اپنی طبیعت آگئی

سر اٹھا کر وجد سے کہنے لگا — سیڑھیاں پختہ بنیں تالاب کی

۶ — ۱۹ ۱۱

۹

۱۹ ۶ ۱۱

اس تالاب کی مچھلیاں ہر ایک دو برس پر شکار کر کے تقسیم کردی جاتی ہیں۔

کنواں } اس باغ میں حضرت شیخ العالمین قدس سرہ نے ۱۲۳۰ھ میں رفاہ عام کی غرض سے ایک کنواں کھدوا دیا تھا جو اب تک موجود ہے، اس کا پانی بہت شیریں تھا، مگر کچھ مدت کے بعد "املی" کے پتوں کے گرنے کی وجہ سے اس کا پانی بد ذائقہ ہوگیا تھا اور کنواں بھی شکستہ ہو رہا تھا، اسلئے ۱۲۵۰ھ میں حضرت فرد الاولیا قدس سرہ کے عہد میں اس کی از سر نو تعمیر کی گئی، پھر اسّی سال کے بعد ہمارے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد بدرالدین قدس سرہ کے عہد میں جبکہ اس کی جگت مسمار ہوگئی تھی اور اندرونی دیوار بھی شکستہ ہو رہی تھی، پیر و مرشد قدس سرہ کے ایک مخلص مرید مولوی سید بشیر الدین عرف عبدالرؤف مرحوم اور سیر لوکل بورڈ دانا پور نے ۱۳۳۰ھ میں صرف کثیر کر کے اپنے اہتمام سے کنوئے کی صفائی اور مرمت کے بعد پتھر کی مستحکم جگت بنوادی، اب قصبہ میں اسی کنوئیں کا پانی استعمال ہوتا ہے، کنوئے کی مغربی دیوار میں "سنگ مرمر" کا ایک کتبہ لگا ہوا ہے جس پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چاہ کہنہ قدیم باغ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواری قدس سرہ کہ چشمۂ فیوضات باید گفت کندانیدۂ حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قادری پھلواری قدس سرہ کہ بعہد حضرت کرسی نشین ولایت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد پھلواری قدس سرہ بماہ ربیع الآخر ۱۲۵۰ھ بار دیگر پختہ کردہ شدہ بود بعد انقضائے مدت مدید کہ تا اینندم ہشتاد سال گذشتہ از کہنگی متکائے اُو شکستہ شدہ از کار رفتہ است، بار سوم بتاریخ ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۱۲ء بعہد مبارک مہد حضرت قدسی صفات محی الطریقۃ المجیبیۃ صاحب القوۃ القدسیۃ شیخی و مرشدی مولانا الحاج شاہ محمد بدرالدین متعنا اللہ والمسلمین بطول بقائہ عالی ہمت صاحب خلق و مروت جناب مولوی سید بشیر الدین عرف عبدالرؤف صاحب اور سیر محکمۂ ڈسٹرکٹ بورڈ دانا پور، ساکن موضع شان پوکھر ضلع ڈھاکہ از مریدان و متوسلان حضرت پیر و مرشد مدظلہ اند، صرف کثیر کردہ از اہتمام خود از سنگ آراستند،

چنوٹی کنواں } خانقاہ سے پچھم کچھ آبادی کے بعد موجودہ تھانہ اور ڈاکخانہ سے متصل شاہراہ عام پر ایک بہت بڑا پختہ کنواں ہے جو چنوٹی کنواں کے نام سے مشہور ہے، ۱۲۰۸ھ مطابق ۱۷۹۳ء میں حضرت شیخ العالمین قدس سرہ نے رفاہ عام کی غرض سے کھدوا دیا تھا، مگر ایک عرصہ تک خام رہا، پھر شیخ العالمین قدس سرہ نے

استحکام کے خیال سے ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۳ء میں اس کو اور وسیع کروا کر پختہ بنوا دیا، یہ یادگار اب تک موجود ہے ــــــ ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں قدامت کی وجہ سے کنوئیں کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی اسلئے حضرت نصر قدس سرہٗ نے از سرِ نو اس کی تعمیر کرا دی، اس تعمیر کی تاریخ حضرت نصر قدس سرہٗ نے کہی ہے۔

چاہِ کہنہ نو شد از دستِ حبیب ⁂ سالِ اُو شد چشمۂ فیضِ مجیب

یہ تاریخ ایک پتھر پر کندہ کر کے کنوئیں کے قریب ایک دیوار میں نصب کر دی گئی تھی ۱۹۳۴ء کے زلزلہ میں دیوار منہدم ہو گئی، مگر یہ پتھر خانقاہ میں محفوظ ہے۔

مثنوی ترقی میں اسی کنوئیں کے متعلق یہ اشعار لکھے ہیں۔

بقربِ قصبہ چاہے پختہ ساخت ⁂ ز گچکاری بنایش محکم انداخت

بشارع عام آب آں سبیل است ⁂ تو می گوئی بدنیا سلسبیل است

پشتہ سنگی مسجد سنگی مسجد کی مغربی دیوار اور اس کا مستحکم پشتہ جو اس وقت موجود ہے شیخ العالمین قدس سرہٗ ہی کا بنوایا ہوا ہے، مولوی ترقی اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

بقصبہ مسجد سنگین و محکم ⁂ بنا فرمودۂ جدِّ مکرم

چو پشتہ زینہ اش گردید مسمار ⁂ بنا نو کرد از زرہائے بسیار

الغرض شیخ العالمین قدس سرہٗ نے اپنے عہد میں رفاہِ عام کے بہت کام کئے ہیں الحمدللہ کہ یہ چند یادگاریں اب تک موجود ہیں۔

ممتاز خلفاء و مجازین آپ کے ساتوں صاحبزادگان اور تین بھانجے مولانا احمدی و مولانا علی اکبر، و شاہ محمد عطاء اللہ بن شاہ سعد اللہ، اور شاہ اولیا علی نوآبادی)، مولانا ہادی بن مولانا احمدی)، مولانا حاجی احمد ابراہیم بن مولانا احمدی، قاضی علی اشرف بن مولانا علی اکبر، شاہ شمس الدین بن احمد، مولانا عبد الغنی قدس سرہٗ نے بھی اجازت تبرک لی تھی، مگر یہ اجازت اجازت تبرک تھی، کیونکہ آپ کو تاج العارفین قدس سرہٗ سے اجازت و خلافت حاصل تھی، شاہ ابراہیم علی بن شاہ فصیح الدین پھلواروی نواسہ سید شاہ بدیع الزماں پھلواروی۔

شادی اور اولاد شیخ العالمین قدس سرہٗ کی شادی چھپرہ محلہ کریم چک میں حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو علیہ الرحمہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

حکیم صاحب علیہ الرحمہ نسباً ہاشمی تھے، آپ کا مفصل تذکرہ خاتمۂ کتاب میں آئے گا۔

شیخ العالمین قدس سرہٗ کی دو صاحبزادیاں اور سات صاحبزادے تھے، بڑی صاحبزادی شاہ ابو القاسم قدس سرہٗ سے بیاہی تھیں، ان کے ایک صاحبزادے مولوی وصی احمد علیہ الرحمہ عالم و فاضل گذرے ہیں، مگر ان کی نسل اب منقطع ہو گئی۔

دوسری صاحبزادی مولانا ہادی بن مولانا احمدی قدس سرہٗ سے بیاہی تھیں، جن کے پوتے ہمارے پیر و مرشد شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ تھے۔

صاحبزادگان میں حضرت مولانا شاہ ابو الحسن فرد، دوسرے مولانا شاہ ابو تراب آشنا، تیسرے مولانا محمد امام جنون، چوتھے مولانا ابو الجلوة عجز، پانچویں مولانا محمد قادری، چھٹے مولانا محمد علی سجاد نعمتی، ساتویں مولانا محمد حسین ملا تھے، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

وفات کامل پچپن سال منصب سجادگی اور خدمت خلق انجام دینے کے بعد اٹھاسی سال کی عمر میں ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ ۱۲۶۷ھ میں شیخ العالمین قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، اور اپنے والد حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے مزار کے پائین میں مدفون ہوئے، آپ کی تدفین کے بعد اس جگہ ایک وسیع چابوترہ تعمیر کر دیا گیا اور اس چابوترہ سے دکھن جانب زمین دوز دو تہ خانے تعمیر کئے گئے، جس میں ذاکرین و شاغلین چلہ کشی کرتے تھے، حضرت نقر قدس سرہٗ کے عہد تک تہ خانے کے دونوں حجرے کھلے ہوئے تھے، مگر ایک دفعہ اس حجرے کے دریچہ سے ایک گیدڑ گر کر مر گیا، اس کے بعد یہ حجرے بند کر دئے گئے، اس چابوترہ کا راستہ پہلے دکھن جانب سے تھا، مگر اب حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دکھن جانب سے چابوترہ کو وسیع کر کے فرد الاولیاء قدس سرہٗ کے چابوترۂ مزار سے ملا کر ایک کر دیا ہے اور راستہ پچھم سمت سے قائم کر دیا ہے، سابق چابوترہ کی تعمیر در رجب ۱۲۶۸ھ میں ہوئی تھی اور شوال ۱۲۶۸ھ میں تمام ہوئی۔

خانقاہ

خانقاہ، رباط، زاویہ، تکیہ، رواق یہ کل ایک ہی چیز ہے، "فقرائے باکمال صاحب رشد و ارشاد جس جگہ خلق کی ہدایت کرتے ہیں اور ان کی تربیت میں رہکر طالبین حق جہاں کسب و ریاضت و چلہ کشی کرتے ہیں وہ جگہ انہی ناموں سے موسوم ہوتی، سب سے پہلے جس بزرگ سے یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے اسی کے نام سے وہ جگہ موسوم ہو جاتی ہے، مثلاً خانقاہ حضرت .... یا تکیہ مخدوم ...... وغیرہ"

اسی طرح مہمان سرا اور مسافر خانہ بھی ہے جو دولتمند اپنی اخروی صلاح و فلاح کے لئے بناتے ہیں اور ان تمام چیزوں کی بُنیاد وقف فی سبیل اللہ قائم ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے جب کسی بزرگ کی خانقاہ قائم ہوجاتی ہے تو حکومت بھی اس کو لاخراج چھوڑ دیتی ہے اور کسی قسم کا مطالبہ وقف سمجھتے ہوئے نہیں کرتی ہے۔

ہر زمانہ میں اہلِ دل صاحبِ طریقت و سلسلہ بزرگ ہوتے ہیں جو کسی صاحب دل درویش کی صحبت میں مدت العمر رہنے کے بعد ریاضات و مجاہدات میں سعی بلیغ کر کے مدارج عالیہ پر پہنچتے ہیں، پھر اپنے شیخ کی طرف سے خرقہ خلافت مصلاو تسبیح سند و مثال پانے کے بعد ارشاد و ہدایت خلق کے لئے مامور ہوتے ہیں، اُن کا شیخ ان کو کسی شہر یا دیہات میں بیٹھکر رشد و ہدایت کے لئے حکم دیتا ہے، وہ ماذون و مامور انسان اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق اس شہر یا دیہات کے کسی ویرانہ یا مسجد میں اپنا وہی مصلاً بچھاکر جو اس کے شیخ سے ملا ہے رُشد و ہدایت کے لئے بیٹھ جاتا ہے، اس کے جذبات حقہ اور کشش صحیح کی وجہ سے خلق کا رحجان اس کی طرف ہوتا ہے، لوگ جوق جوق اس کی خدمت میں آنے لگتے ہیں اور اپنے اپنے حوصلہ کے مطابق دینی یا دُنیاوی مقاصد میں اس کے فیض صحبت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں، کچھ دنوں کے بعد مریدین و معتقدین اُس بزرگ کے قیام کے لئے کوئی عمارت تعمیر کر دیتے ہیں جو خانقاہ یا تکیہ وغیرہ کسی نام سے مشہور ہوجاتی ہے، اب یہ بزرگ شیخ کا عطا کیا ہوا مصلاً اسی مکان میں بچھاکر بیٹھ جاتا ہے، باوجودیکہ یہ جگہ اس کو ہبہ کردی جاتی ہے مگر وہ اس جگہ کو وقف ہی تصور کرتا ہے اور کوئی باضابطہ کاروائی بہ شکل رجسٹری وغیرہ نہیں کرتا، بلکہ خانقاہ کے نام سے کسی صاحب سلسلہ بزرگ کی قیام گاہ کا مشہور ہوجانا ہی وقف سمجھا جاتا ہے۔

اگر کسی بزرگ کو اس کے شیخ نے تکمیل طریقت کے بعد خرقۂ خلافت تسبیح و مصلاً و سند و مثال دیکر یہ ہدایت کی کہ وہ اپنے وطن ہی میں رہکر رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کرے تو وہ حسب ہدایت اپنے وطن ہی کو اختیار کرتا ہے اور اپنے آبائی اور سکونتی مکان کے کسی گوشہ یا کسی خلوت کو اپنے کام کے لئے مخصوص کرلیتا ہے، اگر اپنے آبائی مکان میں وسعت نہ ہوئی اور دوسرے شرکاء کی رہائش میں تنگی کا اندیشہ ہوا تو پھر وہ کسی جنگل یا میدان کی طرف چلا جاتا ہے مگر سرزمین وطن کے حدود سے باہر نہیں ہوتا۔

خداوند تعالیٰ اپنے کسی باہمت بندہ کے ذریعہ سے اسی جنگل یا میدان میں کوئی اراضی اس بزرگ کی رہائش اور رشد و ہدایت کے اجرا کے لئے دلوا دیتا ہے تاکہ وہ بفراغ خاطر اللہ کی یاد اور ہدایتِ خلق میں

مصروف رہے، اور جب وہ جگہ بھی خانقاہ کے نام سے مشہور ہو جاتی ہے تو لوگ اس کو وقف للہ ہی تصور کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حکومت بھی اس سے تعرض نہیں کرتی اور لاخراج چھوڑ دیتی ہے، ہاں اگر اس بزرگ کے وصال کے بعد ایسا اندیشہ ہو کہ آئندہ لوگ اس جگہ کو ملک تصور کریں گے تو اس بزرگ کے ورثا آئندہ کے خرخشہ و منافشات کے سدباب کے لئے باضابطہ وقف نامہ لکھ دیتے ہیں۔

تاج العارفین قدس سرہٗ کو جب آپکے پیر و مرشد حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ اور آپ کے استاذ و مرشد مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ نے تکمیل کے بعد الباس خرقہ کر کے سجادہ و تسبیح و سند و مثال دیکر ارشاد و ہدایت خلق کے لئے مامور فرمایا تو آپ کو اپنے وطن پھلواری ہی میں رہکر اجرائے سلاسل کا حکم دیا، اسلئے آپ اپنے سکونتی متروکہ مکان کی ایک خلوت میں جو آپ کو اپنے والد کے ترکہ سے ملی تھی وہی مصلاً بچھا کر یاد حق میں مصروف ہو گئے۔

تاج العارفین کے والد شاہ ظہور اللہ قدس سرہٗ قلیل جائیداد کے مالک تھے، ان کے صرف دو ہی صاحبزادے حضرت تاج العارفین اور شاہ جار اللہ قدس سرہما تھے ان دونوں بزرگوں کے علاوہ کوئی تیسری اولاد نہ تھی۔

تاج العارفین متوکل محض تھے کوئی آمدنی بجز سرمایہ توکل کے نہ تھی، والد کے ترکہ سے جو قلیل جائیداد ملی تھی وہ اپنی ہی ضروریات کے لئے ناکافی تھی چہ جائیکہ اہل و عیال و خانقاہ داری کی متکفل ہو سکتی، تقریباً گیارہ بیگھہ بہ کسر بالا موضع رسول پور کی اراضی تقسیم ہو کر آپ کو ملی تھی جو شاہ جار اللہ قدس سرہٗ کے نظم میں دیدی گئی تھی اس کی جو کچھ آمدنی ہوتی شاہ جار اللہ قدس سرہٗ آپ کو دیدیتے اور آپ عطیہ الٰہی سمجھکر قبول کر لیتے۔

خانہ نشینی کے بعد جب آپ جادۂ توکل پر جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد و ہدایت خلق میں مصروف ہوئے تو خلق کا ہجوم آپ کی طرف بہت زیادہ ہوا، خصوصیت کے ساتھ آپ کے عزیزان و اقربان نے کثرت سے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور دُور دراز کے باشندے بھی آپ کی فیض صحبت سے مستفیض ہونے لگے، واردین و صادرین کا ہجوم بہت بڑھ گیا، ان سے جو نذورات آتیں وہ ان ہی کی خدمت میں صرف ہوتیں، جو رقم بچ رہتی وہ بقدر مایحتاج اپنی اور اہل و عیال کی ضروریات میں کام آتی، ملبوسات میں صرف دو جوڑے ہوتے تھے، ایک دُھلنے کے لئے جاتا تو دوسرا زیب تن فرماتے، سالانہ اعراس اور سماع کی محفلیں جو پیران سلسلہ کے ارواح طیبات کے ایماء سے منعقد کی تھیں وہ بھی انہی نذورات سے انجام پاتی تھیں، مگر موجودہ

مکان جس میں آپ جلوہ افروز تھے اتنا تنگ تھا کہ مہمانوں کے قیام اور محافل سماع اور سالانہ اعراس کے انعقاد کی گنجائش ہی نہ تھی، اس لئے آپ کے چھوٹے بھائی شاہ جاراللہ قدس سرہٗ نے اپنی مملوکہ اراضی میں ایک مسجد اور اس کے سامنے ایک سماع خانہ سفال پوش تعمیر کرا دیا، جس میں مہمان ٹھہرتے اور تقریبات انجام پاتیں، یہ تمام چیزیں جس عنوان سے قائم ہوئیں ان میں سوائے وقف کے ملکیت کا شائبہ بھی نہ تھا،

خانقاہ کی اس تنگی کو حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ بھی محسوس کر رہے تھے، چنانچہ تاج العارفین قدس سرہٗ کی حیات ہی میں آپ نے خانقاہ کی توسیع کے لئے اطراف کی اراضی خریدنی شروع کر دی تھیں، یہ کل اراضی اپنے اعزہ اور اہل قرابت سے خریدی گئی تھیں جن کے وثائق بحمداللہ اب تک موجود ہیں، رفتہ رفتہ اتنی زمینیں حاصل ہو گئیں جن میں اب خانقاہ کی عمارت قائم ہے۔

تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد میں ایک خلوت اور مختصر قطعہ کا زنانخانہ اور شاہ جاراللہ قدس سرہٗ کی موہوبہ اراضی جس میں مسجد اور سماع خانہ اور حجرۂ اربعین کی عمارت تھی، بس، کل اسی قدر تاج العارفین قدس سرہٗ کی مملوکہ اراضی تھی جو آپ کے عہد ہی میں خانقاہ کے نام سے مشہور ہو کر وقف کے مرتبہ پر پہنچ چکی تھی۔ نذورات کے ذریعہ جو چیزیں از قسم اثاث البیوت و فرش و فروش و اشیائے رسمی وغیرہ حاصل ہوئی تھیں یا بطور خود آپ نے خرید فرمائی تھیں وہ سب نیاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اعراس کے لئے مخصوص کر دی گئی تھیں، ان کے علاوہ اوراد و وظائف کے سفینے تھے جو آپ کے ورد میں رہتے تھے، اس کے سوا کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی جو آپ کے بعد تقسیم ہوتی۔

تاج العارفین قدس سرہٗ کی وفات کے بعد جب باتفاق رائے شیخ العالمین قدس سرہٗ جانشین کئے گئے تو خانقاہ اور اس کی تمام چیزیں آپ کے سپرد کر دی گئیں اور آپ اس کے متولی قرار دئے گئے، تاج العارفین قدس سرہٗ کے تمام ورثا نے ان چیزوں کے لینے سے بازی دعویٰ دیدیا، کسی نے بھی خس کے برابر ان کی تقسیم کا ارادہ نہیں کیا، بلکہ حضرت شاہ احمد عبدالحی قدس سرہٗ نے مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ اب میرے چھوٹے بھائی شاہ محمد نعمت اللہ اعلیٰ حضرت کے جانشین ہیں، عہد تاج العارفین قدس سرہٗ کے تمام کام ان ہی کی ذات سے وابستہ ہیں وہ تمام چیزیں جو اعلیٰ حضرت کے عہد میں خانقاہ و نیاز و اعراس وغیرہ کے لئے مخصوص تھیں اب شاہ نعمت اللہ کے تصرف میں رہیں گی اور جس طرح اعلیٰ حضرت کے عہد میں تعامل رہا ہے آئندہ بھی رہیگا، تمام حاضرین نے اس کی تائید کی، اور اسی پر عمل درآمد ہوتا رہا اور یہ تمام چیزیں وقف تصور کی گئیں۔

شیخ العالمین قدس سرہٗ کی جانشینی کے وقت آپ کے بڑے بھائی شاہ احمد عبدالحق قدس سرہٗ مرشدآباد میں تشریف فرما تھے، اپنے والد تاج العارفین قدس سرہٗ کی رحلت کی خبر سُنکر وطن تشریف لائے، شاہ احمد عبدالحق قدس سرہٗ نے تاج العارفین قدس سرہٗ کے وصال و حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کی جانشینی کے تمام واقعات بیان فرمائے، آپ نے فرمایا جو کچھ ہوا بہت مناسب ہوا، میں تو مرشدآباد کی خدمت پر مامور ہوں، مجھے یہاں رہنے کا بھی موقع نہیں، اب میری یہی دعا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے تمام کام شاہ محمد نعمت اللہ کے ہاتھوں بحُسن وخوبی انجام پاتے رہیں۔

الغرض تقریباً بیس۲۰ سال تک اسی تعامل کے مطابق اس کی حاجت نہ پڑی کہ کوئی تحریری نوشتہ مرتب کیا جائے، مگر جب یہ دَور ختم ہوا اور ان واقعات کے جاننے والے رفتہ رفتہ کم ہونے لگے تو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی رابعہ عرف بی بی لساون صاحبہ رحمہا اللہ زوجہ حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ نے اپنے ورثاء کے خطرناک طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے جو آئندہ ان کی خانقاہ میں پیش آئے یہی مناسب سمجھا کہ جب اہل زمانہ اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں بھی ترکہ کے خواستگار ہو رہے ہیں کیا عجب کہ خانقاہ مجیبیہ بھی میرے واسطہ سے ترکہ کے خواستگار ہوں، مناسب ہے کہ اپنی زندگی ہی میں شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کے نام تملیک نامہ لکھ دوں تاکہ آئندہ کے خطرات سے خانقاہ مجیبیہ محفوظ رہے، اسلئے انہوں نے اپنی دوسری دونوں بہنوں بی بی ریحانۃ النساء زوجہ ملا وحید الحق ابدالی اور بی بی عارفہ زوجہ شاہ سعد اللہ رحمہم اللہ کے سامنے اپنے اس خیال کا اظہار کیا، ان دونوں بہنوں نے بھی اس خیال کو پسند کیا، اس کے بعد بی بی رابعہ رحمہا اللہ نے ایک تملیک نامہ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے نام بتاریخ ۱۴ ربیع الثانی (؟) جمادی الثانی ۱۲۱۰ھ میں لکھدیا۔

"کہ ہمگی و تمامی وجمیع مملوکات ومقبوضات مؤکلہ مذکورہ خود از حویلیات واثاث البیوت وامتعہ واقمشہ ومکیلات وموزونات وعددیات وزیورات وظروف طلاء ونقرہ ومسی وبرنجی وآہنی وفروش وعبید وجواری وکل ما یتعلق اسم الشئی والمال سوائے اراضیات دہات آنچہ ملکیت وتملیک را شایعہ وکلّی ما ہو مملوکہا بوجہ الارث من جانب الاب والام کہ تا زمان ایں تملیک صحیح شرعی مرقوم الذیل فارغاً عن حق الغیر در تحت وتصرف ملکیت خود بلامشارکت غیرے و بغیر مداخلت دیگرے داشتم مجموعۂ آں را بہ مسمّیٰ شاہ نعمت اللہ ولد حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ ممدوح وکالۃ بتملیک عام نمودم تملیکاً عاماً صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً خالیاً عمایمنع جوازہٗ ولزومہٗ وعاریاً عما یبطلہٗ ویفسدہٗ ومنفکاً عن الہبۃ اسماً وحکماً مستجمعۃً بجمیع شرائط الصحۃ والوکالۃ تسلیم وتسلیط نمودم واذن دادم مملک لہٗ مذکور را بر قبض مملک بہا مذکورات

تسلیماً وتسلیطاً صحیحاً شرعیاً۔

اسماء گواہاں مع مہر و دستخط :۔ شہد علیٰ ذلک واسمی محمد نورالحق بن شاہ عبدالحق بن آفتاب طریقت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہما ـــــ گواہ شد محمد طالح ـــــ گواہ شد سید دلاور علی مالک موضع یعقوب پور نگانواں ـــــ گواہ شد غلام حق ـــــ العبد سید عزت علی ـــــ گواہ شد علی اکبر عرف منو ـــــ گواہ شد فصیح الدین گواہ شد شیخ رجب علی ـــــ گواہ شد سید واجد علی ـــــ شہدت باقرار الوکیل المرقوم سید احمد اشرف ـــــ شہدت باقرار الوکیل المرقوم واسمی فی ختمی (نثار علی / کردہ ام جان ودل) گواہ شد (سید نورالحسن قادری / غلام خاندان مجیبیہ)

درحقیقت بی بی رابعہ رحمہا اللہ کا یہ خطرہ صحیح ثابت ہوا، اس تملیک نامہ کے سولہ (۱۶) دنوں کے بعد یکم رجب ۱۲۱۱ھ میں شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، فاتحہ چہارم سے پہلے ہی ان کے ورثا نے تقسیم متروکات کا قصہ چھیڑ دیا اور ایسے ناروا باہمی منافشات پیدا ہوئے کہ حرمت وجمعیت خاندانی پر پانی پھر گیا، مکان و اثاث البیوت کی تقسیم کے ساتھ کتب خانہ اور اوراد و وظائف کے سفینے تک تقسیم کر ڈالے، بالآخر جب حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے یہ محسوس کیا کہ اب ان منافشات میں حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کا سلسلہ بھی مندرس ہوتا ہے تو آپ نے شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے صاحبزادے شاہ غلام شبلی قدس سرہٗ کو جو دوسری محل سے تھے اور نہایت لائق و فائق اور عارف بزرگ تھے، اجرائے سلسلہ کے خیال سے جانشین کر دیا۔

بی بی رابعہ کے اس تملیک نامہ کے دو سال کے بعد ۲۷ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ میں بی بی ریحانۃ النساء اور بی بی عارفہ رحمہا اللہ نے بھی اپنے بھائی حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے نام سے ایک تملیک نامہ لکھدیا، اس تملیک نامہ کا مضمون بھی بعینہٖ مرقومہ بالا مضمون ہے، البتہ گواہان مختلف ہیں، اس تملیک نامہ کے گواہان مندرجہ ذیل بزرگان ہیں :۔

اسمائے گواہان :۔ مولانا احمدی ـــــ شاہ وعد اللہ ـــــ سید نورالحسن قادری ـــــ مولوی بدیع الزماں مولوی علی اکبر ـــــ مولوی ولی اللہ ـــــ مولوی فصیح نائب قانونگو ـــــ مولوی امجد علی ـــــ مولوی احمد علی ابوالفضل ـــــ مولوی سید مظفر علی ـــــ

شیخ العالمین قدس سرہٗ اپنی تمام زندگی میں ان چیزوں کو وقف تصور کرتے رہے، اس کے علاوہ ضروریات کی اور چیزیں بھی خانقاہ کے لئے مہیا کیں، اور کچھ اراضی بھی خانقاہ کے اطراف میں خریدیں، جن کا کچھ حصہ تاج العارفین قدس سرہٗ کی حیات میں خرید چکے تھے، پھر اپنی جانشینی کے زمانہ میں بھی خریدکی، بیشتر حصے

خانقاہ میں داخل کئے اور بعض حصّوں میں علیحدہ علیحدہ کئی قطعات مکان بنواکر اپنے صاحبزادوں کو زبانی ہبہ فرمادیا، مگر حضرت فردالاولیا قدس سرہٗ کے لئے کوئی مکان نہیں بنوایا، غالباً اس لئے کہ انہیں تو اسی خانقاہ میں زندگی بسر کرنی ہے۔

تمام وہ اراضی جو خانقاہ کے لئے خریدی گئی تھیں، حقیت و ملکیت کے ساتھ لی گئی تھیں اور بیچنے والوں کو بھی اس کا علم تھا کہ یہ خانقاہ میں وقف کرنے کی غرض سے خریدی جارہی ہیں، اسی لئے ان لوگوں نے کارِ خیر سمجھتے ہوئے ان زمینوں کی لگان اپنی دوسری زمینوں پر منتقل کر کے زمینوں کو لاخراج بناکر بیچا، چنانچہ جتنی اراضی وقف ہیں وہ آج تک لاخراج ہیں، شیخ العالمین قدس سرہٗ نے جو اراضی اپنی اولاد کے لئے خریدی تھیں ان کی اولاد کے قبضہ میں ہیں لاخراج نہیں ہیں۔

اسی طرح تاج العارفین کی ایک مریدہ بی بی عصمت نے پٹنہ کا ایک کٹرہ جو سنگھروہ کے نام سے مشہور ہے شیخ العالمین قدس سرہٗ کے نام سے لکھدیا تھا تاکہ اس کی آمدنی فاتحہ و نیاز وا عراس میں خرچ ہو وہ بھی وقف ہے۔

شیخ العالمین قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت فردالاولیا جانشین ہوئے جو تعامل زمانۂ قدیم سے ان اشیاء کے ساتھ چلا آرہا تھا بحالہٖ قائم رہا، مگر حضرت فردالاولیا قدس سرہٗ کے وسط عہد میں آپ کے بھائیوں نے باہم مشورہ کیا کہ اگرچہ عہد تاج العارفین قدس سرہٗ و عہد شیخ العالمین قدس سرہٗ سے ان چیزوں کے ساتھ بحیثیت وقف عمل درآمد ہورہا ہے مگر فتنہ و فساد کا زمانہ ہے کیا عجب کہ آئندہ کسی کی نگاہ حرص دراز ہمارے بزرگوں کی موقوفہ چیزوں پر پڑے اور صاحبِ سجادہ کے عزیز ترین اوقات پراگندہ ہوں اسلئے ہم لوگوں کو خانقاہ اور متعلقات خانقاہ کے متعلق جو کچھ وقف ہونے کی واقفیت ہے اُس کو قلمبند کر کے اپنے دعاوی سے دست بردار ہونا چاہیئے۔

یہ مشورت ۱۲۵۴ھ میں ہوئی تھی، اسی اثناء میں مولانا محمد امام علیہ الرحمۃ علیل ہوئے اور ۸ محرم ۱۲۵۵ھ میں رحلت فرمائی، چونکہ اس مجلس مشاورت کے سب سے اہم رکن وہی تھے اس لئے انتقال سے پہلے اپنی اہلیہ کو وصیت کر گئے کہ جلد از جلد یہ کام تکمیل کو پہنچا دیا جائے، مولانا ممدوح کے وصال کے بعد ان کی اہلیہ بی بی فضیلۃ النساء عرف بی بی فضیلن علیہا الرحمۃ جو مولانا محمد وحی کی تمام جائیداد پر باستغراق دینِ مہر قابض و دخیل تھیں اور اپنے بچوں کی طرف سے ولیہ تھیں، چونکہ تمام باتیں طے شدہ تھیں، مولانا محمد امام قدس سرہٗ کی وصیت تکمیل کر دینے کے خیال سے انہوں نے اور حضرت فردالاولیا قدس سرہٗ کے دیگر بھائیوں نے تمامی اپنے معلومات کو جو وقف کے متعلق تھیں قلمبند کر کے اور تمام چیزوں کی تصریح کر کے اپنی برأت ظاہر کردی، یہ وقف نامہ ۲۱ رجب ۱۲۵۵ھ میں رجسٹرڈ ہوا اور سب لوگوں نے اپنے دستخط اور مہر سے مزین کر کے حضرت فردالاولیا قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ علی افضالہ و نصلی علی حبیبہ و آلہ اجمعین

هو المجیب

ما یانکہ مسمیان ابو تراب وابوالحیوٰۃ و محمد قادری و محمد علی سجاد و محمد حسین ولدان حضرت سید العرفا سید الاولیا آفتاب عالمتاب خورشید وقت جہانگیر شیخنا و مرشدنا شیخ العالمین جناب مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن حضرت زبدۃ الواصلین اکمل الکاملین تاج العارفین جناب مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ القادری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز و مسماۃ بی بی فضیلن زوجہ مولوی شاہ محمد امام علیہ الرضوان ولد حضرت شیخ العالمین رضی اللہ عنہ متوطنان قصبہ و پرگنہ پھلواری متعلقہ ضلع پٹنہ مضاف صوبۂ بہار ایم، چوں مسجد و خانقاہ و خلوت شریف و باغ و مسافرخانہ و مکانات محل سرا و کتابہا و تبرکات و دیگر اسباب ضروریہ کہ لازمہ اعراس نبویہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و پیران عرش آستان علیہم الرضوان است۔

در زمانیکہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ بر مسند ارشاد رونق افزائے عالم ایجاد بودند بہم رسیدہ و فراہم آمدہ بود، بعد نقل مکان آنحضرت شیخ الزمان رضی اللہ عنہ چنانکہ از بزرگان دین و اولیا کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین بر سبیل سنۃ نبویہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و بمصداق النبی لا یرث و لا یورث مروج و معمول است بین الورثہ بر طریق وراثت تقسیم نیافت بل حضرت شیخ العالمین مرشدنا الکریم رضی اللہ عنہ بر سجادۂ خلافت حضرت تاج العارفین قدس سرہ ارشاد فرما و عالم آرا شدند و بحکم ولایت آنجناب بر سائر عالم و عالمیان بر آں اشیائے مفصلۃ الصدر خدام ذوی الاحترام قابض و متصرف ماندند و تولیت جاروب کشی آستانۂ آثار شریف و حفاظت و زیارت آں و تولیت قبور و حجرۂ اربعین حضرت تاج العارفین و بالاخانہ اش بشرف اہتمام حضرت شیخ العالمین قدس سرہ بتقدیم می رسید و آنچہ در زمان کرامت نشان آں حضرت قدس سرہٗ بندورات سعادتمنداں و عقیدتمنداں ذوی الاقتدار از اقسام اراضی سکنہ و مکانات کٹرہ واقع بلدۂ عظیم آباد و باغ و سکونت خانہ زادان واقع قصبۂ پھلواری و عبید و جواری و کتابہا و اسباب فروش و شمگیرہ و شیشہ آلات و ظروف مسی وغیرہ و تعمیر و تربیت مکانات پختہ و خام کہ بعمل آمدہ بود آنحضرت ہمہ را در مصارف تزئین اعراس و برائے فرود آوردن مہمانان و مسافران وارد و صادر موضوع و مخصوص فرمودہ بودند، و چوں معلی القاب اعنی شیخ العالمین حضرت مرشدنا الکریم قدس سرہٗ العزیز ازیں دار فانی بعالم جاودانی رونق افزا شدند، صاحبزادۂ عالی قدر زینت افزائے مسند عزت و افتخار دستگیر عالمیان پناہ دہندہ آدمیان حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن صاحب قبلۂ مرتبت و کعبۂ منزلت مدظلہ العالی خلف اعظم آنحضرت بر سجادۂ خلافت باکرامت حضرت تاج العارفین و شیخ العالمین رضی اللہ عنہما

ثبات قدم ورزیدند وبپایۂ توکّل متمکن شدند ودقیقۂ از دقائق سجادہ نشینی فرونگذاشتند ولوازم تولیت آثار شریف
ودیگر تبرکات ومقابر وحجرہ متبرکہ ومسجد وخانقاہ عالم پناہ کما ینبغی بحسن انجام رسانیدند ومی رسانند، ودیگر اشیاء مفصلہ
بالا نیز بحکم معمول سلف بطریق وقف در تحت ولایت خاصہ ملازمان والاشان آنجناب ماندہ وبمصارف مناسبۂ آنہا
وتزئین اعراس وغیرہ بر سبیل تفصیل صدر بکار شدہ می آید ودر ہمہ حال تولیت تبرکات والا وتصرف اشیائے موقوفہ
مفصلہ بالا باختیار واقتدار صاحب سجّادہ والامنزلت، دوام واستدام بودن اولیٰ وانسب است، ومایان قطع نظر
از دعاوی حقوق وراثت خودہا دریں اموال موقوفہ مفصلہ مفصلۃ الصدر بحسب مرضی شریف حضرت مرشدنا الکریم رضی اللہ عنہ
خودکمر اطاعت محکم بستہ بسعادت فرماں برداری موجود ومستعدی باشیم وسرمایۂ ابدی ودولت سرمدی می پنداریم، مع ذلک،
نظر بر تخالف وفساد روزگار از اولاد واحفاد خودہا دُور بینی ومآل اندیشی بکار بردہ احتیاطاً مناسب بل واجب انگاشتیم،
کہ بہ تحریر قطعۂ وثیقۂ اقرار نامہ انسداد دعاوی حقوق وراثت خودہا نسبت باشیائے مفصلۃ الصدر بنوعے وبہجے کردہ شود
کہ ہیچ کس را گاہے دراں اشیا مذکورہ تعذرے باقی نماند، اموال مفصلہ بالا ہمیشہ در تحت ولایت حضرت سجادہ نشین
ایں سجادہ متبرکہ احداً بعد احدٍ واحداً بعد واحدٍ بلا مواخذۂ احدے وبے معارضۂ غیرے مسلم باشد، ودر تقدیریکہ
بدانسست کسے دعاوی حقوق وراثت ما مقران برآں اشیاء مصرحہ بالا بکدام تقریب متوجہ شود ومبادا فی حین من الاحیان
نسبت بداں اشیاء خلاف شایان ایں خاندان نوبت بمنازعت رسد، بس لا محالہ برفع ایں احتمال نیز پرداختن آمد
لہذا اقرار می نمائیم ونوشتہ می دہیم کہ ہمگی وتمامی حقوق وراثت خودہا را نسبت باشیاء مفصلۃ الصدر بجناب ولایت
انتساب حضرت سجادہ نشین معظم دام ظلہ العالی بطوع ورغبت خودہا نذر کردیم وہدیہ گزرانیدیم تا ثانی الحال مایان
ومن یقوم مقامنا را بای وجہ من الوجوہ وسبب من الاسباب در اموال مصرحہ بالا دعوی وحقے وطلبے و
خصومتے باقی نیست ونخواہد بود، وچوں نذور وہدایا محمول بر عقد ہبہ می شود وعند الشرع از مشاعیت موہوبہ
فساد در عقد ہبہ لازم می آید، چہ قبض موہوبہ در انعقاد صیغۂ موہوبہ بمنزلہ قبض زر بدل در عقد بیع متعود وآں
در صورت مشاعیت متعذر است، لہذا ما مقران مجتمعۃً ہمہ حقوق وراثت خودہا فی صفقۃٍ واحدۃٍ بجناب ممدوح
نذر کردیم وہدیہ گزرانیدیم، دریں صورت توہم مشاعیت ہم اصلاً ومطلقاً باقی نماند کہ ماسوائے حقوق وراثت ما مقران
احدے را دراں اشیاء مفصلۃ الصدر بنوعے وبہجے دعوی وحقے وشرکتے پیدا نیست، بنا برایں چند کلمہ بطریق اقرار نامہ
نوشتہ دادہ شد کہ عند الحاجۃ بکار آید، فقط۔

تحریر فی التاریخ بست ودوم شہر رجب ۱۲۵۵ھ یک ہزار ودو صد وپنجاہ وپنج ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ محمد ابوالحسن فردؔ قدس سرہٗ

تاریخ ولادت دہم رجب ۱۱۹۱ھ، درسیات ۱۲۱۱ھ میں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے تمام کی، بیعت اجازت وخلافت تعلیم وتربیت سب کچھ اپنے والد شیخ العالمین قدس سرہٗ سے ۱۲۱۷ھ میں حاصل کی۔

آپ اپنے وقت کے عالم متبحر اور عارف کامل شیخ تھے، بچپن سے شاعری کا مذاق تھا، آپ کا شمار اساتذۂ وقت میں ہے، آپ کے تصانیف یہ ہیں:۔ رسالہ جواز سماع مع مزامیر بزبان عربی وفارسی، رسالہ تقبیل الاظفار در اذان، تعلیق بر تفسیر عزیزی بر آیۂ ما اہل بہ لغیر اللہ، رسالہ ہدایات، رسالہ حرمت متعہ، رسالہ امامت ائمہ اثنا عشر در رد عقائد اہل تشیع، رسالہ تمثال نعلین شریف، مضامین مختلفہ متعلقہ ایصال ثواب، دیوان فردؔ کی دو ضخیم جلدیں۔

فن طبابت میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، معمولات مطب کی دو ضخیم جلدیں شفاء الاسقام کے نام سے دست خاص کی لکھی ہوئی موجود ہیں، علم طب میں آپ کا سلسلہ حکیم محمد اکبر ارزانی دہلوی تک منتہی ہوتا ہے۔

حضرت فردؔ تلمیذ حکیم غلام جیلانی تلمیذ حکیم محبوب عالم تلمیذ حکیم مسیح اللہ تلمیذ حکیم..... تلمیذ محمد اکبر ارزانی دہلوی۔

شادی واولاد} فرد الاولیا قدس سرہٗ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے ابو محمد علی حسن میاں قدس سرہٗ تھے جو عنفوان شباب میں رحلت فرما گئے۔

دوسری شادی مولوی عبدالعلی بن ملا محمد مبینؒ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے حضرت شاہ نور العین قدس سرہٗ اور حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصرؔ قدس سرہما تھے، اور ایک صاحبزادی بھی تھیں جو لاولد فوت کر گئیں۔

وفات} ۲۴ محرم ۱۲۶۵ھ میں بعارضۂ فالج وفات فرمائی اور اپنے والد کے پائیں میں چند قدم کے فاصلہ پر مدفون ہوئے۔

حضرت فردؔ کی شخصیت ایسی نہ تھی کہ آپ کا تعارف ان مختصر الفاظ میں کیا جاتا، کیونکہ پھلواری کے افق پر چمکنے والوں ستاروں میں آپ "بدر منیر" ہیں، لیکن چونکہ حضرت کی مفصل سوانح حیات "حیات فردؔ" کے نام سے راقم سطور نے ۱۳۳۱ھ میں "دیوان فردؔ" کے ساتھ شائع کی تھی اور جو دیوان کا ایک جزو ہے اسلئے اس رسالہ میں مختصر الفاظ میں تعارف کر دیا گیا ہے۔

حضرت فردؔ قدس سرہٗ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ نور العین قدس سرہٗ سجادہ مجیبیہ پر جانشین ہوئے۔ آپ کے خلفا ومجازین یہ ہیں:۔

حضرت شاہ محمد نور العین[1] قدس سرہٗ و مولوی شاہ محمد یحییٰ[2] بن مولانا ابو الحیوٰۃ قدس سرہٗ (۲۱ رشعبان ۱۲۵۷ھ) ○ مولوی شاہ
محمد مجتبیٰ[3] بن حضرت شاہ شمس الدین ابو الفرح مجیبی قدس سرہما مجاز جملہ سلاسل (۷ ربیع الثانی ۱۲۵۷ھ) ○ قاضی بشیر الحق[4] بن قاضی غلام حق
مرید حضرت شیخ العالمین مجاز جملہ سلاسل (۱۲۵۷ھ) ○ مولوی سید جان علی[5] بن میر فیض علی پھلواروی مرید حضرت شیخ العالمین مجاز جملہ سلاسل
(۱۲۵۷ھ) ○ مولانا وصی احمد[6] بن مولانا محمد ابو القاسم بن مولانا شاہ شمس الدین ابو الفرح مجیبی مرید حضرت شیخ العالمین مجاز جملہ سلاسل
(۱۲۵۷ھ) ○ شاہ احمد مصطفیٰ[7] بن شاہ محمد وعد اللہ مرید حضرت شیخ العالمین مجاز جملہ سلاسل (۱۲۵۷ھ) ○ میر محبوب علی[8] ساکن بنارس
مجاز طریقہ قادریہ وارثیہ (۱۲۵۷ھ) ○ میر جرأت علی[9] ساکن بہار، محلہ مولیا، مجاز طریقہ قادریہ چشتیہ، سہروردیہ و فردوسیہ
و طیفوریہ و قلندریہ (۱۲۵۷ھ) ○ سید شاہ محمد پنجابی[10] ساکن مسانیا متصل شہر پٹیالہ، یہاں تشریف لائے اور چند مہینے مقیم رہکر
حضرت فرد قدس سرہٗ سے بیعت کی اور تعلیم و تربیت حاصل کرکے ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ کو وطن واپس تشریف لیگئے، یہ بزرگ
خاندانی پیرزادہ تھے، آپ کے اکابر طریقہ قادریہ سے متسلک تھے، ○ شاہ امداد حسین[11] ساکن موضع سانبہ متصل جکواہ اپنے خاندان
کے پیرزادہ ہیں، حضرت فرد سے مرید ہوئے اور چند سلاسل کی اجازت ۱۲۵۶ھ میں حاصل کرکے تشریف لیگئے، ○ شاہ آل یاسین[12]
بن میر عزت علی بن شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن، مرید شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ مجاز چند سلاسل (۱۲۵۹ھ) ○ مولوی قطب الاولیاء[13]
بن مولانا محمد علی بن مولانا شمس الدین ابو الفرح مجیبی اپنے والد کے مرید تھے، جملہ سلاسل کے مجاز حضرت فرد سے ہوئے، ○ مولوی
سید علی وارث[14] مرید حضرت شیخ العالمین، مجاز جملہ سلاسل (۱۲۵۹ھ) ○ مولوی سید کمال علی[15] مرید حضرت شیخ العالمین، مجاز جملہ سلاسل
(۱۲۶۰ھ) ○ مولانا شاہ و شرف الدین[16] بن مولانا محمد ہادی و مولانا محمدی[17] بن مولانا محمد ہادی و مولوی نور احمد[18] بن مولانا امام و مولوی
ید اللہ[19] بن مولانا محمد حسین مجاز جملہ سلاسل (۱۲ ربیع الاول ۱۲۶۰ھ) ○ شاہ ہمت علی[20] ساکن کنگولی قریب غازی پور مرید و مجاز
جملہ سلاسل (۱۲۶۰ھ) ○ شیخ محمد احسن[21] صاحب ساکن عبور گنگ، مجاز چند سلاسل (۱۲۶۰ھ) ○ حضرت شاہ احمد[22]
بن شاہ مولوی ابو الفضل بن حضرت شاہ شمس الدین ابو الفرح مجیبی قدس سرہٗ مجاز چند سلاسل مجیبیہ (۱۲۶۰ھ) ○ شاہ
غلام محی الدین[23] عرف محمدن نواسہ مفتی غلام مخدوم ثروت پسر شاہ لعل محمد بن شاہ غلام یحییٰ ساکن کندولی حال مقامی پھلواری، مرید
حضرت شیخ العالمین، مجاز چند سلاسل مجیبیہ (۱۰ ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ) ○ شیخ قطب علی[24] ساکن نرائن بلیا، مرید حضرت شیخ العالمین
مجاز چند سلاسل مجیبیہ (۱۲۶۰ھ) ○ شاہ عنایت حسین[25] بن شاہ حیدر علی از فرزندان مخدوم منہاج الدین سہروردی
کردیزی ساکن موضع بلیاری ضلع گیا، مرید و مجاز جملہ سلاسل مجیبیہ (۱۲۶۰ھ) ○ میر شبیر علی[26] ساکن آدم پور پہلوان، مرید
حضرت شیخ العالمین، مجاز چند سلاسل (۱۲۶۲ھ) ○ حضرت حکیم محمود الحسن[27] دہلوی ۱۲۶۰ھ میں آئے، دو برس اکتساب
سلوک کرگئے ۱۰ رجب ۱۲۶۲ھ میں جملہ سلاسل کے مجاز ہوئے اور رسالہ "فضل النبی" و "منتخب ادعیات" و "تعویذات" کی نقل

مع اجازت اپنے ساتھ لیگئے ○ حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی[28] حبیب نصر قدس سرہٗ ماہ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ میں الباس خرقہ کرکے جملہ سلاسل کے مجاز بنائے گئے۔ ○ شیخ طالب[29] علی بن شیخ غلام حیدر ساکن سمریا ضلع شاہ آباد (جامع ملفوظات شیخ العالمین قدس سرہٗ) مرید حضرت شیخ العالمین، مجاز قادریہ وارثیہ ○ حافظ عبد[30] الکریم چاٹگامی مرید و خلیفہ حضرت شیخ العالمین، مجاز جملہ سلاسل، انہوں نے حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے زمانہ میں چلّہ کشی بھی کی۔ ○ میر خیر[31] اللہ ساکن امتھوا، مجاز بسلسلہ عتیقیہ و قادریہ وارثیہ (جمادی الاول ۱۲۴۰ھ) ○ مولوی قادر[32] علی ساکن جیوارہ ضلع مونگیر مجاز چند سلاسل مجیبیہ (۱۲۴۰ھ) ○ شاہ شرف[33] الدین ساکن پاک پٹن مرید حضرت شاہ نور پاک پٹنی خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہٗ، دہم ماہ جمادی الاول ۱۲۴۰ھ کو پھلواری تشریف لائے، ان کو شغل درود و دیگر اشغال کی تعلیم دی گئی۔ ○ حافظ عبد[34] الرحمٰن صاحب پنجابی ایروانی پاک پٹنی و حافظ بدر[35] الدین صاحب پنجابی ایروانی اپنے وطن سے آئے اور شبِ دہم رجب کو بیعت کی اور مشق درود کی اجازت دی گئی۔ ○ شاہ محمد درویش[36] ساکن پیپلی متصل رام پور (قوم افغان) بغداد شریف میں حضرت سید عبد القادر قدس سرہٗ سجادہ نشیں آستانہ حضرت غوث پاک قدس سرہٗ کے مرید تھے، پھلواری تشریف لائے اور ۸ رجب ۱۲۴۸ھ میں حضرت فرد سے شغل پاس انفاس و اسم ذات اور اجازت اسم صمد حاصل کی۔ ○ میر کرم[37] علی ساکن لکھمنیا ضلع مونگیر، مجاز طریقہ قادریہ وارثیہ (۱۲۴۵ھ) ○ حضرت شاہ نور[38] اللہ نبیرۂ حضرت صوفی شاہ دائم قدس سرہٗ، ساکن ڈھاکہ (بنگال) ۱۲۴۰ھ میں تشریف لائے، مولوی محمد یحییٰ قدس سرہٗ سے درسیات پڑھتے تھے، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے وصال کے بعد ماہ ربیع الاول ۱۲۴۴ھ میں حضرت فرد قدس سرہٗ سے رجوع کیا، ۱۲ ربیع الاول کو مجلسِ سماع میں اُن پر تاثیر پیدا ہوئی، اسی مہینہ کے اخیر میں دیگر اشغال کی تعلیم دیگئی۔ ان کے تیسرے بھائی صوفی شاہ وجہ[39] اللہ قدس سرہٗ اور شاہ محمد شاکر[40] مرید حضرت صوفی شاہ لقیت اللہ قدس سرہٗ نے بھی حضرت فرد قدس سرہٗ سے اشغال سیکھے (۱۲۵۰ھ) ○ شاہ کریم[41] بخش ساکن عبور گنگ، مجاز قادریہ وارثیہ و چشتیہ و سہروردیہ و طیفوریہ مداریہ عمادیہ و سلسلہ نقشبندیہ ابو العلائیہ۔ ○ شاہ عبد[42] اللہ ساکن موضع رسول نگر (علاقہ قوم چھٹا، جو لاہور سے ۶۰ کوس سے زیادہ پر واقع ہے) ۱۲ رمضان ۱۲۵۰ھ میں تشریف لائے اور حضرت فرد قدس سرہٗ سے اشغال سیکھکر ۲ شوال ۱۲۵۰ھ میں تشریف لیگئے، ان کو چہار دسم کی اجازت دیگئی (اسامی خلفا مع کیفیت حضرت فرد الاولیا قدس سرہٗ کے یادداشت سے جو دستِ خاص سے لکھے ہوئے ہیں نقل کئے گئے)

تلامذہ:۔ مولوی ابو القاسم پھلواری، مولوی وصی احمد پھلواری، مولوی اظہار الدین منیری، مولوی سلیم اللہ منیری، مولوی غلام قادر رہائی، مولوی غلام مجیب، مولوی شاہ کبیر الدین سہسرامی، ان بزرگوں نے ابتدائی درسیات آپ سے پڑھکر تکمیل مولانا احمدی و مولانا محمد نا(؟) و مولانا محمد حسین قدس سرہم سے کی۔"

حضرت مولانا شاہ محمد نور العین قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۱۱ر ذی الحجہ یوم یکشنبہ ۱۲۳۶ھ۔ درسیات کی تکمیل مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ سے کی، ۱۲۵۴ھ میں اپنے والد سے بیعت کی اور ۱۲۵۶ھ میں آپ کے والد حضرت فرد قدس سرہٗ نے جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت سے ممتاز فرمایا، والد کے وفات کے بعد ڈھائی سال مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہکر ۱۲۶۳ھ ۲۶ ربیع الثانی کو رحلت فرمائی۔

شادی: اپنے چچا واستاذ مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی تھی، مگر نسل منقطع ہوگئی، بہت پُرجوش اور مغلوب الحال بزرگ تھے، بارگاہِ غوث پاک میں بہت قبولیت حاصل تھی، شعر وسخن کا بہت اچھا مذاق تھا، نورؔ تخلص کرتے تھے۔

نتابِ حسن تو از خویشتن چناں رفتم ❊ کہ در ثنائے جمالت بجز درود نماند

آپ کا مشہور شعر ہے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی حضرت نصر قدس سرہٗ سجادہ مجیبیہ پر رونق افروز ہوئے۔

حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ۲۵ رمضان روز چہارشنبہ ۱۲۴۹ھ۔ ابتدائی کتابیں "شرح وقایہ" تک آپنے مولانا ابوتراب آشنا قدس سرہٗ سے پڑھیں اور تکمیل درسیات مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے ۴ر شعبان روز جمعہ ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔

حدیث سے بے انتہا شغف تھا اس لئے آپ نے اپنے چچازاد بھائی مولانا شاہ آل احمد محدث مہاجر مدنی قدس سرہٗ کو رقم کثیر بھیجکر مدینہ طیبہ سے بلوایا اور عرصہ تک اپنے ہاں مقیم رکھکر ۱۲۸۷ھ میں حدیث کی تکمیل کی۔

۱۲۶۳ھ میں اپنے والد حضرت فردؔ قدس سرہٗ سے مرید ہوئے اور اسی وقت حضرت فرد قدس سرہٗ نے جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمادیا، سلوک طریقت کی تعلیم اپنے منجھلے چچا مولانا ابوتراب آشنا قدس سرہٗ سے مکمل کی، ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۶۳ھ میں شاہ نور العین قدس سرہٗ کے بعد جانشین ہوئے۔

آپ کے تصانیف یہ ہیں:- رسالہ نعمت عظمیٰ، رسالہ سوالات ستہ، رسالہ شواہد الجمعۃ، رسالہ فضیلت سلام بقول السلام علیکم، رسالہ حلت بقرہ مذبوحہ و حلت سانڈہ، رسالہ سوالات خمسہ، رسالہ منع خواندن درود در قعدۂ اولیٰ رسالہ حلاوت قلوب در فضیلت شب برات۔

آپ شعر و سخن کا اعلیٰ مذاق رکھتے تھے، کلام حقائق و معارف سے لبریز ہوتا تھا، نصرؔ تخلص کرتے تھے، دیوان آپ کا "دیوان معجز بیان" کے نام سے موجود ہے۔

شادی } آپ کی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں ہی یکے بعد دیگرے مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ کی دو صاجزادیوں سے ہوئیں، پہلی اہلخانہ سے شاہ محمد عبد الحق اور شاہ محمد عین الحق علیہما الرحمۃ تھے اور دو صاجزادیاں اہلیہ حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ و اہلیہ مولوی منظور احمد علیہ الرحمۃ تھیں، اور دوسری اہلخانہ سے اہلیہ مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب تھیں،

حضرت نصرؔ قدس سرہٗ کی علمی و عرفانی منزلت کا حال آپ کی مکمل سوانح حیات سے معلوم ہوگا جو "جلوۂ حبیب" کے نام سے مرتب ہوچکی ہے اور انشاءاللہ مستقبل قریب میں شائع کی جائے گی۔

وفات } ۲۷ سال مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے، ۶۴ سال کی عمر میں بتاریخ ۲۷ ربیع الاول ۱۲۲۵ھ بعارضۂ ذات الصدر رحلت فرمائی، آپ کا مزار موجودہ "بارہ دری" میں بجانب مشرق دوسرا مزار ہے۔

عہد نصرؔ کی تعمیرات } شیخ العالمین قدس سرہٗ کے تذکرہ میں میں نے لکھا ہے کہ خانقاہ کے گرد و نواح میں آپ نے کافی زمین خریدی تھی اور اس میں کچھ مکانات بھی بنوائے تھے، مگر وہ مکانات بھی عرس کے مہمانوں کے لئے کافی نہ تھے، حضرت نصرؔ قدس سرہٗ نے اپنے عہد میں ان مکانات کی مزید توسیع کی، خانقاہ کی موجودہ عمارت میں مخصوص حصوں کے علاوہ جن کی وضاحت اپنی اپنی جگہ پر کردی گئی ہے، سب کی سب حضرت نصرؔ قدس سرہٗ کی تعمیر کردہ ہے۔

روضۂ پیر مجیب } تاج العارفین قدس سرہٗ کے مزار پاک کا گنبد بھی حضرت نصرؔ قدس سرہٗ نے تعمیر کروایا ہے۔ ۱۲ ذیلقعدہ روز دوشنبہ ۱۲۷۸ھ مطابق ۲۸ بیساکھ ۱۲۶۹ف مطابق ۱۸۶۱ء میں اس گنبد کی پہلی خشت بنیاد رکھی گئی اور ۲۷ جمادی الاولیٰ روز شنبہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء میں عمارت مکمل ہوئی، گچکاری اور سنگی فرش کا کام یکم ذیلقعدہ روز دوشنبہ ۱۲۸۲ھ میں تکمیل کو پہونچا، مگر مزار مبارک خام ہی رہا، کیونکہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ اپنے لئے خام ہی مزار پسند فرماتے تھے، اس لئے مزار پختہ نہ بنوایا گیا، بلکہ

سطح مزار سے بلند لکڑی کا تعویذ نما "تابوت" بنواکر مزار پر رکھ دیا گیا جس پر مصالحہ اور چونہ کی گچکاری ہے۔

مولانا وصی احمد علیہ الرحمۃ نے سنِ بنیاد و تکمیل کی تاریخ کہی ہے جو گنبد کے دروازہ پر آویزاں ہے۔

تاریخ بنیاد۔ روضۂ پیر مجیب ۱۲۷۸ھ تاریخ تکمیل روضۂ انور ۱۲۸۰ تاریخ تکمیل گچکاری۔

فرمود بنائے قبہ بر حسب مراد ۔۔۔ خود قطب زماں مولوی شاہ حبیب

تاریخ بناوصی بانجام رساند ۔۔۔ از غایت جہد روضۂ پیر مجیب

۱۲۷۸
۴
۱۲۸۲

ایک اہم واقعہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد جبکہ اہل حدیث باغی حکومت قرار دیدیئے گئے تھے گرفتاریوں اور ضبط املاک کا سلسلہ جاری تھا، ۱۸۶۵ء میں بعض معاندین نے یہ مشہور کر دیا اور حکومت میں مخبری کردی کہ شاہ محمد علی حبیب وہابی ہو گئے ہیں، اس زمانہ میں وہابی یعنی باغی سرکار سمجھا جاتا تھا، حکومت نے پھلواری خالی کر دینے کا حکم نافذ کر دیا اور پھلواری اور خصوصاً خانقاہ کو فوجی کیمپ بنانے کی تجویز ہوئی، مگر اس وقت کے حکام رئیس حضرات نے جد و جہد کر کے حکومت کو مطمئن کیا کہ وہ وہابی نہیں ہیں، مزید تحقیقات کے بعد یہ حکم اٹھا لیا گیا اور پھلواری کے برأت کی سند حکومت کی طرف سے دیدی گئی۔

آپ کے خلفاء و مجازین یہ ہیں:۔ مولوی محمد مولائی[۱] بن مولانا محمد حسین بن شیخ العالمین قدس سرہٗ مجاز جملہ سلاسل مجیبیہ مع الباس خرقہ (۱۲۶۸ھ) ○ میر علی بخش[۲] اجمیری مرید حضرت شاہ نور العین قدس سرہٗ مجاز چند سلاسل (۱۲۶۸ھ) ○ میر امام علی[۳] برادر میر علی بخش اجمیری مجاز چند سلاسل (۱۲۶۸ھ) ○ مولوی امان علی[۴] (ساکن ٹانڈہ) مرید و مجاز چند سلاسل مجیبیہ (۱۲۶۸ھ) ○ میاں حیدر علی[۵] بنگالی (ساکن چاٹگام) جو خاندانی پیرزادہ تھے، چند سلاسل کے مجاز ہوئے اور اذکار و اشغال کی تعلیم پائی اور اس کے تلقین کی اجازت حاصل کی، (۱۲۶۸ھ) ○ شاہ کرم الٰہی[۶] (ساکن اطراف لکھنؤ) خاندانی مشائخ تھے، چند سلاسل کے مجاز ہوئے، (۱۲۶۹ھ) ○ شاہ عبد الکریم[۷] (دولہن پور ضلع سارن) مجاز چند سلاسل، (۱۲۷۰ھ) ○ مولانا نقی احمد[۸] بن مولانا ابو القاسم مجیبی، یہ اپنے بزرگوں اور اپنے پیر حضرت فرد الاولیاء سے جمیع سلاسل کے مجاز تھے، حضرت نقی سے اجازت تبرک حاصل کی (۱۲۷۰ھ) ○ شاہ احمد[۹] بن مولانا ابو الفضل مجیبی، یہ بھی حضرت فرد الاولیاء اور دیگر اکابر خاندان سے مجاز سلاسل، حضرت تقی سے اجازت تبرک حاصل کی (۱۲۷۰ھ) ○ شاہ محمد یٰسین[۱۰] (ساکن دیو کلی کاکو) مجاز چند سلاسل (۱۲۷۱ھ) ○ حکیم مصباح الدین[۱۱] احمد (ساکن موضع محمد پور بانکا پارٹی ضلع مرشد آباد) مرید و خلیفہ مولانا شاہ وصی احمد قدس سرہٗ مجاز چند سلاسل (۱۲۷۲ھ) ○ سید مردان[۱۲] شاہ (ساکن محلہ شوالہ پشاور) مجاز چند سلاسل (۱۲۷۳ھ) [illegible]

رضی الدین[13] احمد بن مولوی سید احمد یعقوب علیہما الرحمۃ، مرید حضرت فرد الاولیا، مجاز جملہ سلاسل مجیبیہ (۱۲۷۳ھ) ○ مولوی شاہ اشرف مجیب[14] بن شاہ احمد اصطفیٰ علیہما الرحمۃ، مرید حضرت مولانا شاہ علی سجاد قدس سرہ، مجاز جملہ سلاسل مع الباس خرقہ (۱۲۷۵ھ) ○ شاہ ولایت حسین[15] (ساکن پیغمبر پور، مقیم سورج گڑھا، مونگیر) مجاز چند سلاسل (۱۲۷۶ھ) ○ میر خورشید علی[16] بہاری، مجاز چند سلاسل (۱۲۷۶ھ) ○ مولوی غلام دستگیر[17] بن مولوی ابو قلندر نبیرۂ حضرت شاہ شمس الدین ابو الفرح قدس سرہ، مجاز چند سلاسل (۱۲۷۹ھ) ○ شاہ عبد الحق[18] بیتھوی، مجاز چند سلاسل (۱۲۸۳ھ) ○ مولوی شجاعت علی[19] (باڑھ) مجاز سلسلۂ قادریہ وارثیہ (۱۲۸۳ھ) ○ مولوی علی احمد[20] (دربھنگہ) مجاز سلسلۂ قادریہ وارثیہ (۱۲۸۷ھ) ○ مولوی سید شاہ ولی اللہ[21] کشمیری مرید و مجاز بسلسلۂ قادریہ وارثیہ (۱۲۸۹ھ) ○ مولوی شاہ عبد الحفیظ[22] آروی مجاز چند سلاسل (۱۲۸۹ھ) ○ مولوی محمد عثمان[23] (ساکن زمانیہ، غازی پور) مجاز چند سلاسل (۱۲۹۰ھ) ○ میر سعادت علی[24] (ساکن زمانیہ، غازی پور) مجاز چند سلاسل (۱۲۹۰ھ) ○ مولوی عبد الوہاب[25] صاحب مغربی، مجاز سلسلۂ قادریہ وارثیہ (۱۲۹۰ھ) ○ مولوی غلام دستگیر[26] (ساکن گھگھٹہ، چھپرہ) مجاز چند سلاسل (۱۲۹۴ھ) ○ مولوی عبد الرحمن[27] بن مولوی رعایت علی پھلواروی، مجاز چند سلاسل ○ حاجی عبد الرحمن[28] مدراسی، مجاز سلسلۂ قادریہ وارثیہ ○ مولوی ظہور محی الدین[29] بن مولانا شاہ علی سجاد قدس سرہ، مجاز جملہ سلاسل ○ حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین[30] قدس سرہ، مجاز مطلق جملہ سلاسل طریقت مع الباس خرقہ (ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ) ○ شاہ محمد تقی[31] آروی، مجاز چند سلاسل۔

آپ کے تلامذہ یہ ہیں:۔ حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ، مولوی شاہ ظہور محی الدین، مولوی ارشاد حسین عظیم آبادی، مولوی حمید الدین کوٹیلوری، منشی ولی الحق پھلواروی، مولوی مرتضیٰ احسن پھلواروی، مولوی تجمل حسین دولت پوری، مولوی وحید احمد عظیم آبادی، مولوی عبد الرحمن پھلواروی

حضرت شاہ محمد عبد الحق قدس سرہٗ

تاریخ ولادت یکم شوال ۱۲۸۳ھ، ابتدائی کتابیں میزان الصرف تک اپنے والد حضرت نصر قدس سرہ سے پڑھیں۔

جانشینی ۱۲۹۵ھ میں حضرت نصر قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، اس وقت آپ کی عمر بارہ سال کی تھی اور آپ کے چھوٹے بھائی شاہ محمد عین الحق علیہ الرحمۃ سات سال کے تھے، ظاہر ہے کہ اس کم عمری میں ان دونوں بھائیوں کو اپنے والد سے بیعت اجازت وخلافت اور تعلیم وتربیت کا موقع کیونکر مل سکتا تھا، اسلئے حضرت نصر قدس سرہٗ کے بعد جانشینی کا مسئلہ بہت اہم ہوگیا کہ کس کو جانشین کیا جائے، اس وقت حضرت کے خلفاء و مجازین بھی موجود تھے اور ان میں سب سے نمایاں اور ممتاز شخصیت ہمارے پیر و مرشد فیاض المسلمین حضرت مولانا

شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کی تھی، خانقاہ کی خدمت آپ کے سپرد تھی، نیابتہً بیعت بھی لیتے تھے، مریدین و معتقدین کی تعلیم و تربیت اور سالکین و شاغلین کے اذکار کی مشق بھی کراتے تھے، رشتہ میں حضرت قدس سرہٗ کے داماد اور بھتیجے تھے، غرض ہر طرح جانشینی کے اہل تھے، اسلئے اکثر اخوان طریقت اور ارباب بصیرت کا خیال ہوا کہ آپ ہی جانشیں کئے جائیں، اس موضوع پر باہم تبادلۂ خیالات ہوتے رہے، جب حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے سامنے یہ خیال ظاہر کیا گیا تو آپ نے اس رائے کی تائید نہ کی اور فرمایا کہ شاہ عبدالحق جانشیں کئے جائیں، ہر چند کہ کم عمر ہیں، اور بیعت و اجازت بھی نہیں ہے لیکن یہ عذر اس طرح دفع کیا جا سکتا ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کے خلفائے مجازین میں سے جس کی طرف ان کی طبیعت کا رجحان ہو اس سے بیعت کرادی جائے اور مجاز بنا کر جانشیں کر دئے جائیں، بالآخر اسی رائے پر اتفاق ہوا، شاہ عبدالحق قدس سرہٗ سے بیعت کے متعلق ان کا رجحان طبع دریافت کیا گیا، آپ نے اپنی عقیدتمندی حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے ظاہر فرمائی اور اتنا سلجھا ہوا جواب دیا کہ سننے والوں کو کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

شاہ عبدالحق قدس سرہٗ کی عقیدت اور رجحان طبع کا خیال کرتے ہوئے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے آپ کی بیعت لی اور اسی دن تمام سلاسل کا مجاز بنا کر رسم سجادگی ادا کر دی۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے لئے قاضی غلام یحییٰ آروی مقرر کئے گئے اور تربیت باطنی حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے ذمہ لی، آپ نہایت ذکی و ذہین تھے، کمسنی ہی سے مزاج میں متانت اور ضعیفوں کی سی سنجیدگی تھی، شبانہ یوم تحصیل علم میں مشغول رہتے، کبھی لہو و لعب کی طرف متوجہ نہ ہوتے، اس محنت و جانفشانی کا ثمرہ یہ ملا کہ ۱۲۹۹ھ میں جبکہ آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی تمام درسیات کی تحصیل سے فراغت حاصل کر لی اور علم عرفان میں درجۂ کمال کو پہونچے۔

شادی و وفات: آپ کی شادی بہار محلہ بارہ دری میں جناب شاہ عطا حسین صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی، شادی کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ نے بعارضۂ تپ دق ۱۴ صفر ۱۳۰۲ھ میں رحلت فرمائی اور اپنے والد کے پہلو میں بجانب مغرب مدفون ہوئے۔

حضرت شاہ محمد عین الحق رحمۃ اللہ علیہ | حضرت قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں، ۱۲۶۵ھ میں پیدا ہوئے، ۱۸ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی شاہ عبدالحق قدس سرہٗ کی وفات کے بعد جانشیں کئے گئے۔ درسیات مولوی حکیم علی نعمت

بن مولوی عنایت رسول بن مولوی یحییٰ علیہ الرحمۃ سے تمام کیں، مولوی حکیم علی نعمتؒ مولوی عبداللہ غازی پوری کے شاگرد اور مذہباً غیر مقلد تھے، شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ استاذ کی تعلیم سے متاثر ہوئے اور حنفی مسلک کو چھوڑ کر غیر مقلد ہو گئے، ۱۳۰۹ھ میں ترک سجادگی کر کے موضع حکیم آباد گھگھٹہ ضلع چھپرہ جہاں آپ کی سسرال تھی اقامت اختیار کرلی، آپ نے پوری زندگی تقویٰ و پرہیز گاری میں بسر فرمائی، ۲۳ سال گھگھٹہ میں مقیم رہنے کے بعد ۱۳۳۳ھ بتاریخ ۱۱ رجمادی الثانی آپ نے انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کی تین شادیاں ہوئیں، پہلی شادی شیخ عبدالرحیم (ساکن گھگھٹہ ضلع چھپرہ) کی صاحبزادی سے ہوئی اور دوسری ڈاکٹر جمال الدین (ساکن چھپرہ) کی صاحبزادی سے ہوئی، جن سے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئیں، صاحبزادے مولوی شاہ احمد حبیب صاحب، ان کی ولادت ۳ر جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ میں ہوئی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی، اپنی زندگی ہمیشہ قومی کاموں میں بسر کی، قومی کام کرنے والوں میں نہایت مخلصانہ خدمت انجام دیتے رہے۔ [1]

ان کی دو شادی ہوئی، دوسری شادی حکیم عبدالخالق صاحب (صالح پور، بہار) مرید حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، جن سے کئی لڑکے لڑکیاں ہیں، بڑے لڑکے جمال حبیب سلمہٗ علی گڈھ میں انگریزی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، سلمہم اللہ تعالیٰ۔

شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی مولوی ہارون بن مولانا صفت اللہ علیہ الرحمۃ سے منسوب تھیں، جن سے ڈاکٹر نورالعین، مولوی قرۃ العین اور قاسم اور چار لڑکیاں ہیں۔ سلمہم اللہ۔

مولانا شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ کی ترک سجادگی کے بعد باتفاق رائے ۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ میں ہمارے حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سجادہ مجیبیہ پر جانشیں ہوئے، الحمدللہ کہ خانقاہ کی گئی ہوئی رونق پھر پلٹ آئی اور پہلے سے کہیں زیادہ سجادہ مجیبیہ کو فروغ ہوا، جو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔"

---

[1] ۳ر ذیقعدہ جمعہ ۱۳۸۷ھ میں انتقال کیا، باغ مجیبی میں مدفون ہوئے۔

مرجع شیخ وشاب حضرت مولانا شاہ محمد ابو تراب قدس سرہٗ

شیخ العالمین قدس سرہٗ کے دوسرے صاحبزادے ہیں، تاریخ ولادت ۱۱۹۲ھ ہجری ہے، درسیات تمام وکمال ۱۲۱۲ھ میں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، مسائل فقہیہ پر عبور تام رکھتے تھے، اسلئے آپ کے معاصر آپ کو ابو یوسف کہا کرتے تھے،

تصنیفات یہ ہیں:۔ "تعلیم الطہارت" فقہ میں، رسالہ تعریۂ بلوغ، رسالہ حلت نان پاؤ۔

بیعت اجازت وخلافت تعلیم وتربیت روحانی سب کچھ اپنے والد سے حاصل کی، ۲۱ ذیقعدہ ۱۲۱۶ھ میں مرید ہوئے اور ریاضت ومجاہدات کے بعد جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت سے شرفیاب ہوئے آپ نے بڑی سخت ریاضتیں کی ہیں، شاعرانہ طبیعت بھی پائی تھی، آشنا تخلص کرتے تھے، فن تاریخ گوئی سے خاص مناسبت تھی۔

آپ کی شادی بی بی وتیہ بنت شاہ دعا اللہ قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ علی کریم مرحوم تھے، جو جوانی میں لاولد فوت کرگئے، اب آپ کی نسل منقطع ہے، مگر روحانی سلسلہ حضرت نصر قدس سرہٗ کے واسطہ سے جاری ہے، اور جب تک حضرت نصر قدس سرہٗ کا سلسلہ جاری رہے گا آپ کی روحانی اولاد باقی رہے گی۔

۷ ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ میں وفات پائی اور مقبرہ مجیبیہ پھلواری میں مدفون ہوئے۔ [1]

مولوی علی کریم بن مولانا ابو تراب قدس سرہٗ } تاریخ ولادت ۴ ذیقعدہ ۱۲۱۵ھ ہے، درسیات اپنے والد سے پڑھی تھیں، اپنے جد امجد حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ سے ۱۲۲۱ھ میں بتاریخ دہم ربیع الثانی مرید ہوئے، غوث پاک

---

[1] مجازین وخلفا:۔ مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر [1]، مولوی قاضی مخدوم عالم [2]، مولوی سید جان علی بن میر فیض علی [3]، مولوی سید رعایت علی بن مولوی عنایت علی پھلواروی [4]، مولانا شاہ محمد صفت اللہ بن شاہ احمد اصطفیٰ [5]، مولانا شاہ آل احمد بن مولانا محمد امام [6]، مولانا شاہ محمد یحییٰ بن مولانا ابوالحیوٰۃ [7]، شاہ غلام محی الدین عرف شاہ محمدن بن شعل محمد بن غلام یحییٰ ساکن کندوئی [8]، شاہ آل یٰسین بن میر عنایت علی [9]، مولوی احمد ظہیر الحق بن مولانا محمد ظہور الحق [10]، مولوی فضل علی بن مولوی دلاور علی [11]، مولوی آل حسنین بن مولوی فضل علی [12]، مولوی سید آل علی بن میر باقر علی [13]، مولوی جواد علی بن مولوی باقر علی [14]، داروغہ مظہر نبی (شہباز پوری) [15]، مولوی قطب الاولیا بن مولانا محمد علی [16]، مولوی قاضی علی اکبر [17]، مولوی وصی احمد بن مولانا ابوالقاسم [18] قدست اسرارہم۔

رضی اللہ عنہ سے بہت شغف تھا، اسلئے غوث پاک کی نظر عنایت بھی آپ پر بہت زیادہ تھی۔

سنہ ۱۲۴۹ھ نوجوانی ہی کے زمانہ میں اپنے والد کی زندگی ہی میں انتقال کیا، اپنے اکلوتے اور ہونہار فرزند کی موت کا جو صدمہ حضرت مولانا ابوتراب قدس سرہٗ کو پہنچا محتاج بیان نہیں ہے، اپنے تاثرات کو آپنے ایک تاریخ میں نہایت پُر درد طریقہ پر اظہار فرمایا ہے۔ ؎

از وفات علی کریم پسر　　بیکران است ایں غم ابدی

بوتراب از سر الم می گفت　　بجبیں ماند داغ لاولدی

۱۲　۴۹
۱

۱۲　ھ　۴۹

امام المتقین حضرت مولانا شاہ محمد امام قدس سرہٗ شیخ العالمین قدس سرہٗ کے تیسرے فرزند ہیں، آپ کی ولادت دوازدہم جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱۹۴ھ ہجری میں ہوئی۔

درسیات تمام وکمال مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، بست ویکم رمضان سنہ ۱۲۱۶ھ میں اپنے والد سے طریقہ قادریہ وارثیہ میں مرید ہوئے، عبادات ومجاہدات وچلہ کشی و۔　ہفت روزہ کے بعد جمیع سلاسل مجیبیہ کی اجازت حاصل فرمائی، تمام عمر درس وتدریس وریاضات ومجاہدات میں بسر فرمائی، اپنے استاد مولانا احمدی قدس سرہٗ کے زمانۂ حیات ہی میں صاحبِ درس ہو چکے تھے، تصنیفات میں رسالہ قرأت خلف الامام، حاشیہ تہذیب، حاشیہ میرزاہد بطور تعلیق ہے۔

تلامذہ :۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد حسین قدس سرہٗ ہیں، انہوں نے نصف سے زیادہ کتابیں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے تمام کی اور بقیہ آپ سے تمام کیں، ان کے علاوہ آپکے بھتیجے وداماد مولوی ابو محمد علی حسن بن مولانا ابوالحسن فرد قدس سرہٗ، مولوی فضل علی بن مولوی دلاور علی، ومولوی افضل علی بن مولوی دلاور علی، مولوی شاہ جان علی............ مولوی شاہ احمد مصطفیٰ بن شاہ وعداللہ، اور آپ کے صاحبزادہ مولوی کمال احمد وقاضی ابراہیم حسین، وقاضی احمد حسین و مولوی محمد حسین عیسیٰ پوری، وحضرت شاہ عطا حسین ابوالعلائی، مولوی جان علی یعقوب پوری، مولوی سخاوت علی ساکن استھانواں، علیہم الرحمۃ تھے، آپ کے چھوٹے بھائی مولوی محمد حسین قدس سرہٗ نے آپ سے سند تبرک بھی حاصل کی تھی۔

آپ کی شادی مولانا احمدی قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی فضیلۃ النساء سے ہوئی، ان سے

دو صاحبزادہ مولانا آلِ احمد اور مولانا نور احمد علیہما الرحمۃ اور دو صاحبزادیاں وجود میں آئیں، بڑی صاحبزادی اہلیہ مولوی شاہ ابو محمد علی حسن علیہ الرحمۃ تھیں جو لاولد فوت کر گئیں، چھوٹی صاحبزادی اہلیہ شاہ احمد المصطفیٰ علیہ الرحمۃ صاحبِ اولاد ہوئیں اور ان کی نسل جاری ہے، اُن کا تذکرہ خاندان فریدی کے ماتحت آئیگا۔

مولانا محمد امام قدس سرہٗ نے ۸ رمحرم ۱۲۵۵ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

مولانا آلِ احمد بن مولانا محمد امام قدس سرہٗ

تاریخ ولادت ہفتم ماہ رمضان ۱۲۲۳ھ ہے، درسیات کی تکمیل اپنے والد سے کی تھی، اپنے جدِّ امجد شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر بستم جمادی الثانی ۱۲۴۰ھ میں بیعت کی۔

شیوخ حرمین شریفین سے تحصیل علمِ حدیث کا ذوق پیدا ہوا، اِسی جذبہ لیکر ۱۳ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ میں بلا اطلاع پوشیدہ طریقہ پر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور سیدھے کلکتہ پہنچے، ایک سال کلکتہ میں مقیم رہنے کے بعد، ۲۷ رجب ۱۲۴۴ھ میں جہاز پر سوار ہو کر عازم حجاز ہوئے اور کامل تین سال حرمین شریفین میں مقیم رہکر شیوخ حرمین سے سند حدیث حاصل کی۔

آپ کے شیوخ حدیث ہیں، حضرت شیخ محمد یحییٰ الشنقیطی و شیخ عبد الجلیل بن عبد السلام برادۂ علامہ سید احمد زینی دحلان، و علامہ ارتضیٰ گوپاموی، و دیگر شیوخ حرمین شریفین ہیں۔

۱۲۴۷ھ میں آپ نے پھر ہندوستان کا قصد کیا اور حیدرآباد پہنچکر مولانا شجاع الدین صاحب کے مدرسہ میں مدرس ہوئے اور چار سال تک درس دیتے رہے۔

مولانا شجاع الدین حضرت محمد ابن حنفیہؒ کی اولاد سے تھے اور مولانا رفیع الدین قندھاری کے شاگرد تھے، حضرت فرد قدس سرہٗ سے غائبانہ مراسم بذریعہ مراسلات تھے، مولانا آلِ احمد نے ان سے بھی حدیث کی سند لی ہے، چار سال حیدرآباد میں قیام کرنے کے بعد ۱۲۵۱ھ میں آپ پھلواری واپس تشریف لائے اور اپنے عم محترم حضرت فرد قدس سرہٗ سے استفاضۂ باطنی کرتے رہے، کامل ایک سال پھلواری میں قیام کرنے کے بعد ۲۴ رجمادی الثانی ۱۲۵۲ھ کو آپ نے بنارس کا قصد کیا، کچھ دن وہاں قیام کرنے کے بعد جا بجا شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے بھاگلپور پہنچے، وہاں پہنچنے کے بعد تمام ہندوستان کی سیاحت کا شوق پیدا ہوا، کاکوری، لاہرپور، سلون، لکھنؤ، دہلی، کچھوچھہ، اجمیر شریف، تونسہ وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے جونپور پہنچے وہاں مولانا ہدایت اللہ جونپوری علیہ الرحمۃ نے

آپ سے سند حدیث حاصل کی تھی، اور کاکوری میں مولانا اکبر علی قلندر اور کانپور میں مولانا محمد علی رحمانی مونگیری علیہما الرحمۃ نے بخاری پڑھکر آپ سے سند حدیث حاصل کی، پھر دس برس اسی طرح مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے ۱۲۶۲ھ میں دوبارہ پھلواری تشریف لائے اور اپنے منجھلے چچا مولانا ابو تراب قدس سرہٗ کی صحبت سے استفاضۂ باطنی کرتے رہے۔

۱۲۶۴ھ میں آپ نے دوبارہ عرب کا قصد کیا اور وطن سے براہ بھاگلپور کلکتہ تشریف لے گئے اور کلکتہ سے براہِ کراچی مسقط پہنچے، وہاں سے بغداد شریف، کاظمین، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ وغیرہ کی زیارت کر کے دوبارہ مسقط واپس تشریف لاکر عازم حجاز ہوئے، اتفاقاً ہوا کی مخالفت سے بادبانی جہاز بھٹکنے لگا، بالآخر بہزار دقت و دشواری ناخدانے جہاز کو کراچی بندرگاہ پہنچایا، تمام مسافر جہاز سے اُتار دیئے گئے، ان اُترنے والوں میں ایک آپ بھی تھے، اب حج کا زمانہ نکل گیا تھا اور عرب جانے کی فوری کوئی سبیل بھی نہیں تھی، اسلئے مُلک سندھ کے اطراف میں سیاحت کرتے ہوئے شہر لوہری پہنچے جو سندھ کا مشہور شہر ہے، یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے جو اس دیار میں بہت مستند مانے جاتے ہیں، اسی شہر کے قریب ایک گاؤں "شیخ دھن" کے نام سے مشہور تھا، یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جبہ مبارک کی زیارت کی، اسی اطراف میں ایک گاؤں "قریہ نعلین" کے نام سے مشہور تھا، یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کی زیارت کی، اسی طرح مختلف مُلکوں کی سیاحت کرتے ہوئے "برہما" پہونچے، پھر کابل و فارس ہوتے ہوئے مکۂ معظمہ تشریف لے گئے اور مناسک حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ آئے، یہ واقعہ ۱۲۷۰ھ کا ہے، یہی وہ سال ہے جبکہ آپ کے چچا مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ حج کے لئے تشریف لیگئے تھے، ایک روز خانہ کعبہ میں طواف کے بعد چچا بھتیجے میں ملاقات ہوئی۔

اس کے بعد سے ۱۲۸۵ھ تک برابر آپ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہکر درس حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے، ۱۲۸۵ھ میں حضرت نصر قدس سرہٗ نے آپ کو تحصیل علم حدیث کی غرض سے پھلواری بلایا اور سبقاً سبقاً آپ سے تمام کتب صحاح ومسانید پڑھکر حدیث و دیگر مرویات کی سند حاصل کی، ۱۲۸۸ھ میں حضرت ممدوح مدینہ طیبہ واپس تشریف لے گئے اور بقیہ عمر روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاورت میں بسر فرماکر ۲۶ رمضان ۱۲۹۵ھ میں رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ [1]

آپ کی شادی کے بارے میں روایت مختلف ہے، بعض بزرگوں نے بیان کیا کہ آپ نے شادی کی ہی نہیں تمام عمر مجرد رہے، بعض کہتے ہیں کہ اثنائے سفر میں کہیں شادی کی تھی مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

[1] اس حاشیہ کا مضمون صفحہ ۲۸۷ کے حاشیہ پر ملاحظہ ہو۔

مولانا از حد وارستہ حال تھے، بادۂ عشق نبوی سے سرشار رہتے تھے، تمام عمر مدینہ طیبہ کی مجاورت کی وہاں سے ایک ساعت کے لئے جدا ہونا نہیں چاہتے تھے، مگر بارگاہ نبوی سے مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ کی تعلیم علم حدیث کے لئے ہندوستان آنے کا حکم ہوا، آپ نے فرمایا ہندوستان جاتے ہوئے اسلئے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہاں کا پیوندِ خاک نہ ہو جاؤں، آپ کے سر مبارک پر دستِ کرم پھیرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ تم پھر مدینہ طیبہ واپس آجاؤ گے، اس دن سے آپ نے اپنے سر مبارک کے اتنے حصّہ کو کبھی حلق نہ کرایا، لوگوں نے بال کی بے قرینگی کو دیکھکر آپ سے پوچھا، آپ رونے لگے شدید اصرار کے بعد فرمایا جس بال پر دستِ شفقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھرا ہو وہ بال سر سے کیونکر علیحدہ کیا جائے؟ ؎۲

مولانا شاہ نور احمد بن مولانا محمد امام قدس سرہٗ } تاریخ ولادت یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۱۴ھ ہے، ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ اپنے چھوٹے چچا مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے تمام کیں، سنہ ۱۲۵۷ھ میں اپنے عم محترم مولانا ابو الحسن فرد قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، اور کسب سلوک کے بعد تمام سلاسل مجیبیہ کے مجاز ہوئے، مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے تمام سلاسل کی اجازت حاصل کی تھی، سنہ ۱۲۶۶ھ میں عدالت پٹنہ میں محرر مقرر ہوئے۔

آپ کی شادی مولوی محمد یحیٰی بن مولانا ابو الحیوٰۃ قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، جن سے تین صاحبزادے مولوی منظور احمد، مولوی محمد انس، مولوی مجیب الحق اور چار صاحبزادیاں وجود میں آئیں۔

۹ ماہ رجب سنہ ۱۲۹۴ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

؎۱ (صفحہ ۲۸۶ کا حاشیہ) آپ کے تلامذہ میں مرقومہ ذیل حضرات کے نام معلوم ہیں۔ حضرت نصر قدس سرہٗ، مولانا شاہ ابو الحسن فردوسی سملہ ضلع گیا، مولانا علی اکبر قلندر کاکوری، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا ہدایت اللہ جونپوری، مولانا وجیہ الدین کاکوری، مولانا فرید الدین خانصاحب کاکوری، مولانا حکیم عابد علی کوثر خیر آبادی یہ آپ کے مرید بھی تھے، مولانا شاہ اشرف مجیب پھلواروی، مولوی غلام دستگیر گوٹھ ضلع چھپرہ، مولوی حکیم محمد رفیق اسلام پور ضلع پٹنہ، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ نے "حصن حصین" آپ کو پڑھکر سنائی اور سند حاصل کی۔

؎۲ شفاء قاضی عیاض میں ایسا ہی واقعہ ایک بزرگ کا بھی لکھا ہے۔ روی عن صفیۃ بنت نجدۃ قالت کان لابی محذورۃ قصۃ فی مقدم رأسہا اذا قعد وارسلہا اصابت الارض من طولہا فقیل لہ الا تحلقہا فقال لم اکن بالذی احلقہا وقد مسہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ، کہ "صفیہ بنت نجدہ روایت کرتی ہیں کہ ابی محذورہ کے آگے سر میں جوڑا تھا جب بیٹھتے اور اس کو لٹکا دیتے تو زمین تک پہنچ جاتا تھا لوگوں نے ان سے کہا کہ اس کو منڈوا کیوں نہیں دیتے، انہوں نے کہا جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے مس کیا ہو اس کو کس طرح مونڈوا دوں"۔ (شفاء القلوب بالتوسل الی المحبوب)

مولوی منظور احمد علیہ الرحمۃ — تاریخ ولادت ۱۴ ؍ رمضان ۱۲۶۵ھ، درسیات مولانا نعمت مجیب بن شاہ احمد مصطفیٰ علیہ الرحمۃ سے پڑھی تھیں، فارغ التحصیل تھے، علمی لیاقت بہت اچھی تھی، عقیدۃً تفضیلیت کی طرف میلان رہا، اسی وجہ سے اہلِ قرابت کے ساتھ نباہ نہ ہو سکا، زندگی کا زیادہ حصہ وطن سے باہر بسر ہوا، ۹ ؍ شعبان ۱۳۵۳ھ میں کلکتہ میں انتقال فرمایا، کچھ دنوں تک تاج پور ضلع مظفر پور میں محرری کی خدمت بھی انجام دی ہے۔

آپ کی شادی حضرت نصر قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو صاحبزادے مولوی نظیر حسین مرحوم اور مولوی محمد عیسیٰ مرحوم ہوئے، مولوی عیسیٰ لاولد گئے۔

مولوی نظیر حسین علیہ الرحمۃ — ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے، ان کی ہستی عجب نادر روزگار تھی، بہت کم عمری میں سماعت جاتی رہی تھی، لیکن قدرت کی طرف سے بلا کی ذہانت لیکر آئے تھے، اشارات سے لکھکر حروف شناس کئے گئے اور اسی طرح فارسی کی تکمیل کی اور شرح ملّا جامی تک عربی بھی پڑھی، کتب بینی اور اخبار بینی کا بھی ذوق تھا۔

آواز قطعاً نہیں سُنتے تھے، مگر لب کی حرکت سے الفاظ محسوس کرتے، لوگ اشاروں سے ہوا پر لکھکر ان سے بات کرتے اور حروف مکتوبہ بہوا آسانی سے صحیح پڑھکر جواب دیتے تھے، فرش پر انگلی سے لکھکر جس قدر گفتگو چاہئے کر لیجئے، سب حرف بحرف پڑھ لیتے تھے۔

مولانا اشرف مجیب علیہ الرحمۃ سے مرید تھے، حضرت نصر قدس سرہٗ کے نواسوں میں سب سے بڑے تھے، اسلئے "نانی بابو" سے مشہور تھے۔

آپ کی شادی موضع احمد پور ردہائی میں شیخ ولی محمد فاروقی مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی، جن سے چار لڑکے مولوی وارث امام، محمد فضل امام، مولوی منظر امام، حکیم محمد امام ہیں، اور ایک لڑکی غوثیہ اہلیہ حکیم عبدالوہاب بن میر نوازش حسین مرحوم ساکن آدم پور پھلواری ہیں، ان کی بھی چند اولاد ماشاءاللہ موجود ہے۔

مولوی نظیر حسینؒ نے ۲۳ ؍ رمضان ۱۳۴۶ھ میں انتقال کیا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی وارث امام سلمہٗ — ۱۳۰۱ھ میں پیدا ہوئے، درسیات کچھ وطن میں اور کچھ مدرسہ معینیہ اجمیر شریف میں پڑھیں، اردو اور فارسی ادب سے بہت اچھی مناسبت رکھتے ہیں، کتابیں تقریباً تمام ہیں، طبیعت موزوں پائی ہے، شاعری کا بھی مذاق ہے، مولوی تمنا صاحب کے

شاگرد ہیں، خلش تخلص کرتے ہیں، خلیق و ملنسار ہیں، اسی وجہ سے ہر طبقہ میں مقبول ہیں، ممدوح کو حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے بیعت ہے اور اوراد و اشغال کی اجازت بھی ہے۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی حکیم محمد عابد ساکن بیر بیگھہ ضلع گیا کی لڑکی سے ہوئی، اُن سے دو لڑکے آل احمد اور جمال احمد سلمہما ہیں، دوسری شادی موضع بیتھو ضلع گیا میں میر ہادی حسین کی لڑکی سے ہوئی، ان سے اب تک کوئی اولاد بقید حیات نہیں ہے۔ فی الحال پاربتی پور مشرقی پاکستان میں مقیم ہیں،

دوسرے بھائی فضل امام سلمہٗ ذی علم نہیں ہیں، برقی مشین پریس پٹنہ میں کام کرتے ہیں، ۴ ۲ ر جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ میں لاولد فوت کر گئے،

تیسری بھائی مولوی منظر امام سلمہٗ مدرسہ فیض الغربا، آرہ سے فارغ التحصیل ہیں، ابتدائی تعلیم کچھ دنوں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حاصل کی، شاعری کا بھی مذاق ہے، روشن تخلص کرتے ہیں، پیر و مرشد قدس سرہ سے بیعت ہے اور مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ بیعت کی اجازت بھی لی ہے، ان کی شادی شہر چھپرہ محلہ کریم چک میں مولوی عبد القدوس مرحوم بن مولوی عبد العزیز بن امداد حسین ساکن مہدانواں ضلع پٹنہ کی لڑکی سے ہوئی ہے جن سے چند اولاد ہے، فی الحال سیوان ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی ہیں۔

چوتھے بھائی حکیم محمد امام سلمہٗ ہیں، ان کا تاریخی نام رضی الرحمٰن (۱۳۳۹ھ) ہے، ۱۳۳۹ھ میں پیدا ہوئے، انہوں نے طبیہ اسکول پٹنہ سے طب کی تکمیل کی ہے، محنتی نوجوان ہیں، ضلع بھاگلپور میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے ایک یونانی مطب میں بحیثیت طبیب کام کر رہے ہیں۔ ان کی شادی محلہ آبگلہ شہر گیا میں مولوی عبد الواسع کی لڑکی سے ہوئی ہے، ماشاء اللہ سب ہی بھائی ستودہ اخلاق ہیں۔ بارک اللہ فی اعمارہم و حسناتہم۔

مولوی محمد انس علیہ الرحمۃ آپ کی ولادت ۵ ر رمضان ۱۲۷۱ھ میں ہوئی، درسیات پھلواری کے مختلف بزرگوں سے پڑھی تھیں، متوکلانہ زندگی بڑی وضع داری اور داشت کے ساتھ بسر کی، زندگی کی ہر تلخی آپ کے لئے شربت کا گھونٹ اور وقت کی ہر افتاد "ہر چہ از دوست میرسد نیکوست" کا مصداق تھی، حضرت نصر قدس سرہٗ کے مُرید تھے اور حضرت پیر و مرشد شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ سے سلاسل مجیبیہ کی اجازت حاصل کی تھی، بستم ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کی شادی میر عبد العلی ساکن داناپور گھسہرا کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک لڑکے مولوی ابو الفضل عباس اور دو لڑکیاں تھیں، دونوں لڑکیاں بیاہی گئیں مگر لاولد گئیں۔

مولوی ابوالفضل عباس :- سنہ ۱۳۰۲ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں فارسی تک اپنے والد سے پڑھیں عربی درسیات مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ اور اپنے عم محترم مولوی منظور احمد مرحوم اور مولانا عبدالواحد مرحوم مدرس مدرسہ مجیبیہ سے پڑھیں، تکمیل کے بعد ایک مدت تک مختلف رؤسا کے یہاں مدرس رہے، فقہ سے خاص مناسبت تھی اور مسائل جزئیہ فقہیہ پر بہت اچھا عبور تھا، اسلئے محکمۂ دار الافتاء امارت شرعیہ بہار نے آپ کو مفتی کی حیثیت سے اپنے ہاں بلالیا، تمام عمر اسی خدمت پر مامور رہے، ۱۷ محرم سنہ ۱۳۶۲ھ میں انتقال کیا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ بہت خلیق و منکسر المزاج تھے، آپ کی شادی موضع سہار ضلع آرہ میں شاہ غلام دستگیر صاحب کی لڑکی سے ہوئی، جن سے تین بیٹے مولوی نعمت امام، مولوی عبد اللہ، حبیب اللہ، اور دو لڑکیاں ہیں۔

مولوی نعمت امام سلمہ سنہ ۱۳۳۵ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ مدرسہ قدیمہ فرنگی محل لکھنؤ میں تمام کیں، شاعر بھی ہیں، نعمت تخلص کرتے ہیں، کلام پاکیزہ ہوتا ہے، پاربتی پور جناح ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی ہیں۔

مولوی عبید اللہ سلمہ، دار العلوم ندوۃ العلماء سے فارغ ہیں، پہلے مدرسہ المعہد الاسلامی رحیم آباد علاقہ لکھنؤ میں مدرس ہوئے، اب دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مدرس ادب و تفسیر ہیں، دونوں بھائیوں کی شادی ہو چکی ہے، مولوی نعمت امام کی شادی کاراضلع گیا، سید بشیر صاحب کی لڑکی سے ہوئی اور مولوی عبید اللہ سلمہ کی شادی چھپرہ محلہ بارہ دری میں ڈاکٹر مختار احمد صاحب کی لڑکی سے ہوئی ہے، عزیزی حبیب اللہ سلمہ ابھی تحصیل علم میں مشغول ہیں۔ بارک اللہ فی اعمارہم و حسناتہم

حضرت مولانا شاہ محمد ابو الحیوٰۃ قدس سرہٗ

شیخ العالمین کے چوتھے فرزند ہیں، تاریخ ولادت یکم ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۵ھ، درسیات تمام و کمال مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، اپنے عہد کے بڑے عالم و عارف تھے، آپ کی مختلف علمی یادگار اب تک موجود ہے، اکثر و بیشتر وقت مطالعہ کتب و تصنیف و تالیف، درس و تدریس میں بسر ہوتا، آپ کی تصنیفات سے "تذکرۃ الکرام" بزرگان پھلواری کے احوال میں بہت مشہور کتاب ہے، اگرچہ اس کے مطبوعہ نسخے اب دستیاب نہیں ہوتے ہیں، مگر ہندوستان کے مشہور کتب خانوں میں

مثلاً خدابخش لائبریری پٹنہ، وامپیریل لائبریری کلکتہ اور پھلواری کے کتبخانوں میں اس کے مطبوعہ وقلمی نسخے موجود ہیں، اس مطبوعہ نسخہ کے علاوہ اس کتاب کا دوسرا حصہ بھی تھا جس میں آپ نے اپنے معاصر کے احوال لکھے تھے مگر یہ نسخہ اس وقت اسلئے شائع نہیں کیا گیا کہ تمام لوگ بقیدِ حیات تھے، اور اکثر مستور الحال رہنا پسند کرتے تھے، ان کی طرف سے اشاعت کی اجازت نہ تھی، اس نسخہ کے ناتمام ضائع شدہ کچھ اوراق میرے پاس موجود ہیں، یہ نسخہ عزیز محترم مولوی عباس مرحوم نے مجھے دیا تھا، یہ اوراق مصنف کے دستِ خاص کے لکھے ہوئے ہیں۔

گیارہ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ میں اپنے والد ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور کسبِ سلوک کے بعد تمام سلاسلِ مجیبیہ کے مجاز ہوئے۔

کچھ دنوں مہاراجہ بتیا نے اردو، فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے خیال سے آپ کو اپنے ہاں ملازم رکھا تھا، مگر ۱۲۳۰ھ سے آپ نے یہ خدمت ترک کر دی۔ [1]

۲۶ رمضان ۱۲۷۰ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی مولانا احمدی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادہ مولوی محمد یحییٰ و مولوی وارث محی الدین ہوئے، مولوی وارث محی الدین لاولد فوت ہوئے۔

مولانا محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ:- تاریخ ولادت ۵ ذی الحجہ ۱۲۲۶ھ ہے، درسیات کی تکمیل ۱۲۵۰ھ میں اپنے چھوٹے چچا مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے کی، بست جمادی الثانی ۱۲۵۱ھ میں اپنے جدِ امجد شیخ العالمین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے اور سلوک طریقت کی مشق حضرت فرد قدس سرہٗ سے کر کے جمیع سلاسل مجیبیہ کی اجازت و خلافت سے بتاریخ بست و یکم شعبان روز یکشنبہ ۱۲۵۲ھ میں سرفراز ہوئے ___ علاوہ ازیں اپنے والد مولانا ابوالحیوٰۃ اور اپنے منجھلے چچا مولانا ابوتراب اور اپنے بڑے ماموں مولانا محمد آدی اور منجھلے ماموں احمد علی ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے

[1] آپ کے تلامذہ میں ان حضرات کے نام معلوم ہیں:- مولوی محمد عارف بن مولانا احمدی، مولوی نور احمد بن مولانا محمد امام، مولوی مرزا دوست محمد (ساکن جلال آباد کابل) مولوی علی اکبر مرحوم، مولوی منشی امیر علی (ساکن باڑھ وکیل صدر کلکتہ) مولوی محمد اسحٰق بن مولوی محمود اسمٰعیل، مولوی حافظ محمد امین، مولوی حاجی عبد الرسول نو مسلم بنگالی عرف چاند ذی

بھی تمام سلاسل کے مجاز تھے، طریقہ قادریہ بدریہ قمیصیہ کی اجازت جناب میر مظہر نبی علیہ الرحمۃ سے ملی تھی۔

آپ نہایت مرتاض بزرگ تھے، تمام عمر ریاضت و مجاہدات اور رشد وہدایت میں بسر فرمائی، زندگی کے آخری دن تک آپ کے معمولات میں فرق نہیں آیا، مندرجہ ذیل حضرات نے آپ سے اجازت حاصل کی ہے :۔ مولوی عبداللہ بن مولانا علی سجاد، مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی، اور راقم سطور کے والد ماجد مولوی سید محی الدین احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہم اور آپ کے صاحبزاد مولوی حیات عظیم صاحب۔

سلسلہ قادریہ بدریہ کی اجازت ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ نے بھی آپ سے حاصل کی ہے۔

ششم رمضان ۱۲۱۷ھ میں ترانوے سال کی عمر میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے آپ کی شادی مولانا محمد قادری بن شیخ العالمین قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو بیٹے مولوی عنایت رسول اور مولوی محمد دستگیر تھے، اور بیٹی اہلیہ مولوی نور احمد قدس سرہٗ تھیں، تیسری شادی ضلع سارن میں ہوئی تھی، جس سے شاہ عظیم حیات صاحب تھے[1]، ان کی متعدد اولاد ہوئی، بڑے لڑکے ابوالبرکات سلمہٗ ہیں جو موتی پور میں ہومیوپیتھک ڈاکٹر ہیں۔

مولوی عنایت رسول علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ ہے، کتب درسیہ تمام و کمال اپنے والد سے پڑھیں، گیارہ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ میں حضرت فرد قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، اجازت و خلافت مولوی محمد قادری قدس سرہٗ سے ملی تھی، ۱۲۷۹ھ میں حج کے لئے تشریف لیگئے، آپ کی معیت میں مولوی شاہ محمد اشرف مجیب بن مولوی شاہ احمد مصطفےٰ قدس سرہما بھی تھے، حج و زیارت سے فارغ ہوکر ۱۲۸۰ھ میں واپس تشریف لائے اور نہم رجب ۱۲۸۱ھ میں رحلت فرمائی، مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے، آپ کی شادی مولوی محمد مہدی بن مولانا احمدی قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، جن سے تین بیٹے مولوی حکیم علی نعمت، مولوی علی محی الدین اور مولوی عبدالحمید ہوئے۔

مولوی حکیم علی نعمت علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۷ رجب ۱۲۷۲ھ ہے، ابتدائی کتابیں اپنے دادا مولوی محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ سے پڑھیں، بقیہ درسیات کی تکمیل غازی پور میں مولوی حافظ عبداللہ مرحوم سے کی، اور حدیث مولانا نذیر حسین دہلوی علیہ الرحمۃ سے تمام کی، دہلی میں طب بھی پڑھی تھی، مذہباً اہل حدیث تھے، آپ بہت ذہین و وسیع النظر عالم تھے، بعض علمی یادگاریں اب تک موجود ہیں، شاعر تھے، سورۂ فاتحہ کی

[1] ۳ ربیع الاول شنبہ ۱۹... میں انتقال کیا۔

منظوم تفسیر لکھی تھی، عربی ادب سے خاص مناسبت تھی، تمام عمر درس و تدریس اور مشغلۂ طبابت میں بسر کی،
آپ کے تلامذہ میں مولانا شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ اور حافظ انور علی مرحوم مونگیری اور حافظ بیر محمد مرحوم (ساکن دانا پور
کھگول) مشہور ہیں۔ بستم ماہ شوال روز دوشنبہ ۱۳۱۱ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہیں۔

آپ کی شادی مولوی نور احمد قدس سرہٗ کی تیسری صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک بیٹے محمد عثمان
مرحوم لاولد فوت کر گئے، اور ایک بیٹی جو مولوی حسن بصری مرحوم ساکن ہدواں پرگنہ منیر ضلع پٹنہ سے بیاہی گئیں،
جن سے ایک بیٹے عزیزم ماسٹر محمد عمیر سلمہٗ ہیں جو فی الحال جہان آباد ضلع گیا میں انگلش ہائی اسکول میں ٹیچر ہیں۔
اپنے نانا کا گھر انہی سے آباد ہے، عزیز موصوف متاہل صاحب اولاد ہیں۔

مولوی علی محی الدین علیہ الرحمۃ: بستم ربیع الاول ۱۲۷۸ھ میں پیدا ہوئے، ذی علم تھے، درسیات اپنے
خاندانی بزرگوں سے پڑھی تھیں، مولانا نور احمد قدس سرہٗ کی چوتھی صاحبزادی آپ سے بیاہی تھیں، جن سے تین
صاحبزادے مولوی محمد عقیل مرحوم اور مولوی علی مرحوم اور مولوی حکیم محمد زبیر صاحب ہوئے اور ایک لڑکی مولوی محی الدین
تمنا سے منسوب تھیں اور بڑی لڑکی رحمت فاطمہ سید امیر الدین جمالی چک سے منسوب ہوئیں جن سے دو لڑکے سید
عبد العزیز و عبد الرحمن ہیں۔ ان سب بھائیوں کی اولاد موجود ہے۔ مولوی عبد الحمید بن مولوی عنایت رسول کی ایک ہی
لڑکی تھی جو مولوی محمد عقیل سے منسوب تھی، اسلئے مولوی عبد الحمید کی اولاد اب مولوی علی محی الدین کی اولاد میں ضم ہے،
مولوی محمد عقیل مرحوم کے تین لڑکے محمد جمیل مرحوم، عبد القیوم مرحوم اور عبد العالی سلمہ اللہ تعالیٰ حی القائم موجود ہیں۔ مولوی
علی محی الدین مرحوم کی دوسری شادی سے تین لڑکیاں اور دو بیٹے عزیزم احمد اللہ جو ترک وطن کر گئے اور عزیزم محمد ثناء اللہ
سلمہٗ ہیں۔ ایک لڑکی شاہ محمد قاسم بن شاہ محمد حسین بن شاہ محمد امین بن شاہ محمد واجد ابو العلائی دانا پوری سے بیاہی گئیں،
دوسری مولوی ابو الحسنات بن شاہ غلام دستگیر صاحب سہار ضلع آرہ سے منسوب ہیں، اور تیسری حاجی ابوبکر بن حکیم
نصرت حسین عیسیٰ پوری سے منسوب ہیں۔

حضرت مولانا محمد قادری قدس سرہٗ | حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے پانچویں فرزند ہیں، ۱۱۹۸ھ میں
آپ کی ولادت ہوئی، فارغ التحصیل تھے، مولانا احمدی قدس سرہٗ
کے ہاتھ سے ۱۲۲۳ھ میں فاتحہ فراغ ہوا، ابتداءً ۱۲۴۲ھ میں چھپرہ میں مفتی عدالت کے عہدہ پر فائز ہوئے، لیکن
دس ماہ کے بعد کسی وجہ سے الگ ہو گئے، پھر ۱۲۵۲ھ میں دوبارہ حکومت نے آپ کو اسی عہدہ پر مامور کیا، صاحب
احوال بزرگ تھے، کشف قبور و کشف قلوب میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ضلع گیا کے ایک دیہات موضع کندوئی میں

تشریف لیگئے، آپ نے فرمایا کہ یہاں خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے اولاد سے ایک بزرگ مدفون ہیں، ان کا مزار فلاں جگہ پر ہے، آپ کے کہنے کے مطابق وہ زمین کھودی گئی، قبر نکلی، یہ قبر اب تک موضع کنروئی میں زیارتگاہ عالم ہے۔

دہم ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ میں اپنے والد سے مرید ہوئے، اجازت وخلافت بھی والد ہی سے تھی، تیسری ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی شاہ نورالحسن بن شاہ علی حسن بن شاہ فضل اللہ عرف کالن شہبازپوری کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں جو مولوی محمد یحییٰ بن مولانا ابوالحیوۃ قدس سرہٗ سے بیاہی تھیں۔ ان کی اولاد کا تذکرہ اوراق گذشتہ میں مذکور ہے۔ دوسری شادی مولانا احمدی پھلواروی کی صاحبزادی سے ہوئی، لیکن نسل جاری نہیں ہوئی۔

حضرت مولانا محمد علی سجاد قدس سرہٗ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے چھٹے فرزند ہیں، تاریخ ولادت ۱۱۹۹ھ ہے، درسیات اپنے بھائی مولانا محمد قادری کی معیت میں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے ۱۲۲۲ھ میں تمام کیں، ۱۲۱۷ھ میں اپنے والد ماجد سے مرید ہوئے اور تعلیم وتربیت اجازت وخلافت کل اپنے والد سے پائی، صاحب تصانیف ہیں، رشد وہدایت، درس وتدریس آپ کی زندگی کا مشغلہ تھا، آپ کے دریائے علم سے بہت لوگ سیراب ہوئے، مولوی مصطفےٰ، مولوی مشرف علی، مولوی حسین مرحومین کے نام معلوم ہیں، فقر وعرفان میں نمایاں شخصیت کے مالک تھے، آپ کا سلسلہ مولانا اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کے واسطہ سے اس وقت جاری ہے۔[1]

آپ کی شادی جناب حکیم ابوالمظفر صاحب گھگھٹہ ضلع چھپرہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے چار صاحبزادے مولوی محمد عمر دراز، مولوی عبداللہ، مولوی ظہور محی الدین، مولوی محمد معشوق کشش تھے اور ایک صاحبزادی والدہ حکیم ابوالفتح صاحب مرحوم ساکن گھگھٹہ تھیں۔

۱۸ رمضان ۱۲۷۱ھ میں رحلت فرمائی اور باغ مجیبی میں مدفون ہوئے۔

مولوی عمر دراز علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۱۴ صفر ۱۲۵۳ھ۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، مگر تکمیل

---

[1] آپ کے خلفاء ومجازین میں آپ کے صاحبزادہ مولوی محمد عمر دراز علیہ الرحمۃ اور مولوی شاہ محمد فضل اللہ پھلواروی ومولوی حاجی شاہ اشرف مجیب پھلواروی، مولوی شاہ محمد شرف الدین پھلواروی ومولوی شاہ وصی احمد پھلواروی وحکیم غلام قادر گھگھٹہ وشیخ فضل اللہ ساکن نزائن پلیا رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

مولانا شاہ محمد شرف الدین قدس سرہٗ سے ہوئی، بیعت اجازت وخلافت کُل اپنے والد سے تھی، والد کے وصال کے بعد حضرت نصر قدس سرہٗ سے رجوع کرکے تعلیم سلوک حاصل کرتے رہے، آپ کی شادی مولوی حکیم محمد وصی بن شیخ محمد ولی عیسیٰ پوری کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو لڑکے مولوی محمد محفوظ اور محمدی مرحومین تھے، محمدی مرحوم کمسنی میں قضا کر گئے، مولوی محفوظ کی شادی حکیم محمود عالم صاحب (ساکن گھگھڈ) کی لڑکی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکی جو مولوی محمد موسیٰ بن مولوی محمد صفت اللہ علیہ الرحمۃ سے بیاہی گئیں، ان کے ایک لڑکے عزیزم محمد عیسیٰ سلمہٗ ہیں، مولوی عمر دراز علیہ الرحمۃ کی نسلی یادگار میں اب یہی ہیں، خدا ان کی عمر ونسل میں برکت دے۔

مولوی عمر دراز علیہ الرحمۃ نے ششم ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ میں انتقال کیا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی محمد عبید اللہ علیہ الرحمۃ: تاریخ ولادت شب بست وسوم ربیع الثانی ۱۲۶۱ھ، آپ نے مختصرات تک حضرت نصر قدس سرہٗ سے تعلیم پائی تھی، بیعت بھی حضرت نصر ہی سے تھی، سلاسل مجیبیہ کی اجازت مولانا شاہ محمد یحییٰ قدس سرہٗ اور حضرت پیرومرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ سے ملی تھی، حضرت نصر قدس سرہٗ نے آپ کو تعویذ کا فن سکھایا تھا، اس سلسلہ میں آپ نے اکثر وبیشتر تعویذات کے خصوصی نصاب بھی دیئے تھے، یہی فن تمام عمر خدمتِ خلق کا ذریعہ بنا رہا۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ میں انتقال کیا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اولاد ذکور میں کوئی زندہ نہ رہا، صرف ایک لڑکی تھیں جو مولوی عبد الحمید بن مولوی عنایت رسول سے بیاہی گئیں، ان کی بھی صرف ایک لڑکی تھیں جو مولوی عقیل بن مولوی علی محی الدین سے منسوب تھیں، ان کی اولاد مذکور ہو چکی، اس لئے مولوی عبد اللہ علیہ الرحمۃ کی نسل اب مولوی عقیل کی نسل میں منضم ہے۔

مولوی ظہور محی الدین علیہ الرحمۃ: ولادت ۱۲۶۲ھ۔ درسیات حضرت نصر قدس سرہٗ سے پڑھیں، بیعت اجازت، وخلافت سب کچھ حضرت نصر قدس سرہٗ سے پائی تھی، آپ نہایت ذکی وذہین، خوش طبع وظریف تھے، آپ کی خوش طبعی وذہانت سے حضرت نصر قدس سرہٗ بہت خوش رہا کرتے اور خاص توجہ آپ کی طرف رکھتے تھے، پیرومرشد قدس سرہٗ کے ساتھ ساتھ آپ کی بھی تعلیم وتربیت ہوئی اور دونوں ہی بزرگ ایک ساتھ مرتبہ کمال کو پہنچے، افسوس آپ کی عمر نے وفا نہ کیا، اکتیس ۳۱ سال کی عمر میں ۱۲۹۳ھ میں رحلت فرمائی، بعض علمی تحریریں آپ کی یادگار ہیں، جن سے آپ کی علمی وعرفانی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے، آپ کی کوئی اولاد نہ رہی۔

مولوی محمد معشوق کشش علیہ الرحمۃ: ولادت ۱۸ رجب ۱۲۶۸ھ میں ہوئی، مختصرات تک حضرت نصر

قدس سرہٗ اور مولوی محمد صدیق علیہ الرحمۃ عیسیٰ پوری سے تعلیم پائی، بیعت حضرت نصر قدس سرہٗ سے تھی اور سلاسل مجیبیہ کی اجازت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے ملی تھی، علمی ذوق کے آدمی تھے، شاعری کا مذاق تھا، کشش تخلص کرتے تھے، کوئی اولاد باقی نہ رہی، اُردو کا ایک ضخیم دیوان آپ کی یادگار کتبخانہ مجیبیہ میں موجود ہے، ۵ر صفر ۱۳۲۳ھ میں انتقال فرمایا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ } شیخ العالمین قدس سرہٗ کے ساتویں فرزند ہیں، ۱۸ر محرم ۱۲۰۸ھ تاریخ ولادت ہے، ابتدائی کتابیں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، مگر فاتحۂ فراغ بتاریخ ۲۵ر ذیقعدہ ۱۲۳۰ھ میں اپنے بھائی مولانا محمد امام قدس سرہٗ کے ہاتھوں سے ہوا، ۱۲۳۳ھ میں اپنے والد سے بیعت کی اور اجازت وخلافت تعلیم و تربیت سب کچھ اپنے والد ہی سے حاصل کی۔

اپنے دور میں مغتنم روزگار بڑے عالم و عارف اور صاحبِ فیض بزرگ تھے، آپ کے چشمۂ فیض سے صدہا سیراب ہوئے، تمام عمر تعلیم و تربیت روحانی اور درس وتدریس کا مشغلہ رکھا۔ [1]

خلفا و مجازین میں مولوی نور احمد بن مولانا محمد امام اور آپ کے دونوں صاحبزادگان مولوی ید اللہ و مولوی مولائی، جناب شاہ محمد یحییٰ ابوالعلائی عظیم آبادی خلیفہ حضرت شاہ محمد وجیہ اللہ علیہ الرحمۃ، شاہ محمد محی الدین عرف شاہ محدن (ساکن کندوئی) مرید حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ ہیں، اور ۸ ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ میں سلسلہ قادریہ وارثیہ، اور چشتیہ عمادیہ کی اجازت مولوی غلام امام شہید علیہ الرحمۃ نے پھلواری آکر لی تھی۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی حکیم واعظ اللہ ساکن گھگھٹہ کی لڑکی سے ہوئی، ان سے

---

[1] آپ کے تلامذہ میں مولوی جواد علی بن میر باقر علی، مولوی آل حسنین مولوی حکیم مرتضوی، مولوی وصی احمد مولوی محمد یحییٰ، مولوی علی حسین، مولوی نعمت مجیب، مولوی ید اللہ، مولوی مولائی، مولوی شاہ محمد نور العین، حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر، مولوی علی عظیم عیسیٰ پوری، قاضی مظفر حسین بن قاضی ابراہیم حسین، مولوی علی وارث، مولوی شاہ فضل احمدی، مولوی محمد سعید مختاری، مولوی ابراہیم گھگھٹوی، مولوی محمد رضا کلکتہ، مولوی نور احمد، مولوی محمد شرف الدین بن مولانا ہادی، مولوی فضل اللہ بن مولانا ھادی، مولوی امیر علی، مولوی حکیم محمد وصی، مولوی صدیق احمد عیسیٰ پوری، مولوی عظیم الدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہم کے نام معلوم ہیں۔

دو صاحبزادے مولوی ید اللہ اور مولوی مولائی علیہ الرحمۃ ہوئے، اور دوسری شادی شاہ محمد یوسف بن شاہ وعد اللہ علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادی اہلیہ حضرت شاہ نور العین قدس سرہٗ جو لاولد فوت کر گئیں۔

۱۲۷۷ھ میں حج کے لئے تشریف لیگئے اور ۱۲۷۸ھ میں حج و زیارت مدینہ منورہ کے بعد واپسی میں مکہ معظمہ تشریف لائے اور چند یوم علیل رہکر بتاریخ ۱۲ ر شعبان رحلت فرمائی اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔

مولوی شاہ ید اللہ علیہ الرحمۃ:- ۲۹ ر ربیع الثانی ۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوئے، کتب درسیہ اپنے والد سے تمام کیں، ۱۲۵۳ھ بستم جمادی الثانی میں حضرت فرد قدس سرہٗ سے بیعت کی، اجازت و خلافت بھی حضرت فرد ہی سے پائی تھی، پٹنہ عدالت میں محرر تھے، اپنے والد کی طرف سے بھی جمیع سلاسل کے مجاز تھے، شعر و سخن کا بہت مذاق تھا، شائق تخلص کرتے تھے، اس وقت دو تین اشعار آپ کے ذہن میں ہیں، انھیں درج کر دینا ہوں۔

دل ہوا خوں تو مدعا سمجھے　　　خون روئے تو خونبہا سمجھے

اے شعلہ رو جلے نہ یہ سرمایۂ نگاہ　　　بے طرح برق چمکے ہے خرمن پہ آنکھ کے

آپ کی شادی حاجی احمد علی ابراہیم قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک بیٹے حکیم فضیلت حسین صاحب تھے۔ ۱۴ ر ربیع الثانی ۱۲۸۹ھ میں رحلت فرمائی، مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی حکیم فضیلت حسین علیہ الرحمۃ:- تاریخ ولادت ماہ شعبان ۱۲۶۹ھ ہے، دو سال کی عمر میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا، حضرت نصر قدس سرہٗ نے آپ کی پرورش اپنے ذمہ لی، ابتدائی کتابیں اپنے اہل خاندان سے پڑھیں، متوسطات مولوی حمید الحق بن مولوی عارف علیہ الرحمۃ سے پڑھیں، اور طب حکیم عبد الرحمٰن صاحب مرحوم گھگھٹہ سے پڑھی، حضرت نصر قدس سرہٗ نے آپ کی شادی اپنی قرابت کے ایک متمول گھرانے میں کر دی تھی، ان سے کوئی اولاد زندہ نہ رہی اور اہلیہ کا بھی انتقال ہو گیا تو دوسری شادی آپ کے استاذ حکیم عبد الرحمٰن صاحب کی لڑکی سے ہوئی، ان سے ایک ہی لڑکی ہوئی، جو مولوی فیض القدیر بن مولوی غلام دستگیر ساکن گھگھٹہ سے بیاہی گئیں، بحمد اللہ صاحب اولاد ہیں، پھر تیسری شادی آپ نے ملکی محلہ آرہ میں کی تھی، جس سے اولاد نہ ہوئی، آخر عمر میں بسلسلۂ مطب آرہ ہی میں قیام کر لیا تھا اور وہیں بتاریخ ۱۷ ر ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں رحلت فرمائی، اور محلہ دلی گنج میں مدفون ہوئے۔

بیعت اجازت و خلافت حضرت شاہ عبد الحق قدس سرہٗ سے تھی۔

مولوی محمد مولائی علیہ الرحمۃ۔ آپ کی ولادت ۲ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ میں ہوئی، درسیات اپنے والد سے تمام کی، حضرت فرد قدس سرہٗ کے مرید تھے، اجازت وخلافت اپنے والد سے اور حضرت نصر قدس سرہٗ سے پائی تھی، ۱۰ رمضان ۱۲۷۰ھ میں انتقال فرمایا، آپ کی نسل اب منقطع ہوچکی ہے۔

یہاں تک حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ ان کے تمام صاحبزادگان اور ان کی اولاد کا اجمالی تذکرہ میں نے کر دیا ہے، اب حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی بقیہ اولاد کا ذکر کر رہا ہوں:۔

حضرت مولانا شاہ احمد عبدالحق بن تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہما

آپ کی ولادت ۱۱۳۴ھ میں ہوئی، آپ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے ہیں، درسیات تمام وکمال اپنے والد حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے پڑھیں، بیعت واجازت وخلافت اپنے والد ہی سے پائی تھی، تحصیل علوم اور کسب سلوک سے پہلے ہی کمسنی کے زمانہ میں آپ کے جوہر ذاتی کا اندازہ کرتے ہوئے ۱۱۳۹ھ میں جمیع سلاسل مجیبیہ کا حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے مجاز بنادیا تھا، پھر ۱۱۴۸ھ میں بیعت طریقت حاصل کر کے کسب سلوک کی طرف متوجہ ہوئے اور رشد وہدایت کے لئے مرشدآباد تشریف لیگئے، مگر آپ بہت مستور الحال رہے، سادہ زندگی بسر فرمائی، طرز مشیخت مطبوع نہ تھا، جو کچھ کرتے تھے پوشیدہ کرتے تھے، کفاف عیال کی غرض سے نواب مرشدآباد کے ہاں ملازمت[1] اختیار کرلی تھی، اسلئے عوام آپ کو دُنیائے تصوّف سے ناواقف خیال کرتے رہے، آپ اہل خدمت تھے، اور مرتبۂ ابدال پر فائز تھے، تاج العارفین قدس سرہٗ نے اس تفویض خدمت کا تذکرہ متعدد مقامات پر سفینۂ معلومات ومکاشفات میں اپنے دست خاص سے تحریر فرمایا ہے۔

"در ۱۱۶۷ھ روزے بشرف زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ استخارہ مشرف شدم، دیدم کہ سید عبدالصمد دہلوی (کہ بعرض بیگی بارگاہ رسالت پناہی مقرر بودند) فرمودند کہ خدمت ابدالیت بہ محمد عبدالحق مفوض شدہ"

آپ کی شادی شاہ غلام احمد جعفری بن مولانا غلام شرف الدین علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادہ نور القدس جو کم عمری میں انتقال کرگئے اور دوسرے مولانا شاہ محمد نور الحق

[1] بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ نواب میر جعفر خاں اور نواب بیگم کو آپ سے بیعت تھی، مگر اس کی کوئی اصل نہیں معلوم ہوتی، یہ لوگ شیعہ مذہب رکھتے تھے، ہاں نواب بیگم کا معتقد ہونا قرین عقل ہے، جیسا کہ بعض دوسروں نے لکھا ہے۔

قدس سرہٗ تھے، اور تین صاحبزادیاں تھیں، بی بی فقیہہ زوجۂ اُولیٰ مولوی شاہ عبدالعلی بن ملا مبین پھلواروی، بی بی طاہرہ زوجہ شاہ برکت اللہ نظام پوری، بی بی شریفہ زوجہ شاہ رحیم الدین جھلوی، ان صاحبزادیوں کے اولاد کا بھی تذکرہ اولادِ ذکور کے بعد آئے گا۔

۲۸ رمضان ۱۱۹۹ھ میں مرشد آباد میں رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

محی السالکین مولانا شاہ محمد نورالحق تپاںؔ قدس سرہٗ: تاریخ ولادت ۱۱۵۶ھ، کتب درسیہ ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ سے تمام کیں، بیعت واجازت وخلافت اپنے جد امجد حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے ۱۱۷۰ھ میں حاصل ہوئی، اثنائے تعلیم ظاہری ومشق سلوک ہی کے زمانہ میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے آپ کو حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ۱۱۲۷ھ میں سجادہ عمادیہ پر جانشین کر دیا تھا، کیونکہ علاوہ سجادگی کی اہلیت کے شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کی صاحبزادی بھی آپ سے منسوب تھیں اور ان کو کوئی اولادِ ذکور بھی نہیں تھی، آپ سے سجادہ عمادیہ کو بہت ترقی ہوئی، سینکڑوں آپ کی کفش برداری سے مراتب عالیہ کو پہنچے اور آپ کے چشمۂ علم وعرفان سے سیراب ہوئے۔

معمولات خانقاہ عمادیہ از قسم اعراس ودیگر امور خانقاہداری بہت حسن وخوبی وبلند حوصلگی سے انجام دیتے تھے۔

آپ ولی مادرزاد، بڑے رحمدل، کریم النفس، زمانہ سازی سے پاک، ہر شخص کو سچا اور پاک طینت سمجھنے والے، اور نہایت ذہین وطبّاع بزرگ تھے،

سلسلۂ مجیبیہ کے تمام اذکار واشغال آپ نے جمع فرمائے ہیں، اور ضمناً پیران سلسلہ کا تذکرہ بھی لکھا ہے، اس مجموعہ کا نام "انوار الطریقۃ" رکھا ہے، اوراد واعمال کی ایک دوسری کتاب بھی مدون فرمائی جس کا نام "تبلیغ الحاجات الی مجیب الدعوات" ہے، یہ دونوں کتابیں خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ میں موجود ہیں، اور طالبین کی تعلیم اسی کتاب سے دیجاتی ہے۔

بچپن سے شاعری کا مذاق تھا، تپاںؔ تخلص کرتے تھے، طبیعت نزاکت پسند اور خیالات بلند تھے آپکا دیوان دو جلدوں میں دستِ خاص کا لکھا ہوا خانقاہ منگل تالاب پٹنہ میں موجود ہے، قصائد وعراقی کے چند اجزا دستِ خاص کے لکھے ہوئے ونیز تصوف وملفوظات کے چند رسالے کتبخانہ مجیبیہ میں بھی موجود ہیں، آپ نہایت خوشخط تھے، آپ بڑے پایہ کے درویش صاحب حضوری خدمت ابدالیت پر

مامور تھے۔ —— آپ کی شادی شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولانا شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ ہوئے۔

۴ر شعبان ۱۲۳۳ھ میں پٹنہ میں بمقبرۂ میر اشرف کشمیری آپ نے انتقال فرمایا، اور جنازہ پھلواری میں لاکر حضرت لعل میاں قدس سرہٗ کے پہلو میں پورب جانب مدفون کیا گیا۔

حضرت مولانا شاہ محمد ظہور الحق:۔ تاریخ ولادت ۱۱۶۳ھ ہے، ابتدائی کتابیں ملا وحید الحق ابدال اور مولانا احمدی قدس سرہما اور اپنے والد ماجد قدس سرہٗ سے پڑھیں، بقیہ کتب درسیہ ۱۲۰۰ھ میں ملا جمال الدین ڈمری سے تمام کیں، اور سند حدیث بذریعہ مکاتبہ حضرت مولانا شاہ محمد عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی، تکمیل علم ظاہری کے بعد ۱۲۰۱ھ میں اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے بیعت کی اور مشق سلوک کی طرف متوجہ ہوئے، تکمیل کے بعد آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ۱۲۱۱ھ میں آپ کو اپنے ہاتھوں سے الباس خرقہ کر کے سجادۂ عمادیہ پر جانشین کر دیا۔

آپ اپنے عہد میں بڑے عالم متبحر اور بالغ الاستعداد بزرگ ہوئے، حافظ قرآن اور حافظ صحیحین تھے، خانقاہداری کے تمام لوازم کے ساتھ تمام عمر درس و تدریس کا مشغلہ رہا، ہمیشہ طلبا کی کثیر تعداد زیر تعلیم رہتی تھی۔[۱]

سلاسل نجیبیہ کی اجازت آپ کو اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے علاوہ حضرت ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ سے بھی تھی، اور حضرت ملا کی ایک صاحبزادی بھی آپ سے منسوب تھیں مگر ان سے نسل جاری نہیں ہوئی۔ طریقہ منعمیہ اور طریقہ زاہدیہ کی اجازت حضرت شاہ علی حسین رائے پوری قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی۔

آپ کی تصنیفات سے کئی کتابیں ابھی موجود ہیں، اعیان علم منطق میں، تسویلات الفلاسفہ، فیض کبیر، فیض صغیر، تحویرات، نہی عن المنکر، اثبات ایجاد الخیر عن الحق، کسب النبی، اوامر و نواہی،

---

[۱] آپ کے تلامذہ میں آپ کے صاحبزادہ مولانا شاہ نصیر الحق قدس سرہٗ اور مولوی محمد صفی، مولوی محمد ولی پسران شاہ محمد وجیہ اللہ قدس سرہٗ، مولوی فضل امام بہاری، مولوی خیرات علی (ساکن ڈمری)، مولوی عبد العلی، مولوی محمد علی (ساکنین ڈمری) مولوی محمد حسین (ساکن سکریچا) شاہ قطب الدین منیری، مولوی عزیز اللہ (ساکن کرچی) مولوی شاہ وحید الدین (ساکن داناپور) مولوی حکیم حافظ غلام نبی مرحوم مدرس کلکتہ، مولوی احمد عبد اللہ جعفری پھلواروی، قاضی غلام امام بن شیخ غلام محمد بن شیخ مسیح اللہ عیسیٰ پوری مشہور و معروف ہیں۔

مائۃ ایمان، مصاصم المآتم، فیوضات الہامیہ، نصح النصیح، تائید الحق در رد شیعہ۔

آپ کی دوسری شادی میر عزت علی شہباز پوری علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی، جو حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کی نواسی تھیں، ان سے پانچ صاحبزادگان ہوئے، مولانا شاہ نصیر الحق، مولانا شاہ ظہیر الحق، مولانا شاہ علی امیر الحق، مولانا شاہ محمد سفیر الحق، مولانا شاہ محمد فقیر الحق رحمۃ اللہ علیہم اور دو صاحبزادیاں بی بی زوجہ مولوی محمد عیسیٰ بن مولوی عبد العلی بن ملا مبین جعفری۔ دوسری بی بی محفوظہ زوجہ سید مظہر نبی بن سید عصمت علی بن سید شاہ فضل اللہ عرف شاہ کالن شہباز پوری۔

آپ نے تمام عمر درس و تدریس اور رشد و ہدایت خلق میں بسر فرمائی، آخر عمر میں اہل عظیم آباد کی خواہش سے پھلواری کا قیام ترک کر کے پٹنہ میں مستقل اقامت اختیار کر لی تھی، حضرت مولانا شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ کا یہ خیال بھی تھا کہ جو نعمت علمی و عرفانی مجھے خدا کی طرف سے عنایت ہوئی ہے اس کی پوری طرح اشاعت کروں، اور یہ قصبہ چھوٹا تھا اور مدرسین بھی زیادہ تھے، پٹنہ گرچہ بڑا شہر تھا اور مدرسین بھی کثرت سے تھے مگر ایسے مدرس کا جو علوم ظاہری کے ساتھ روحانیت کا بھی معلم ہو تقریباً نقدان تھا، اور اہل عظیم آباد کی دلی خواہش تھی کہ آپ پھلواری سے پٹنہ تشریف لائیں اور سلسلۂ درس کی توسیع فرمائیں، چنانچہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۰ھ مطابق ۵ پھاگن سنہ ۱۲۲۲ف سنہ ۹ جلوس اکبر ثانی میں اجرائے سلسلۂ خیر کی نیت سے ترک وطن کر کے پٹنہ تشریف لیگئے، چونکہ فوری طور پر کوئی مکان اپنا ذاتی موجود نہیں تھا اسلئے ابتداءً میر اشرف کشمیری کے مقبرہ میں قیام فرمایا، اس مقبرہ کے ارد گرد مکانات بنے ہوئے تھے اور اس کے متولی سے تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے تعلقات تھے اسی تعلق کی بنا پر تاج العارفین قدس سرہٗ برگیوں کی آمد کے موقع پر جبکہ لوٹیرے قصبات و دیہات کی طرف رُخ کرتے تھے اپنے اہل و عیال کو لیکر اسی مقبرہ میں چلے آتے تھے، پھر جب امن ہو جاتا تو مکان واپس تشریف لاتے۔

مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد محلہ شیخ مٹھا کی گڑھی جو اب منگل تالاب کے نام سے مشہور ہے حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ نے کچھ اراضی حاصل کر کے خانقاہ عمادیہ کی بنیاد رکھی جو بحمد اللہ اب تک اپنی قدیم شہرت کے ساتھ قائم اور مرجع خلائق ہے۔

مگر افسوس کہ کل چار سال آپ کا قیام پٹنہ میں رہا، سنہ ۱۲۳۴ھ میں تشریف لیگئے [illegible]

سنہ ۱۲۳۲ھ میں رحلت فرمائی، جنازہ پٹنہ سے پھلواری لایا گیا اور اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

مولانا حافظ شاہ محمد نصیر الحق علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۳ جمادی الاخری سنہ ۱۲۱۹ھ ہے، ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے پڑھیں، بقیہ درسیات والد کے وصال کے بعد لکھنؤ تشریف لیجا کر مفتی ظہور اللہ فرنگی محلی، اور مرزا حسن علی لکھنوی علیہما الرحمۃ سے سند حدیث کے ساتھ تمام کیں، بیعت اپنے والد کے دست حق پرست پر ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۲ھ میں کی تھی، اسی وقت اجازت وخلافت سے بھی سرفراز کئے گئے، مگر تربیت باطنی کا موقع نہ مل سکا، اسلئے علوم ظاہریہ سے فراغت کے بعد آپ نے مولوی محمد صفی بن شاہ وجیہ اللہ علیہما الرحمۃ (نواسہ حضرت شاہ احمد عبد الحق قدس سرہٗ) کی طرف رجوع کیا اور ان ہی سے باطنی تربیت ہوئی، اپنے والد کے وصال کے بعد سجادۂ عمادیہ پر جانشین کئے گئے، حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ کی اچانک وفات کی وجہ سے تھوڑی مدت کے لئے خانقاہ عمادیہ میں جو بے کیفی پیدا ہو گئی تھی، آپ کے صاحب علم وفضل ہو جانے کے بعد دُور ہو گئی، آپ نے آبائے کرام کی روش کے مطابق درس وتدریس ورشد وہدایت کا سلسلہ دوبارہ قائم کیا، صدہا آپ کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے۔[1]

۲۸ شوال سنہ ۱۲۶۱ھ میں رحلت فرمائی اور پھلواری میں حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کے پائین مزار مدفون ہوئے، چونکہ کوئی اولاد ذکور نہ تھی، اسلئے آپ کے بعد آپ کے تیسرے بھائی مولانا شاہ علی امیر الحق قدس سرہٗ جانشین کئے گئے۔

مولانا حافظ شاہ محمد ظہیر الحق علیہ الرحمۃ:۔ ولادت سنہ ۱۲۲۴ھ ہے، ابتدائی کتابیں اپنے بڑے بھائی مولانا شاہ نصیر الحق قدس سرہٗ سے پڑھیں، مگر تکمیل مولانا عبد الغنی پھلواری قدس سرہٗ سے ہوئی، بیعت مولانا شاہ نصیر الحق قدس سرہٗ سے تھی، سلوک طریقہ کی تعلیم مولانا شاہ ابو تراب قدس سرہٗ سے پائی، اجازت وخلافت اپنے شیخ بیعت اور مرشد طریقت دونوں ہی بزرگوں سے ملی تھی، ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۶ھ میں رحلت فرمائی اور موضع قائم پور علاقہ خسرو پور نوآبادہ میں مدفون ہوئے، آپ کی دوسری شادی نوآبادہ میں ہوئی تھی، اولاد ان کی نوآبادہ میں ہے۔

مولانا شاہ علی امیر الحق علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۶ ذیقعدہ سنہ ۱۲۲۷ھ ہے، درسیات اپنے بڑے بھائی مولانا

---

[1] آپ کے تلامذہ میں آپ کے حقیقی بھائی مولوی شاہ علی امیر الحق ومولوی حافظ شاہ صغیر الحق علیہما الرحمۃ، مولوی غلام یحیٰ آروی، مولوی ارشاد حسین، مولوی اصغر حسین عظیم آبادی، مولوی حاجی ابو البرکات بہاری، مولوی عبد اللطیف شیخ پوری کے نام معلوم ہیں۔

اور خلفاء ومجازین میں مولانا شاہ علی امیر الحق ومولانا شاہ محمد صغیر الحق قدس سرہما ہیں۔"

شاہ محمد نصیر الحق قدس سرہٗ سے تمام کیں، بیعت اجازت وخلافت تعلیم و تربیت سب کچھ مولانا شاہ محمد نصیر الحق قدس سرہٗ سے حاصل کی ۱۲۶۰ھ میں سجادہ عمادیہ پر جانشین ہوئے۔ [1]

آپ کی وفات ۱۵ محرم ۱۳۰۲ھ میں ہوئی اور پھلواری میں اپنے بڑے بھائی کے پائین مزار مدفون ہوئے۔

مولانا شاہ محمد رشید الحق قدس سرہٗ:۔ تاریخ ولادت ۱۲۶۲ھ، کتب درسیہ تمام وکمال اپنے والد ماجد سے پڑھیں، ۱۳۰۲ھ میں اپنے والد کے وصال کے بعد سجادہ عمادیہ پر جانشین کئے گئے، طریقۂ آباؤ اجداد کے مطابق رشد و ہدایت کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی آپ نے جاری رکھا، خدانے باطنی محاسن کے ساتھ ظاہری وجاہت بھی عطا فرمائی تھی، اپنے عہد میں مرجع خلائق اور بہت با وجاہت شیخ ہوئے، سر سید مرحوم نے مسئلہ وقف علی الاولاد کے متعلق ۱۸۷۹ء ایک تجویز حکومت میں پیش کی تھی جو مسلمانوں کے لئے دینی اور دنیاوی دونوں حیثیت سے مضر تھی، آپ نے اخبار "نسیم سحر" مورخہ ۵ر جنوری ۱۸۸۰ء کے ذریعہ اس مسودۂ قانون کی سخت تردید کی، اور مسلمانوں کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا۔

آپ حج و زیارت حرمین سے بھی مشرف ہوئے اور ممالک اسلامیہ میں عراق و شام کا سفر کیا۔

آپ کی شادی بہار شریف حضرت مخدوم الملک کی جزئیت میں ہوئی، جن سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ محمد حبیب الحق علیہ الرحمۃ تھے۔

وفات:۔ بتاریخ ۲۲ر جمادی الاولیٰ روز سہ شنبہ ۱۳۳۹ھ میں صبح صادق کے وقت یکایک حرکت قلب بند ہونے سے آپ نے رحلت فرمائی اور پھلواری میں اپنے والد کے پائین مدفون ہوئے۔

مولانا شاہ محمد حبیب الحق علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۱۲۹۵ھ، درسیات آپ نے مولوی کمال علی پوری بہاری سے پڑھیں، یہ بزرگ مولوی عالم علی نگینوی کے شاگرد تھے، اور وہ مولانا محمد اسحٰق دہلوی کے اور وہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے شاگرد تھے۔

---

[1] آپ کے تلامذہ میں صاحبزادہ وجانشین مولانا شاہ محمد رشید الحق اور بھتیجے مولانا شاہ نذیر الحق پھلواری، مولوی غلام غوث چھپروی، مولوی سخاوت حسین عماد پوری، مولوی قدیر الدین عظیم آبادی، مولوی محمد ذوالفقار تلہری، مولوی علی اکبر عظیم آبادی اور برادر خورد مولوی حافظ فقیر الحق رحمۃ اللہ علیہم ہیں ——— اور خلفاء و مجازین میں آپ کے صاحبزادہ جانشین مولانا شاہ رشید الحق و برادر زادہ مولانا شاہ محمد نذیر الحق و برادر خورد مولانا شاہ فقیر الحق، مولوی غلام غوث چھپروی، مولانا سخاوت حسین عماد پوری، و شاہ محمد امجد حسین (ساکن کٹیہر) رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

آپ حافظ قرآن بھی تھے، ہر سال تراویح میں ختم سناتے، چالیس برس مسلسل آپ نے ختم سُنایا اور کسی سال ناغہ نہ ہوا، یہ خدا کا بہت بڑا فضل ہے، یہاں تک کہ جس سال آپ نے رحلت فرمائی، مرض موت کا حملہ بھی تراویح کی حالت ہی میں ہوا، چند روز آپ نے تراویح پڑھائی، بار بار زبان میں گرفتگی پیدا ہوتی تھی، ایک روز پوری طرح فالج کا حملہ ہوا، پندرہ بیس روز مرض میں مبتلا رہکر بتاریخ ۲۵ رمضان ۱۳۶۱ھ میں رحلت فرمائی، اور پھلواری میں اپنے والد کے پائین مزار مدفون ہوئے۔

اپنے والد کے وصال کے بعد کامل بیس سال آپ نے جانشینی کے فرائض انجام دیئے، رشد و ہدایت کے ساتھ درس و تدریس کا مشغلہ بھی برابر جاری رکھا، مولوی شاہ صبیح الحق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کے شاگرد ہیں، ان کے علاوہ بھی دیگر اشخاص آپ کے شاگرد ہیں جن کے نام مجھے معلوم نہیں ہیں۔

بیعت و اجازت و خلافت سب کچھ اپنے والد سے حاصل کی، اس آخری دَور میں آپ کی ہستی بہت مغتنم تھی، علم و فضل تقویٰ جو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے خاندان کا طرۂ امتیاز ہے سب خصوصیات آپ میں موجود تھیں۔

آپ کی شادی بہار شریف میں شیخ الکاملین مولانا شاہ امین احمد فردوسی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ محمد صبیح الحق سلمہ اللہ تعالیٰ ہوئے، اور بھی کئی شادیاں آپ کی ہوئیں، ہر اہلیہ سے اولاد موجود ہے، تیسری شادی سے ایک صاحبزادے مولوی حکیم شاہ محمد حسین الحق سلمہ، ہیں جنھوں نے تکمیل درسیات کے بعد گورنمنٹ طبیہ اسکول پٹنہ میں طب کی تکمیل کی ہے اور اب مطب کرتے ہیں۔

مولوی شاہ محمد صبیح الحق سلمہ اللہ تعالیٰ:۔ تاریخ ولادت ۸ رمضان ۱۳۱۹ھ۔ ۱۳۴۰ھ میں اپنے والد سے درسیات کی تکمیل کی، بیعت اجازت و خلافت کل اپنے والد سے حاصل کی، اس وقت آپ ہی سجادہ عمادیہ پر جانشین ہیں، اور علیٰ سنۃ آباء الکرام درس و تدریس رُشد و ہدایت خلق میں مشغول ہیں، تفسیر و حدیث اور کتب تصوف کا درس دیتے ہیں، اللہ آپ کی عمر دراز کرے اور آپ کی ذات سے خلق کو مستفیض کرے، ۱۳۵۸ھ میں آپ نے فریضۂ حج ادا کیا اور زیارت حرمین شریفین سے بہرہ اندوز ہوئے۔

مولانا شاہ سفیر الحق علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۲۳۰ھ، درسیات کچھ تو اپنے بڑے بھائی شاہ نصیر الحق قدس سرہٗ سے پڑھیں، پھر آپ کے ساتھ لکھنؤ جاکر مرزا حسن علی محدث قدس سرہٗ سے درسیات کی تکمیل کی اور سند حدیث حاصل کی، بیعت اجازت و خلافت، تعلیم و تربیت باطنی مولانا حافظ شاہ محمد عبد الغنی پھلواروی قدس سرہٗ سے تھی، آپ کی شادی قاضی سید مخدوم عالم پھلواروی علیہ الرحمۃ کی

صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادے مولوی شاہ محمد نذیر الحق علیہ الرحمۃ اور ایک صاحبزادی وجود میں آئیں۔

آخر عمر میں آپ نے موضع بیر بیگھہ ضلع گیا میں جو چاکند اسٹیشن کے قریب ہے، مدرسی کرلی تھی اور وہیں بتاریخ ۲۰؍ شعبان ۱۲۷۷ھ میں رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

مولانا شاہ محمد نذیر الحق علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۲۵۹ھ۔ ابتدائی کتابیں اپنے نانا قاضی سید مخدوم عالم اور اپنے والد علیہما الرحمۃ سے پڑھیں، بقیہ درسیات اپنے عم محترم مولانا شاہ محمد علی امیر الحق قدس سرہٗ سے پڑھیں، بیعت اجازت وخلافت مولانا حافظ شاہ محمد عبد الغنی پھلواروی قدس سرہٗ سے تھی اور اپنے عم محترم مولانا شاہ محمد علی امیر الحق قدس سرہٗ کی طرف سے بھی مجاز سلاسل تھے، شاعری کا مذاق تھا، فائزؔ تخلص کرتے تھے، فارسی کلام بہت پاکیزہ ہوتا تھا، غیر مطبوعہ دیوان آپ کا موجود ہے۔

آپ کی شادی مولانا نور احمد قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادے مولوی محمد محی الدین تمناؔ اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

۱۳؍ محرم ۱۳۲۳ھ میں رحلت فرمائی اور حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کے مزار سے قریب مدفون ہوئے۔

مولوی محی الدین تمناؔ سلمہ اللہ:۔ ولادت ۴؍ شوال ۱۳۰۵ھ ہے، کتب درسیہ اپنے والد سے پڑھیں، ابتداءً درس وتدریس کا مشغلہ رہا، مگر اب تصنیفات کی طرف زیادہ توجہ ہے، اس لئے حکومت حیدرآباد نے ایک وظیفہ بھی آپکے لئے مقرر کردیا ہے، مگر ۱۳۶۷ھ سے حیدرآباد کی تباہی کے بعد موقوف ہوگیا، خود فی الحال ڈھاکہ میں مقیم ہیں، پھلواری سے ترک وطن کردیا ہے۔ نہایت بالغ الاستعداد وکثیر المعلومات ہیں، شاعری کا مذاق بچپن ہی سے ہے، فن عروض بہت محنت سے اپنے والد سے سیکھا ہے اور اس فن میں بہت اچھی مہارت ہے، آپ کا کلام فارسی اور اردو دونوں ہی زبان میں بہت پختہ اور مقبول خاص وعام ہے، شاعری میں آپ کے شاگردوں کی تعداد کثیر ہے، ابتداءً تصوف اور اس کے تمام لوازم سے آراستہ تھے، مگر اب اس سے دلچسپی نہیں رہی۔

آپ کی پہلی شادی مولوی علی محی الدین پھلواروی کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکے مولوی امام الدین سلمہٗ ہیں، انہوں نے مایحتاج عربی وانگریزی کی تعلیم حاصل کی ہے۔

دوسری شادی موضع براواں ضلع گیا میں ہوئی، ان سے بھی کئی اولاد موجود ہیں، ایک لڑکے انعام الدین سلمہٗ ہیں جو فی الحال انگریزی تعلیم پارہے ہیں۔

حضرت شاہ احمد عبد الحق بن حضرت تاج العارفین قدس سرہما کی صاحبزادیوں کی اولاد

حضرت شاہ احمد عبد الحق قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی بی بی طاہرہ سید شاہ برکت اللہ نظام پوری سے بیاہی گئیں، ان سے ایک صاحبزادے مولوی شاہ وجیہ اللہ ہوئے۔ ——— اور حضرت شاہ احمد عبد الحق قدس سرہٗ کی دوسری صاحبزادی بی بی فقیہہ شاہ محمد عبد العلی بن ملا محمد مبین پھلواروی سے بیاہی گئیں۔ ان سے ایک صاحبزادی بی بی مبارک فاطمہ ہوئیں۔

شاہ وجیہ اللہ قدس سرہٗ بی بی مبارک فاطمہ سے منسوب ہوئے، ان سے دو صاحبزادے مولوی محمد ولی اور مولوی محمد صفی ہوئے، یہ دونوں بزرگ لاولد گئے، اسلئے شاہ احمد عبد الحق قدس سرہٗ کی دو صاحبزادیوں کی نسل اب منقطع ہے، البتہ آپ کی تیسری صاحبزادی بی بی شریفہ اہلیہ مخدوم شاہ رحیم الدین جٹھلوی قدس سرہٗ کی اولاد میں راقم سطور کا خاندان ہے۔

مولوی شاہ محمد وجیہ اللہ علیہ الرحمہ: تاریخ ولادت ۱۱۸۲ھ ہے، درسیات علامہ جمال الدین ڈھری قدس سرہٗ سے ۱۲۰۰ھ میں اپنے ماموں زاد بھائی مولانا شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ کی معیت میں تمام کیں، بیعت و اجازت و خلافت مولانا شاہ محمد نور الحق قدس سرہٗ سے تھی اور سلسلہ منعمیہ کی اجازت حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی سے حاصل کی، ۴ ار شعبان ۱۲۱۵ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کے والد حضرت شاہ برکت اللہ نظام پوری قدس سرہٗ بن میر واصل نظام پوری تاج العارفین قدس سرہٗ سے ۱۱۵۰ھ میں مرید ہوئے، آپ سے قدیم تعلقات تھے، ۱۱۸۹ھ میں رحلت فرمائی۔

مولوی شاہ محمد ولی علیہ الرحمہ۔ ولادت ۱۳ ربیع الاول ۱۲۰۰ھ، تعلیم ظاہری و باطنی بیعت اجازت و خلافت سب کچھ مولانا شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ سے تھی، مولانا ممدوح کے مایۂ ناز شاگردوں میں تھے، ۱۷ ربیع الاول روز جمعہ ۱۲۳۱ھ میں رحلت فرمائی۔

مولوی شاہ محمد صفی علیہ الرحمہ: ولادت ۱۲۰۸ھ، کتب درسیہ کی تکمیل بیعت اجازت وخلافت سب کچھ مولانا شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ سے حاصل ہوئی، مولانا شاہ نصیر الحق قدس سرہٗ کو اپنی کم عمری کی وجہ سے تربیت باطنی کا موقع اپنے والد ماجد سے نہ مل سکا، اسی لئے تحصیل علوم ظاہری کے بعد آپ سے استفاضہ کیا۔ ۲۶ شوال ۱۲۴۱ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت بی بی شریفہ بنت شاہ احمد عبد الحق قدس سرہ کی اولاد یعنی راقم سطور کا خاندان

بی بی شریفہ کی شادی سنہ ۱۱۰۱ھ میں مخدوم شاہ رحیم الدین جھلوی عظیم آبادی قدس سرہ سے ہوئی تھی، یہ بزرگ مخدوم آدم صوفی قدس سرہ کے پوتے اور حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہ کے نواسے حضرت مخدوم یتیم اللہ سفید باز قدس سرہ کی صلبی اولاد میں ہیں، حضرت مخدوم یتیم اللہ سفید باز قدس سرہ کا شجرۂ نسب یہ ہے:-

مخدوم یتیم اللہ بن مخدوم حمید الدین بن مخدوم آدم صوفی بن سید ابراہیم ثانی بن سید جلال الدین بن سید حسین بن سید محمود بن سید ابراہیم بن سید محمد بن سید محمود بن سید یعقوب بن سید احمد بن سید اسحٰق بن سید عمر زید بن سید محمد صوفی بن سید قاسم بن سید امام علی اصغر بن عمر اشرف بن امام زین العابدین بن امام حسین علی جدہم و علیہم السلام۔

جناب شاہ عطا حسین داناپوری ثم گیاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کنز الانساب میں حضرت مخدوم آدم صوفی کو قاسم بن علی اصغر بن سجاد زین العابدین کی اولاد لکھا ہے، یہ مصنف کا تسامح ہے یا موصوف کے پیش نظر کوئی مقطوع شجرہ تھا، جس کے درمیان سے کچھ نام منقطع تھے، کیونکہ جملہ نسّاب اہل سنت و شیعہ اس پر متفق ہیں کہ امام علی اصغر بن زین العابدین کے ایک ہی بیٹے حسن افطس تھے جن سے نسل جاری ہوئی ——— یہ علی اصغر امام ابو علی عمر اشرف بن زین العابدین علیہم السلام کے بیٹے ہیں جن کے بیٹے قاسم تھے اور ان کے بیٹے ابو جعفر محمد صوفی تھے، اس کی تصدیق رحمۃ للعالمین جلد ثالث اور عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب سے بھی ہوتی ہے۔

مخدوم آدم صوفی زیدی النسب سمجھے جاتے ہیں، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے اجداد میں حضرت محمد صوفی کے صاحبزادے عمر زید ہیں نہ یہ کہ آپ زید شہید کی اولاد ہیں، کیونکہ حضرت مولانا مظفر بلخی اور مخدوم آدم صوفی چند پشتوں کے بعد متحد النسب ہیں۔ [1]

---

[1] حضرت مظفر بلخی کا شجرۂ نسب جو کتاب آداب المریدین کے ایک صفحہ پر منقول ہے اس طرح ہے:- شیخ مظفر بلخی بن شیخ شمس بن سلطان علی بن سلطان حمید بن سراج الدین بن محمود بن سلطان ابراہیم ادہم بن سید سلیمان بن سید ناصر بن سید محمد بن سید یعقوب بن سید احمد بن سید اسحٰق بن امام زید بن محمد بن قاسم بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہم السلام

باقی صفحہ ۳۰۸ پر

حضرت مخدوم آدم صوفی قدس سرہٗ کے جدِ امجد میں حضرت سید محمود بن سید یعقوب، حضرت محمود بن ابراہیم بن ادہم بلخی کے نواسے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی کو صاحبِ کنز الانساب نے مشہور روایت کے مطابق فاروقی النسب ہی لکھا ہے، لیکن کتاب سیادت فریدی (مصنفہ پیر سید رشید احمد امروہوی ؒ) میں مصنف نے نہایت تحقیق اور مستند کتب تواریخ و اسماء رجال کے حوالہ سے جو پدری و مادری نسب نامے لکھے ہیں، اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم بلخی آبائی جہت سے امام باقر بن زین العابدین کی ذریات طیبات میں ہیں اور مادری نسب سے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جزئیت کا شرف رکھتے ہیں۔

شجرہ نسب پدری:- ابراہیم بن سلیمان بن ناصر معروف بہ ادھم بن ہاشم بن عبداللہ بن بن امام محمد باقر بن سجاد زین العابدین علیٰ جدہم و علیہم السلام۔

شجرۂ نسب مادری:- ابراہیم بن سلیمان بن ناصر معروف بہ ادہم بن ہاشم بن مسماۃ ام ناصر بنت عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت مخدوم آدم صوفی قدس سرہٗ

حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ کے جد امجد حضرت مخدوم آدم صوفی جھٹلوی عظیم آبادی قدس سرہٗ چشتیہ سلسلہ کے بزرگ ہیں۔ آپ کے جد امجد سید جلال الدین چشتی قدس سرہٗ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۷) مخدوم آدم صوفی بن سید ابراہیم بن سید جلال بن سید حسن بن سید محمود بن سید ابراہیم ادھم بن سید سلیمان بن سید ناصر بن سید محمد بن سید یعقوب بن سید احمد بن سید اسحٰق بن سید امام عمر زید بن محمد صوفی بن امام قاسم بن علی اصغر بن عمر اشرف بن امام زین العابدین علیہم السلام۔ یہ دونوں بزرگ حضرت مظفر و مخدوم آدم صوفی ہم جد بلخی ہیں۔ ملا نصیر نے ان کو بلخی لکھا ہے، اس کی تصدیق رسالہ مطلوب المبارک سے بھی ہوتی ہے، مذکورہ بالا شجرہ اسی کتاب سے نقل کیا گیا ہے، مگر یہ شجرہ جدی و مادری بزرگوں کے اسماء سے مخلوط ہو گیا ہے۔"

مشہد مقدس سے لاہور تشریف لائے تھے، یہ بزرگ حضرت خواجہ عثمان ہارونی (متوفی ۶ شوال ۶۰۳ھ) کے مرید وخلیفہ تھے، ان کے صاحبزادے سید ابراہیم چشتی جو اپنے والد کے مرید وخلیفہ تھے، صوبہ بہار میں بغرض رشد وہدایت خلق تشریف لائے اور قصبہ حاجی پور ضلع مظفر پور میں مقیم ہوئے، آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم آدم صوفی چشتی ہیں، یہ بزرگ اپنے والد کے مرید وخلیفہ تھے مگر ع "متاع نیک ہر دوکاں کہ باشد" طلب حق کی غرض سے موضع عالم پور جیٹھلی حضرت مخدوم شہاب الدین جگجوت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خرقہ کبرویہ فردوسیہ سے فیضیاب ہوئے، کچھ مدت کے بعد مستقل اقامت بھی موضع عالم پور جیٹھلی میں اختیار کرلی، وفات آپ کی ۱۱ صفر ۶۹۷ھ بعمر ایک سو تیرہ سال ... ہوئی، مزار آپ کا موضع عالم پور جیٹھلی (ضلع پٹنہ) میں پکی درگاہ سے مشہور ہے اور زیارت گاہ عالم ہے۔ آپ کے صاحبزادہ مخدوم حمید الدین (متوفی ۷۷۰ھ) تھے، آپ بھی اپنے والد ہی کے مرید وخلیفہ تھے اور اپنے خسر مخدوم شہاب الدین جگجوت قدس سرہٗ کی طرف سے بھی مجاز مطلق تھے، اور چونکہ حضرت مخدوم کی اولاد ذکور نہ تھی، اس لئے پیر جگجوت قدس سرہ کی کی خانقاہ آپ ہی کے ذمہ رہی اور موضع عالم پور جیٹھلی میں مدت العمر جانشینی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آپ کی شادی مخدوم شہاب الدین جگجوت قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی جمال سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز تھے۔

حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ (متوفی ۹ محرم ۸۰۹ھ) اپنے والد کے بعد جانشیں کئے گئے، آپ نے اپنے والد حضرت مخدوم حمید الدین اور اپنے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم الملک شرف الدین بہاری قدس سرہما (متوفی ۷۸۲ھ) سے خرقۂ خلافت پہنا تھا، اور سلسلۂ چشتیہ کا دوسرا خرقہ آپ کو حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ (متوفی ۷۵۶ھ) سے پہنچا ہے۔

آپ کی شادی بہار شریف محلہ چشتیانہ میں ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادے مخدوم شاہ فیض اللہ اور دو صاحبزادیاں بی بی نورہ زوجہ شاہ عبد الوہاب محلہ چشتیانہ، اور بی بی عابدہ زوجہ پسر حضرت مخدوم احمد چرم پوش تھیں ——— مخدوم تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ اپنی صاہرہ بہار شریف میں مقیم رہے اور وہیں رحلت فرمائی، آپ کا مزار بہار شریف میں حوض علاء الدین پر واقع ہے۔

آپ کے اجل خلفا میں تین بزرگوں کا نام بہت وقیع ہے، آپ کے صاحبزادہ وجانشین مخدوم شاہ فیض اللہ حضرت مخدوم شمس الدین عرف شمن اردلی، حضرت صوفی ضیاء الدین جھوسی قدست اسرارہم۔

مخدوم شاہ فیض اللہ (متوفی ۱۰۸۳ھ) مخدوم تیم اللہ قدس سرہٗ اپنے والد کی وفات کے بعد جانشین کئے گئے، آپ نے بہار اور حسنٹھلی کی اقامت ترک کر کے کرجی (متصل دیگھ گھاٹ پٹنہ) میں اقامت اختیار کی اور یہیں خانقاہ کی بنیاد رکھی جو جماعت خانہ کے نام سے مشہور تھی، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ شاہ **غلام رسول** (متوفی ۱۰۵۸ھ) جانشین ہوئے ان کے بعد ان کے صاحبزادہ شاہ **غلام مصطفیٰ** (متوفی ۱۰۹۲ھ) ان کے بعد ان کے صاحبزادہ شاہ **اسمٰعیل** (متوفی ۹۹۲ھ) ان کے بعد ان کے صاحبزادہ شاہ **مسعود** (متوفی ۱۱۰۶ھ) جانشین ہوئے ——— شاہ مسعود اپنے عہد میں بہت با اثر بزرگ تھے، آپ کا احترام سلاطین وقت بھی کرتے تھے، ۱۰۵۱ھ ۱۴ جلوس شاہجہانی میں سرکار صوبہ بہار سے ایک فرمان کے ذریعہ موضع سیوتی پرگنہ بلیا میں موازی ایک سو بیگھہ اراضی بطور جاگیر آپ کو خرچ خانقاہداری و کفاف عیال کے لئے مدد معاش میں ملی تھی، اس فرمان کی تجدید ۲۵ جلوس ۱۰۶۲ھ میں کی گئی، اس فرمان پر قاضی خاں کی مہر ہے، یہ قاضی صاحب ۱۰۵۱ھ میں شہر پٹنہ کے قاضی تھے، آپ کے بعد یہ جائیداد بحسب سہام شرعی ۱۱۴۶ھ میں بعہد سلطان عالمگیر ثانی آپ کے ورثاء میں تقسیم ہوئی۔

مخدوم شاہ مسعود کے بعد ان کے بیٹے **شاہ مودود** (متوفی ۱۰۸۵ھ) جانشین ہوئے، چونکہ شاہ مودود قدس سرہٗ کے اولاد ذکور نہ تھی، اس لئے یہ منصب آپ کے چچازاد بھائی **مخدوم حسام الدین** (متوفی ۱۱۹۹ھ) بن حمید الدین ثانی بن مخدوم شاہ محمد اسمٰعیل کو تفویض ہوا۔

مخدوم شاہ حسام الدین کے بعد ان کے صاحبزادہ **مخدوم شاہ حفیظ اللہ ابدال** (متوفی ۱۱۰۲ھ) جانشین ہوئے، ان کے بعد ان کے صاحبزادہ مخدوم **شاہ کریم الدین** جانشین ہوئے۔

شاہ کریم الدین (متوفی ۱۱۸۵ھ) قدس سرہٗ کو اپنے آبائی سلسلہ چشتیہ اور فردوسیہ کی اجازت مخدوم شاہ حفیظ اللہ ابدال قدس سرہٗ کے علاوہ ایک دوسرے بزرگ مخدوم **شیخ بھیکہ** علیہ الرحمۃ سے بھی پہنچی ہے، شیخ بھیکہ سے مخدوم تیم اللہ سفید باز تک شجرہ اس طرح منتہی ہوتا ہے۔

مخدوم شیخ بھیکہ کو شیخ نصیب شاہ سے، ان کو مخدوم شاہ کمال سے، ان کو مخدوم حسام الدین سے، ان کو مخدوم شاہ چاندسے، ان کو مخدوم حاجی فرید سے، ان کو مخدوم شاہ فیض اللہ سے، ان کو مخدوم تیم اللہ سفید باز سے،

مخدوم شاہ کریم الدین قدس سرہٗ کے ایک مرید مسمّی غلام مخدوم ساکن اروال ضلع گیا نے خرچ خانقاہداری اور پیر جلگجوت قدس سرہٗ کے روضۂ مقدس کی خدمت کے خیال سے ایک مختصر سی جائیداد بطور نذر ہبہ کی تھی،

آپ کی وفات کے بعد بتاریخ ۲۶ رجمادی الثانی سنہ ۱۲۰۰ھ مطابق سنہ ۱۱۹۳ف اس وثیقہ کی دوبارہ تجدید کر کے یہ وثیقہ ہبہ نامہ آپ کے صاحبزادہ مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہٗ کے نام سے موصوف نے منتقل کر دیا تھا، اس وثیقہ کی عبارت یہ ہے:-

منکہ غلام مخدوم مالک موضع دھوئی پرگنہ اول مرقومہ سرکار صوبہ بہار ام، چوں موازی دہ بیگھہ زمین مزروعہ لائق زراعت منجملہ آں پنج بیگھہ درائرہ بھیکن پور دھوئی مرقومہ و پنج بیگھہ در مہوری نور اللہ منجملہ قصبہ اردل مرقوم نیاز حصہ خاص متمقر بنام شاہ کریم الدین سجادہ نشین روضہ مقدسہ حضرت شاہ شہاب الدین جگجوت قدس سرہٗ مع فرزندان بنیاز ممق رکردہ ام، بعد جناب شاہ کریم الدین غریق رحمت الجالال بشاہ وجیہہ الدین معروف بشاہ رحیم الدین عرف دومن از فرزندان شاہ غریق رحمت موصوف بحال در مزار دادہ شد۔

شاہ کریم الدین قدس سرہٗ نے بتاریخ ۱۰ رجب سنہ ۱۱۹۵ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کی شادی بی بی ماجدہ بنت قطب عالم بن امام الدین بن حضرت شاہ معز الدین کرچوی سے ہوئی تھی، ان سے تین صاحبزادیاں بی بی رمضانی زوجہ شاہ محمد نعیم پھلواروی، اور بی بی فہمیدہ و بی بی صابرہ یہ تینوں ہی لاولد فوت ہوئیں اور ایک صاحبزادہ شاہ رحیم الدین قدس سرہٗ ہوئے، ان سے ہی نسل جاری ہے۔

مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہٗ:- آپ اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ اور حضرت مخدوم منعم پاک ابو العلائی عظیم آبادی قدس سرہٗ کے صحبت یافتہ تھے، والد کی وفات کے بعد جانشین ہوئے۔ آپ کے بعد جانشینی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، البتہ سلسلہ کی اجازت خاندان میں باقی رہی اور ابتک باقی ہے۔

مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہٗ سے اوپر مخدوم تیم اللہ سفیدباز قدس سرہٗ تک جو نسب نامہ صاحب کنز الانساب نے لکھا ہے اس میں اسی خاندان کی دوسری شاخوں کے نام مختلط ہو گئے ہیں۔ اسلئے شجرہ کے طریقہ پر اصل نسب نامہ اس جگہ درج کر دیتا ہوں، یہ نسب نامہ جدی مولوی سید شاہ وحید الحق منعمی قدس سرہٗ کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے اور اس کی تصدیق ہمارے خاندان کے قدیم وثائق سے بھی ہوتی ہے:-

حضرت مخدوم شہاب الدین جگجوت قدس سرہٗ
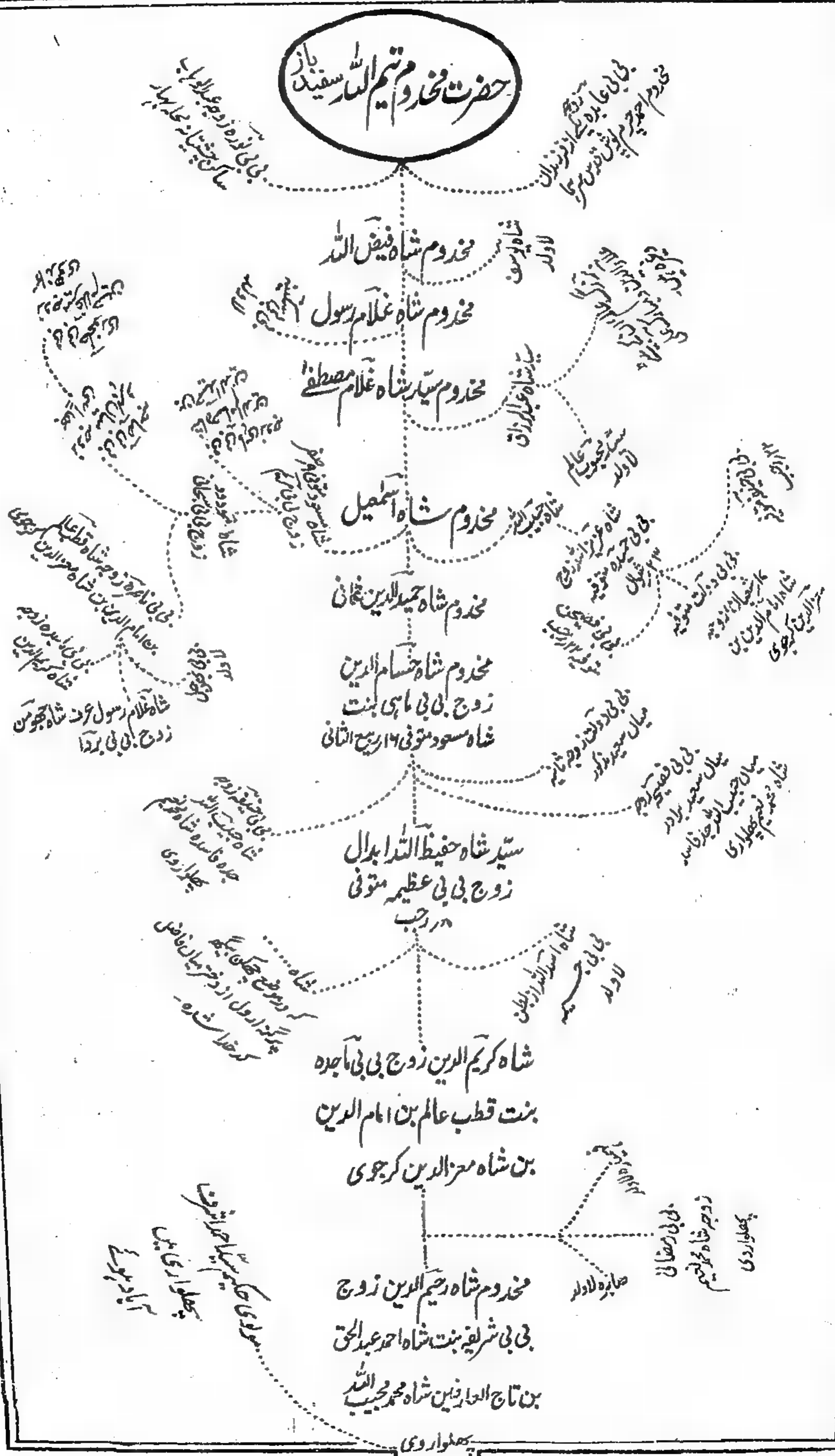
حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز قدس سرہٗ کے نانا ہیں، جناب شاہ عبدالرحیم صادق پوری علیہ الرحمۃ نے "الدر المنثور فی ترجمہ اہل صادقپور معروف بہ تذکرۂ صادقہ" میں آپ کا شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے:۔

شہاب الدین پیر جگجوت بن سلطان محمد تاج بن سلطان احمد بن سلطان ناصر الدین بن سلطان یوسف بن سلطان سید حسن بن سلطان سید قاسم بن سلطان سید موسیٰ بن سلطان سید حمزہ بن سلطان سید داؤد بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین بن سید اسحٰق بن سید اسمٰعیل بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین علی جدہ وعلیہم السلام۔

ہمارے خاندان میں سلفاً عن خلفٍ یہ روایت مشہور ہے کہ آپ رضوی النسب تھے اور چونکہ اس خاندان کو آپ کی جزئیت اور سلسلہ دونوں ہی پہنچا تھا اسلئے انتہائے شغف میں تمام اکابر اپنے آپ کو رضوی لکھتے چلے آتے ہیں، گرچہ اپنی آبائی نسبت یعنی مخدوم آدم صوفی کی نسبت سے نسب نامہ کی کڑی حضرت ابراہیم بن سلیمان بن ناصر بن ہاشم معروف بادہم بن عبداللہ د قدق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین۔ سے ملتی ہے جدی مولوی احمد یعقوب و جدی مولوی حکیم وجیہہ الدین علیہما الرحمۃ کے دست خاص کا لکھا ہوا پیر جگجوت قدس سرہٗ کا نسب نامہ جو امام علی رضا علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے ہمارے خاندان میں موجود ہے، مگر اس کی تصدیق دوسرے نسب ناموں اور انساب کی کتابوں سے نہیں ہوتی، اسلئے میں نے اس نسب نامہ کے لکھنے سے اجتناب کیا ہے اور صاحب دُرِ منثور کا لکھا ہوا نسب نامہ اس جگہ درج کر دیا ہے، مگر اس کی تحقیق کتاب الانساب سے اپنی کتاب "تجلیات انوار" ترجمہ شیوخ بہار میں تفصیل کے ساتھ لکھدی ہے۔

پیر جگجوت قدس سرہٗ کاشغر سے ایران اور ایران سے لاہور تشریف لائے، ہندوستان کی آمد سے پہلے ایک مدت تک طلب حق کی غرض سے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر رہے، بیعت کی اور تکمیل سلوک کے بعد اجازت وخلافت سے فیضیاب ہوئے، پھر حضرت شیخ کے حکم سے دیار ہند کی سیاحت کرتے ہوئے موضع عالم پور جھٹلی تشریف لائے، یہیں اقامت اختیار کی اور رشد و ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ طاہرہ بی بی مریم عرف ملکۂ جہاں خاتون بنت سید وجیہہ الدین کاشغری اور آپ کی چار صاحبزادیاں اور ایک خادمہ

اور چند رفقاء شریک سفر تھے۔

پیر جگجوت قدس سرہٗ صوبہ بہار کے بہت متقدم بزرگ ہیں، آپ کی ذات بابرکات سے صوبۂ بہار میں فقر و عرفان کا بہت شیوع ہوا، صدہا طالبین حق مرتبۂ کمال کو پہنچے۔ صدہا خدا رسیدہ مشائخ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور سلسلۂ فردوسیہ کی اجازت حاصل کی، حضرت مخدوم احمد یحیٰ منیری، حضرت مخدوم آدم صوفی، حضرت مخدوم حمید الدین قدست اسرارہم۔ یہ تمام بزرگان شیخ وقت اور صاحب نسبت و سلسلہ بزرگ تھے، ان سب بزرگوں نے خرقہ کبرویہ آپ ہی سے حاصل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ روایت اس خاندان کے ایک بزرگ شاہ رشید الحق منعمی مرحوم کی زبانی سنکر لکھی گئی ہے، کوئی تحریری ثبوت نہیں ہے۔

پیر جگجوت قدس سرہٗ بہت بافیض اور کثیر الذریۃ بزرگ تھے، صوبہ بہار کا شاید ہی کوئی ایسا خاندان ہو جس کو آپ کی جزئیت نہ پہنچی ہوگی، آپ کی خصوصیات میں ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کی اولاد میں صدہا اولیاء اللہ و مخدوم وقت ہوئے ہیں، اس لئے اہل تصوف آپ کو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السّلام کے نقش قدم پر تصور کرتے ہیں، یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ذریات طیّبات میں صدہا انبیا ہوئے ہیں اسی طرح حضرت کی اولاد میں کثیر در کثیر اولیاء اللہ ہوتے رہے ہیں۔ ——— حضرت مخدوم کی چاروں صاحبزادیاں ولیہ کاملہ تھیں اور ان چاروں صاحبزادیوں کی شادیاں بھی مخدومین وقت ہی سے ہوئی تھیں۔

"ایک صاحبزادی بی بی جمال[1] مخدوم حمید الدین بن مخدوم آدم صوفی سے منسوب تھیں جن کے صاحبزادے مخدوم تیم اللہ سفیدباز قدس سرہٗ تھے۔ دوسری صاحبزادی جو بڑی تھیں بی بی رضیہ[2] مخدوم احمد یحیٰ منیری قدس سرہٗ سے منسوب تھیں، جن کے صاحبزادہ شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شاہ شرف الدین احمد بہاری قدس سرہٗ تھے۔ تیسری صاحبزادی بی بی حبیبہ[3] مخدوم سید موسیٰ ہمدانی قدس سرہٗ سے منسوب تھیں، جن کے صاحبزادہ مخدوم احمد چرم پوش تیغ برہنہ قدس سرہٗ تھے۔ چوتھی صاحبزادی بی بی ہدیہ[4] مخدوم سلیمان لنگر زمین کاکوی بن مخدوم عبد العزیز بن مخدوم تاج فقیہہ قدس سرہٗ سے منسوب تھیں جن کے صاحبزادے مخدوم عطاء اللہ قدس سرہٗ اور صاحبزادی بی بی کمال قدس سرہا ہیں" بی بی کمال کاکوی قدس سرہا حضرت مخدوم حسام الدین ہانسوی قدس سرہٗ سے منسوب تھیں۔

جن کے صاحبزادہ مخدوم شاہ حسین "غریب ڈھوکڑ پوش" تھے۔

مخدوم عطاء اللہ اور بی بی کمال کی جزئیت رکھنے والے نوآبادہ خورد، کیمپ داناپور، اور محلہ صادقپور کے شرفا ہیں۔ اس خاندان کا تفصیلی حال "تذکرۂ صادقہ" میں موجود ہے۔

الغرض مخدوم شہاب الدین جگجوت قدس سرہٗ کا خاندان علمی و عرفانی حیثیت سے بہت ممتاز ہے، آپ کی اولاد صوبہ بہار اور ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں پھیلی ہوئی ہے۔

این سلسلہ از طلائے ناب است   این خانہ تمام آفتاب است

آپ کی وفات ۱۲ ذیقعدہ ۶۶۶ھ میں ہوئی اور موضع عالم گنج جھٹلی میں مدفون ہوئے آپ کا مزار خام لب دریائے گنگ واقع ہے، اس مقبرہ میں مزارات پختہ بنائے نہیں جاتے ہیں، ان کی زندہ کرامت ہے کہ باوجودیکہ مزار مبارک خام لب دریا واقع ہے، مگر گنگا کے جوش و سیلاب سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔ "خام ہونے کی وجہ سے "کچی درگاہ" سے مشہورِ عوام ہے اور مرجع خلائق ہے۔

خاندان مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت اور خاندان امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی سے ازدواجی تعلقات

خاندان پیر جگجوت اور حضرت امیر عطاء اللہ جعفری قدس سرہٗ سے ازدواجی تعلقات امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ کے زمانہ ہی سے چلے آتے ہیں۔

امیر محمد حسین کی شادی بی بی حبیبہ بنت شاہ کمال الدین کرجوی بن سید جمال الدین بن سید احمد بہاری (یکے از اولاد مخدوم احمد چرم پوش) سے ہوئی تھی جن کے صاحبزادے امیر رکن الدین تھے۔

امیر رکن الدین کی شادی بی بی نورکن بنت سید ابراہیم کرجوی بن سید کمال الدین بن سید جمال الدین بن سید احمد بہاری سے ہوئی جن کے صاحبزادے امیر کبیر الدین تھے۔

امیر کبیر الدین کی شادی بی بی ملوکہ بنت سید یحییٰ بن سید ابراہیم بن سید کمال الدین سے ہوئی، جن کے صاحبزادے شاہ ظہور اللہ تھے۔

شاہ ظہور اللہ کی شادی حضرت سید شاہ برہان الدین خضر پوری کی صاحبزادی بی بی خدیجہ سے ہوئی جن کے صاحبزادے حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ تھے۔

سید ابراہیم بن سید کمال الدین کے بیٹے سید معین الدین ہیں، سید معین الدین کے صاحبزادے حضرت شاہ معز الدین کرجوی قدس سرہ کے ہیں، تاج العارفین قدس سرہ کو سلسلۂ چشتیہ سراجیہ آپ ہی سے پہنچا ہے، حضرت شاہ معز الدین کرجوی کے صاحبزادے سید امام الدین تھے۔

سید امام الدین کی شادی بی بی دولت بنت شاہ عزیز اللہ بن شاہ حبیب اللہ بن شاہ اسمٰعیل بن غلام مصطفےٰ بن غلام رسول بن فیض اللہ بن مخدوم تیم اللہ سفید باز سے ہوئی تھی، جن کے صاحبزادے سید قطب عالم تھے۔

سید قطب عالم کی شادی بی بی ناصرہ بنت شاہ مودود بن شاہ مسعود بن شاہ اسمٰعیل مذکور سے ہوئی تھی، ان کے صاحبزادہ غلام رسول عرف جھومن اور ایک بیٹی بی بی ماجدہ تھیں۔

بی بی ماجدہ شاہ کریم الدین بن شاہ حفیظ اللہ بن شاہ حسام الدین بن شاہ حمید الدین ثانی بن شاہ اسمٰعیل بن شاہ غلام مصطفےٰ بن شاہ غلام رسول بن فیض اللہ بن مخدوم تیم اللہ سفید باز سے منسوب تھیں جن کے صاحبزادے مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہ تھے۔

مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہ کی شادی بی بی شریفہ بنت شاہ احمد عبد الحق قدس سرہ بن تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادی بی بی وصیتہ النساء، زوجہ شاہ اولیاء علی نوآبادی قدس سرہ تھیں، لاولد فوت ہوئیں، اور ایک صاحبزادہ مولوی حکیم احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ تھے، پھلواری میں توطن انہی بزرگ کے وقت سے ہوا، ورنہ اس سے پہلے اس خاندان کے افراد بہار محلہ چشتیانہ، "جھٹلی" اور "کرجی" میں آباد تھے۔

مولوی حکیم سید احمد اشرف رضوی رحمۃ اللہ علیہ { تاریخ ولادت ۱۲۰۷ھ، آپ عالم و عارف اور خدا رسیدہ بزرگ تھے، درسیات مولانا شاہ عبد الغنی قدس سرہ سے پڑھیں، ۱۲۱۹ھ میں حضرت مخدوم شاہ حسن علی منعمی قدس سرہ سے مرید ہوئے سلسلۂ آبائیہ چشتیہ و فردوسیہ کی اجازت آپ کو اپنے والد مخدوم شاہ رحیم الدین قدس سرہ سے حاصل تھی اور سلسلۂ مجیبیہ کی اجازت اپنے نانا حضرت شاہ احمد عبد الحق بن تاج العارفین قدس سرہ سے حاصل فرمائی، مگر والد کی وفات کے بعد جانشینی و خانقاہ داری کی ذمہ داری آپ نے نہیں لی، سلسلہ کی اجازت جو اپنے والد و دیگر شیوخ سے حاصل فرمائی تھی اپنے صاحبزادے مولوی سید احمد یعقوب رح کو

عنایت فرمائی اور خود کسبِ معاش و یادِ حق میں مشغول ہوئے۔

پھلواری میں توطن کا سبب:۔ آپ کی پھوپھی بی بی رمضانی اہلیہ شاہ محمد نعیم[1] جعفری پھلواروی قدس سرہٗ نے چونکہ لاولد تھیں آپ کو متبنیٰ لیا تھا اور تمام جائیداد و املاک و مکان آپ کے نام ہبہ کر دیا تھا اسلئے آپ نے پھلواری ہی میں اقامت اختیار کرلی اور پھوپھی کے ساتھ رہنے لگے۔

یہ مکان حضرت امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی قدس سرہٗ کا رہائشی مکان تھا، امیر عطاء اللہ کے بعد امیر محمد حسین کو ترکہ میں ملا تھا، امیر محمد حسین کے تین بیٹے رکن الدین، فرید الدین، رستم تھے، فرید الدین اور رستم نے اپنا حصہ رکن الدین کے ہاتھ بیع کر دیا ــــ رکن الدین کے دو بیٹے فخر الدین و کبیر الدین تھے، فخر الدین نے اپنا حصہ کبیر الدین کے ہاتھ بیع کر دیا ــــ کبیر الدین کے چار بیٹے احسن اللہ، امیر اللہ، ظہور اللہ، کریم الدین تھے، تینوں نے اپنا حصہ احسن اللہ کے ہاتھ بیع کر دیا، ــــ احسن اللہ کے تین بیٹے معظم، اعظم، مکرم تھے، اعظم اور معظم نے اپنا حصہ مکرم کے ہاتھ بیع کر دیا ــــ مکرم کے بیٹے شاہ محمد نعیم تھے جن کی اہلیہ بی بی رمضانی نے حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ کو ہبہ کر دیا اور ابتک آپ کی اولاد کے کچھ افراد اس مکان میں مقیم ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اب آٹھ دس سال سے یہ مکان رہائش کے قابل نہیں رہا اور روز بروز منہدم ہو رہا ہے، مولانا شاہ وحید الحق قدس سرہٗ اپنی خانقاہ کی تقریبات اور موئے مبارک کی زیارت اسی مکان میں کرتے تھے۔

حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ ابتداءً طبابت کا مشغلہ رکھتے تھے، کچھ مدت کے بعد منصفی عدالت کے عہدہ پر فائز ہوکر "بردوان" تشریف لے گئے اور آخر عمر تک "رنگ پور" اور "بردوان" میں بسلسلۂ ملازمت مقیم رہے اور "بردوان" ہی میں بتاریخ ۲۹ ذیقعدہ ۱۲۳۵ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کی شادی آپ کے استاذ مولانا عبد المغنی قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی سہیلہ سے ہوئی تھی، اُن سے تین صاحبزادگان مولوی سید احمد یعقوب، مولوی سید ابراہیم، مولوی حکیم محمد وجیہ الدین تھے۔

مولوی سید احمد یعقوب رضوی علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۱۲ شوال ۱۲۰۱ھ ـ درسیات اپنے خال محترم مولانا حافظ عبد الغنی قدس سرہٗ سے پڑھیں، یکم جمادی الاخریٰ ۱۲۳۱ھ میں حضرت شیخ العالمین

---

[1] شاہ محمد نعیم بن محمد مکرم بن احسن اللہ بن کبیر الدین بن رکن الدین بن امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ ـ تاج العارفین کے چچا زاد بھائی شاہ محمد مکرم کے بیٹے ہیں۔ ۱۱۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ درسیات ملا صبغ الدین اور حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے پڑھیں بیعت بھی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے تھی، وفات ۲۲ محرم ۱۱۳۱ھ میں ہوئی احاطہ مجیبیہ میں مدفون ہیں، آپ کی شادی قدوم شاہ کریم الدین بن مصطفیٰ کی صاحبزادی بی بی رمضانی سے ہوئی تھی مگر سلسلہ نسل منقطع ہے۔

شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے سلسلۂ قادریہ وارثیہ میں بیعت کی، تلقین باطنی بھی حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ ہی سے ہوئی، آپ کے والد حکیم احمد اشرف قدس سرہٗ نے اپنے آبائی سلسلہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی تھی، علاوہ ازیں حضرت شاہ یحییٰ علی نوآبادی قدس سرہٗ سے بھی اسی سلسلہ کی اجازت حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن اردولی قدس سرہٗ کے واسطہ سے آپ کو پہنچی ہے۔

سلاسل مجیبیہ کی اجازت حضرت فرد الاولیاء مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے اور طریقہ منعمیہ کی اجازت حضرت مولانا حافظ عبدالغنی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی۔

دلائل الخیرات کی اجازت علامہ شیخ حیات سندی کے طریقہ کی مولوی شاہ ابوالحیوٰۃ پھلواروی قدس سرہٗ سے ملی تھی، اور عمل "اللہ الصمد" کی ایک خاص اجازت سید شاہ امام بخش قدس سرہٗ نے عنایت فرمائی، یہ بزرگ سید جلال الدین بخاری کی اولاد سے تھے۔

آپ کی تصنیف سے ایک رسالہ مسمیٰ "مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" میری نظر سے گذرا ہے، جس کا ایک نسخہ میرے پاس موجود ہے، مگر قدامت وکہنگی کی وجہ سے بہت خستہ ہو چکا ہے، دوسری کتاب کتاب "الانساب" ہے، جس میں خاندان پھلواری و دیگر تعلقات والوں کے انساب کتابی شکل میں مرتب کیے گئے ہیں۔

زندگی اپنے والد کی طرح مرتاض ومتورع بسر کی، کفاف عیال کی غرض سے ملازمت کر لی تھی، ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۴ء میں اپنے ماموں مولانا رحم علی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد (بانکوڑہ پرگنہ جنگل محال) میں مفتی عدالت کی خدمت پر مامور ہوئے، اس عہدے پر ۱۸۳۴ء تک فائز رہے، پھر ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۴ عیسوی ایک ہزار روپیہ تنخواہ پر صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہو کر ڈھاکہ تشریف لے گئے اور وہیں ہنگام ملازمت میں بتاریخ ۱۹ رجب ۱۲۵۳ھ رحلت فرمائی اور مقبرہ حضرت صوفی دائم قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی سید عزت علی بن شاہ فضل اللہ عرف کاکن قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی سید رضی الدین احمد رضوی ہوئے، سید شاہ فضل اللہ عرف کاکن مخدوم سید بدرالدین بدر عالم شہباز پوری کی اولاد سے ہیں، ان کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ پھلواروی قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی زینب سے ہوئی، ان سے بھی اولاد ہے، دوسری شادی سید صلاح الدین قادری بدری شہباز پوری کی صاحبزادی سے ہوئی، انہی سے سید عزت علی تھے جو حضرت شاہ آیت اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ کے داماد تھے اور حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے نواسی داماد ہوئے۔

میر سید عزت علی کے نواسہ مولوی سید رضی الدین رضوی ہیں۔

مولوی سید رضی الدین احمد رضوی علیہ الرحمہ۔ تاریخ ولادت ۲۷ رجب ۱۲۲۳ ہجری۔

درسیات مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ سے پڑھیں، ۱۱ رجمادی الاخریٰ ۱۲۴۰ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے سلسلۂ قادریہ عمادیہ میں مرید ہوئے، تعلیم و تربیت بھی حضرت نور ہی سے ہوئی، شیخ کی وصال کے بعد سلاسل مجیبیہ کی اجازت ۱۲ ربیع الاول ۱۲۶۷ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی، طریقۂ منعمیہ اور آبائی سلسلۂ چشتیہ اور فردوسیہ کی اجازت آپ کو اپنے والد سے پہنچی ہے، مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ نے اپنے جمیع سلاسل کی اجازت عنایت فرمائی تھی۔

آپ شب بیدار و تہجد گزار اور اوراد و اعمال پر سختی سے پابند تھے، دنیاوی مشاغل کے ساتھ عبادات و طاعات میں مشغول رہتے، کفاف عیال کا ذریعہ سرکاری ملازمت تھی، بردوان میں ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز تھے، نظم اوقات کا خاص سلیقہ تھا، شب کے دو بجے بیدار ہوتے، نماز تہجد کے بعد سے نماز صبح تک اذکار واشغال میں مصروف رہتے، نماز صبح کے بعد چہل قدمی کرتے، اسی اثنا میں زبانی وظائف کی تکمیل ہوتی، پھر طلبہ حاضر ہوتے اور درس لیتے، اب کچہری کا وقت ہو جاتا، کھانا کھا کر کچہری جاتے، ضروری کاغذات کے ساتھ مصلّٰی، تسبیح اور پانی کا لوٹا بھی اردلی کے ذمہ تھا کہ بروقت نماز میں دقت پیش نہ آئے، عصر کے وقت مکان واپس آتے، مغرب تک خانہ داری کی دیکھ بھال میں وقت گذرتا، نماز مغرب کے بعد کچھ دیر اوراد میں مشغول رہتے، اب احباب و اہل حاجت کی آمد شروع ہوتی، چائے کا دور چلتا، حاجتمندوں کی حاجت روائی کرتے، دوستوں سے علمی باتیں ہوتیں، اس صحبت میں شہر کلکتہ کے مخصوص احباب مولوی کبیر الدین ایڈیٹر "اردو گائڈ" و اخبار "دارالسلطنۃ" کلکتہ و ڈپٹی مولوی عبداللطیف، و مولوی عبدالجبار صاحب و مولوی دلیل الدین ڈپٹی مجسٹریٹ و دیگر عمائدین شہر کلکتہ کی نشست رہا کرتی تھی، نو بجے صحبت ختم ہوتی اور آپ نماز عشاء کے لئے تشریف لیجاتے ——— ابتداءً ۱۲۵۵ھ میں چند ماہ کرشن پور ضلع بانکوڑہ میں اپنے عم محترم مولوی محمد ابراہیم علیہ الرحمۃ کی رخصت کے زمانہ میں عوضاً منصفی کے عہدہ پر کام کرتے رہے، پھر ۱۲۵۶ھ میں مستقل ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز ہو کر "بردوان" تشریف لیگئے، اور عرصہ تک بردوان، کلکتہ، باقر گنج، بنگال وغیرہ مقامات میں اسی عہدہ پر فائز رہے۔

اثنائے ملازمت میں بعد مسافت اور ملازمت کی ذمہ داریوں اور دیگر مشاغل کی وجہ سے

مراجعت وطن کا موقع بہت کم ملتا تھا، اسلئے جملہ اثنائے ملازمت میں دو مرتبہ آپ کو مستقل فرصت لیکر وطن واپس آنے کی ضرورت پڑی، پہلی مرتبہ آئے تو ضروری کام انجام دیکر ۱۲۶۷ھ بتاریخ ۱۵ جمادی الثانی روز جمعہ اپنی ملازمت پر تشریف لیگئے، اس وقت آپ کے صاحبزادے راقم الحروف کے والد مولوی سید محی الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ آغوش مادر میں ایک سال کے تھے، اس کے بعد کامل انیس ۱۹ سال تک مراجعت وطن کا موقع نہ ملا، پھر ۱۲۸۶ھ میں صاحبزادے کی تقریب شادی انجام دینے کی غرض سے تشریف لائے، اور بتاریخ ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۸۶ھ میں بردوان تشریف لیگئے، آخر عمر تک خدمت مفوضہ پر فائز رہے، ۲ صفر ۱۲۹۰ھ میں رحلت فرمائی، بردوان میں بہرام سقہ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی مولانا احمدی قدس سرہ کی صاحبزادی بی بی نہال فاطمہ سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی سید محی الدین احمد رضوی اور دو صاحبزادیاں وجود میں آئیں، بڑی صاحبزادی بی بی عائشہ قاضی منیر الدین حسین بن قاضی علی بخش ساکن تیگھڑہ ضلع مونگیر سے منسوب تھیں، قاضی منیر الدین حضرت مخدوم منہاج الدین راستی پھلواروی کی اولاد سے تھے، دوسری صاحبزادی بی بی بنت المجیب مولوی عزت علی بن مولوی ہمت علی ساکن ہلسہ سے منسوب تھیں، یہ دونوں بہنوں لاولد فوت ہوئیں۔

مولوی سید رضی الدین علیہ الرحمۃ کی محل دوئم جو بردوان محلہ رانی گنج کی رہنے والی تھیں، ان سے ایک بیٹے سید سلطان حسن تھے اُن کی اولاد اُس اطراف میں موجود ہے۔

کتب خانہ خاندان حکیم احمد اشرف:۔ حکیم احمد اشرفؒ کا خاندان دینی و دُنیاوی دونوں حیثیتوں سے بہت ممتاز رہا ہے، اس خاندان میں علمی ذخائر بہت تھے، وثائق و فرامین، قدیم یادداشتیں، مخطوطات مطبوعہ و قلمی کتابیں و دیگر علمی و تاریخی یادگاریں کثیر تعداد میں موجود تھیں اور یہ تمام چیزیں ذاتی کتبخانہ میں محفوظ تھیں، مگر اس خاندان کے اکثر و بیشتر افراد وطن سے باہر رہے، اسلئے اکثر چیزیں باہر چلی گئیں اور دوبارہ وطن واپس نہ لائی جا سکیں، تاہم اتنا ذخیرہ وطن میں بھی موجود تھا کہ اگر وہ تمام چیزیں اس وقت موجود ہوتیں تو نہ یہ کہ صرف اس خاندان کے ذاتی حالات پر روشنی پڑتی، بلکہ پھلواری کے دوسرے نامعلوم حالات بھی دریافت ہو سکتے تھے۔

افسوس یہ تمام چیزیں دست و برد زمانہ سے ضائع ہوئیں، سب سے پہلے جدی مولوی رضی الدین احمد علیہ الرحمۃ کا کتب خانہ ۱۳۰۱ھ میں نذر آتش ہوا۔

اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ ۱۳۰۱ھ میں پھلواری میں آتش زدگی کی وبا پھیلی، آگ اتنی شدید لگتی تھی کہ اس پر قابو پانا مشکل ہوتا تھا، ایک آفت سماوی تھی جو بلا کی طرح نازل ہوتی اور جس گھر کا رُخ کرتی خاکستر کرکے بجھتی، تھوڑی مدت میں پھلواری کی تقریباً تمام آبادی راکھ کا ڈھیر ہو چکی تھی۔

ابوالجد مولوی سید احمد یعقوب علیہ الرحمۃ ابتداءً اپنے آبائی قدیم مکان میں جو حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ کو ان کی پھوپھی نے ہبہ کیا تھا، اپنے تمام متعلقین کے ساتھ رہتے تھے، مگر جب خاندان وسیع ہو گیا اور اس مکان میں رہنے کی گنجائش نہ رہی تو آپ نے ایک دوسرا مکان محلہ سنگی مسجد میں زمین خرید کر کے نیا تعمیر کرایا (یہاں عنایت شہید کا مزار واقع ہے) یہ مکان وسیع پختہ اور دو منزلہ تھا، اس کی تعمیر کے بعد اہل و عیال کے ساتھ اسی مکان میں اٹھ آئے تھے۔

۱۳۰۱ھ کی آتش زدگی میں یہ بھی نذر آتش ہوا، آگ دروازہ سے لگی تھی، اسلئے گھر کے باشندوں کا گھر سے نکلنا مشکل تھا، دوسرے اسباب یہاں تک نکالے جاتے، ایک جانب کی دیوار جو موسم برسات میں کثرت بادوباراں سے منہدم ہو گئی تھی اور اس جگہ لکڑی کی جعفری لگا دی گئی تھی، جعفری کاٹ کر اہل مکان باہر لائے گئے، اس وقت قدردان علم و فن مجسمۂ علم و عرفان حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ اس جگہ تشریف فرما تھے، آپ کی نگاہ تمام سامان سے ہٹکر کتب خانہ پر پڑی، آپ نے راقم الحروف کے والد مولوی سید محی الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ سے کتب خانہ کی کنجی مانگی کہ کتابوں کو جتنا نکال سکوں نکال لوں، مگر بروقت کنجی نہ مل سکی اور تمام سامان کے ساتھ یہ کتب خانہ بھی خاکستر ہوا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

دوسرا کتب خانہ جو حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ کے دوسرے صاحبزادہ مولوی حکیم وجیہ الدین علیہ الرحمۃ کے زیر نگرانی تھا اور جس میں بعد میں مولانا حافظ عبدالغنی قدس سرہٗ کا کتب خانہ بھی شامل ہو گیا تھا وہ ماضی قریب میں بعض ناعاقبت اندیش افراد کے تغافل و لاپروائی سے دیمک کی نذر ہوا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے میرے ذاتی مذاق اور کتبخانہ مجیبیہ نے اتنا سہارا دیا کہ یہ نامکمل اور منتشر احوال مرتب شکل میں پیش کر سکا ہوں ورنہ اس دور میں اتنے حالات کا جمع کرنا بھی مشکل تھا۔

مولوی سید محی الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ :- ولادت ۲۹ رجمادی الاول ۱۲۶۶ھ ہے، ۱۲۶۷ھ میں جبکہ آپ کی عمر ایک سال کی تھی، آپ کے والد مولوی سید رضی الدین احمد علیہ الرحمۃ اپنی ملازمت پر بردوان تشریف لیگئے تھے اور انیس ۱۹ سال تک وطن آنے کا موقع نہ مل سکا۔

آپ جب سن شعور کو پہنچے والد سے ملاقات کی تمنا دل میں پیدا ہوئی چاہتے تھے کوئی موقع ملے تو والد کی خدمت میں حاضر ہوں، مگر بُعد مسافت اور راستہ کی دشواریوں کی وجہ سے تنہا جانے کی ہمت نہ ہوئی، مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ جو آپ کے قریبی قرابتمند اور آپ کے والد کے مخلص دوست تھے، اکثر کلکتہ و بردوان وغیرہ تشریف لیجاتے تھے، اور اُن کا قیام بھی زیادہ تر کلکتہ اور بردوان میں آپ کے والد ہی کے ہاں رہا کرتا تھا، اسلئے ایک مرتبہ آپ نے مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ سے عرض کیا کہ مجھے والد سے ملنے کی تمنا ہے آپ جب کلکتہ تشریف لیجائیں مجھے بھی ساتھ لے لیں کہ شرف پابوسی حاصل کر سکوں۔

چنانچہ ۱۲۷۹ھ میں مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ جب کلکتہ تشریف لیجانے لگے تو آپ بھی ساتھ ہو لئے، اُس وقت آپ کی عمر تیرہ سال کی تھی اور آپ کے والد مولوی رضی الدین علیہ الرحمۃ اس زمانہ میں کلکتہ ہی میں مقیم تھے، مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ نے یہ ہدایت کر دی تھی کہ تم جب وہاں پہنچو سلام و مصافحہ کے بعد خموش کنارے بیٹھ جانا، دیکھوں تمہارے والد تمہیں پہچانتے ہیں یا نہیں، الغرض جب آپ کلکتہ اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام و مصافحہ کے بعد خموش کنارے بیٹھ گئے، والد نے سر سے پا تک چند مرتبہ آپ کو دیکھا، مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ نے دریافت کیا، آپ بار بار کیا دیکھتے ہیں ؟ آپ کے والد نے جواب دیا۔ اپنے فرزند کو دیکھتا ہوں۔

چند روز مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ کے ساتھ کلکتہ میں اپنے والد کی خدمت میں حاضر رہے، جب مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ وطن واپس آنے لگے تو آپ کے والد نے فرمایا کہ اس بچّے کو یہیں رہنے دو کہ اس کی تعلیم کا بہتر انتظام کر دوں اور خیال کیا گیا کہ انگریزی تعلیم دلوائی جائے، ایک ماسٹر رکھے گئے، جنھوں نے انگریزی شروع کرائی، آپ بہت ہی محنت و شوق سے پڑھتے تھے، تھوڑی ہی مدت میں کافی الفاظ زبان زد ہو گئے کہ بے تکلف زبان سے ادا ہوتے، ایک روز کسی چھوٹے بچے کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے، بچہ کسی جگہ بھول کر غلط پڑھ گیا آپ نے روکا کہ صحیح پڑھے مگر پھر بھی وہ غلط پڑھتا رہا، آخر آپ نے جھڑک کر کہا "اسپیل کر" بچہ نہ سمجھا اور حیرت سے مُنھ دیکھنے لگا۔

اللہ بہتر جانتا ہے بچہ کی اس حیرت میں کتنے معانی پنہاں تھے، آپ کے لئے یہ حیرت تازیانۂ عبرت بن گئی، آپ نے خیال کیا میں اپنی حقیقت سے بہت دُور جا رہا ہوں، جس چیز کو شربت کا گھونٹ سمجھکر پی رہا ہوں وہ مجھے گھُن کی طرح کھا رہی ہے، چند دنوں میں آداب القرآن تک بھُول گیا اور قرآن کے

مقابلہ میں ایسا لفظ استعمال کرنے لگا جو احترام قرآن کے بالکل خلاف ہے، اگر میرے غلو وشغف کا یہی حال رہا تو کیا عجب کہ ابتدائی انس کھو بیٹھوں، اس سے تو بہتر ہے کہ عربی کی تکمیل کروں اور بقیہ عمر یاد الٰہی میں بسر کروں، اس دن سے انگریزی تعلیم ترک کر دی اور عربی کی طرف متوجہ ہوئے، چونکہ عربی تعلیم کیلئے پھلواری زیادہ موزوں تھی اسلئے وطن چلے آئے اور مولانا شاہ محمد وحید الحق منعمی اور اپنے ماموں مولانا محمد عارف بن مولانا احمدی علیہما الرحمۃ سے درسیات پڑھیں۔

کم عمری میں ہی جبکہ آپ کی عمر نو سال کی تھی آپ کی والدہ نے حاجی احمد علی ابراہیم قدس سرہٗ سے مرید کرادیا تھا، سن شعور کو پہنچنے کے بعد اپنے شیخ سے آپ نے اکثر اوراد و وظائف کی اجازت لی جس پر مدادم رہے۔ ـــــ ۱۲۸۶ھ میں جبکہ آپ کی تقریب شادی انجام دینے کے خیال سے آپ کے والد مولوی مولوی رشی الدین احمد علیہ الرحمۃ پھلواری تشریف لائے اور کامل دو سال مقیم رہے، اسی اثناء میں ایک روز آپ نے اپنے والد سے عرض کیا کہ "عمل سورۂ مزمل" کی اجازت عنایت فرمائیے، آپ نے فرمایا جس عمل کی تم اجازت مانگتے ہو اس کا طریقہ بہت اہم ہے، عامل کو مختلف ابتلا و آزمائش سے گذرنا پڑتا ہے، اور ہر قلب اس ابتلا و آزمائش کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اسلئے میں اجازت تو دیتا ہوں مگر عمل کرنے کا حکم نہیں دوں گا، البتہ مجھے اپنے شیوخ سے جو سلاسل پہنچے ہیں اور جن اذکار و اعمال کی مجھے اجازت حاصل ہے ان تمام چیزوں کی اجازت میں تمہیں دیتا ہوں۔

اس کے بعد آپ کے والد نے بطور مناولت اذکار و اعمال کا سفینہ اور اپنا اجازت نامہ آپ کو عطا فرماتے ہوئے تمام چیزوں کی اجازت، عطا فرمائی۔

سلسلۂ قادریہ بدریہ کی اجازت اپنے خالہ زاد بھائی مولوی محمد یحییٰ بن مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ سے حاصل کی۔ ـــــ ۱۲۹۰ھ میں اپنے شیخ حاجی احمد علی ابراہیم علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ سے آپ نے رجوع کیا اور سلوک طریقہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

شادی کے بعد اکثر آپ کا قیام پھلواری سے باہر رہتا تھا، جب کبھی اپنی صاہرہ موضع علی نگر جاتے برس چھ مہینے رہجاتے، علی نگر میں گرچہ علمی ماحول تھا لیکن عوام مذہبی ذوق سے بہت دور تھے، ان میں پست اقوام کے اکثر گھرانے ہندوؤں کی صحبت میں "چھٹھ" اور دیگر ہندوانہ رسمیں بھی کرتے تھے، آپ کو

یہ چیز بہت گراں گزرتی تھی، لیکن چونکہ مستقل قیام وہاں نہیں تھا اسلئے کوئی اصلاحی پروگرام بنانے کا موقع نہیں تھا ــــــ ۱۳۰۱ھ کی آتش زدگی میں جبکہ آپ کا تمام اسباب و مکان جل گیا اور وطن میں بجز اس کے کہ نیا مکان بنایا جائے یا دوسرا کرایہ کا مکان لیا جائے اور یہ دونوں ہی صورتیں اس وقت ناممکن تھیں، اسلئے کچھ دنوں تک آپ اپنے تمام متعلقین اور اہل وعیال کے ساتھ سنگی مسجد میں جھونپڑا ڈال کر مقیم رہے، پھر ایک قرابتمند کے مکان میں ایک سال مقیم رہے، مگر اس طرح زندگی کب تک بسر ہوتی، بالآخر آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ تمام اہل وعیال کے ساتھ علی نگر چلا جاؤں اس وقت آپ کی والدہ بقید حیات تھیں اپنے خیال کا اظہار اپنے والدہ سے کیا، انہوں نے بھی اس خیال کی تائید کی اور فرمایا کہ بہتر ہے تم علی نگر چلے جاؤ لیکن میں یہیں رہوں گی اور اپنے آبائی مکان میں منتقل ہو جاتی ہوں۔ والدہ کو نانہالی مکان میں پہنچا کر آپ تمام متعلقین و اہل وعیال کے ساتھ علی نگر ضلع دربھنگہ تشریف لیگئے۔

بچپن سے جوانی تک آپ کی زندگی کا دو ہی محبوب ترین مشغلہ تھا، کثرت اوراد و نوافل اور تعلیم و تعلم، ہمیشہ کچھ نہ کچھ طلباء کی جاگیریں آپ کے ہاں رہتی تھیں، قصبہ کے دوسرے طلباء بھی آپ سے پڑھا کرتے تھے، چنانچہ جب آپ پھلواری سے علی نگر تشریف لیگئے تو اکثر طلبہ بھی جو آپ سے یہاں پڑھتے تھے علی نگر پہنچ گئے۔

موضع علی نگر کی قدیم مسجد جس کو شیخ جعفر علی فاروقی علیہ الرحمۃ نے بنوایا تھا، آبادی سے دور ہونے کی وجہ سے غیر آباد ہو رہی تھی، آپ نے اس مسجد کو صاف کروا کر اس کی چونہ گردانی کروائی اور جماعت پنجگانہ اور جمعہ از سر نو قائم کیا اور ان طلباء کے لئے جو وہاں پہنچ گئے تھے ان کی رہائش کے خیال سے اسی مسجد کے قریب ایک خس پوش مکان اپنے سسرالی اعزہ سے کہکر بنوا دیا اور اس کی کفالت اپنے ذمہ رکھی اور خوشی کے ساتھ عام اصلاح و تبلیغ کے کام میں مشغول ہوئے۔

مسجد میں امامت خود کرتے تھے اور جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد تفسیر قرآن کا درس دیتے تھے جو اہل حاجت آپ کے پاس آتے ان کو دینی باتیں بتاتے، اس طرح تھوڑی مدت میں وہاں کے عوام پر بہت اچھا اثر پڑا اور اکثر نامشروع ہندوانہ رسمیں انہوں نے ترک کر دیں، مسجد کی جماعت بھی بہت بڑھ گئی اور خاصہ دینی ماحول پیدا ہو گیا۔

آپ کے زہد و تقوی و پاک نفسی کی وجہ سے علی نگر اور اطراف واکناف کے مسلمانوں کو آپ سے

عقیدت مندی پیدا ہوئی اور اکثر افراد نے بیعت کی خواہش ظاہر کی، ان میں سب سے پہلے اظہارِ عقیدت کرنے والے مولوی عبدالغفور مرحوم تھے، مگر آپ نے بیعت لینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ میں کسی کی بیعت نہیں لیتا ہوں لیا بہتر ہے جو لوگ مجھ سے مرید ہونا چاہتے ہیں وہ پھلواری چلے جائیں اور صاحبِ سجادہ سے مرید ہوں، بعض افراد نے یہ عذر کیا کہ ہم لوگ کم مایہ ہیں مصارف سفر برداشت نہیں کر سکتے اور ہم میں کچھ لوگ ضعیف بھی ہیں اسلئے وہاں تک پہنچنا مشکل ہے۔

اس زمانہ میں پھلواری میں حضرت شاہ علی الحق علیہ الرحمۃ زیب سجادہ تھے، آپ نے ایک خط حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو لکھا کہ یہاں بہت لوگ مرید ہونا چاہتے ہیں آپ کسی شخص کو بھیجدیں کہ یہاں آکر لوگوں کی بیعت لیلے، حضرت پیر و مرشد نے جواب میں یہ لکھ کر بھیجا کہ آپ سے بہتر وہاں بھیجنے کے لئے کون آدمی مجھے ملے گا، آپ ہی بیعت لے لیں، اور اسی خط میں جملہ سلاسل کا اجازت نامہ لکھ کر بھیجدیا ـــــــ اس خط کے پہنچنے کے کچھ مدت کے بعد مولوی عبدالغفور مرحوم علی نگری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انتہائی عقیدت مندی کے اظہار کے ساتھ آپ سے بیعت کی درخواست کی۔

ان کی درخواست پر آپ بہت روئے اور فرمایا کہ بھئی آپ لوگوں نے اکثر مجھ سے بیعت کے متعلق کہا لیکن ہمیشہ میں انکار کرتا رہا، اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ گرچہ مجھے اپنے والد سے جملہ سلاسل کی اجازت موجود ہے مگر میں نے کبھی اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھا، آپ لوگوں کی درخواست پر میں نے ایک خط پھلواری لکھ بھیجا تھا کہ اس کام کے لئے کوئی شخص یہاں بھیجدیا جائے تاکہ آپ لوگوں کی بیعت لے لے، لیکن وہاں سے جواب میں اجازت نامہ آیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ میں ہی بیعت لے لوں، آپ نے خط اور اجازت نامہ مولوی عبدالغفور مرحوم کے سامنے رکھدیا اور فرمایا کہ اب میں نیابتہً آپ لوگوں کی بیعت لے لوں گا، مولوی عبدالغفور مرحوم نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ سے عقیدت مندی ہے، اگر آپ نے نیابتہً بھی بیعت لی تو میرے لئے اصالتہً ہی ہوگی، اس کے بعد علی نگر اور اطراف علی نگر کے بہت لوگ اصالتہً اور نیابتہً آپ سے مرید ہوئے۔

مگر اس پیری مریدی کے سلسلہ کو آپ نے بہت طول نہیں دیا، یہ سلسلہ علی نگر اور اس کے اطراف تک ہی محدود رہا، پھلواری پہنچنے کے بعد بعض خاص عزیزوں نے خاص خاص سلسلہ میں آپ سے بیعت کی۔

کامل آٹھ سال آپ علی نگر میں مقیم رہے اسی اثناء میں والدہ کی ملاقات اور عرس ربیع الاول کی شرکت کے خیال سے وطن بھی آتے تھے، مگر یہ آمد مہمانوں کی طرح ہوتی تھی، ۱۳۱۱ھ میں جبکہ آپ کی بڑی صاحبزادی کا

منسوب حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ سے ہوئی اور اس وقت پیر و مرشد قدس سرہٗ سجادۂ مجیبیہ پر جانشین ہو چکے تھے اور شرط سجادگی کے ماتحت قصبہ سے باہر جانا ناممکن تھا، اس لئے یہ رائے ہوئی کہ تمام لوگ علی نگر سے اٹھکر پھلواری چلے آئیں اور یہیں سے تقریب انجام دیجائے، چنانچہ بتاریخ ۲۶ صفر ۱۳۱۱ھ میں پھلواری میں ایک قرابتمند کا مکان عاریۃً لیکر یہ تقریب انجام پائی۔

آپ کو اپنی بیٹی سے بہت محبت تھی اور بیٹی بھی باپ سے ازحد مانوس تھیں، دونوں ہی ایک دوسرے کی جدائی گوارہ نہیں کرتے تھے، ناچار شفقتِ پدری اور الفتِ وطن کے جذبات نے مجبور کیا اور دوبارہ پلٹ کر علی نگر جانے کی ہمت نہ ہوئی، حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے آپ کی پاکبازی و صلاح باطن و قرابت خاصہ سے متاثر ہوکر اپنا آبائی مکان قیام کے لئے عطا فرمایا، اس وقت سے آخر عمر تک اسی مکان میں مقیم رہے۔

تمام زندگی زاہدانہ و متوکلانہ بسر کی، طبیعت نہایت صالح و امانت دار تھی، پھلواری میں مختلف خاندان آباد تھے، آپس میں شکر رنجیاں بھی ہوتی تھیں، معاصرانہ چشمک بھی رہتی تھی، مگر آپ اپنی امانت دار فطرت سے ہر جگہ مقبول تھے، ہر شخص آپ کو اپنا دوست اور مخلص سمجھتا تھا، اپنے مسلک اور عقیدہ میں بہت راسخ تھے، بدعقیدتی کی کوئی بات سُننی گوارا نہیں تھی، مولوی منظور احمد علیہ الرحمۃ جو آپ کے خاص قرابتمند تھے، اور آپ سے ان کے مراسم بھی بہت خوشگوار تھے، اکثر ان کے ہاں آپ کی نشست بھی رہتی تھی، ایک مرتبہ گفتگو میں کوئی ایسا جملہ بول گئے جس سے بعض اجل صحابہ کی توہین ہوتی تھی آپ کو انتہائی رنج ہوا اور اسی وقت وہاں سے اُٹھکر چلے آئے اور ایک مدت تک وہاں کی نشست ترک کر دی۔

خاندانی اور پھلواری کی عمومی تاریخ کے ماہر تھے، آخر عمر تک حافظہ اتنا قوی تھا کہ برسوں کی سُنی ہوئی باتیں اور اپنی زندگی کے دیکھے ہوئے واقعات حرف بحرف اس طرح بیان کرتے گویا ابھی دیکھ سُنکر بولتے ہیں، اگر کسی واقعہ کو بیس سال پیشتر آپ کی زبان سے سُنا ہے تو بیس سال کے بعد بھی اُسی عنوان سے سُنیں گے جس طرح پہلی مرتبہ سُنا تھا۔

آپ کی مجلس میں اولیاء اللہ کے تذکرے اور پھلواری کے قدیم بزرگوں کا ذکر خیر رہا کرتا تھا، دوسری باتیں ضمناً ہی آتی تھیں، میرا یہ تذکرہ اکثر و بیشتر آپ کی ان پاک مجلسوں کا بھی مرہون ہے۔

آخر عمر میں موتیابند کی وجہ سے بصارت جاتی رہی تھی، آپ نے نذر مانی کہ خداوندا اگر میری آنکھیں بن گئیں اور دوبارہ روشنی آگئی تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرۃ العینین سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین علیہما السلام

کی سوانح حیات لکھوں گا، چند سال کے بعد آپ نے آنکھ بنوائی اور بفضلہ دونوں آنکھیں سابق کی طرح روشن ہوگئیں، آپ نے نذر پوری کی اور ایک مختصر رسالہ منقبت امامین میں لکھا، اس کے علاوہ آپ کے دستخاص کے لکھے ہوئے اکثر مخطوطات محفوظ ہیں، اسّی برس کی عمر میں بتاریخ ۶ رجمادی الاخریٰ بروز جمعہ ۱۳۴۶ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں بارہ دری کے زینہ سے متصل بجانب شمال مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی موضع علی نگر ضلع دربھنگہ میں شیخ حیدر علی[1] فاروقی علیہ الرحمۃ کی چھوٹی صاحبزادی بی بی خاتون النساء سے ہوئی تھی، ان سے تین بیٹے مولوی معین الدین احمد، حافظ خلیل الدین احمد اور کاتب الحروف محمد شعیب ہیں۔ اور ایک لڑکی بی بی بنت الرسول اہلیہ ثانیہ حضرت پیرو مرشد مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ العزیز تھیں۔

مولانا سید معین الدین احمد علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ، ابتدائی کتابیں اپنے والد و مولانا وحید الحق منعمی اور مولانا صفت اللہ علیہم الرحمۃ سے پڑھیں، پھر آرہ مدرسہ "حنفیہ" میں تکمیل کی غرض سے تشریف لےگئے اور مولوی حکیم عبدالوہاب الہ آبادی سے متوسطات پڑھتے رہے، اسی اثناء میں مولانا عبداللہ رامپوری علیہ الرحمۃ خانقاہ مجیبیہ میں جب مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کے لئے بلائے گئے تو آپ بھی آرہ سے واپس آکر مولانا شاہ محی الدین علیہ الرحمۃ کے ہمدرس ہوگئے، کچھ دنوں کے بعد

---

[1] شیخ حیدر علی بن شیخ یوسف علی بن خواجہ سعد اللہ بن خواجہ احمد بن خواجہ محمد بن خواجہ عطاء اللہ کے از اولاد حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ساکن قصبہ ملانواں علاقہ الہ آباد اپنے وطن سے ہجرت کرکے صوبہ بہار علاقہ ترہت موضع علی نگر ضلع دربھنگہ میں آکر آباد ہوئے اور اس جوار میں زمینداری حاصل کی اور نہایت عزت واقتدار و عروج کی زندگی بسر کی، اس اطراف کے ممتاز خاندان سادات و شیوخ میں اپنے علو خاندانی کی وجہ سے تعلقات ازدواج پیدا کئے موضع حسینا جو بھگوان پور اسٹیشن کے متصل ضلع مظفر پور میں واقع ہے موضع ابھروا، موضع جوڑ بہار حاجی پور جہوا وغیرہ کے سادات خاندان سے ان کی قرابت و برادری ہے، پھلواری شریف سے بھی اس جدید قرابت سے پہلے بذریعہ ازدواج قرابت قائم ہوچکی تھی اسی بناء پر کاتب الحروف کے والد کی شادی اس خاندان میں ہوئی، بہت عرصہ تک یہ خاندان برسر اقتدار و عروج رہا، ابتک اس خاندان کے افراد موجود ہیں، کاتب الحروف کے بڑے ماموں شیخ واعظ علی کے بھی اولاد ہیں، منجھلے ماموں شیخ واصل علی کے ایک بیٹے برادرم حاجی عنایت حسین موجود ہیں، چھوٹے ماموں بابو شیخ اظہر علی مرحوم کی بحمد اللہ پانچ اولاد بابو غلام علی اکبر بابو انیس و بابو نذیر احمد حافظ شہاب الدین عرف الکو امام جامع مسجد گیا اور حکیم منظر حسین ہیں، بحمد اللہ کل اخوان صاحب اولاد ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے دنا کو قائم رکھے شیخ حیدر علی مرحوم حضرت شاہ علیم الدین بلخی رائے پورہ کے مرید تھے، ان کی وفات ۱۰ ربیع الاول ۱۲۸۱ھ میں بعمر ایک سو بیس سال ۱۲۰ کی عمر میں ہوئی، مزار علی نگر میں ہے۔

مولانا عبداللہ علیہ الرحمۃ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لیگئے اوران کی جگہ مولانا عبدالرحمٰن ناصری گنجی مدرس مقرر ہوئے، جن سے دونوں بزرگوں کی تکمیل ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ دستاربندی ہوئی۔

بالغ الاستعداد تھے اور بہت متورع طبیعت پائی تھی، پیرو مرشد قدس سرہٗ سے بیعت تھی، حضرت نے اذکار و اشغال بھی تعلیم فرمائے تھے، ادعیہ ماثورہ کی ایک فہرست جس میں تہجد کے وقت سے عشاء بلکہ بستر پر جانے کے وقت تک کی تمام ماثورہ دعائیں مرقوم ہیں، حضرت پیرو مرشد نے دستِ خاص سے لکھکر بطور دستور العمل آپ کو عنایت فرمائی تھی۔

تحصیل علوم کے بعد کچھ دن مدرّس رہے پھر تجارت کا شوق ہوا، مگر عمر نے دفا نہ کیا اور عالم شباب میں چونتیس (۳۴) سال کی عمر میں بتاریخ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ میں تین روز بیمار رہکر انتقال کیا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

اُسی سال ۱۳۲۶ھ میں آپ کو آپ کے خاندان کے ایک بزرگ مولوی شاہ اویس رسول بن مولوی عارف بن مولانا احمدی قدس سرہٗ نے سلسلہ طیبیہ رشیدیہ کی اجازت اپنے دستِ خاص سے لکھکر عنایت فرمائی تھی۔[۱]

آپ کی شادی مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی علیہ الرحمۃ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک بیٹے نورچشم مولوی سید محمد عز الدین سلمہٗ ہیں۔

مولوی سیّد محمد عزالدین سلمہ اللہ تعالےٰ۔ تاریخ ولادت ۲۲ شعبان ۱۳۲۳ھ ہجری۔

ابتدائی کتابیں کچھ کاتب الحروف اور کچھ مولوی نظام الدین سلمہٗ اللہ سے پڑھیں، پھر کتب درسیہ تمام و کمال

---

[۱] اجازت نامہ کی عبارت یہ ہے:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین وبہ نستعین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ سیدنا ومولانا محمد سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔ اللّٰھم انی اجزت لاخذ البیعۃ فی الطریقۃ القادریۃ الطیبۃ الرشیدیۃ والجشتیۃ الطیبۃ الرشیدیۃ لاعزی مولوی شاہ معین الدین احمد اوصلہ اللہ تعالیٰ الی اعلیٰ مدارج العرفان وصانہ اللہ عن شرّ حاسدٍ اذا حسد کما کنت مجازاً عن المعظم المکرم مرشدی مولوی المعنوی شاہ عبد العلیم الرشیدی افاض اللہ فیوضاتہ علینا وھو عن شیخہ المعظم حاجی شاہ مولوی غلام معین الدین الرشیدی الجونفوری وھو عن شیخہ الاعظم حضرت شاہ امیر الدین الرشیدی الجونفوری اعلی اللہ درجاتھم فی اعلیٰ علیین ولفعنا اللہ ببرکات اسرارھم، اللّٰھم اجر منہ لطرق شیوخنا الکرام واوصیہ بتقوی اللہ والاحسان فی السرّ والاعلان وان لا ینسانی بصالح دعوات فی الخلوات والجلوات ربنا تقبل منّا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التوّاب الرحیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ الراجی لشفاعت الرسول محمد اویس رسول القادری الفلواری غفرلہ اللہ ذی قعدہ ۱۳۲۶ من ہجرۃ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

انہوں نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اساتذہ سے پڑھیں، اور اپنی ذاتی صلاحیت کی وجہ سے ندوۃ العلماء میں مدرس ہوئے، پھر شاہی مسجد لاہور میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، پھر کچھ مدت کے بعد کانپور کی تاریخی مسجد مچھلی بازار میں اسی خطابت و امامت کے عہدہ پر مامور ہوئے، مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد ندوۃ العلماء کے اساتذہ نے ادب و تفسیر کے لئے ان کی ضرورت محسوس کی اور دوبارہ آپ کو ندوۃ العلماء میں بلا لیا، اس نے میں ندوہ کی انتظامی حالت خراب ہو رہی تھی، اس لئے دل برداشتہ ہو کر مستعفی ہو گئے، کچھ دنوں گھر پر مقیم رہے اور تبلیغی کام کرتے رہے، ۱۳۶۴ھ میں مدرسہ اسلامیہ رانچی میں پرنسپل ہو کر گئے تھے، مگر اب وطن ہی میں مقیم ہیں اور تبلیغی و دینی خدمت انجام دے رہے ہیں،

آپ کے استاد مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکی نے صحاح ستہ وغیرہ کی مختلف سندیں عطا فرمائیں، مولانا احمد علی سہارن پوری وغیرہ کی عطا کی ہیں۔

الحمد للہ علمی دنیا میں اپنے معاصرین و ہم چشموں میں ممتاز مقام پایا ہے، آپ کا شمار صوبہ کے بہترین مقرر اور اچھے مصنفین میں ہے، آپ کی تصنیف سے کئی کتابیں اور چند رسائل ہیں، جن میں "کشف الظلام ترجمہ شفاء الاسقام" "تاریخ علوم حدیث" "حیات احمد بن حنبل" "سیدات اسلام" اور عربی مضامین مشہور و مقبول ہیں۔

بیعت اجازت و خلافت اپنے نانا مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ سے ہے اور اپنے جد امجد مولوی سید محی الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ اور اپنے خسر حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کی طرف سے بھی جمیع سلاسل کے مجاز ہیں، اللہ تعالےٰ ان کی عمر دراز کرے اور ہمیشہ خدمت علم دین اور مذہب و ملت انجام دلوائے اور کار خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ان کی شادی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی ہے، ان سے اس وقت دو بچیاں ہیں، اور ایک بچہ انوار احمد رضوی جو بہت ہونہار تھا، اللہ کو پیارا ہو گیا۔

مولوی حافظ سید خلیل الدین احمد علیہ الرحمۃ۔ تاریخ ولادت ۴ر شوال ۱۲۹۴ھ،

آپ حافظ قرآن تھے اور درسیات بھی اساتذۂ مذکورین (جن کا ذکر بڑے بھائی مولوی سید معین الدین احمد رضوی مرحوم کے تذکرہ میں آچکا ہے) سے پڑھی تھی۔ پیر و مرشد قدس سرہٗ کے مرید و مجاز تھے، آپ نے بقیہ عمر زمینداری کی دیکھ بھال میں بسر کی، کتب بینی کا ذوق تھا، ہمیشہ نئے مصنفات منگواتے تھے، بڑے بھائی کی طرح آپ نے بھی عمر زیادہ نہیں پائی، انچالیس ۳۹ سال کی عمر میں بتاریخ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ میں داعی اجل کو

لبیک کہا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ کی محل اُولیٰ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی جو حضرت نصر قدس سرہٗ کی نواسی تھیں، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، افسوس دونوں نے انتقال کیا اور کوئی نسل ان سے جاری نہیں ہو سکی۔

دوسری شادی ناتہالی قرابت میں شیخ امیر الحسن مرحوم ساکن حسینا متصل اسٹیشن بھگوان پور ضلع مظفر پور کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک لڑکی ہوئی، جس کو کاتب الحروف نے اپنے لڑکے حکیم محمد یوسف رضوی سلمہٗ سے بیاہا تھا، ۲ر جمادی الآخر ۱۳۶۱ھ میں دو کم عمر بچے چھوڑ کر انتقال کر گئی۔

کاتب الحروف محمد شعیب بن مولوی سید محی الدین احمد رضوی

تذکرے کا تقاضہ ہے کہ میں اپنا بھی ترجمہ لکھوں، جرأت نہیں ہوتی "بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ" میں اپنی حالت آپ جانتا ہوں۔ ؎

کیم من بے نصیبے بینوائے — غریب آوارۂ مسکیں گدائے

وجودم ننگ دین و عارِ مذہب — سزاوار ملامت پُر خطائے

پیر و مرشد قدس سرہٗ کے یہ دو شعر میری حقیقت کے سچے ترجمان ہیں۔

ہمارے خاندان کے اکابر ذی علم، صاحبِ عرفان، عالی گوہر، دینی و دُنیاوی وجاہت سے آراستہ تھے، مگر میں بمصداق ؎

قدم نامبارک و مسعود — گر بدریا رود برآرد دُود

اس خاندان کے لئے ننگ ہوں۔

جمادی الاوّل کی ۲۹ر تاریخ بروز چہار شنبہ ۱۳۰۱ھ میں پیدا ہوا، ابھی بیس ہی دنوں کا تھا کہ یکایک گھر میں آگ لگی اور سارے اثاث البیوت نذر آتش ہو گئے، والدین نے خدا کے گھر یعنی مسجد سنگی میں پناہ لی، پھر جس پریشانی سے والدین نے بقیہ زندگانی بسر کی اس کا ذکر والد ماجد علیہ الرحمۃ کے تذکرہ میں آچکا ہے ـــــ کاش زندگی کا یہ پہلا حادثہ میرے لئے درس عبرت ہوتا، دُنیا اور دُنیاوی متاع کی حقیقت سمجھ میں آتی اور مسجد کی یہ پناہ گزینی والی اللہ مرجعکم کی طرف راہ بری کرتی۔

جس زمانہ میں والد مرحوم علی نگر میں مقیم تھے میری تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، مگر تحصیل علم کی طرف سے بد شوقی و بد مذاقی مجھے بدو شعور سے پیدا تھی، اسلئے کچھ حاصل نہ ہو سکا، ہاں یونہی سا قرآن مجید اور اُردو پڑھنا آ گیا، ۱۳۰۹ھ میں جب والد نے وطن کی طرف مراجعت کی تو میری تعلیم و تربیت کی طرف بھی متوجہ ہوئے مگر بد شوقی نے یہاں بھی ساتھ نہ چھوڑا، اس بد مذاقی اور لہو و لعب کی طرف میلان کے باوجود بزرگوں کی توجہ تعلیم کی طرف برابر رہی، فارسی کچھ والد نے پڑھائی اور "یوسف زلیخا" اخی مولوی انس مرحوم سے محض بے توجہی و بے توغلی کے ساتھ پڑھتا رہا، اسی کے ساتھ ممدوح نے مجھے میزان الصرف شروع کرایا، جب میزان ختم ہوئی منشعب پڑھائی، اب نسبتًا پڑھنے کا ذوق پیدا ہو گیا تھا، والد مرحوم کو اتنا موقع نہ تھا کہ وہ پورا وقت میری تعلیم پر صرف کرتے اور نہ اس زمانہ میں اس کی گنجائش تھی کہ کسی معلم کا انتظام کیا جاتا، ضرورت تھی کہ تعلیم کا معقول انتظام کیا جائے، اخی مولوی انس مرحوم گرچہ استاد شفیق تھے مگر ان کی شفقت سے میں اسی قدر فائدہ حاصل کر سکتا تھا جب تک ان کے پاس رہوں، وہاں سے آنے کے بعد میرے لئے پھر اپنا ماحول تھا اور کھیل کود کا دلچسپ مشغلہ، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے میزان و منشعب تو ختم کر لی مگر استعداد پیدا نہ کر سکا، یہاں تک کہ صیغہ پہچاننے کی بھی صلاحیت نہ ہوئی۔

اسی اثناء میں میری خوش قسمتی سے مولانا عبد اللہ صاحب رامپوری خانقاہ مجیبیہ میں مدرس ہوئے، انہوں نے مجھے ارشاد الصرف شروع کرائی، مجھ پر بہت شفقت فرماتے اور سختی سے نگراں رہتے، اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اپنے ساتھیوں میں جس قدر بد شوق تھا اسی قدر ذہین بھی تھا، اور میری قوتِ حافظہ بھی اچھی تھی۔

مگر تنہا استاذ کی شفقت سے کام نہیں چلتا، طالب علم کو بھی اپنے شوق سے کام لینا چاہیے، مولانا کی توجہ سے اتنا ضرور ہوا کہ فی الجملہ صلاحیت پیدا ہو گئی اور صرف و نحو کی کتابیں اختتام کو پہونچیں اور شرح جامی شروع ہوئی، عجب اتفاق کہ مولانا ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لیگئے، اور ان کی جگہ مولانا عبد الرحمٰن صاحب تشریف لائے، ممدوح نے میری کم استعدادی کو ملاحظہ فرمانے کے بعد مجھے شرح جامی میں ترکیب مشق کرانا شروع کی، اور تہذیب کا سبق بڑے بھائی مولوی معین الدین مرحوم کے ذمہ کر دیا، مولانا کی شفقت و توجہ سے علم کی حلاوت محسوس ہونے لگی اور میں نے درسیات پڑھ لی۔

جس قدر بچپن میں پڑھنے سے جی چراتا تھا اسی قدر مجھے خوشنویسی کا شوق تھا، ہر وقت

کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا یہاں تک کہ حافظ مولوی وسیع الدین (ساکن ہزاری باغ) سے خوش نویسی سیکھی، اور نسخ و نستعلیق دونوں ہی میں اپنی حد تک پوری مشق بہم پہونچائی۔

حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کی نگاہِ لطف و کرم بدو شعور ہی سے مجھ پر بے انتہا تھی، ہنگام تعلیم بحالیں حضرت نے مجھے مولانا ابو الخیر احمد مکی محدث قدس سرہٗ سے حدیث مسلسل بالاولیہ اور جملہ مرویات حدیث کی اجازت میرے بڑے بھائی مولوی معین الدین مرحوم کی معیت میں دلوائی تھی، حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ مجھے اپنی خدمت میں حاضر باش رکھتے، اپنی تحریرات کے مسودے مجھ سے صاف کرواتے، غرض یہ تھی کہ میرے اوقات کارِ خیر میں بسر ہوں، لہو و لعب میں پڑکر اوقاتِ عزیز برباد نہ کردوں۔

جب مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کو مکتوبات صدی اور ملفوظات کی تعلیم دینے لگے تو مجھے بھی درس میں شریک فرمایا۔

ان توجہات و عنایات کو دیکھتے ہوئے مجھے بھی شرم آئی اور دہم ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ میں نے بیعت حاصل کی، حضرت نے مجھے اذکار و اشغال کی تلقین فرمائی، اور مشق کی ہدایت فرمائی۔

افسوس میرے سرپرست و مربّی میری اصلاح کے درپئے رہے، لیکن میری حرماں نصیبی نے مجھے ان ثمرات سے بہرہ ور ہونے کا موقع نہ دیا، سب کچھ سیکھنے کے بعد بھی بے عملی کا عیب مجھ سے نہ گیا ؎

گلیم بخت کسے راکہ بافتند سیاہ   ز آب زمزم و کوثر سپید نتواں کرد

با ایں ہمہ عیوب و بے عملی حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے تمامی سلاسل اور جملہ مرویات حدیث کی تحریری اجازت عطا فرماکر مجھے اپنی غلامی کی سند عطا فرمائی۔

گرچہ میں بے عمل ہوں مگر اپنے بزرگوں کی نظرِ عنایات سے نجات کی پوری اُمید رکھتا ہوں۔

اہلِ سنت کا عقیدہ میرا ایمان ہے، اولیاء اللہ کا ہمیشہ سے معتقد ہوں، تمام اکابر ما سبق و حال کے ساتھ مجھے عقیدتمندی و نیازمندی رہی اور حسن ظن ہے۔ ؎

احب الصالحین ولست منھم   لعل اللہ یرزقنی صلاحا

شاید یہ بزرگان میرے حق میں دعاءِ خیر کریں اور مجھے میری بداعمالیوں اور بے عملیوں کے پھندے سے

نجات دلوائیں۔ —— کتب حدیث کی سند ان دونوں بزرگوں کے علاوہ مولانا علی اکرم آروی علیہ الرحمۃ اور مولوی امام الدین پنجابی نے بھی عطا فرمائی ہے۔

والد علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے تمام سلاسل آبائیہ وجیبیہ کی اجازت عطا فرمائی ہے۔

میری عزت و آبرو ظاہری وجاہت جو کچھ ہے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کی عنایت وتوجہات و شفقت کا ثمرہ ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ ؎

ساز و برگ من از حمایت اوست — و آنچہ دارم ہمہ عنایت اوست
من کہ سر بر نہادہ ام بدو کوں — گردنم زیر بار منت اوست

سولہ سال کی عمر میں میرے بڑے بھائی مولوی معین الدین مرحوم نے مجھے طبیب حاذق مولوی حکیم محمد وارث حسن ابوالعلائی منیری رحمۃ اللہ علیہ سے طب شروع کروائی، چونکہ اس وقت تک میں نے عربی اتنی نہیں پڑھی تھی کہ طب کی عربی کتابیں پڑھ سکوں، اس لئے ابتداءً حکیم صاحب مرحوم طب کی فارسی کتابیں پڑھاتے رہے، مگر کچھ مدت کے بعد جب میری بھی عربی کتابیں نکل چکی تھیں اور مولانا شاہ محمد محی الدین قادس سرہٗ کی کتابیں بھی تکمیل کے قریب تھیں، مولانا ممدوح کو بھی طب پڑھنے کا شوق پیدا ہوا، حکیم صاحب سے مولانا ممدوح نے بھی طب شروع کی، حکیم صاحب نے مجھے بھی ساتھ کر دیا اور مولانا ممدوح کی معیت میں میں نے بھی طب کی تکمیل کی۔ ع بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم،
پھر نسخہ نویسی سیکھی، حکیم صاحب بھی مجھ پر نظر شفقت رکھتے تھے اور انہی کی توجہ اور دعاؤں کی برکت ہے کہ اس فن کے ساتھ مجھے فی الجملہ مناسبت پیدا ہو گئی ہے، جس کی وجہ سے قوم کا حسن ظن میرے ساتھ ہے، اور اوقات خوش بسر کر لیتا ہوں۔

ہمارے استاد حکیم وارث حسن علیہ الرحمۃ منیری ابوالعلائی حکیم ابراہیم حسین لکھنوی کے شاگرد تھے اور وہ حکیم محمد یعقوب کے اور وہ حکیم مرتعش کے اور وہ استاد فن حکیم علوی خاں کے۔

حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ مجھ سے اپنی علمی تحریریں صاف کراتے تھے، اس کا اثر یہ ہوا کہ مجھے بھی تصنیفات کا شوق پیدا ہوا، ابتداءً اپنے بعض مضامین حضرت کی خدمت میں پیش کئے حضرت نے پسند فرمایا اور علمی رہنمائی فرمائی، اس سے میری ہمت بڑھی اور میں نے چند کتابیں لکھیں جن میں بعض نامکمل رہیں، اور بعض تکمیل کو پہنچیں۔

ازاں جملہ "تنویر الجنان فی خواص آیات القرآن" یہ کتاب فارسی میں لکھی تھی، کتاب کافی ضخیم ہوگئی، اس کی تین جلدیں ہیں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے والناس تک تمام سورہ کے فضائل و منافع احادیث اور دوسری مستند کتابوں سے جمع کئے ہیں، علاوہ ازیں اعمال سورہ کے وہ طریقے جو اولیاء اللہ کے معلومات سے ہیں اور مختلف خاندانوں میں معمول ہیں ان کو بھی اس میں جمع کر دیا ہے۔ غیر مطبوعہ ہے۔

"الدر الفرید فی سلاسل اہل التوحید" سلاسل اہل طریقت کی تحقیق اور ان کے کثیر در کثیر شعب اور نسبتوں کا ذکر ہے، غیر مطبوعہ ہے بزبان عربی۔

"رسالہ جدری" چیچک کے جملہ اقسام اور ان کی پیدائش کے اسباب پر باقاعدہ طب قدیم تحقیقی بات لکھی ہے، غیر مطبوعہ۔

"حیات فرد" حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ کی سوانح حیات ہے جو دیوانِ فرد کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

"جلوۂ حبیب" سوانح حیات حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ، غیر مطبوعہ۔

"غم بے ملال" مطبوعہ ہے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے واقعات علالت و وفات ہیں۔

"القرون الماضیہ فی القریۃ الناجیہ" اکابر پھلواری کا مبسوط تذکرہ ہے، پیش نظر رسالہ اسی اطناب کا ایجاز ہے۔

تجلیاتِ انوار، ذکر شیوخ بہار، حدیقۃ الازہار، تذکرۂ علماء، مدرسین بہار یہ کتاب پہلے عربی میں لکھی گئی تھی مگر اس کو وسعت دیکر اردو میں لکھا ہے، مثنوی نوائے دل تذکرۂ شعرائے پھلواری، بزم شعرا۔

ہمیشہ سے پھلواری کا ماحول شاعرانہ ہے، ہر زمانہ میں یہاں اہل علم موزون طبع رہے ہیں، میں نے جب ہوش سنبھالا تو مجھے بھی اپنے گرد و پیش ایسا ہی ماحول نظر آیا، پیر و مرشد قدس سرہٗ شاعر تھے، والد مرحوم کو بھی کچھ ذوق تھا، قصبہ میں بزرگوں اور معاصرین و ہمعمروں میں اچھے اچھے شعراء موجود تھے، ان کی ہمنشینی سے مجھے بھی شوق ہوا، فارسی میں کچھ غزلیں کہہ لیتا ہوں، تاریخ گوئی کا بھی مذاق ہے مگر میں نے کبھی شاعری کی طرف توجہ نہیں کی اور نہ کسی استاد سے اصلاح لی، جب کبھی

طبیعت موزوں ہوئی کچھ کہہ لیا، اس لئے میرے پاس کلام کا کوئی وقیع سرمایہ نہیں ہے ہر دو بیاض میں کچھ غزلیں ملیں گی۔

میری شادی جناب مولوی محمد امین صاحب مرحوم رئیس اعظم موضع روہائی ضلع گیا کی بڑی لڑکی سے ہوئی، مولوی صاحب مرحوم فاروقی النسب تھے حضرت مخدوم منعم پاک عظیم آبادی قدس سرہٗ کے ہمجد اور حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے بہت فدائی اور مخلص مرید تھے،

موضع روہائی سے پھلواری کے قدیم برادرانہ تعلقات چلے آتے ہیں، گو امتداد زمانہ سے قرابت کے تعلقات بعید ہو گئے تھے، مگر رواسم و مراسم اب تک اس خاندان سے بہت گہرے ہیں۔

مولوی امین صاحب مرحوم والد علیہ الرحمۃ کو بھائی کہا کرتے تھے، اسی طرح والد علیہ الرحمۃ مولوی صاحب کے والد اور چچا کو چچا کے لفظ سے یاد کرتے تھے، کاتب الحروف کے دادا مولوی سید رضی الدین احمد علیہ الرحمۃ ڈپٹی مجسٹریٹ کلکتہ اور مولوی صاحب مرحوم کے چچا مولوی فضل حسین صاحب مرحوم مختار کلکتہ ہائی کورٹ کے درمیان بہت گہرے دوستانہ مراسم تھے، جس زمانہ میں یہ دونوں بزرگ اپنی ملازمت اور پریکٹس کی وجہ سے کلکتہ میں مقیم تھے، مولوی فضل حسین صاحب مرحوم کی والدہ اگر کوئی تحفہ اپنے صاحبزادہ کے لئے بھیجتیں تو اسی مقدار میں ایک دوسرا حصہ دادا مرحوم کے لئے بھی جاتا، اسی طرح اگر پھلواری سے کوئی چیز جاتی تو اس میں مختار فضل حسین صاحب مرحوم برابر کے شریک ہوتے۔

انہی اخلاص و رواسم کا یہ اثر ہوا کہ والد مرحوم نے میری منسوب مولوی صاحب کے ہاں کرنی چاہی، حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے بھی اس خیال کی تائید کی اور خود ہی پیش پیش ہو کر یہ تقریب انجام دلوائی، اس شادی سے مجھے آٹھ اولادیں ہوئیں جن میں اب تین بچ رہی ہیں، ایک لڑکا حکیم محمد یوسف رضوی، اور دو لڑکیاں ہیں۔

میری بڑی لڑکی میرے بھانجے مولوی حافظ شہاب الدین بن حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ سے بیاہی ہے اور منجھلی لڑکی کو میں نے اپنے ماموں زاد بھائی مولوی حافظ شہاب الدین عرف اکلو بن مولوی اظہر علی (ساکن علی نگر ضلع دربھنگہ) سے بیاہا ہے، ماشاء اللہ دونوں صاحب اولاد ہیں، بڑی لڑکی کی اولاد کا تذکرہ حافظ شہاب الدین سلمہٗ کے تذکرہ میں آچکا ہے، منجھلی لڑکی کے دو لڑکے شیخ شمس الہدیٰ عرف محمد منہاج الدین، اور شیخ محمد اکبر علی عرف محمد برہان الدین، اور دو بچیاں ہیں، عرفانہ فرحانہ

۱۳۵۶

عرفانہ نے دارِ بقا کو رحلت فرمائی، اس کے بعد ایک لڑکا مصباح الدین پیدا ہوا ہے، اللہ اس کی عمر میں ترقی عطا فرمائے
کاتب الحروف کی نخل دوم سے بھی اولاد ہے، چند لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔
—— اللہ تعالےٰ میری تمام اولاد کی عمر دراز کرے، ان کو صلاح و فلاح دارین عطا فرمائے
علم و فضل و تقویٰ سے آراستہ کرے، ان سے خاندان کو بڑھائے، ان کی رزق میں برکت دے، میری بے عملی
و بداعمالیوں کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھے، اسلاف کے مبارک نقش قدم پر قدم بقدم چلائے، اور
دین و ملت کا سچا خادم بنائے۔

مولوی حکیم سید محمد یوسف رضوی سلمہ اللہ:۔ تاریخ ولادت یکم صفر یوم جمعہ ۱۳۳۱ھ ہجری،
ابتدائی کتابیں "شرح ملا جامی" تک مجھ سے اور مولوی نظام الدین سلمہ اللہ سے پڑھیں، پھر بقیہ درسیات
مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے اساتذہ سے ۱۳۵۱ھ میں پڑھیں، پھر کامل چار سال دہلی میں مقیم رہ کر
طبیہ کالج دہلی میں طب پڑھی اور وہاں کے اساتذہ سے ۱۳۵۹ھ میں "فاضل الطب والجراحت" کی سند حاصل کی،
۱۳۴۳ھ میں حضرت پیر و مرشد قدس سرہ سے ان کے زمانۂ علالت میں بتاریخ ۱۵ ارصفر روز دوشنبہ
شرفِ بیعت حاصل کی، اس کے بعد حضرت پیر و مرشد کے جانشین حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ
سے باطنی تعلیم حاصل کی، حضرت نے ازراہِ عزیز نوازی اپنے خاص اعزہ کے ساتھ ان کو بھی اپنے جمیع مرویات
و سلاسل کی اجازت فرمائی ہے، مجھے بھی اپنے شیوخ سے جو کچھ پہونچا ہے اس کی اجازت دیدی ہے، اللہ تعالےٰ
توفیقِ عمل عطا فرمائے اور میری طرح بے عملی کا شکار نہ بنائے، تمام عمر اللہ کی یاد میں بسر ہو اور ہر طرح کی
دینی و دنیاوی صلاح و فلاح نصیب کرے۔

میں نے ان کی شادی اپنے منجھلے بھائی حافظ خلیل الدین مرحوم کی لڑکی سے کردی تھی، جس سے
دو لڑکے محمد ابراہیم و محمد خضر ہیں، افسوس کہ ان کی اہلیہ نے انتقال کیا، یہ دو بچے اس کی یادگار ہیں،
بارک اللہ فی اعمارھم وحسناتھم۔

دوسری شادی انجھر شریف کے خاندان میں ضلع گیا کے رہنے والے مولوی سید شاہ
ابو الخیر صاحب کی لڑکی سے نہم ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ میں ہوئی ہے، اللہ تعالےٰ صاحبِ اولاد بنائے۔
ہماری دوسری شادی سے اس وقت دو لڑکے سید محمد نسیم قادری جو امسال مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ سے عالم
کی ڈگری حاصل کر کے فاضل میں پڑھ رہے ہیں، دوسرا ابھی صغیر سن تقریباً دس برس کا ہے نام محمد رضوان ہے۔

مولوی سید ابراہیم رضوی علیہ الرحمۃ:۔ آپ حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ کے دوسرے صاحبزادے ہیں، ماہ شوالی ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے، درسیات اپنے خال محترم مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب قدس سرہ سے پڑھی، مولانا شاہ محمد عبدالمغنی قدس سرہ سے مرید تھے، بانکوڑہ میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز تھے ۱۲۷۴ھ میں بانکوڑہ ہی میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی مولانا محمد علی قدس سرہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، اولاد ہوئی مگر زندہ نہ رہی۔

مولوی حکیم محمد وجیہ الدین رضوی علیہ الرحمۃ:۔ آپ حکیم احمد اشرف علیہ الرحمۃ کے تیسرے صاحبزادے ہیں، ۱۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے، درسیات مولانا عبدالغنی قدس سرہ سے پڑھیں، بیعت اپنے نانا مولانا عبدالمغنی قدس سرہ سے تھی، آبائی سلسلہ کی اجازت اپنے والد اور حضرت شاہ یحییٰ علی نوآبادی قدس سرہ سے تھی، سلسلہ منعمیہ اور مجیبیہ کی اجازت مولانا عبدالغنی قدس سرہ سے حاصل فرمائی، فن طب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور یہ فن آپ نے اپنے والد سے حاصل کیا تھا، معالجہ حسبۃً للہ کرتے تھے، کبھی اس سے منتفع نہ ہوئے ابتدائً محکمۂ تھاک بست پٹنہ میں گماشتہ مقرر ہوئے، پھر محکمۂ افیون میں گماشتہ مقرر ہوئے، کچھ دنوں کے بعد ملازمت ترک کرکے خانہ نشیں ہوگئے۔

آپ کی شادی پٹنہ کے متمول و اولوالعزم خاندان میں شیخ نثار حسین مرحوم کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولانا شاہ محمد وحید الحق منعمی قدس سرہ تھے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

دوسری شادی موضع کندوئی کے ایک سادات گھرانے میں ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی عبدالسلام مرحوم ہوئے، ان کی اولاد موجود ہے۔

مولوی حکیم محمد وجیہ الدین علیہ الرحمۃ نے بتاریخ ۱۹ رصفر ۱۲۹۵ھ میں انتقال فرمایا اور مولانا عبدالغنی قدس سرہ کے چبوترہ پر بجانب مشرق مدفون ہوئے۔

مولانا شاہ محمد وحید الحق منعمی علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۱۲ رمحرم ۱۲۵۳ھ ہجری، درسیات تمام و کمال مولانا عبدالغنی قدس سرہ سے پڑھیں، اور بیعت اجازت و خلافت سب کچھ مولانا عبدالغنی قدس سرہ ہی سے تھی، مولانا نے آپ کو اپنی حیات ہی میں اپنا جانشین بنادیا تھا، خانقاہ و مسجد سنگی کے مسند درس و تدریس کو آپ نے بہت بارونق بنایا، آپ کا مختصر تذکرہ مولانا عبدالغنی قدس سرہ کے تذکرہ میں آچکا ہے، ۱۳ رذی الحجہ ۱۳۲۱ھ میں رحلت فرمائی اور مولانا عبدالغنی

قدس سرہٗ کے پہلو میں بجانب مغرب لب چبوترہ مدفون ہوئے۔

آپ کے بعد خانقاہ داری کا سلسلہ منقطع ہو گیا، البتہ اجازۃً وخلافۃً آپ کے نواسے مولوی قاضی نورالحسن صاحب آپ کے جانشین ہیں۔

آپ کی چار شادیاں ہوئیں، مگر اولاد تین بیویوں سے ہوئی، چوتھی بیوی سے تین صاحبزادہ اور تین صاحبزادیاں ہوئیں، مگر اولاد بڑی صاحبزادی سے ہے اور محل اُولیٰ کی صاحبزادی سے مولوی نورالحسن صاحب ہیں۔ ــــــ بڑے صاحبزادے جناب مولوی شاہ رشیدالحق مرحوم تھے یہ ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے ان کی شادی میر ابوسعید مرحوم ساکن ... کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے شاہ محمودالحق مرحوم تھے، صاحب اولاد ہیں، ــــــ جناب شاہ رشیدالحق صاحب مرحوم کی محل دوم سے تین لڑکے، شاہ مسعودالحق ہیڈ ماسٹر آرہ اسکول، اور شاہ نجم الحق اور شہودالحق ہیں۔

حضرت مولانا شاہ احمد عبدالحی بن حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہما

تاریخ ولادت ۱۱۳۶ھ، درسیات تمام وکمال اپنے والد تاج العارفین قدس سرہٗ سے پڑھیں، ۱۱۵۳ھ میں والد ہی سے بیعت کی، اجازت وخلافت، تعلیم سلوک سب کچھ والد ہی سے تھی، حسب دستور خاص تاج العارفین قدس سرہٗ نے ۱۱۳۹ھ میں جبکہ آپ کی عمر ابھی تین ہی سال کی تھی اوراد واعمال کا ایک سفینہ دستِ خاص سے لکھکر اجازت ودستخط سے مزین فرماکر رکھ دیا تھا۔

"نور چشم راحت جان احمد عبدالحی طال عمرہ زاد علمہ وعملہ وشوقہ محمد مجیب اللہ الزینبی الجعفری الطیاسی ہبہ نمود در سنہ ۱۱۳۹ ہجری۔ اللّٰہم وفقہ لما تحب وترضیٰ واحفظہ عن سخطک وغضبک اجازت عمل دادہ شدہ است حق تعالیٰ بے شائبہ ریا باخلاص عمل عامل سازد وطریق محاسن محبت خویش سازد بمنہ وکرمہ"

فقر وعرفان، زہد واتقا میں بہت بلند مرتبہ تھے، شاہ عالم نے کفاف عیال کے لئے کافی جاگیر عطا کی تھی، جس سے خوش زندگی بسر کرتے تھے، مگر مزاج میں تمول کا شائبہ بھی نہیں تھا، مکان میں خدام اور نوکروں کی کمی نہ تھی، والد کے مریدین بھی جان چھڑکنے کو تیار رہتے، مگر آپ وضو کیلئے

ایک لوٹا پانی منگوانا کسی سے بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔

آپ کی شادی حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی نصیبہ سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ ہوئے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں، بڑی (شیر پور میں) مولوی حکیم محمد مظفر علی[1] آہ سے بیاہی گئیں، دوسری صاحبزادی قاضی شاہ عالم منہاجی سے بیاہی تھیں، ان سے قاضی سلطان عالم تھے، اُن کے صاحبزادہ قاضی سید محدوم عالم قدس سرہٗ تھے، اور تیسری صاحبزادی مولانا شاہ علی اکبر بن ملا وحیدالحق ابدال سے منسوب تھیں، جن کے صاحبزادہ مولوی قاضی علی اشرف علیہ الرحمۃ تھے، ان دونوں بزرگوں کا تذکرہ اس کتاب میں آچکا ہے ـــــ حضرت شاہ احمد عبدالحی قدس سرہٗ نے ۲۵ رجمادی الآخر ۱۱۹۲ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ۔ تاریخ ولادت ۱۱۶۳ھ، ابتدائی درسیات اور فن شاعری میں حضرت مولانا شاہ محمد نورالحق قدس سرہٗ سے تلمذ تھا، درسیات کی تکمیل ملا وحیدالحق ابدال قدس سرہٗ سے کی، بیعت تعلیم وتربیت اجازت وخلافت کل حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے تھی۔

سلسلۂ قادریہ کی ایک دوسری اجازت راجگیر پہاڑ پر آپ کو ایک بہت معمر بزرگ حضرت سید شاہ شرف الدین حسین قدس سرہٗ سے ملی تھی، اس واسطہ سے آپ کے اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں، حضرت شاہ شرف الدین حسین کو ان کے شیخ سید معین الدین سے، ان کو حضرت غوث پاک سے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت سید محمد قادری انجہری قدس سرہٗ کے سلسلہ کی اجازت شاہ محمد برکت اللہ انجہری قدس سرہٗ سے ملی ہے۔

اپنے عہد میں بہت مرتاض تھے، گھر میں مال و دولت کی کمی نہ تھی، آپ کے والد حضرت

---

[1] مولوی حکیم محمد مظفر علی متخلص بہ آہ (شیر پوری) ابن سید شاہ نورالحسن بن سید شاہ احمد (شیر پوری) حضرت دیوان شاہ مصطفےٰ (شیر پوری) قدس سرہٗ کی اولاد اناث میں ہیں، حضرت دیوان شاہ مصطفےٰ حضرت سید محمد قادری انجہری قدس سرہٗ کے پوتے ہیں اور حضرت غوث الثقلین کی اولاد میں ہیں۔

شاہ عبدالحی قدس سرہٗ نے شاہ عالم سے جاگیر آپ ہی کے نام سے لکھوائی تھی، مگر تمام عمر آپ نے ایک خرمہرہ بھی اپنی ذات پر صرف نہ کیا، تمام آمدنی اہل خاندان کے مصرف میں آتی اور خود متوکلانہ زندگی گذارتے، عبادات و ریاضات کے جو معمولات تھے سفر و حضر کسی حال میں ناغہ نہ ہوئے۔

فن شاعری میں مہارت تامہ تھی، دیوان موجود ہے، صاحب تذکرۃ الکرام نے آپ کے تذکرہ میں آپ کا ایک شعر نقل کیا ہے۔

ز وصف آں قدرِ رعنا چہ گویم — خبر از عالمِ بالا چہ گویم

بہ سلسلۂ رشد و ہدایت کلکتہ میں قیام رہا اور وہیں بتاریخ ۱۳ رشعبان ۱۲۲۵ھ وفات فرمائی، آپ کا مزار کلکتہ محلہ مصری گنج میں ایک مسجد کے حجرہ میں زیارت گاہ عالم ہے۔

شیخ نور اللہ عیسیٰ پوری کے حوالہ سے صاحب تذکرۃ الکرام نے ایک روایت لکھی ہے کہ آپ کی وصال کے کئی سال کے بعد بعض مفسدین نے جو آپ کی تدفین میں شریک تھے، یہ مشہور کر دیا کہ ہم لوگوں نے نعش مبارک کو ایک مدت خاص کیلئے سپرد خاک کر دیا تھا اب مدت تمام ہو گئی اس لئے نعش قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دینا چاہئے، جب قبر کھولی گئی نعش اسی طرح تر و تازہ تھی، جیسے ابھی دفن کی گئی ہو، یہاں تک کہ کافور کی خوشبو بھی شگفتہ تھی، مفسدین کو اپنی اس بے تمیزی پر ندامت ہوئی۔ قاضی القضاۃ اور قاضی نجم الدین خاں نے اپنے حکم سے دوبارہ لاش کو عطر سے معطر کر کے اسی قبر میں دفن کروادیا، اس دوسری تدفین میں شیخ نور اللہ عیسیٰ پوری علیہ الرحمۃ خود شریک تھے۔

آپ کی شادی شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے چار صاحبزادے مولانا محمد علی، مولانا ابوالفضل، مولانا مصطفےٰ ابوالقاسم، مولانا محمد مجتبیٰ وجود میں آئے۔

مولانا شاہ محمد علی علیہ الرحمۃ: تاریخ ولادت ۸ رشوال ۱۱۸۳ھ، درسیات مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، بیعت اجازت و خلافت اپنے والد سے حاصل کی، پہلے بہار میں صدر امین مقرر ہوئے، پھر چیا ۱۲۱۸ھ مفتی عدالت کے عہدہ پر فائز ہو کر تشریف لیگئے، تمام عمر خدمت افتا میں بسر فرمائی، ۲۹ ر صفر ۱۲۴۱ھ میں رحلت فرمائی، آپ کا مزار بنارس میں حضرت مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کے احاطہ مزار میں مسجد کے جنوبی دروازے سے متصل ایک چبوترہ پر واقع ہے یہ مزار سنگی اور پختہ ہے۔

آپ کی شادی مولانا عبدالمغنی قدس سرہ کی دوسری صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے چار بیٹے مولوی عماد الدین ارتضی، مولوی ابو قلندر، مولوی محی الدین، مولوی قطب اولیاء، اور تین بیٹیاں بڑی زوجہ قاضی مخدوم عالم، دوسری اہلیہ مولوی نوازش علی، تیسری اہلیہ مولوی ابراہیم بن احمد اشرف۔

مولوی عماد الدین ارتضی علیہ الرحمۃ :- ولادت ۳ صفر ۱۲۰۷ھ میں ہوئی، تکمیل درسیات بیعت، اجازت وخلافت سب کچھ اپنے والد سے حاصل کی، پورنیہ میں مفتی عدالت تھے، وہیں بتاریخ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۶۵ھ میں انتقال کیا۔

مولوی ابو قلندر علیہ الرحمۃ :- سن ولادت معلوم نہ ہو سکا، بقرینۂ غالب ۱۲۰۹ھ ہوگا۔ اپنے والد کے شاگرد اور مرید ومجاز تھے، پٹنہ ماسلامی تھانہ میں داروغہ تھے، زندگی نیک نام اور دیانتدارانہ بسر کی، آپ کی شادی مولوی سید اجمل علی مرحوم (دیکھئے از اولاد دیوان شاہ مصطفیٰ شیر پوری علیہ الرحمۃ) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے مولوی غلام دستگیر علیہ الرحمۃ تھے۔

۲۳ رمضان ۱۲۵۰ھ میں انتقال فرمایا، خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کے چبوترہ مزار سے دکھن جانب زیر چبوترہ مدفون ہیں۔

مولوی غلام دستگیر علیہ الرحمۃ :- ولادت ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۵ھ میں ہوئی، مولوی شاہ وصی احمد اور قاضی مخدوم عالم علیہما الرحمۃ کے شاگرد تھے، دوسری جمادی الثانی ۱۲۹۵ھ میں مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، اجازت وخلافت مولانا شاہ وصی احمد اور حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ سے تھی، پٹنہ کلکٹری میں امین کے عہدہ پر مامور تھے۔

مضبوط قلب ومطمئن طبیعت پائی تھی انتہائی تفکر میں بھی خندہ رو رہتے، آپ کی شادی مولوی حکیم محمد وجیہ الدین رضوی علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے تین صاحبزادے جناب منشی محمد عمر، مولوی حکیم مخدوم محی الدین، حکیم محمد عبدالرزاق ہوئے۔

۱۹ صفر ۱۲۹۷ھ میں انتقال فرمایا اور مقبرۂ مجیبیہ میں پائین مزار مولانا شاہ احمد عبدالحی اور مولانا وصی احمد علیہما الرحمۃ مدفون ہوئے۔

جناب منشی محمد عمر علیہ الرحمۃ :- ولادت ۱۲۶۰ھ میں ہوئی، مختصرات تک اپنے ماموں مولانا شاہ محمد وحید الحق منعمی قدس سرہٗ سے تعلیم پائی تھی، پٹنہ عدالت دیوانی میں محرر تھے، آخر عمر میں

پنشن پانے کے بعد خانہ نشین ہوئے اور بقیہ عمر یادِ الٰہی میں بسر فرمائی، آپ کی یادگار آپ کا قائم کردہ "پھلواری مڈل اسکول" ہے۔

انتقال سے چند یوم بیشتر اپنے برادر زادے مولوی قاضی نور الحسن صاحب سے بیعت کی[1]، اور ۲۱؍ ربیع الثانی روز جمعہ ۱۳۲۷ھ میں انتقال فرمایا اور مقبرہ مولانا عبد الغنی قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی مولوی رحیم بخش (ساکن سنگریالواں) کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو لڑکیاں وجود میں آئیں، بڑی لڑکی مولوی سید عبد العزیز مرحوم سب ڈپٹی مجسٹریٹ بن مولوی سید واحد حسین مختار بن سید برکت حسین ساکن سید آباد پرسائیں سے بیاہی تھیں، ان سے تین لڑکے محمد بشیر و محمد نصیر جو کم عمر فوت ہو گئے اور ایک لڑکے مولوی سید محمد عزیز صاحب منعمی ہیں اور ایک لڑکی اہلیہ اولی مولوی شاہ حسین میاں صاحب مرحوم بن مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ان سے ایک لڑکے نور چشم سید علی اکبر سلمہٗ ہیں جو انگریزی تعلیم حاصل کر کے سب ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے، فی الحال ہنگامہ ۱۹۴۷ء کے بعد ترک ملازمت کر کے مغربی پاکستان چلے گئے۔

مولوی سید شاہ محمد عزیز منعمی سلمہٗ:۔ آپ نے جدید تعلیم حاصل کی ہے، صداقت آشرم پٹنہ میں جو قومی کالج کھلا تھا اس کے آپ گریجوئٹ ہیں، پھر اسی قومی کالج میں چار سال تک پروفیسر رہے شروع سے قومی اور سیاسی دلچسپیاں رکھتے ہیں، اور ملکی خدمات انجام دیتے ہیں، ۱۹۴۶ء کے فرقہ وارانہ فساد کے موقع پر نمایاں کام کئے، اور ریلیف کیمپ کے ذریعہ عرصہ تک مظلومین کی امدادی کاموں کو انجام دیتے رہے، ساتھ ہی اس کے نہایت دیندار اور پابند مذہب ہیں۔

اس وقت آپ کا شمار صوبہ کے مقتدر لیڈروں میں ہے، ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۲ء تک بہار کانگریس کمیٹی کے سکریٹری رہے، دورانِ نظامت میں صدر کانگریس کمیٹی ڈاکٹر راجندر پرشاد آپ پر پورا بھروسہ

---

[1] اخی مکرم مولانا نور الحسن صاحب کا بیان ہے کہ انہوں نے مجھے بلا کر فرمایا کہ ابتک داخل سلسلہ نہیں ہوا ہوں، تم داخلِ سلسلہ کر لو، چنانچہ انہوں نے اس کی تعمیل کی، علاوہ اس کے یہ جس زمانہ کا واقعہ ہے میں ان ایام میں اکثر مولانا شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ کے پاس جایا کرتا تھا، اس واقعہ کے دوسرے یا تیسرے روز ان کے پاس گیا تو مولانا شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ نے مجھ سے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ منشی محمد عمر صاحب کو مولانا شاہ وحید الحق صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہوگی، لیکن معلوم ہوا کہ ابتک بیعت نہیں ہوئے تھے، اسلئے مولوی نور الحسن صاحب سے بیعت کی، ان معتبر حوالوں کے بعد یہ واقعہ مزید وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔

کرتے تھے ــــ بہار کونسل کے ممبر ہونے کے بعد آپ بہار کونسل کے نائب صدر ہو گئے اور ۱۹۵۲ء تک نائب صدر رہے، ۱۹۴۲ء میں قومی زعما کے ساتھ قید و حبس کی مشقت بھی اٹھائی۔

اپریل ۱۹۵۲ء میں حکومت بہار میں آپ کو وزارت کا منصب ملا، اور وزیر جیل و ریلیف و ری ہیبلیٹیشن کے عہدے پر فائز ہوئے، خدا آپ کی ذات کو قوم و ملک کے لئے مفید بنائے اور مسلمانوں کو آپ سے نفع پہنچائے۔

آپ کی شادی مولوی محمد موسیٰ بن شاہ صفت اللہ فریدی پھلواروی کی صاحبزادی سے ہوئی ہے، ان سے ایک بچہ ہے۔

جناب منشی محمد عمر صاحب کی دوسری صاحبزادی کی شادی مولوی محمد احسن بن مولوی عبد الحی (ساکن ننموہیا منحلات شہر پٹنہ) سے ہوئی تھی، ان سے تین لڑکے داروغہ نظیر احسن، پروفیسر ظہیر احسن، ڈاکٹر عبد الحفیظ عرف صغیر احسن سلمہم اللہ تعالےٰ ہیں۔

الحمد للہ یہ تینوں بھائی اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے ممتاز اور خوش زندگانی بسر کر رہے ہیں، برسر اقبال و اقتدار ہیں، اللہ تعالےٰ ترقی دے اور ہمیشہ بڑھائے۔

جناب منشی محمد عمر صاحب مرحوم کا مکان اب انہی دونوں صاحبزادیوں کی اولاد سے آباد ہے۔

مولوی حکیم محمد مخدوم محی الدین علیہ الرحمۃ: تاریخ ولادت ۱۲۷۰ھ، تکمیل درسیات، بیعت، اجازت و خلافت سب کچھ اپنے ماموں مولانا شاہ وحید الحق قدس سرہٗ سے حاصل کی، طب اپنے نانا مولوی حکیم محمد وجیہ الدین علیہ الرحمۃ سے پڑھی تھی، طبابت ہی زندگی کا مشغلہ تھا، عالم شباب میں ۳۰ سال کی عمر میں بتاریخ ۷، رمضان المبارک ۱۲۹۹ھ میں انتقال فرمایا اور مولانا عبد الغنی صاحب قدس سرہٗ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی شادی مولانا شاہ وحید الحق قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی قاضی نور الحسن صاحب ہیں۔

جناب مولانا قاضی سید شاہ نور الحسن صاحب: ولادت ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۹ھ میں ہوئی، درسیات مولوی حافظ عبد الوہاب صاحب مرحوم (ساکن پھلواری، محلہ مقدم ٹولہ) سے پڑھیں، بیعت، اجازت و خلافت اپنے نانا مولانا شاہ محمد وحید الحق منعمی قدس سرہٗ سے حاصل کی، حضرت ممدوح کے

---

[1] انہوں نے ابھی چند ماہ ہوئے مغربی پاکستان میں انتقال کیا۔

نعمات باطنیہ کے حقیقی وارث اب یہی ہیں۔ جزئیات وکلیات مسائل فقہیہ میں عبور کامل رکھتے ہیں، اسی وجہ سے "محکمۂ دارالقضا امارت شرعیہ صوبہ بہار" نے آپ کو قاضی شریعت مقرر کیا ہے۔ علم مناسخہ میں اچھی دستگاہ رکھتے ہیں، زندگی مشاغلِ علمیہ میں بسر کرتے ہیں، آپ کے ہاں ہر جمعہ کو تفسیر قرآن کا درس ہوتا ہے، رمضان شریف میں حدیث کا درس دیتے ہیں، مزاج میں چونکہ احتیاط و تقشف بہت زیادہ ہے اس لئے مسائل مختلف فیہ میں بہت محتاط ہیں، اہلِ قصبہ آپ کی سلیم فطرت اور نیک طینتی سے بہت خوش ہیں۔ آپ کو آپ کے ہمعصر ومعاصر قابلِ قدر سمجھتے ہیں، آپ کی مجلس فواحش سے پاک رہتی ہے۔ ربیع الاوّل میں پہلی سے بارہویں تک بعد مغرب سیرت بیان کرتے ہیں، ان جلسوں میں تمام شرکت کرنیوالوں کی ختم جلسہ کے بعد چائے سے تواضع ہوتی ہے ــــــ کفاف عیال کا ذریعہ زمینداری ہے اور ایک کامیاب پریس برقی مشین پریس کے نام آپ نے پٹنہ میں قائم کر لیا ہے۔

آپ کی شادی مولوی عبدالغفور صاحب مرحوم (ساکن دیوان محلہ شہر پٹنہ) کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو لڑکے مولوی امیر الحسن سلمہٗ اور مولوی عبدالرحمٰن سلمہٗ، اور چھ لڑکیاں تھیں جن میں اب دو لڑکیاں صاحبِ اولاد موجود ہیں۔

مولوی امیر الحسن سلمہٗ :- ولادت ۱۳ رجب ۱۳۲۴ھ میں ہوئی درسیات مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں پڑھی، ایک عرصہ تک برقی مشین پریس کو اپنی نگرانی میں چلاتے رہے اور نہایت کامیاب رہے۔

مولوی عبدالرحمٰن سلمہٗ :- ولادت ۱۳۳۵ھ میں ہوئی، انگریزی تعلیم حاصل کی ہے، بی اے ہیں، اور وکالت بھی پڑھی ہے، فی الحال آزاد پریس کے پروپرائٹر ہیں۔ بارک اللہ فی اعمارھم وحسناتھم۔

مولوی حکیم عبدالرزاق بن مولوی غلام دستگیر علیہ الرحمۃ :- ولادت ۶ رشوال ۱۲۷۲ھ میں ہوئی، مختلف اساتذہ سے طب پڑھی تھی، تمام عمر مرضاء کی خدمت میں بسر کی، آپ کی شادی موضع دھنوت متصل پھلواری میں چودھری شیخ محمد یحییٰ صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شمس الحق صاحب ہیں۔

مولوی شمس الحق صاحب :- آپ نے جدید تعلیم حاصل کی، پہلے پھلواری مڈل اسکول میں ٹیچر مقرر ہوئے، پھر محکمۂ ریلوے ڈی ٹی ایس میں کلرک مقرر ہوئے اور اپنے عہدے میں ترقی کر کے اعلیٰ مرتبہ پر پہونچکر پنشن حاصل کی، اب وطن میں مقیم ہیں، آپ کے صاحبزادہ عزیزم مولوی سید انوار کریم سلمہٗ ہیں۔ انہوں نے بھی جدید تعلیم حاصل کی ہے اور محکمۂ ریلوے میں ملازم ہیں۔

مولوی محی الدین بن مولوی محمد علی بن مولانا شاہ شمس الدین ابو الفرح بن حضرت شاہ احمد عبد الحی بن تاج العارفین قدس سرہم

تاریخ ولادت: ۵ ربذیقعدہ ۱۲۱۴ھ، علوم ظاہری و باطنی بیعت، اجازت و خلافت کُل اپنے والد سے تھی، آپ کی شادی سید علی شائستہ بادی کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادے حاجی سید رکن الدین تھے۔

ایک مدت تک وطن ہی میں قیام رہا، پھر زندگی کی ضروریات اور کفاف عیال کے لئے فکرِ معیشت نے مجبور کیا آخر ترکِ وطن کرکے حیدر آباد پہونچے وہاں کے اہلِ علم اور با رسوخ حضرات سے ملاقات ہوئی اور ان لوگوں نے آپ کے جوہر ذاتی کی قدر کی، پھر رفتہ رفتہ آپ کی رسائی دربار شاہی تک ہوئی، اور ایک رقم مقرر ہوگئی۔ تو دلجمعی سے وہاں رہکر علمی خدمت کا موقع ملا، وہاں کتنی کتابیں تصنیف کیں اور کیا کیا مشغلۂ زندگی رہا اس کی تفصیل بتانا مشکل ہے، یہ بات تو پہلے معلوم ہوچکی ہے کہ پھلواری کا قیام منقطع ہوچکا تھا، یہاں کوئی سرمایہ یا کوئی یادگار موجود نہیں رہی، پھر تنگ حال انسان کی یادگار بھی کیا باقی رہ سکتی ہے۔ ایک فرزند اُن کی یادگار تھے، جو حج کے لئے تشریف لیگئے، اور اثناءِ حج ہی میں پیوندِ خاک ہوئے، نسل بھی منقطع ہے، وطن میں سرمایۂ علمی کے محفوظ رہنے کی کیا صورت ہوسکتی تھی۔

آج جبکہ قوم اپنے اسلاف کے معادن کھود رہی ہے کسی نہ کسی گوشے سے کوئی جواہر پارہ ملجاتا ہے، اور یہ پتہ لگتا ہے کہ فلاں دَور کی یادگار ہے اور یہ فلاں عہد کی صنعت گری ہے۔

میرے پاس حیدر آباد سے جناب سید عبد الرحیم صاحب ذگور گانوی (ضلع پٹنہ) مقیم حیدر آباد (سپرنٹنڈنٹ عدالت عالیہ حیدر آباد دکن نے ایک خط لکھا ہے، اس میں کچھ اقتباسات دیئے ہیں، اس اقتباس سے مولوی محی الدین علیہ الرحمۃ کی دو تصنیفوں کا پتہ لگا اور ایک ہلکی سی روشنی ان کی حیدر آبادی زندگی پر بھی پڑی اور اسی حوالہ سے یہ معلوم ہوا کہ موصوف کو حیدر آباد میں مدد معاش میں کچھ وظیفہ مقرر کردیا گیا تھا۔

یہ اقتباس ان کی دو تصنیفوں کے ہیں، ایک تصنیف "شرف الصحابہ" ہے یہ صواعق محرقہ مصنفہ علامہ ابن حجر مکی کا اُردو ترجمہ ہے، اس کے دیباچے سے مصنف کی حالت پر تھوڑی روشنی پڑتی ہے۔

فرماتے ہیں:۔ "ہر گاہ کتاب مذکور زبانِ عربی میں تصنیف ہوئی تھی اور فائدہ اس کا مخصوص تھا، اُس

کسی کے واسطے جو اُوپر عربیت کے قادر ہوئے، لہٰذا بیچ ۹۹۴ھ نو سو چورانوے ہجری میں مولانا کمال الدین بن فخرالدین جہری نے بیچ زمانہ ابوالمظفر ابراہیم عادل شاہ بادشاہ ملک دکن بفرمائش وزیر بادشاہ مذکور دلاور خاں عادل شاہی کے کتاب "صواعق محرقہ" کو زبان فارسی میں ترجمہ کئے، اور نام اُس کا "براھین قاطعہ" در ترجمہ "صواعق محرقہ" رکھے، الحال یہ گنہگار غریب الدیار سید محمد محی الدین قادری الجعفری ولد مولانا سید محمد علی ابوالبرکات قادری الجعفری ابن سید شاہ شمس الدین ابوالفرح قادری الجعفری نسباً پھلواری البہاری وطناً چند مدت ہوئی کہ اپنے وطن مالوف سے جو مولد و منشاء اس عاجز کا قصبۂ ناجیہ حضرت پھلواری متعلقہ ضلع عظیم آباد من مضافات صوبہ بہار ہے، آوارہ و پریشان ہو کر بطریق سیاحت وارد اس شہر حیدر آباد کے ہُوا، اور اکثر صاحبان متوطن اس بلدہ کے نیاز حاصل ہوا آخر بمدد طالع و بوساطت اشفاق فرمائے غریباں و کرم فرمائے بیکساں مولوی حکیم سید محمد صاحب مشہور سید صاحب کے حضور پُر نور امارت وایالت ..... فرزند ارجمند ..... نظام الملک آصف جاہ ..... میر فرخند علی خاں بہادر فتح جنگ ..... نواب ناصرالدولہ بہادر مداللہ عمرہٗ و دولتہٗ رئیس اس مُلکِ دکن کے قدرے معاش اس عاجز کا مقرر ہوا، کہ صورت اقامت اس گنہگار کی اس بقعہ میں ہوئی چاہا کہ کتاب "براھین قاطعہ" در ترجمہ صواعق محرقہ جو فارسی زبان سے ہے، اور تفہیم عبارت فارسی کی منحصر ہے واسطے فارسی دانوں کے اور فائدہ اُس کا واسطے جہال و بے علم کے جو محروم ہیں فارسیت سے مرتب نہیں ہے اور بھی اس زمانہ میں اکثر خلقت کہ اپنے کو اہل سنت و جماعت کہلاتے ہیں اور حقیقت سے مذہب اپنے کے واقف نہیں ہیں، اس واسطے بیچ ۱۲۵۶ھ بارہ سو چھپّن ہجری نبوی صلعم روز دوشنبہ عشرہ شہر ربیع الاوّل میں اس کو زبان ہندی اُردو سے ادا دہ لکھنے کا کیا، اب التماس دانایان عبارت نویس سے یہ ہے کہ اگر کسی جگہ غلطی یا نشیب و فراز عبارت میں دیکھیں تو اس کو بنظر اشفاق و کرم درست کر دیں اور زبان طعن کی نہ کھولیں اور وقت لکھنے اس کتاب کے صرف ایک کتاب کہ وہ بھی محض غلط تھی اور کسی جائے سے دوسری کتاب کہ بمقابلہ اُس کے صحیح و سقیم اُس کا درست ہو جاوے بہم نہ پہونچی معہذا بزور طبیعت ان غلطیوں کو نکال کر نوعے لکھنے میں آیا اور جابجا کہ مترجم اصل کتاب کے جو اپنی رائے سے کچھ زوائد لکھے تھے، اس کو متروک کر کے صرف مضمون اصل کتاب "صواعق محرقہ" کے اس میں درج کیا اور نام اس کتاب کا "شرف الصحابہ" بیچ ترجمہ "براھین قاطعہ" کے جو ترجمہ "صواعق محرقہ" کا ہے کیا، اور ترتیب اس کتاب کی اوپر تین مقدمہ اور دس باب و کئی فصلیں کے کیا، واللہ الموفق للسداد والیہ المرجع والمعاد والسعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ وباللہ التوفیق۔

دوسری تصنیف :۔ "قصہ حضرت تمیم انصاری" نثر میں ہے، جس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :۔

"بیچ ۱۲۵۵ھ بارہ سو پچپن ہجری صلعم شہر جمادی الثانی کی دوسری تاریخ میں چاہا کہ قصۂ تمیم انصاری رضی اللہ عنہ صحابی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عبارت نظم و نثر دکنی زبان سے ہے، اس کو اپنی زبان یعنی عبارت نثر اردو میں بیان کروں کہ مشفقی عبدالقادر انصاری نے بھی کیا ہے ۔۔۔"

ان دونوں اقتباسوں میں خاص فرق ہے وہ یہ کہ "شرف الصحابہ" کے دیباچہ میں نظام الملک رئیس دکن کا ذکر ہے اور اس کتاب "قصۂ تمیم انصاری" میں کوئی ذکر رئیس دکن کا نہیں ہے، نیز یہ کتاب "شرف صحابہ" سے ایک سال پہلے کی تصنیف ہے اور "شرف صحابہ" میں رئیس دکن اور وظیفہ دونوں کا ذکر ہے۔

اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ حیدرآباد پہونچنے کے بعد جب حکیم سید صاحب کے ہاں قیام ہوا اور تصنیف و تالیف کا موقع ملا تو یہی ذریعہ دربار نظام تک رسائی کا ہوا، اور بہت ممکن ہے کہ "قصۂ تمیم انصاری" نے غیر معمولی شہرت حاصل کر لی ہو، اور ایسی شہرت دربار شاہی تک رسائی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

غرض یہ بات پایۂ ثبوت تک پہونچتی ہے کہ اپنے وطن پھلواری سے جانے کے بعد حیدرآباد کے دار الترجمہ سے وابستہ ہو گئے اور آخر عمر تک وہیں قیام رہا ـــــ آپ کا انتقال ۱۹ر شعبان ۱۲۶۴ھ میں ہوا۔"

مولوی حاجی سید رکن الدین علیہ الرحمۃ :۔ سنِ ولادت معلوم نہ ہوا، قاضی سید مخدوم عالم اور مولانا عبدالغنی قدس سرہما سے درسیات پڑھیں، اجازت و خلافت مولانا وصی احمد نعمتی پھلواروی قدس سرہٗ سے روانگی حج کے موقع پر ۱۲۷۹ھ میں حاصل کی تھی، یہ سفر آپ نے ہجرت کی نیت سے کیا تھا، حج کے بعد مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے، روضۂ انور پر جاروب کشی کی خدمت مل گئی، اسی خدمت میں زندگی بسر فرمائی، ۱۲۸۷ھ میں بتاریخ ۱۶ر ربیع الاول رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

مولوی حاجی قطب الاولیاء محمد وارث علیہ الرحمۃ :۔ تاریخ ولادت، رمضان ۱۲۲۶ھ مولانا عبدالغنی قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ میں ہیں، بہت بالغ استعداد تھے، بیعت و اجازت و خلافت حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے تھی، زندگی میں کئی مرتبہ حج کا اتفاق ہوا، آخری مرتبہ بہ نیت ہجرت تشریف لے گئے اور دہم شوال ۱۲۷۲ھ میں مدینہ طیبہ میں رحلت فرمائی، اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے، ان دونوں مہاجرین کی نسل منقطع ہو گئی، کوئی اولاد نہ تھی۔

مولوی ابوالفضل بن حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ :- تاریخ ولادت ۸ رمضان ۱۲۰۸ھ، درسیات مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، بیعت، اجازت و خلافت اپنے والد سے تھی، کانپور میں مفتی عدالت تھے، آپ کی شادی شیرپور میں مولوی مظفر علی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو لڑکے شاہ حسین اور شاہ احمد تھے، ۴ ربیع الثانی ۱۲۵۰ھ میں وفات ہوئی، اور کانپور میں مقبرہ متصل مکان عید و خانساماں میں مدفون ہوئے۔

مولوی شاہ حسین علیہ الرحمۃ :- ولادت ۵ شعبان ۱۲۲۱ھ میں ہوئی، درسیات مولانا علی سجاد قدس سرہٗ سے پڑھیں، قادریہ عمادیہ میں حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نصرت اللہ قدس سرہٗ سے ۲ رجمادی الثانی ۱۲۳۰ھ میں مرید ہوئے، آپ کی شادی میر منگلی (ساکن نواده) کی لڑکی سے ہوئی، ان سے دو لڑکے مولوی غلام جیلانی اور مولوی غلام محی الدین تھے جو منتول میں بیاہے گئے، ان کی اولاد موجود ہے، ۱۹ رجب ۱۲۶۲ھ میں انتقال کیا اور شیرپور میں مدفون ہوئے۔

مولوی شاہ احمد علیہ الرحمۃ :- ولادت ۵ محرم ۱۲۲۳ھ میں ہوئی، تعلیم معلوم نہیں، بیعت و اجازت مولانا ابوتراب قدس سرہٗ سے تھی، مولانا وصی احمد قدس سرہٗ نے بھی سلاسل کی اجازت عطا فرمائی تھی، سفر حج کے موقع پر بمقام الفیہ جہاز پر ۱۲۷۰ھ میں انتقال کیا۔

مولانا شاہ مصطفیٰ ابوالقاسم بن مولانا شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ :- ولادت ۱۹ صفر ۱۱۹۹ھ میں ہوئی، درسیات کی تکمیل مولانا احمدی قدس سرہٗ سے کی، بیعت، اجازت و خلافت اپنے والد مولانا شاہ شمس الدین قدس سرہٗ سے تھی، والد کے انتقال کے بعد جانشین کیے گئے، اس لئے قیام برابر کلکتہ میں رہا، اور رشد و ہدایت میں مصروف رہے، کلکتہ کے ہنگام قیام میں ۱۲۴۳ھ میں آپ کی ملاقات حضرت علامہ شیخ یوسف بن محمد بن علی البطاح الاہدل مکی قدس سرہٗ سے ہوگئی، آپ نے ان سے حدیث کی سند حاصل کی۔

پھلواری اور کلکتہ کے زمانۂ قیام میں آپ سے اکثر طلبہ نے تعلیم پائی ہے، از انجملہ ان چند حضرات کے نام معلوم ہیں :- آپ کے چھوٹے بھائی مولوی محمد مجتبیٰ، مولوی سید طالب حسین، مولوی منہاج الدین بنگالی، ملک شاہد علی، مولوی بندہ علی اور مولوی محمد امین داغستانی ہیں۔

مولوی محمد امین داغستانی نے آپ سے کلکتہ کے زمانۂ قیام میں پڑھا تھا، اور عربی میں آپ سے

خط وکتابت کئے تھے جن میں سے بعض خطوط موجود ہیں۔

کلکتہ سے بہ نیت حج جہاز پر سوار ہوئے، مدراس پہونچکر طبیعت بہت خراب ہوئی اور سفر کی صلاحیت نہیں رہی، اس لئے بغرض معالجہ اُتار لئے گئے، وہیں ۱۸ر ذیقعدہ ۱۲۴۹ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کی شادی شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادے مولانا وصی احمد قدس سرہٗ تھے۔

مولانا شاہ وصی احمد علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۲۰ر ذی الحجہ ۱۲۲۶ھ میں ہوئی، ابتدائی کتابیں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھیں، مگر تکمیل مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے ۲۰ر جمادی الآخر ۱۲۴۹ھ میں ہوئی، فن عروض وشعر میں حضرت فرد سے تلمذ تھا اور اپنے والد محترم کو بھی ابتدائی غزلیں دکھائی ہیں۔ ۲۷ر رجب ۱۲۴۰ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ اپنے نانا حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے بیعت کی۔ تعلیم وتربیت اجازت وخلافت حضرت فرد اور مولانا علی سجاد قدس سرہما سے تھی، اجازت تبرک حضرت نصر اور شاہ نور العین قدس سرہما سے بھی لی ہے۔ آپ کے والد نے بھی ۱۲۴۷ھ میں اپنے جمیع سلاسل ومرویات حدیث کا مجاز بنادیا تھا، والد کی وفات کے بعد جانشین کئے گئے۔ حضرت فرد سے آپ کا تعلق ولزوق بہت رہا، حضرت کے زمانہ میں خانقاہ کے تمام بیرونی انتظامات آپ کے ہاتھ میں تھے۔

آپ کے خلفاء ومجازین میں مولوی غلام دستگیر بن مولوی ابوظفر شاہ احمد بن مولانا ابوالفضل، مولوی رکن الدین بن مولوی محی الدین، شیخ مجید بخش، منشی لعل محمد کلکتہ، حافظ غلام مرتضیٰ، شاہ احمد حسین، حکیم مصباح الدین، میر محمد محسن پھلواروی رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت پیر ومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ نے آپ سے قادریہ شمسیہ کی اجازت لی تھی، آپ کی شادی آپ کے چچا مولوی مجتبیٰ علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے اولاد نہ ہوئی، نسل منقطع ہے۔ --- ۳ر ربیع الاول ۱۲۹۳ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرۂ مجیبیہ میں اپنے جد امجد حضرت شاہ احمد عبدالحی قدس سرہٗ کے پہلو میں بجانب غرب مدفون ہوئے۔

مولوی شاہ محمد مجتبیٰ بن مولانا شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی رحمۃ اللہ علیہ:۔ ولادت ۷ر ربیع الاول ۱۲۰۶ھ میں ہوئی، درسیات اپنے بڑے بھائی مولوی مصطفیٰ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی، بیعت، اجازت وخلافت اپنے والد سے تھی، تعلیم وتربیت اور اجازت تبرک اپنے بھائی مولوی مصطفیٰ ابوالقاسم

رحمۃ اللہ علیہ سے تھی ——— آپ کی شادی شاہ عاشوری علیہ الرحمۃ (ساکن باڑھ ضلع پٹنہ) کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکی جو مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ سے منسوب تھیں، اور ایک صاحبزادے مولوی وارث احمد تھے، جنہوں نے بسلسلۂ ملازمت بہادر گنج پورنیہ میں انتقال فرمایا، ان کو بھی کوئی اولاد نہ تھی، لاولد گئے۔

مولوی مجتبیٰ علیہ الرحمۃ نے ۲ / ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ میں رحلت فرمائی اور کلکتہ میں اپنے ایک مرید میاں دیانت مرحوم کے باغ میں مدفون ہوئے۔

حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ اور آپ کی اولاد کا تذکرہ ختم ہوا، اب ہم ان بزرگوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو حضرت تاج العارفین کے اجزائے خاص ہیں، اس کے بعد ان حضرات کا تذکرہ ہوگا جن کا خاندان بسلسلۂ مصاہرت حضرت مخدوم منہاج الدین راستی اور حضرت امیر عطاء اللہ جعفری قدس سرہما کے خاندان سے وابستہ ہوا اور ان بزرگوں نے اسی قصبہ کو اپنا وطن بنایا۔

حضرت شاہ جار اللہ بن شاہ ظہور اللہ قدس سرہٗ

ولادت ۱۱۰۲ھ میں ہوئی۔ آپ حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے چھوٹے بھائی ہیں، درسیات ملا صبیح الدین بن ملا فصیح الدین جعفری اور حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ سے پڑھی۔

بیعت حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ سے تھی، تعلیم و تربیت حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے ہوئی ——— آپ کی پہلی شادی بی بی نسیمہ بنت شاہ سلطان جعفری بن شاہ عبداللہ جعفری سے ہوئی تھی، ان سے دو بیٹیاں بی بی مبارک اہلیہ اولیٰ ملا وحید الحق (ابدال) لاولد گئیں اور بی بی اہلو، اہلیہ اولیٰ حضرت شاہ احمد عبدالحی بن حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ، یہ بھی لاولد گئیں۔

دوسری شادی بی بی اللہ رکھی بنت شاہ محمد نجیب بن مولوی مودود جعفری پھلواروی سے ہوئی۔ ان سے ایک لڑکے حبیب اللہ لاولد فوت ہوئے اور ایک بیٹی بی بی زینت اہلیہ شاہ غلام اسد اللہ بن محمد حسن بن لطف اللہ جعفری تھیں۔

بی بی زینت مولوی نور الحسن بن سید علی حسن بن شاہ فضل اللہ عرف کالن سے منسوب تھیں۔ ان سے ایک بیٹی بی بی بدر النساء اہلیہ مولوی قادری بن حضرت شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ تھیں۔ شاہ جار اللہ قدس سرہٗ کی جزئیت آپ کی انہی نواسی کے واسطہ سے باقی ہے اور دوسری تمام اولاد سے نسل منقطع ہو چکی ہے۔

شاہ جار اللہ قدس سرہ نے ۱۱ رمضان ۱۱۵۸ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ امیر عطاء اللہ میں اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے،

ملا امر اللہ بن منیر اللہ بن کبیر الدین بن رکن الدین بن امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ

تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ کے چچا زاد بھائی ہیں، دہلی میں تعلیم پائی، قیام بھی دہلی ہی میں رہا، آپ کے انتقال کی تاریخ کے متعلق تاج العارفین قدس سرہ نے اپنی ایک یادداشت میں لکھا ہے کہ بستم محرم ۱۱۶۱ھ میں دہلی میں انتقال فرمایا اور مقبرہ حضرت نور الدین یار پراں میں دفن ہوئے، بہت متقی پرہیزگار بزرگ تھے، افسوس آپ کی زندگی کے تمام احوال پردۂ خفا میں ہیں، نسب نامہ کی کتابوں میں صرف آپ کا نام ہے اور بغیر ازدواج کے تذکرہ کے لاولد لکھا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔

آپ کی تصنیفات سے ایک کتاب بنام "تحلیل المعضلات لابن عربی" لندن کے کتب خانہ میں موجود ہے، تصوف میں علامہ محی الدین ابن عربی کی مشہور کتاب المعضلات کی عربی میں آپ نے شرح لکھی ہے اور اس کتاب کو امیر الامراء شمس الدولہ المقتول ۱۱۵۱ھ کے نام سے معنون کیا ہے۔

جس طرح آپ کے اور دوسرے احوال پردۂ خفا میں ہیں اسی طرح آپ کی یہ تصنیف بھی لامعلوم تھی، ہمارے محترم مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ نے اپنی سیاحت لندن کے موقع پر اس کتاب کا بچشم خود مطالعہ کیا ہے۔

دیباچہ کی اس عبارت سے ممدوح کو حیرت ہوئی "فیقول امر اللہ بن منیر اللہ محمدی الطیاسی بطناً الفلواری وطناً" کیونکہ پھلواری کے مشاہیر میں آپ کا نام مشہور نہیں ہے،

لندن سے واپسی کے بعد ممدوح نے ایک عریضہ مولانا شاہ محی الدین قادری قدس سرہ کی خدمت میں لکھا جس میں اس کتاب کا تذکرہ کیا تھا۔ اور مصنف کا پھلواری سے تعلق اور وفات کا سن دریافت کیا تھا، جس حد تک مصنف کے متعلق معلومات تھے جواب میں لکھ دیئے گئے تھے، ممدوح نے اپنے رسالہ "معارف" میں اس کا تذکرہ بھی کیا ہے، اس کتاب کا کوئی نسخہ پھلواری میں موجود نہیں ہے اور نہ اس واقعہ سے پہلے کوئی اس تصنیف سے واقف تھا۔

پھلواری میں خاندان فریدی کی ایک شاخ

پھلواری میں بسنے والے اس خاندان کے سب سے پہلے بزرگ حضرت شاہ سعد اللہ فریدی البجیلی علیہ الرحمۃ ہیں، آپ نے صاحبان عیسیٰ پور کی ایک اراضی بی بی نورن بنت زین العابدین بن سیّد نور اللہ بن سیّد دوست محمد، زوجہ سیّد مسیح اللہ بن فتح اللہ بن نور اللہ بن دوست محمد مذکور سے ۹ شعبان ۱۱۵۴ھ میں خرید کر مکان بنوایا اور اسی مکان میں مقیم ہوئے، اس وقت اس مکان میں مولوی شاہ ہارون صاحب ہیں جو شاہ سعد اللہ کی پانچویں پشت میں پوتے ہوتے ہیں۔ یہ مکان خانقاہ مجیبیہ کے زنانہ خانہ سے پچھم واقع ہے۔

حضرت شاہ محمد سعد اللہ فریدی قدس سرہ، حضرت شیخ الاسلام فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کی اولاد امجاد سے ہیں اور فتح پور سکری کے خاندان فریدی کی فروع ہیں، آپ کا خاندان فتح پور سکری سے اٹھکر صوبہ بہار کے ایک گاؤں دیوریا میں آباد ہوا، یہ گاؤں فتح پور، ضلع پٹنہ اور لکھنور ضلع پٹنہ کے قریب آباد تھا۔

آپ کے اجداد اپنے ساتھ اپنا اقتدار اور خاندانی وقار بھی ..... لائے تھے، اور جوہر ذاتی و وجاہت خاندانی کے قدرشناس سلاطین اسلام نے ان بزرگوں کو مدد معاش میں جاگیریں بھی دی تھیں جس سے خوش زندگانی بسر کرتے تھے۔

آپ کے والد حضرت شاہ حمید الدین اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے، آپ کی شادی موضع نظام پور ضلع پٹنہ اور موضع بسنت پور گونڈیا پرگنہ کسمر ضلع سارن کے جلیل القدر خاندان میں حضرت شاہ محمد بن شاہ نور اللہ نظام پوری کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، اس رشتہ سے تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہ اور شاہ حمید الدین قدس سرہ باہم ہمزلف تھے، کیونکہ تاج العارفین کی دوسری شادی، بی بی طاہرہ بنت شاہ محمد بن شاہ نور اللہ نظام پوری سے ہوئی تھی۔

حضرت شاہ حمید الدین قدس سرہ کے صاحبزادہ شاہ سعد اللہ قدس سرہ ہیں، ان کی شادی بی بی عارفہ بنت تاج العارفین قدس سرہ سے ہوئی تھی، ان کے ایک صاحبزادے حضرت شاہ وعد اللہ علیہ الرحمۃ اور ایک صاحبزادی بی بی رحمت النساء، اہلیۂ اولیٰ مولانا احمدی قدس سرہ تھیں۔

حضرت شاہ سعداللہ قدس سرہٗ نے شادی کے بعد پھلواری ہی میں اقامت اختیار کرلی، اور ۱۱۴۵ھ میں بطریقۂ قادریہ وارثیہ تاج العارفین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، اکتساب سلوک کے بعد تاج العارفین قدس سرہٗ نے خرقۂ خلافت اور اجازت سلاسل سے ممتاز فرمایا۔

آپ بلند مرتبہ اور صاحب حضوری بزرگ تھے، بارگاہ نبویہ سے جو اوراد و نوافل آپ کو معلوم ہوئے وہ خاندان مجیبیہ میں معمول ہیں، چہاردہم ذیقعدہ ۱۱۹۰ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ میں مدفون ہوئے۔

حضرت شاہ وعداللہ قدس سرہٗ:۔ ولادت ۱۱۷۶ھ میں ہوئی، درسیات اپنے خالو ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ سے پڑھی، ۱۱ ربیع الآخر ۱۱۹۲ھ میں اپنے خال محترم حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، تکمیل سلوک کے بعد حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی بی بی ذکیہ بنت شاہ محمد عاشوری قدس سرہٗ (ساکن باڑھ محلہ غیاث پور، کے از اولاد مخدوم الملک بہاری) سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ شاہ محمد علی یوسفؒ تھے دوسری شادی محل اولی کے انتقال کے بعد آپ کی سالی بی بی ارزانی بنت شاہ محمد عاشوری مذکور سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ احمد مصطفٰے علیہ الرحمۃ اور ایک صاحبزادی بی بی وکیہ اہلیہ مولانا شاہ محمد ابو تراب بن شیخ العالمین قدس سرہما۔

شاہ وعداللہ علیہ الرحمۃ نے ۲ ذیقعدہ ۱۲۴۵ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

مولوی شاہ محمد علی یوسف قدس سرہٗ:۔ ولادت ۱۱۹۹ھ اور وفات ۱۲۶۱ھ میں ہوئی، درسیات مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھی، ۱۲ ربیع الاول ۱۲۱۶ھ میں بطریقۂ قادریہ وارثیہ شیخ العالمین قدس سرہٗ سے بیعت کی اور اجازت وخلافت حاصل کی، شیخ العالمین قدس سرہٗ نے آپ سے بعض اسماء کا نصاب بھی دلوایا تھا، اعمال تعویذات اور تدبیر دفع آسیب وجن میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، عمر اپنی مشاغل میں بسر کی۔

آپ کی شادی بی بی نورانی بنت سید شاہ لطف علی بن سید حسن رضی (ساکن کراے پرسراے ضلع پٹنہ) سے ہوئی تھی، (بی بی نورانی شاہ محمد منعم بن قاضی حیات مزید جعفری پھلواروی کی نواسی تھیں) ان سے ایک بیٹی بی بی حفیظہ زوجہ ثانیہ مولانا شاہ محمد حسین بن شیخ العالمین قدس سرہما تھیں، ان کی ایک بیٹی بی بی کرامت فاطمہ

اہلیہ شاہ نور العین بن حضرت شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ تھیں، ان سے ایک لڑکے فضل الرسول ہوئے جو کم عمری میں فوت ہوئے، اس کے بعد شاہ علی یوسف کی نسل منقطع ہو گئی۔

مولوی شاہ احمد اصطفیٰ قدس سرہٗ:۔ ولادت ۱۲۱۱ھ اور وفات نہم شوال ۱۲۶۰ھ میں ہوئی، مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔ درسیات مولانا محمد امام بن شیخ العالمین قدس سرہٗ سے تمام کی، ۱۲۳۱ھ میں شیخ العالمین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے، تعلیم و تربیت اجازت و خلافت ۱۲۳۵ھ میں حضرت فرد قدس سرہ سے حاصل کی ــــ آپ کی شادی مولانا محمد امام قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی کلثوم سے ہوئی، ان سے تین صاحبزادے مولوی شاہ نعمت مجیب، مولوی شاہ محمد صفت اللہ، اور مولوی شاہ محمد اشرف مجیب رحمۃ اللہ علیہم اور چار صاحبزادیاں تھیں، بی بی فریدہ، بی بی وجیہہ، بی بی امۃ الرسول، بی بی آل زہرا، تین بہنیں لاولد رہیں، تیسری بہن بی بی آل زہرا مولوی حکیم محمد داؤد علیہ الرحمۃ سے بیاہی تھیں، ان سے دو صاحبزادے مولانا شاہ حکیم محمد سلیمان قادری چشتی مولوی حکیم محمد ایوب، بی بی ریحانۃ الرسول، مولانا شاہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ کے خاندان کا مستقل تذکرہ اس خاندان کے تذکرہ کے بعد آئے گا۔

مولانا شاہ محمد نعمت مجیب علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۲۸ محرم ۱۲۴۹ھ میں ہوئی، درسیات متوسطات تک مولانا ہادی بن مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھی، اور بقیہ نصف درسیات مولانا محمد حسین بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے تمام کی، ۱۲۶۳ھ میں بطریقہ قادریہ وارثیہ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ سے بیعت کی، تعلیم و تربیت، اجازت و خلافت مولانا ہادی قدس سرہٗ سے تھی، مولانا حاجی احمد علی ابراہیم بن مولانا احمدی اور آپ کے خال محترم مولانا شاہ نور احمد علیہما الرحمۃ نے بھی اپنے جمیع سلاسل کی اجازت عطا فرمائی تھی، آپ بھی حج و زیارت حرمین شریفین سے فائز المرام ہیں۔

درس و تدریس کا مشغلہ تھا، آپ کے تلامذہ میں مولوی منظور احمد بن مولانا نور احمد و مولوی اسحاق وکیل حبیب پوری مشہور ہیں۔

آپ کی شادی مولوی سید آل علی بن میر سید باقر علی بن میر سید حسن رضوی ساکن کرائے پرسرائے متوطن پھلواری کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ عبید اللہ علیہ الرحمۃ ہوئے۔

مولانا شاہ محمد نعمت مجیب علیہ الرحمۃ نے ۷، شوال ۱۳۰۷ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ جنیدیہ سے پورب مدفون ہوئے، جس جگہ آپ کا مزار ہے سابق میں مولوی علی وارث مرحوم کا اس جگہ مکان تھا، مرحوم نے اس جگہ کو

اپنی قبر کے لئے مخصوص کیا تھا، اس لئے ورد و وظائف اسی جگہ بیٹھکر پڑھتے تھے، اور قرآن شریف کا ختم وغیرہ بھی اسی جگہ بیٹھکر کرتے تھے، مگر مولوی علی وارث مرحوم کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء نے حضرت شاہ آیت اللہ قدس سرہٗ کے مقبرہ میں ان کو دفن کیا، شاہ محمد نعمت مجیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس خیال سے کہ اس جگہ قرآن شریف کا ختم بہت زیادہ پڑھا گیا ہے اور حضرت جنید ثانی کے مزار سے متصل بھی ہے، مولوی علی وارث مرحوم کے ورثاء سے خرید کر اس کو اپنے قبر کے لئے مخصوص کر دیا، آپ کی تدفین کے بعد اس خاندان سے قرابت اور توسل رکھنے والے اکثر افراد مدفون ہوئے، اب یہ پوری اراضی مقبرہ ہے۔

مولوی حاجی شاہ محمد عبید اللہ علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۹ رجمادی الآخر پنجشنبہ ۱۲۹۴ھ میں ہوئی، صغر سنی ہی میں آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا، اس لئے آپ کی پرورش آپ کے نانا اور نانی نے کی، ابتدائی کتابیں اپنے والد اور اپنے چچا مولوی شاہ محمد صفت اللہ علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ مگر ان بزرگوں کی مشغولیت کی وجہ سے اسباق ناغہ ہوتے تھے، اس لئے ۱۳۱۲ھ میں مدرسہ خانقاہ مجیبیہ میں مولوی عبد اللہ رامپوری علیہ الرحمۃ سے آپ نے شرح وقایہ اور میر قطبی کا سبق شروع کیا، ابھی چند ہی مہینے گذرے تھے کہ آپ کے عم محترم مولانا حاجی شاہ اشرف مجیب رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا، آپ کے منجھلے چچا مولانا شاہ محمد صفت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ان کی جگہ جانشین کیا، اس کے بعد درس کا سلسلہ ایک عرصہ تک موقوف رہا، جانشینی کے بعد آپ نے بعض دوسرے اساتذہ سے تعلیم پائی، ۱۳۲۴ھ میں حج و زیارت مدینہ منورہ سے بہرہ یاب ہوئے ــــ آپ کے والد علیہ الرحمۃ نے اپنے زد بر و مرض موت میں مولانا شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کی نیابت سے آپ کی بیعت لی تھی، .... اور آپ کے چھوٹے چچا مولانا شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ نے اپنے زمانۂ انتقال سے پیشتر اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ کے منجھلے چچا مولانا شاہ صفت اللہ علیہ الرحمۃ نے بھی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ کو تعلیم و تربیت بھی حضرت ممدوح سے تھی۔

آپ کی شادی چودھری واعظ الدین احمد بن چودھری کرامت علی بن چودھری احمد علی ساکن دھنوت ضلع پٹنہ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولوی شاہ محمد نعمت اللہ سلمہٗ ہیں۔

۳ر شعبان ۱۳۲۸ھ میں انتقال فرمایا اور اپنی خانقاہ کے اس حجرہ میں جہاں آپ نے مرشد عم محترم مولانا شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کا مزار ہے، مرشد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

مولوی شاہ محمد نعمت اللہ سلمہ اللہ:۔ ولادت ۱۳۲۲ھ میں ہوئی، آپ اپنے والد اور مولوی

شاہ منظور احمد بن مولانا نور احمد علیہ الرحمۃ کے شاگرد ہیں، بیعت، اجازت وخلافت اپنے والد علیہ الرحمۃ سے حاصل کی، آپ کے والد مولوی شاہ محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۴۲ھ میں سفر حج کی روانگی سے پہلے اپنے رُوبرو الباس خرقہ کرکے اپنے سجّادہ پر آپ کو نیابۃً جانشیں کر دیا تھا، اس لئے والد کے وصال کے بعد دوبارہ رسم جانشینی کی کوئی ضرورت نہ تھی، مگر آپ کے والد کے مخلص مریدوں نے اتباعاً لسنۃ الصوفیہ بروز چہارم آپ کو دوبارہ جانشیں کیا، اس جلسہ میں پھلواری کے علماء وصوفیہ کے علاوہ ضلع پٹنہ کے دوسرے مقتدر صوفیائے کرام بھی شریک تھے۔

بفضلہ تعالیٰ جس سلسلہ کا اجرا مولانا شاہ اشرف مجیب علیہ الرحمۃ نے اپنے ذمہ لیا تھا، ان کے بعد ان کے جانشینوں سے بھی جاری ہے اور ان کے موجودہ جانشین مولوی شاہ نعمت اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ ان تمام خدمات کو بحُسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی شادی آپ کے خلیرے چچا مولوی محمد اسحاق مرحوم بن مولوی وحید اشرف (یکے از اولاد ملّا حبیب اللہ بہاری) ساکن چنکھرہ پرگنہ پھلواری کی لڑکی سے ہوئی، ان سے دو لڑکیاں ہیں، چھوٹی لڑکی ہنوز ناکدخدا ہے، بڑی لڑکی جناب سیّد ابوالمکارم بن ڈاکٹر سیّد محمد ہاشم مرحوم ساکن خسروپور نوابادہ سے بیاہی ہے۔

مولانا شاہ محمد صفت اللہ علیہ الرحمۃ۔ ولادت ۳ ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ میں ہوئی ابتدائی درسیات مولانا شاہ محمد شرف الدین پھلواروی قدس سرہٗ سے پڑھیں، بقیہ درسیات کی تکمیل کے خیال سے لکھنؤ تشریف لیگئے اور مولانا محمد نعیم فرنگی محلی علیہ الرحمۃ سے تمام کی۔ بیعت، اجازت وخلافت سب کچھ حضرت مولانا شاہ محمد ابوتراب آشنا قدس سرہٗ سے تھی، اور حضرت مولانا ہادی ومولانا حاجی احمد علی ابراہیم اور مولانا نور احمد علیہم الرحمۃ نے بھی اپنے سلاسل کی اجازت عطا فرمائی تھی۔

آپ متوکل اور مرتاض اور دائم الرّیاضت بزرگ تھے، اور حج وزیارت حرمین شریفین سے فائز المرام تھے ـــــ آپ کی شادی بی بی آل زہرا بنت مولوی سید رعایت علی بن سیّد عنایت علی بن سیّد عبدالعلی جعفری سے ہوئی تھی، ان سے چار صاحبزادے مولوی علی حافظ، مولوی محمد فضل حق، مولوی محمد موسیٰ، مولوی محمد ہارون اور دو بیٹیاں تھیں، ان میں سے ایک بیٹی مولوی محمد ایوب بن حکیم داؤد علیہ الرحمۃ سے بیاہی تھیں، جن کے صاحبزادہ مولوی محمد عزیز صاحب فریدی ہیں۔

مولوی شاہ صفت اللہ علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادگان مولوی علی حافظ اور مولوی فضل حق ـــ

نوجوانی میں جبکہ اُن کی درسیات تکمیل کے قریب تھی، شادی سے پہلے فوت ہو گئے۔

مولوی شاہ صفت اللہ علیہ الرحمۃ نے بہتر سال کی عمر میں بعارضۂ دق الشیخوخت بتاریخ ۵ صفر ۱۳۲۲ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے بڑے بھائی مولوی شاہ نعمت مجیب علیہ الرحمۃ کے مزار سے پورب مولوی سید آل علیؒ کے مزار کے بعد مدفون ہوئے، آپ کی نسل آپ کے دو صاحبزادگان مولوی محمد موسیٰ اور مولوی ہارون صاحبان سے جاری ہے۔

مولوی شاہ محمد موسیٰ صاحب:۔ ولادت ۱۳۰۲ھ میں ہوئی، آپ نے درسیات آرہ مدرسہ حنفیہ کے اساتذہ سے تمام کی، بیعت، اجازت و خلافت اپنے والد سے حاصل کی، فی الحال مڈل اسکول پھلواری میں ہیڈ مولوی ہیں، اوقات خوش بسر کرتے ہیں۔

آپ کی پہلی شادی مولوی محمد محفوظ بن مولوی عمر دراز مرحوم پھلواروی کی لڑکی سے ہوئی جن سے ایک لڑکے عزیزم محمد عیسیٰ سلمہٗ ہیں، انھوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے اور اپنی زمینداری کا نظم دیکھتے ہیں، عزیزم موصوف کی شادی مولوی محمد قاسم بن مولوی محمد اسحاق (ساکن محلہ صادق پور پٹنہ) کی لڑکی سے ہوئی ہے ان سے ایک بچہ اور ایک بچی ہے۔

اور مولوی محمد موسیٰ صاحب کی دوسری شادی مولوی سید کمال الدین بن سید آغائی صاحب مرحوم ساکن بیور[۱] پرگنہ پھلواری کی لڑکی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکی اہلیہ مولوی شاہ محمد عزیر منعمی پھلواروی اور ایک لڑکے عزیزم محمد یوسف سلمہٗ ہیں، انہوں نے بھی جدید تعلیم حاصل کی ہے، بی اے ہیں، کئی سال تک سرکاری محکمہ میں اچھے عہدے پر کام کرتے رہے، اب اپنے نسبتی بھائی شاہ عزیر صاحب منعمی کے پرائیوٹ پرائیوٹ سکریٹری ہیں، ان کی شادی مولوی امیر الحسن بن مولانا نور الحسن صاحب پھلواروی کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔

مولوی شاہ محمد ہارون صاحب:۔ ولادت ۱۳۰۶ھ میں ہوئی، آپ نے جدید تعلیم حاصل کی ہے،

---

[۱] بیور پرگنہ پھلواری ضلع پٹنہ:۔ یہ بستی پھلواری سے پورب اور دکھن گوشہ پر تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اس کے متصل سادات کی دوسری بستی حسن پورہ ہے، سابق میں بیور سادات و شیوخ کی بستی تھی مگر اب تو اس بستی میں مسلمان بہت کم ہیں، اور سادات و شیوخ کا ایک گھر بھی نہیں ہے، ہندوؤں کی آبادی ہے اور ان کی ہی زمینداری و کاشتکاریاں ہیں۔ اب تک اس بستی میں ایک بزرگ حضرت شاہ فتح اللہ فردوسی کا مزار موجود ہے، ان بزرگ کا سلسلہ رائے پور فتوحہ میں ہے، مولوی سید آغائی مرحوم مولانا شاہ عبدالغنی پھلواروی قدس سرہٗ کے مرید و شاگرد تھے۔

اور حضرت مولانا شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ سے عربی بھی پڑھی ہے، بیعت بھی آپ کو جناب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ہی سے ہے، مذہب حنفیہ سے کنارہ کش ہیں، اہل حدیث کا عقیدہ رکھتے ہیں، زندگی کا مشغلہ زمینداری ہے، اوقات عزیز کار خیر میں بسر کرتے ہیں۔ آپ کا قیام اپنے آبائی مکان میں ہے جس کو آپ کے جد امجد حضرت شاہ سعد اللہ قدس سرہٗ نے خرید کر تعمیر کیا تھا۔

آپ کی شادی، جناب شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے چار بچیاں اور تین لڑکے ڈاکٹر نور العین اور مولوی قرۃ العین اور محمد قاسم سلمہم ہیں، ڈاکٹر نور العین سلمہٗ آنکھ اور دانت کے ڈاکٹر ہیں اور مولوی قرۃ العین سلمہٗ نے علوم دینیہ کی تکمیل دہلی میں کی ہے اور محمد قاسم ہنوز تحصیل علوم جدیدہ میں مشغول ہیں، بارک اللہ فی اعمارہم وحسناتہم۔

مولانا شاہ محمد اشرف مجیب علیہ الرحمۃ: ولادت ۲۸ رشوال ۱۲۵۱ھ میں ہوئی، درسیات مولانا وصی احمد اور مولانا محمد حسین علیہما الرحمۃ سے پڑھیں اور احادیث کی سند سماعۃً وقراءۃً مولانا آل احمد قدس سرہٗ سے حاصل کی، بیعت اجازت وخلافت تعلیم وتربیت کل حضرت مولانا شاہ محمد علی سجاد قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی، آپ کو فقر وتصوف کے ساتھ خاص مناسبت تھی، ریاضات ومجاہدات کا بیحد شوق تھا، بچپن ہی سے اوراد ووظائف کے پابند تھے، اکثر علیہ کشی وصوم طے کا اتفاق ہوا ہے۔

اپنے شیخ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت نصر قدس سرہٗ سے اجازت تبرک لی اور خرقۂ خلافت پہنا، اگرچہ اس دور میں الباس خرقہ کی رسم کم ہوگئی ہے اور صرف سند اجازت ہی پر اکتفا کرتے ہیں، مگر آپ کی تمنا تھی کہ کاش مجھے اپنے شیخ کی طرف سے الباس خرقہ کا بھی شرف حاصل ہوتا، چنانچہ ۱۲۷۶ھ میں اپنے شیخ کے وصال کے بعد جب آپ نے حضرت نصر قدس سرہٗ سے سلاسل کی اجازت لی تو الباس خرقہ کی بھی تمنا ظاہر کی، حضرت نصر قدس سرہٗ نے بتاریخ ۴ ربیع الاول روز جمعہ ۱۲۷۶ھ میں دستار نظامیہ وخرقۂ قادریہ، وکمربند وچگا وتسبیح وعصا عطا فرماکر الباس خرقہ کردیا، اس روز سے اپنا لباس آپ نے یہی مقرر کرلیا اور تمام عمر اسی لباس میں رہے۔

۱۲۷۷ھ میں بمعیت مولانا عنایت رسول قادری آپ حج کو تشریف لیگئے اور زیارت حرمین شریفین سے فائز المرام واپس آئے۔

آپ سے مولانا علی سجاد قدس سرہٗ کے سلسلۂ رشد وہدایت کو بہت فروغ ہوا، جابجا سفر کرکے

طالبین حق کی تلقین فرماتے اور ان کو علمی و عرفانی تعلیم دیتے، حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ ان ذمہ داریوں کو اپنے ذمہ نہ لیتے تو حضرت مولانا علی سجاد قدس سرہٗ کا سلسلہ اور ان کے تمام معمولات ختم ہو جاتے، آپ نے جب رشد و ہدایت کی خدمت اپنے ذمہ لی تو اپنے شیخ کے معمولات بھی اپنے ذمہ لے لئے، اس لئے کہ ان کی اولاد میں گرچہ سب ہی مجاز تھے مگر ان کے دوسرے حالات ایسے نہ تھے کہ وہ ان معمولات کو سرانجام دے سکتے، آپ نے متوکلانہ اس راہ میں قدم رکھا اور اپنے شیخ کی سچی جانشینی کی۔

خانقاہ فریدی ۔ ۱۳۰۹ھ میں کچھ اراضیات متروکہ حضرت شاہ شمس الدین ابو الفرح مجیبی قدس سرہٗ ان کے ورثاء سے خرید کر اس میں ایک خانقاہ اور انہی حدود میں ایک مسجد تعمیر کرائی، جو اب خانقاہ فریدیہ کے نام سے مشہور ہے، ان عمارات کی تعمیر کو اب تک پچپن سال کی مدت گذر چکی ہے، اس خانقاہ میں آپ نے عرس ربیع الاول اور ربیع الثانی اور دیگر اعراس قائم کئے، ربیع الاول کے مہینے میں یکم ربیع الاول سے دوازدہم تک آپ کے شیخ مولانا علی سجاد قدس سرہ صبح کے وقت چائے اور ناشتہ تقسیم فرماتے تھے، اور پھلواری کے لوگ اس دعوت میں مدعو ہوتے تھے... مولانا ممدوح علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد کئی برس تک اُن کے صاحبزادے نے اس معمول کو قائم رکھا، مگر جب ان کی مالی حالت کمزور ہو گئی تو یہ دعوت بھی متروک ہو گئی، جب آپ نے اپنی خانقاہ میں اعراس قائم کئے تو شیخ کی اس سنت کو بھی اختیار فرمایا، جو بحمد اللہ آج تک ان کی خانقاہ میں جاری ہے اور آپ کے جانشیں بہت ہی حوصلہ اور ہمت کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

آپ کے مریدین آرہ بنارس محلہ مدن پورہ، موتیہاری ضلع چپارن وغیرہ میں بہت کثیر ہیں۔

آپ کی شادی مولانا نور احمد بن مولانا محمد امام قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، مگر کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ۹ رشعبان ۱۳۱۳ھ میں بعارضۂ دق چند ماہ مبتلا رہ کر رحلت فرمائی اور اپنی وصیت کے مطابق اپنی خانقاہ کے جنوب مشرقی گوشہ میں ایک حجرہ کے اندر مدفون ہوئے، آپ کے پہلو میں آپ کی اہلیہ کا مزار ہے اور اسی حجرہ میں آپ کے برادر زادہ و جانشیں شاہ محمد عبید اللہ علیہ الرحمۃ مدفون ہیں۔

تذکرۂ اولاد حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو علیہ الرحمۃ

نسب نامہ کے قدیم کاغذات جو کتب خانہ مجیبیہ میں موجود ہیں اور بعض وہ کاغذات جو مولوی حکیم عبدالرزاق (یکے از اولاد حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ) نے اپنے خاندانی حالات کی نسبت جمع کئے ہیں، اور تذکرۂ خاندان کریم چک (مؤلفہ حکیم شاہ نعمت اللہ کریم چکی) اور دیگر یادداشت نوشتہ بزرگان پھلواری اور وہ تذکرہ جس کو مولانا شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ نے اپنے ذاتی حالات میں تحریر فرمایا ہے، ان سب کو دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ کے جدِّ اعلیٰ مولانا فریدالدین علیہ الرحمۃ کے اجداد منیر ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے، سلاطین وقت نے ان کے تقدس خاندانی وجوہر ذاتی کی قدر کرتے ہوئے ان کو مدد معاش میں جاگیریں دی تھیں، جن میں ایک گاؤں چندن پور ضلع سارن میں تھا، چونکہ منیر سے یہ گاؤں بہت فاصلہ پر تھا اور وہاں کا نظم ونسخ اتنی بعید مسافت سے دشوار تھا، اس لئے یہ لوگ منیر سے اٹھکر موضع چندن پور میں مقیم ہو گئے۔

یہ بیان دیزان بزرگوں کا اپنی نسبت ہاشمی قریشی لکھنا ثابت کرتا ہے کہ یہ حضرات بھی تاج فقیہہ فاتح منیر کی اولاد کی کسی ایک شاخ سے ہوں، کیونکہ اہل منیر جو اپنے آپ کو ہاشمی قریشی لکھتے ہیں مخدوم تاج فقیہہ کی اولاد سے ہیں، اور مخدوم تاج فقیہہ ہاشمی قریشی تھے، حضرت زبیر بن عبدالمطلب عم رسول اللہ کی فرزندی کا شرف رکھتے تھے۔

علاوہ ازیں اس خاندان کا ازدواجی تعلق جو مسلسل تاج فقیہہ کے خاندان کے ساتھ رہا ہے، بھی اتحاد نسبی کی تائید کرتا ہے، بزرگان موضع حکیم آباد گھگھٹہ ہمیشہ اپنے آپ کو ہاشمی قریشی لکھتے آئے، اور ان کے مواہیر و وثائق اور فرامین میں بھی جو سلاطین کی طرف سے مدد معاش میں ملے، ان بزرگوں کو ہاشمی و قریشی ہی لکھا ہے۔

البتہ اس خاندان کا لحوق ولزوق کریم چک کے ممتاز و مقدس فاروقی خاندان سے بہت گہرا رہا ہے، اور اہل کریم چک اور رہاسیان موضع حکیم آباد گھگھٹہ ایک دوسرے میں ایسے شیر وشکر رہے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ جس طرح اہل کریم چک فاروقی ہیں اہل گھگھٹہ بھی فاروقی ہیں، اور جس طرح اہل گھگھٹہ تاج فقیہی ہیں اہل کریم چک بھی تاج فقیہی ہیں تو غلط نہ ہوگا، اس لئے کہ اہل کریم چک میں

کوئی بھی ایسا نہیں جس کو مولانا فرید الدین علیہ الرحمۃ کی جزئیت نہ پہنچی ہو، اور اہل گھاگھٹہ میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جس کو حضرت عبد اللہ شہید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی جزئیت نہ پہنچی ہو۔

مولانا فرید الدین کے انتقال کا سن معلوم نہ ہو سکا اور نہ ان کا مدفن معلوم ہے، ان کے بیٹے مولوی عبد الغفور تھے ان کے پانچ صاحبزادگان تھے، شیخ ابو المکارم، شیخ حسام الدین، شیخ محمد خواجہ لاولد، شیخ محمد عاقل، شیخ فتح محمد تھے۔ چار بھائیوں کی اولاد کا تذکرہ کتاب انساب میں موجود ہے، اس تذکرہ میں مولوی شیخ فتح محمد بن مولوی عبد الغفور بن مولانا فرید الدین کی اولاد کا ذکر مقصود ہے۔

مولوی شیخ فتح محمد بن مولوی عبد الغفور بن مولانا فرید الدین رحمہم اللہ۔ مولوی شیخ فتح محمد کو ان کے سابق وطن موضع کشن پورہ ہے اس کی تباہی و بربادی کے وقت صغر سنی کے زمانہ میں ان کی انّا ..... کریم چک لے آئی تھی ان کی پرورش کریم چک ان کی نانہال ہی میں ہوئی ان کے ایک بیٹے مولوی پیر نظر محمد تھے

مولوی شیخ پیر نظر محمد علیہ الرحمۃ ذی علم تھے اور مشغلہ بھی درس و تدریس ہی کا تھا، حضرت قطب الاقطاب مولانا وارث رسولنما بنارسی قدس سرہ کے مرید تھے، ان کی شادی شاہ محمد افضل بن شاہ عبد اللہ شہید بن شاہ عبد الحکیم بن حاجی الحرمین مخدوم شاہ عبد الکریم حسامی چشتی مانک پوری قدست اسرارہم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادے مولوی حکیم محبوب عالم عرف حکیم یاسو رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔

حکیم محبوب عالم:۔ سنہ ولادت معلوم نہیں، صغر سنی ہی کے زمانہ میں جبکہ دو برس کی عمر تھی، آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا، آپ کے والد شیخ پیر نظر محمد علیہ الرحمۃ نے دل برداشتہ ہو کر کریم چک کی اقامت ترک کردی اور پٹنہ محلہ صادق پور میں آکر اقامت گزیں ہو گئے اور یہاں بچوں کی تعلیم و تربیت پر اپنا عزیز وقت صرف کرنے لگے۔

واضح ہو کہ شیخ پیر نظر محمد علیہ الرحمۃ کا خصوصیت کے ساتھ کریم چک سے اٹھکر پٹنہ محلہ صادق پور میں قیام فرمانا اسی وجہ سے تھا کہ آپ سے اور صاحبان صادق پور سے قرابت خاندانی تھی، شیخ پیر نظر محمد علیہ الرحمۃ کے آباؤ اجداد بھی منیر کے رہنے والے تھے اور صاحبان صادق پور بھی حضرت مخدوم شاہ خلیل الدین بن مخدوم شاہ احمد یحییٰ منیری بن مخدوم اسرائیل بن مخدوم تاج فقیہہ رحمہم اللہ کی اولاد سے ہیں، اسی قرابتمندی کی وجہ سے انہوں نے دوسری جگہ کی اقامت پر صادقپور کی اقامت کو

ترجیح دی اور تا عمر یہیں رہے اور یہیں انتقال کیا۔

الغرض جب حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ کی والدہ نے انتقال کیا اور آپ کے والد شیخ پیر نظر محمد علیہ الرحمۃ نے کریم چک کی اقامت ترک کر دی تو حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ کی پرورش ان کے ماموں نے یعنی حکیم شاہ فصیح اللہ و حکیم شاہ مسیح اللہ و حکیم شاہ عزت اللہ علیہم الرحمۃ نے اپنے ذمہ لے لی۔

چنانچہ حکیم صاحب موصوف نے درسیات اور علم طب تمام و کمال اپنے ماموں حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ سے پڑھی، اپنے زمانہ کے کاملین فن میں شمار کئے گئے، مدتوں اپنے استاد کے مطب میں بیٹھے یہاں تک کہ استاد کے بعد جانشین بھی آپ ہی ہوئے۔

حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ نے حکیم محمد اکبر ارزانی دہلوی مصنف "طب اکبر" کے کسی شاگرد سے طب پڑھی تھی، حکیم محمد اکبر ارزانی دہلوی کا فیض علم نسلاً بعد نسل ان کے خاندان میں ایک عرصہ تک جاری رہا اسلئے امور معالجہ میں اس خاندان کا تعامل برابر حکیم محمد اکبر ارزانی ہی کے اصول و تجربات پر تھا۔

حکیم محمد مسیح اللہ علیہ الرحمۃ کا وطن چھپرہ محلہ کریم چک میں تھا مگر مطب پٹنہ محلہ مغل پورہ حویلی عطا اشرف خاں میں کرتے تھے، حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ بھی برابر آپ کے ہمراہ پٹنہ ہی میں رہا کرتے تھے اور تمام امورات مطب و دیگر کاروبار آپ ہی سے متعلق تھے۔ اسی وجہ سے حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد مطب میں ان کی جانشینی بھی آپ ہی نے کی، برابر پٹنہ میں قیام رہا اور قدر شناسان علم طب کی نظروں میں ہمیشہ مقبول رہے، کمال تبحر اور حذاقت فن کی وجہ سے تمام اہل شہر نے حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ کے بعد آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا، یہاں تک کہ نواب میر قاسم علی خاں بہادر ناظم بہار و بنگال نے آپ کو اپنا طبیب خاص مقرر کیا، نواب مذکور جب تک ناظم بہار رہے اور ان کا قیام پٹنہ میں رہا حکیم صاحب مرحوم بھی پٹنہ میں مقیم رہے، مگر جب ۱۱۷۰ فصلی میں نواب مذکور نے بمقابلہ امیر میر محمد کاظم خاں شکست کھائی اور انگریزوں کی مدد سے ۱۷۶۰ء میں نواب ملک کی حیثیت سے مرشد آباد چلے گئے، تو حکیم صاحب مرحوم کو بھی نواب میر قاسم علی خاں کی معیت میں مرشد آباد جانا پڑا، پھر ۱۷۶۳ء میں انگریز والے موتی جھیل پر حملہ کر کے مرشد آباد پر قبضہ کر لیا اور نواب مذکور جان بچا کر پچھم کی طرف روانہ ہو گئے، مگر حکیم صاحب مرحوم نے چونکہ اپنا مطب قائم کر لیا تھا اور قوم میں مقبولیت بھی کافی ہو چکی تھی اس لئے مرشد آباد سے واپس آنا پسند نہ کیا اور بقیہ زندگی مرشد آباد ہی میں بسر کی، پٹنہ کا مطب اپنے دونوں

صاحبزادوں حکیم غلام جیلانی اور حکیم واعظ اللہ علیہما الرحمۃ کو سپرد کر چکے تھے، اہل و عیال برابر پٹنہ یا کریم چک ہی میں مقیم رہے،

موضع حکیم آباد گھاگھٹہ میں قیام: چھپرہ محلہ کریم چک سے تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں گھاگھٹہ آباد ہے، یہاں شیخ قیام الدین بن شاہ عبداللہ شہید کی زمینداری تھی، یہ حضرت کریم چک سے اٹھکر اس گاؤں میں آکر آباد ہو گئے تھے، شیخ قیام الدین حکیم صاحب مرحوم کے استاد اور ماموں (یعنی) حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ کے حقیقی چچا اور خسر تھے، موضع گھاگھٹہ باقی مالگذاری سرکاری میں نیلام ہو گیا تھا، اس کو واپس لینے کے لئے شیخ قیام الدین مرحوم کے بیٹے شیخ قادر بخش مرحوم نے حکیم صاحب مرحوم سے دو مرتبہ کچھ مبلغ سات سات سو روپئے لیکر یہ نیلام مسترد کرایا تھا جملہ چودہ سو روپئے تھے اور اطمینان کے لئے حکیم صاحب مرحوم کے ماموں زاد بھائی حکیم محمد قاسم بن حکیم مسیح اللہ کے نام سے بطریق بیع بالوفا باسم فرضی دستاویز لکھدیا تھا، یہ روپیہ حکیم صاحب مرحوم نے اپنی جیب خاص سے دیا تھا، میعاد منقضی ہو جانے کے بعد شیخ قادر بخش بن شیخ قیام الدین مرحوم نے نہ روپیہ واپس دیا اور نہ موضع ہی سے دست بردار ہوئے، حکیم صاحب مرحوم کے ورثاء جو وطن میں رہتے تھے برابر مطالبہ کرتے رہے مگر روپیہ واپس نہ ملا، دوسری مصیبت یہ تھی کہ بیع بالوفا کا دستاویز جو محض باسم فرضی لکھا گیا تھا وہ حکیم صاحب قاسم مرحوم کے نام سے تھا، اسلئے ان لوگوں کو انکار کا اور بھی موقع مل گیا، بالآخر مجبور ہو کر حکیم صاحب مرحوم کو کلکتہ میں مقدمہ دائر کرنے کی نوبت آئی، درمیان میں ایسی ایسی الجھنیں پیدا ہوتی رہیں کہ مصالحت و تصفیہ کی کوئی صورت نہ پیدا ہو سکی، کامل بیس برس تک حکیم صاحب مرحوم مقدمہ لڑتے رہے اور ان کے خلاف میں شاہ عزت اللہ اور حکیم قاسم و شیخ قادر بخش صاحبان فریق مخالف انتھک کوشش کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

آخر یہ مقدمہ جو ۱۱۶۳ فصلی میں دائر ہوا تھا، ۲ دسمبر ۱۸۹۴ء میں منتقل ہو کر چھپرہ آیا اور ۱۱۹۳ فصلی میں عدالت بہسی سے حکیم محبوب عالم صاحب مرحوم کے حسب خواہ فیصلہ ہوا اور پورا موضع گھاگھٹہ ان کی ملکیت و قبضہ میں آگیا، اس کے بعد سے اقربائے کریم چک کو حکیم محبوب عالم صاحب مرحوم کی اولاد سے ایسی کشیدگی پیدا ہوئی کہ مدت دراز تک برادرانہ تعلقات منقطع رہے۔

کریم چک سے منتقل ہونے کے بعد موضع گھاگھٹہ میں سب سے پہلے دیہاتی مکان مولوی غلام جیلانی بن حکیم محبوب عالم صاحب مرحوم نے بنایا، اس مکان کی تعمیر ۱۱۹۹ فصلی مطابق ۱۲۹۶ ہجری میں ہوئی

میں ہوئی جس کے تین برس کے بعد مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور حکیم صاحب مرحوم کی جملہ اولاد کریم چک سے منتقل ہو کر اسی مکان میں آکر رہی پھر ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۴ء میں حکیم ابوالمظفر بن حکیم محبوب عالم صاحب مرحوم نے جو حکیم غلام جیلانی کے علاتی بھائی تھے اپنا نیا مکان بنایا اور اسی سے متصل ۱۲۳۵ھ میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو بحمداللہ اب تک آباد ہے۔

موضع گھگھٹہ کے علاوہ اور بھی بہت سے مواضعات حکیم صاحب مرحوم نے خوش خرید حاصل کئے تھے، جیسے محی الدین پور پرگنہ حویلی عظیم آباد، ولکھی پور، دکشن پور کردہا پرگنہ غیاث پور علاقہ بہار و مکانات پختہ وخام مع رعیت خانہ واقع محلہ مغلپورہ متصلات شہر پٹنہ وغیرہ۔

نواب میر قاسم علی خاں کے زمانہ میں بھی آپ کو حسن خدمت کے صلہ میں چند مواضعات مدد معاش میں ملے تھے، ان مواضعات کے بعض فرمان میری نظر سے بھی گذرے ہیں۔

غرض یہ کہ حکیم صاحب کی کوشش اور سعی تمام سے اللہ تعالٰے نے ان کو دینی و دنیاوی دونوں ہی وجاہت عطا فرمائی اور ان کے حسن نیت واقبال مندی سے ان کی تمام اولاد خوش وخرم و مرفع الحال رہی، خصوصیت کے ساتھ فن طب پر آپ کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ بطریق ارث قابض رہی اور اپنے جوہر ذاتی کی بدولت ہمیشہ امرأ اور رؤسا کے نزدیک مقبول رہی اور سب ان کے قدردان تھے اور چونکہ فن طب ان کا ارثی حق تھا اس لئے زیادہ تر طبیب ریاست ہی ہوتے چلے آئے۔

حکیم باسو صاحب مرحوم نہ صرف علوم ظاہری وثروت ووجاہت میں ممتاز تھے بلکہ فقر وعرفان میں بھی آپ کا بلند پایہ تھا، صوفیا کا طبقہ بھی آپ کو بلند نگاہ سے دیکھتا تھا، آپ حضرت شاہ محمد عصمت اللہ عثمانی کھلپوری قدس سرہٗ کے مرید تھے اور شاہ عصمت اللہ قدس سرہٗ مولانا وارث رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کے ممتاز مرید وخلیفہ ہیں،

شاہ عصمت اللہ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت عشق عرف مرزا گھسیٹا قدس سرہٗ سے طریقہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ میں رجوع کیا تھا، ہنگام سلوک میں جو حالات وواردات وفیوضات ارواح طیبہ آپ پر وارد ہوتے اس کو قلمبند فرما لیتے تھے،

آپ کی تصنیفات سے ایک کتاب فن طب میں "محسن المجربات" ہے، اس کے دیباچہ میں آپ نے اپنے تلمذ اور بیعت وارشاد کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:-

"ایں سراپا معاصی محبوب عالم عزت باسوی حکیم پیر نظر محمد نسخہ مجربہ کہ از اُستاد خود و عزیزان دیگر دیدہ و شنیدہ از سرتا پا بہ ابدان کثیرہ بتجربہ رسیدہ و از پیر خود و مرشد خود ہر دعائے و ارشادے کہ موجب شفاء امراض ظاہری و باطنی ہر دردمندے گردیدہ ارقام می نماید کہ ہر طالبے ازیں نسخہ فائدہ بردارد۔ ایں عاصی را بدعاء خیر یاد آرد کہ شاید از برکت زبان کسے بندہ مقبول علت عصیان ایں عاصی مبدل گردد، و اُستاذی حکیم مسیح اللہ مغفور کہ خال ایں عاصی از فرزندان حضرت مخدوم حسام الدین مانک پوری قدس سرہ العزیز بودند و شیخنا و مولانا و مرشدنا مختار اللہ خیر السالکین حضرت شاہ عصمت اللہ قدس سرہٗ از فرزندان حضرت مخدوم شاہ حسام الدین بیابانی کھلپوری، قدس سرہٗ العزیز ساکن کھلپورہ پرگنہ چیراند ضلع سارن از خلفائے قطب الاولیا سید العرفا مولانا محمد وارث رسولنما قدس سرہٗ متوطن بنارس، و استاذ اہل تدقیق و مرشد اہل تحقیق حضرت عشق زاد اللہ فیوضہ و ارشادہ ذکر ایں بزرگاں برائے ایں کردہ شد کہ از ذکر استاذی و مرشدی ایشاں ملحوظ کردہ باشند اگر از تجربہ ایشاں مستفید شوند بفاتحہ خیر یاد آرند و نیاز ایشاں نمایند"

حکیم صاحب مرحوم نے ۱۲۱۰ھ میں انتقال فرمایا، آپ کے انتقال کا واقعہ اس طرح ہے کہ آپ کے دو نواسے حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فردؔ اور مولانا شاہ ابو تراب آشنؔا قدس سرہما کی تقریب شادی درپیش تھی حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ نے (جو آپ کے داماد تھے) بغرض شرکت تقریب آپ کے نام سے مرشد آباد رقعہ روانہ فرمایا، حکیم صاحب مرحوم شرکت تقریب کی غرض سے مرشد آباد سے روانہ ہوئے، عجیب اتفاق کہ بہار شریف پہنچتے ہی طبیعت ناساز ہوئی اور علالت اتنا طول کھینچی کہ صحت نہ ہو سکی اور بہار ہی میں بتاریخ ۷ رمضان المبارک بروز پنجشنبہ آپ نے انتقال فرمایا اور بروز جمعہ جنازہ پھلواری لایا گیا اور یہیں تجہیز و تکفین ہوئی، مقبرہ مجیبیہ میں ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ کے پہلو میں حضرت شاہ محمد احسن پیر امداد اللہ نواسہ و داماد و خلیفہ حضرت تاج العارفین قدس سرہ کا مزار ہے اس مزار سے بجانب مغرب مدفون ہوئے۔

مولوی احمد کبیر پھلواروی مصنف تاریخ الکملاء علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حکیم صاحب مرحوم کا مزار بھی بہار ہی میں ہے یہ دراصل مصنف کا تسامح ہے جو محض انتقال کے واقعہ کی وجہ سے ہوا ہے؛ کیونکہ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فردؔ قدس سرہٗ نے جو حکیم صاحب مرحوم کے نواسے ہیں اپنی یادداشت میں اس کی تصریح کر دی ہے:۔

"حکیم محبوب عالم عزت حکیم پانچو ساکن کریم چک جد مادری کاتب الحروف روز پنجشنبہ وقت نماز عصر ۱۲۱۰ھ در بہار فوت کردند و بروز جمعہ در پھلواری رسیدہ در باغ مجیبی دفن شدند"

پھلواری سے تعلقات اور اولاد:۔ حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ کے خاندان اور اہلِ پھلواری سے عزیزداری اور قرابتمندی کے تعلقات گرچہ سابق سے پیدا ہوچکے تھے، مگر حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کی شادی جب حکیم صاحب مرحوم کی صاحبزادی بی بی میمنہ سے ہوئی تو یہ تعلقات اور بھی مستحکم ہوگئے، رفتہ رفتہ انہی تعلقات و مصاہرت کی وجہ سے آپ کی اولاد کے کچھ افراد پھلواری میں مقیم ہوگئے، جن کا ذکر اوراقِ آئندہ میں آئے گا۔

حکیم صاحب علیہ الرحمۃ کی دو شادیاں یکے بعد دیگرے ان کے ماموں واستاذ حکیم مسیح اللہ علیہ الرحمۃ کی صاحبزادیوں سے ہوئی تھیں۔

پہلی شادی سے حکیم غلام جیلانی و حکیم واعظ اللہ اور بی میمنہ تھیں، بی بی میمنہ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کی اہلیہ ہیں جن کے صاحبزادگان مولانا شاہ ابوالحسن فردؔ، مولانا محمد ابوتراب آشناؔ، مولانا محمد امام جنوںؔ، مولانا ابوالحیوٰۃ، مولانا محمد قادری، مولانا علی سجاد نعمتی، مولانا محمد حسین علیہم الرحمۃ تھے، اور دو صاحبزادیاں بی بی شمس النساء اہلیہ مولانا ابوالقاسم، و بی بی شرف النساء زوجۂ اولیٰ مولانا محمد ہادی قدس سرہما تھیں۔

دوسری شادی سے دو صاحبزادے حکیم ابوالمظفر و حکیم غلام صمدانی تھے، ان کی اولاد کا تذکرہ "تذکرۃ الانساب" میں موجود ہے۔

حکیم غلام جیلانی علیہ الرحمۃ:۔ اپنے والد کے شاگرد تھے، فن طبابت میں مہارت تام تھی، قیام برابر پٹنہ محلہ مغل پورہ میں رہا، آپ کے فیض علم ودستِ حذاقت سے بہت لوگ فیض یاب ہوئے، مولانا ابوالحسن فردؔ و مولانا محمد ابوتراب آشناؔ قدس سرہما نے طب آپ ہی سے پڑھی تھی، آپ کی شادی بی بی شاہدہ بنت حکیم فضل اللہ، داماد حکیم مسیح اللہ سے ہوئی تھی، مگر لاولد گئے۔

حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے، آپ کی تصنیف سے "رسالہ حمی" اور ایک قرابادین ہے جس میں اپنے مجربات جمع کئے ہیں۔

۳؍ذی الحجہ ۱۲۲۵ھ میں انتقال فرمایا اور مقبرہ مجیبیہ میں اپنے والد کے پائین میں مدفون ہوئے۔

حکیم محمد واعظ اللہ:۔ طب اور درسیات دونوں ہی اپنے والد سے پڑھی اور ایک عرصہ تک والد کے ساتھ مطب میں بیٹھکر رموز مطب میں مہارت پیدا کی، طبیب حاذق تھے، حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے گیارہ ربیع الاول ۱۲۰۰ھ میں مرید ہوئے، قیام برابر پٹنہ محلہ مغل پورہ میں رہا۔

وہیں مطب بھی تھا، ۲۱ ربیع الآخر ۱۲۵۳ھ میں انتقال فرمایا، مقبرہ مجیبیہ میں تاج العارفین قدس سرہٗ کے گنبد سے پورب مدفون ہیں، آپ کا مزار پختہ ابتک موجود ہے۔

آپ کی تین شادیاں ہوئیں، دو شادیاں شیخ غلام علی ساکن چکری ضلع سارن کی دو لڑکیوں سے یکے بعد دیگرے ہوئیں، پہلی بیوی سے دو صاحبزادے حکیم احمد و محمدی تھے، دوسری بیوی سے چار صاحبزادے حکیم مرتضوی، حکیم مصطفوی، حکیم عنایت محی الدین، حکیم ہدایت محی الدین تھے، ان تمام حضرات کی اولاد کا ذکر تذکرۂ انساب کریم چک موضع حکیم آباد گھگھٹہ میں موجود ہے۔

تیسری شادی بی بی زیبن بنت شیخ امام بخش عرف بستی سے ہوئی تھی، ان سے مولوی حکیم داؤد اور حکیم یحییٰ اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

شیخ امام بخش عرف بستی شیخ اسد اللہ بن شیخ قاضی امان اللہ بن شیخ محمد تقی بن شیخ نقی بن شیخ قاضی محمد کمال ساکن نرائن پلیا کے صاحبزادے ہیں، اور ان کی والدہ بی بی معصومہ، شیخ اسد اللہ بن شیخ حسام الدین بن شیخ مولوی عبد الغفور بن مولانا فرید الدین مذکور کی صاحبزادی ہیں۔

شیخ امام بخش عرف بستی گرچہ نرائن پلیا کے باشندہ تھے مگر عیسیٰ پور سے ان کی قرابتمندی تھی اور شیخ العالمین شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے، انہی تعلقات روحانی اور قرابتمندی کی وجہ سے موضع عیسیٰ پور میں جو پھلواری کا ایک محلہ ہے آکر بس گئے تھے اور آخر عمر تک یہیں مقیم رہے۔

مولوی حکیم داؤد علیہ الرحمہ:۔ آپ کا قیام برابر اپنی نانہال موضع عیسیٰ پور میں رہا۔ کتب درسیہ کچھ تو مولانا ابو تراب اور مولانا محمد امام قدس سرہما سے پڑھیں اور کچھ کتابیں لکھنؤ جاکر مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی (والد مولانا محمد نعیم) سے پڑھیں۔ حضرت فرد قدس سرہٗ سے ۱۱ ربیع الثانی یوم جمعہ ۱۲۵۶ھ میں بیعت ہوئے، لکھنؤ کے زمانۂ قیام ہی میں قانون شیخ اور سدیدی، حکیم علی حسین لکھنوی مرحوم سے پڑھی تھی مگر تکمیل طب کا موقع نہ مل سکا تھا اسلئے کچھ مدت کے بعد بقیہ کتب درسیہ طبیہ کی تکمیل کے خیال سے ۱۹ رجب ۱۲۷۱ھ میں لکھنؤ کے ارادہ سے پھلواری سے روانہ ہوئے، اثنائے راہ میں پندرہ یوم موضع پیورہ میں کسی وجہ سے مقیم رہے اور وہاں سے ۴ شعبان ۱۲۷۱ھ میں روانہ ہوکر بنارس رکتے ہوئے اوائل رمضان ۱۲۷۱ھ میں لکھنؤ پہونچے اور حکیم غالب علی مرحوم لکھنوی سے فن طب کی تکمیل کی۔

تکمیل طب کے بعد ہی آپ کو نواب واجد علی شاہ کے دربار میں طبیب شاہی کا عہدہ مل گیا تھا، مگر

تھوڑی ہی مدت کے بعد ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں غدر کا ہنگامہ شروع ہوا اور ہر شخص کی حالت نفسی نفسی کی ہوگئی، آپ کا تعلق چونکہ دربار شاہی سے تھا اس لئے مجرمین کی فہرست میں آپ بھی ماخوذ تھے، آخر ایک روز موقع پاکر اپنے ہم سبق رفیق حکیم عبدالحمید صاحب صادق پوری عظیم آبادی کے ہمراہ خفیہ طریقہ پر لکھنؤ سے وطن کی طرف روانہ ہوئے اور ۱۹ر جمادی الثانی ۱۲۷۳ھ میں گورکھپور پہنچے، اس وقت وہاں حاجی احمد علی ابراہیم پھلواروی قدس سرہٗ تشریف فرما تھے، ان سے ملکر اپنی روپوشی اور فرار کے تمام واقعات بیان کئے، حضرت حاجی احمد علی ابراہیم پھلواروی قدس سرہٗ نے ایک محافہ میں اوپر سے پردہ ڈال کر گھگھٹہ کی طرف روانہ کیا، حاجی صاحب قدس سرہٗ کی تصرفات وکرامت نے بہت دستگیری کی، راستہ میں تمام دوسری گاڑیاں اور مشکوک افراد کو فوجی روکتے اور ان کی تحقیقات ہوتی، مگر حکیم صاحب مرحوم کا محافہ ہر مہلکہ سے بے خطر گذرتا ہوا موضع گھگھٹہ تک باطمینان تمام پہونچگیا اور کسی قسم کا بھی کوئی گزند آپ کو نہ پہونچا، ..... مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی علیہ الرحمۃ جو حکیم صاحب موصوف کے صاحبزادے تھے، حاجی صاحب قدس سرہٗ کی کرامت کے سلسلہ میں اس واقعہ کو اکثر بیان فرماتے تھے۔

غرض یہ کہ حکیم صاحب موصوف بخیر وخوبی گھگھٹہ پہونچے اور ایک عرصہ تک جب تک کہ فضا پوری طرح ہموار وسازگار نہ ہوگئی گھگھٹہ ہی میں روپوش رہے، آپ نے لکھنؤ کی تباہی وبربادی کا حال اپنے ایک خط میں جو اپنے بھائی حکیم محمد یحیٰ صاحب کے نام سے گھگھٹہ سے پھلواری روانہ کیا ہے اسطرح لکھا ہے:-

"در شہر لکھنؤ عمل انگریزی گردیدہ و بادشاہ لکھنؤ با ہزار حسرت وغم بعزم رفتن لندن بہ سمت کلکتہ روانہ شدند دریافت آمد کہ بادشاہ در کلکتہ مقیم اند مادر بادشاہ بر جہاز سوار شدہ جہت استغاثہ نزد بادشاہ لندن روانہ شدند ایں وقوع بشہر جمادی الثانی ۱۲۷۳ھ گردیدہ و بادشاہ لکھنؤ بروز جمعہ ۶ر رجب از لکھنؤ بسمت کلکتہ روانہ شدند نام بادشاہ واجد علی شاہ است"

آپ کی شادی بی بی آل زہرا بنت بی بی کلثوم بنت مولانا محمد امام بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادہ مولانا شاہ محمد سلیمان اور مولوی حکیم محمد ایوب علیہما الرحمۃ اور ایک صاحبزادی بی بی ریحانۃ الرسول زوجہ حکیم ابوالفتح بن حکیم عبدالسلام بن حکیم غلام قادر بن حکیم ابوالمظفر بن حکیم محبوب عالم ساکن گھگھٹہ تھیں۔

بی بی کلثوم بنت مولانا محمد امام کی شادی مولوی شاہ احمد مصطفےٰ بن شاہ وعداللہ فریدی قدس سرہٗ سے

ہوئی تھی، اس خاندان کا تذکرہ اوراق ماسبق میں گذر چکا ہے۔

حکیم محمد داؤد علیہ الرحمۃ نے بتاریخ ۴ جمادی الاول ۱۲۹۶ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں حکیم عنایت محی الدین (دیوان کے علاتی بھائی تھے) کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ مادۂ تاریخ اغتفر لہ ۱۲۹۶ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی علیہ الرحمۃ:۔ تاریخ ولادت ۱۱ محرم ۱۲۷۶ھ، درسیات کی تکمیل مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی فرنگی محل لکھنوی قدس سرہٗ سے ۱۲۹۰ھ میں کی، اور طب حکیم عبدالعزیز و حکیم مرزا مظہر حسین خاں بن حکیم مسیح الدولہ مرحوم سے پڑھی، برسوں پھلواری اور پٹنہ میں مطب کا مشغلہ رہا، مگر کچھ مدت کے بعد مطب کا مشغلہ ترک کرکے تبلیغ وارشاد کی خدمت آپ نے اپنے ذمہ لی، اور آخر عمر تک رشد وہدایتِ خلق میں زندگانی بسر فرمائی۔

آپ کی مفصل سوانح حیات خاتم سلیمانی کے نام سے آپ کے صاحبزادے مولوی شاہ غلام حسنین صاحب نے لکھی ہے جو چھپ کر شائع ہو چکی ہے، اسلئے مجھے کچھ زیادہ تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے اس آخری دور میں آپ کی شخصیت بہت مغتنم روزگار تھی، آپ کی قومی وملی خدمات ابھی قوم کے ذہن سے محو نہیں ہوئی ہیں، مدتوں ان کی یاد دلوں کو تڑپائے گی، آج سے ساٹھ برس پہلے آپنے تبلیغ سیرت کی ضرورت محسوس کی اور سب سے پہلی مرتبہ سیرت کا یہ بیان پھلواری کی سنگی مسجد میں ہوا، چونکہ اس زمانہ میں میلاد خوانی کا عام ذوق تھا اس لئے میلاد خوانی ہی کو اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنایا، رفتہ رفتہ میلاد خوانی کے ساتھ بیان سیرت کا طریقہ قوم میں مقبول ہوتا گیا، ورنہ اس سے پہلے میلاد میں نعت خوانی کا عنصر غالب تھا، آپکے بیان سیرت اور میلاد خوانی کی دھوم تمام ہندوستان میں مچی ہوئی تھی۔ ہندوستان کا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں آپ نے سیرت کا بیان نہ کیا ہو، اور میلاد نہ پڑھی ہو، پھلواری میں آپ کا معمول تھا کہ یکم ربیع الاول سے یازدہم ربیع الاول تک روزانہ بعد نماز عشاء اپنے مکان میں سیرت پاک بیان فرماتے اور شب دوازدہم کو خانقاہ مجیبیہ میں میلاد بیان کرتے، اس تقریب کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ۱۳۰۲ھ میں مولوی محمد قادری علیہ الرحمۃ کے امام باڑہ میں آپنے بماہ ربیع الاول حدیث خوانی کا سلسلہ شروع کیا اور شب دوازدہم کو اپنے مکان میں میلاد کی محفل منعقد کی، اہلِ قصبہ کو یہ تقریب بہت پسند آئی، لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ اگر یہ تقریب ہر سال

جاری رکھی جائے تو مسلمانوں کے حق میں بہت مفید ہوگی، اس سال سے آپ نے عزم کرلیا کہ ہر سال اس تقریب کو انجام دوں گا اور تمام عمر اس پر مداوم رہے، ۱۳۰۲ھ سے اس تقریب کو آپ اپنے مکان میں انجام دینے لگے، خانقاہ مجیبیہ میں اس زمانہ میں آپ کے پیرزادہ مولانا شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ جانشین تھے، مولانا ممدوح کی خواہش سے بارہویں شب کی تقریب میلاد خانقاہ مجیبیہ میں آپ نے انجام دی، اس تقریب کی ابتدائی تاریخ اپنی یادداشت میں ان الفاظ میں آپ نے تحریر فرمائی ہے:۔

"از ۱۳۰۲ھ آغاز حدیث خوانی از یکم ربیع الاوّل تا یازدہم بمکان امام باڑہ مولوی عبدالحمید برادرِ خورد مولوی سید علی نعمت صاحب می شد و شب دوازدہم بمکان مولوی عیسیٰ مرحوم در تقریب حدیث جمیعت مردمان کثیر می شود۔"

میں نے اُوپر لکھا ہے کہ اس تقریب کی ابتدا مولوی محمد قادری علیہ الرحمۃ کے امام باڑہ سے ہوئی اور یادداشت میں مولوی عبدالحمید لکھا ہے، اسی طرح اپنے مکان کی بجائے یادداشت میں مولوی عیسیٰ مرحوم لکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مولوی عبدالحمید کے والد مولوی عنایت رسول مولوی محمد قادری علیہ الرحمۃ کے نواسے تھے اور یہ مکان بطور وراثت مولوی عبدالحمید مرحوم اور ان کے بھائیوں کو پہونچا تھا جب تک امام باڑے کی ہیئت باقی رہی مولوی محمد قادری علیہ الرحمۃ ہی کے نام سے مشہور تھا۔

اسی طرح یادداشت میں اپنے مکان کی جگہ مولوی عیسیٰ مرحوم لکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا موجودہ زنانہ مکان جس میں آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ مقیم رہے اور اب تک آپ کی اولاد مقیم ہے یہ مکان حضرت نصر قدس سرہٗ کا متروکہ نانیہالی مکان ہے جو حضرت نصر قدس سرہ کی وفات کے بعد تقسیم ہوکر حضرت نصر کی اہلیہ ثانیہ کو ملا تھا اور وہ برابر اسی مکان میں مقیم رہیں اسی وجہ سے آج تک "چھوٹی حویلی" کے نام سے مشہور ہے۔

جب ۱۲۹۵ھ میں مولانا شاہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی حضرت نصر قدس سرہٗ کی چھوٹی صاحبزادی (جو اہلیہ ثانیہ کے بطن سے تھیں) سے ہوئی، اور آپ کی اہلیہ اپنے والدہ کی اکلوتی بیٹی تھیں، اس لئے آپ کی خوشدامن نے بیٹی کو اپنے پاس سے جدا کرنا گوارا نہ کیا، اور آپ سے بھی ساتھ ہی رہنے کی فہمائش کی، اس کے بعد سے آپ مستقل طریقہ سے اسی مکان میں مقیم ہوگئے۔

مردانہ مکان جس میں ربیع الاوّل کی تقریبات انجام پاتی ہیں اور آپ کی وفات کے بعد سے

خانقاہ سلیمانیہ کے نام سے موسوم ہے، یہ مکان آپ کی خوشدامن کے چچیرے دادا مولوی محمد عیسٰی جعفری مرحوم کا مکان ہے، مولوی صاحب مرحوم کی نسل منقطع ہوگئی اور یہ مکان ان کے عصبات کو پہنچا،

حضرت نصر قدس سرہ کی والدہ ماجدہ مولوی محمد عیسٰی قدس سرہ کی حقیقی بہن تھیں، انہوں نے ان کے عصبہ سے اس کو خریدا اور جب حضرت نصر کی وفات کے بعد متروکات تقسیم ہوئے تو حضرت نصر قدس سرہ کی اہلیہ ثانیہ کو یہ مکان ترکہ میں پہنچا، انہوں نے اپنے داماد مولانا شاہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ کو لکھ دیا، اب پورا مکان مولانا شاہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

۱۳۰۲ھ میں جبکہ مذکورہ بالا یادداشت لکھی گئی ہے اس وقت تک بحیثیت ملکیت اس مکان پر آپ قابض و دخیل نہ تھے اسلئے آپ نے اپنے نام کی جگہ مولوی محمد عیسٰی مرحوم کا نام لکھا ہے۔

محرم کے مہینے میں ۶ محرم سے ۹ محرم تک حضرت شاہ غلام سرور قدس سرہ کے جماعت خانہ میں مناقب اہل بیت اور واقعات شہادت بیان فرماتے تھے، مگر ابتداءً یہ تقریب بھی اپنے مکان ہی میں انجام دیتے تھے اس تقریب کی ابتدا کے متعلق بھی اپنی یادداشت میں چند الفاظ آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔

"در تاریخ ششم محرم ۱۳۰۳ھ محمد سلیمان بمکان مولوی محمد عیسٰی مرحوم مجلسِ حدیث خوانی کردہ مردمان عمائدین قصبہ شریک بودند واز نیورہ مولوی عبدالحمید بی اے و مولوی فخر الدین و مولوی زین الدین صاحبزادہ منشی اسمٰعیل صاحب آمدہ شریک بودند، واز باقرگنج مولوی اسمٰعیل صاحب رجسٹرار جلسہ تشریف آوردند۔"

خانقاہ مجیبیہ میں عاشورہ کے روز زوال آفتاب کے وقت حضرت امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کی نیاز ہوتی ہے جس میں قل خوانی کے بعد شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی پڑھے جاتے ہیں، اور مختصراً مناقب امام حسن و امام حسین علیہما السلام اور واقعات شہادت بیان ہوتے ہیں، مولانا شاہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ جب تک بقید حیات رہے آپ ہی اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔

معمول تھا کہ عاشورہ کے روز دس بجے دن کے اپنے مکان سے خانقاہ مجیبیہ میں تشریف لے آتے اور تمام وہ اعمال و اوراد جو زوال آفتاب سے پہلے پڑھے جاتے ہیں، خانقاہ مجیبیہ کی مسجد میں پڑھتے پھر قل کی شرکت کرتے واقعات شہادت اور مناقب اماہین بیان کرتے اور اسمائے شہدائے کربلا پڑھنے کے بعد مکان تشریف لیجاتے۔

جماعت خانہ: ۔ شاہ غلام سرور قدس سرہٗ نے (جن کا ذکر ملا فصیح الدین کی اولاد کے ضمن میں

اس کتاب میں آچکا ہے) اپنے زمانہ میں اس مکان کو محرم کی تقریبات کے لئے مخصوص کر دیا تھا، قصبہ کے
عزادار اپنے اکھاڑے اور تعزیئے یہاں لیجایا کرتے تھے اور اس امام باڑہ کی ان کے دلوں میں عظمت بھی
بہت تھی، ایک مدت کے بعد یہ مکان مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ کو وراثۃً پہنچا تھا، ان کے بعد ان کی چھوٹی
صاحبزادی (جو حضرت نصر قدس سرہٗ کی اہلیہ ثانیہ تھیں) کو پہنچا، جو مولانا شاہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ کی
خوشدامن تھیں، مگر اب یہ عمارت مولانا شاہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ کی ملک ہے، مولانا موصوف نے
اپنے زمانۂ حیات میں اس عمارت کو از سرِ نو پختہ تعمیر کروا دیا ہے، اس مکان میں محرم میں بیانِ شہادت ہوتا ہے
اور ربیع الاوّل میں مہمان ٹھہرتے ہیں، ضرورت کے وقت قومی تقریبات بھی انجام پاتی ہیں، مسلم ایسوسی ایشن
کا کتب خانہ اور دار المطالعہ اب تک اسی عمارت میں ہے۔

اس جماعت خانہ کا ایک عجیب وغریب واقعہ ہے جس کی وجہ سے اس کو ایک خاص قسم کی تاریخی
اہمیت حاصل ہو گئی ہے، جس زمانہ میں یہ مکان مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ کے قبضہ میں تھا، مولوی صاحب
موصوف ابتداءً محرم کے رواسم انجام دیتے رہے، مگر کچھ مدت کے بعد بمقتضائے اتقاء تمام نامشروع رواسم
آپ نے موقوف کر دئے، اور چبوترہ جس پر تعزیہ رکھتے ہیں منہدم کروا دیا، ۱۲۵۹ھ میں کسی ضرورت سے یہ زمین
کھودی جانے لگی، اس وقت اُس جگہ سے سُرخ رنگ کی مٹّی نکلی، چونکہ یہ جگہ تعزیہ رکھنے کی تھی اس لئے عزاداروں
کو اس مٹی سے خاص عقیدت پیدا ہوئی اور اس کی شہرت اتنی عام ہوئی کہ اطراف واکناف سے ہزاروں انسان
اس کی زیارت کو آئے، یہاں تک کہ پٹنہ سے نواب لطف علیخاں اور ولایت علی خاں صاحبان بھی اس کی زیارت
کو آئے، اس شہرت وعقیدت کا یہ اثر ہوا کہ ناچار مولوی رعایت علی علیہ الرحمۃ کو اس جگہ کو محصور کر دینا پڑا
اور ایک چھوٹی کوٹھری اس جگہ بنادی گئی جس کی دیوار پر یہ شعر کندہ ہے۔

از حضرت مولانا شاہ ابی تراب اشنا قدس سرہٗ

در ہزار و دو صد و پنجاہ و نہ — از رہِ لطف وعنایاتِ حسینؑ
جوش زد فوّارہ خون زیں زمیں — بر سبیل خرقِ عاداتِ حسینؑ
گشت بہرِ روئے طلب سالش پدید — زیب بنود در کراماتِ حسینؑ

جناب مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ حضرت نصر قدس سرہٗ کے مرید تھے، عنفوانِ شباب میں
بیعت کی تھی، تعلیم وتربیت اجازت وخلافت کا موقع اپنے شیخ سے نہ ملا، کیونکہ تھوڑی ہی مدت کے بعد

حضرت نصر قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی، اسلئے سلاسل مجیبیہ کی اجازت آپ نے پھلواری کے تین بزرگوں سے حاصل کی، مولانا صفت اللہ، مولانا اشرف مجیب اور مولانا محمد یحییٰ بن مولانا ابوالحیوٰۃ پھلواروی رحمۃ اللہ علیہم اس کے علاوہ ہندوستان اور بیرون ہند کے دوسرے شیوخ سے بھی احادیث اور سلاسل صوفیہ کی اجازتیں آپ کو پہنچی ہیں، جس کی تفصیل آپ کی کتاب "سلسلۃ الذہب" میں موجود ہے۔

آپ کی شادی حضرت نصر قدس سرہٗ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے چار صاحبزادگان مولوی شاہ حسن میاں، مولوی شاہ حسین میاں، مولوی شاہ غلام حسنین، مولوی شاہ محمد جعفر میاں اور چند صاحبزادیاں تھیں جو نا کتخدا گئیں، صرف ایک صاحبزادی اہلیہ مولوی سید معین الدین مرحوم جن کے بیٹے مولوی شاہ محمد عزالدین سلمہٗ ہیں۔

مولانا شاہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے ترپن برس تک قومی و ملکی خدمات اور رشد و ہدایت خلق میں زندگی بسر فرما کر اٹھتر برس کی عمر میں بتاریخ ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ میں رحلت فرمائی اور سنگی مسجد کے صحن میں مدفون ہوئے، آپ کے مزار پر "سنگ مرمر" کی ایک چھوٹی بارہ دری خوشنما بنادی گئی ہے اور لوح مزار پر مختصراً سوانح حیات کندہ کر دیئے گئے ہیں۔

مولوی شاہ حسن میاں علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۳۰۶ھ میں ہوئی، مختلف علماء سے درسیات پڑھیں، نہایت بالغ الاستعداد اور صاحب تصانیف تھے، ۲۵ سال کی عمر میں بتاریخ ۲ رمضان ۱۳۳۱ھ میں انتقال فرمایا، اس کمسنی میں تقریباً چوبیس پچیس کتابیں تصنیف کیں، جن میں اکثر و بیشتر کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔

آپ کو بیعت مولانا شاہ محمد صفت اللہ علیہ الرحمۃ سے تھی اور اجازت و خلافت الباس خرقہ کے ساتھ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے تھی۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی مگر ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

دوسری شادی میر عبدالحسین مرحوم (ساکن کارا ضلع گیا) کی صاحبزادی سے ہوئی ان سے ایک لڑکے مولوی حسن مثنیٰ سلمہٗ ہوئے ——— مولوی حسن مثنیٰ سلمہٗ:۔ ولادت ۹ صفر ۱۳۳۱ھ میں ہوئی، عزیز موصوف نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تحصیل فراغ کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل حدیث کی

سند حاصل کی ہے، بنگلور مسلم لیگ کے سربرآوردہ رکن کی حیثیت سے وہاں قومی و ملکی خدمات میں زندگی بسر کرتے ہیں، خدا ان کی عمر میں برکت دے اور ملک و قوم کے لئے مفید بنائے، فی الحال کراچی پاکستان میں تبلیغی کام انجام دے رہے ہیں، ابتک شادی نہیں کی ہے۔

مولوی شاہ حسین میاں علیہ الرحمۃ:۔ ولادت دہم ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ میں ہوئی، ابتدائی درسیات مختلف علماء سے پڑھکر ایف، اے تک انگریزی تعلیم حاصل کی، اپنے والد کے مرید و خلیفہ ہیں، والد کے وفات کے بعد جانشین کئے گئے، وہ تمام تقریبات جو مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے یہاں قائم کی تھیں، ان کو سجادگی کے بعد سے برابر بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ زندگی قومی و ملکی خدمات اور تبلیغ و ارشاد خلق میں بسر کرتے رہے، آپ حاجی بھی تھے، اور اماکن مقدسہ کی اپنے والد کے ساتھ زیارت بھی کی تھی، سلاسل مجیبیہ کی اجازت اپنے والد کے علاوہ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ سے بھی حاصل کی ہے، انتہائی حسرت و افسوس کے ساتھ آج اپنے مسودہ میں اتنی عبارت کا اضافہ کر رہا ہوں، مرحوم نے کئی برس فالج کے عارضہ میں مبتلا رہکر بتاریخ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ میں انتقال فرمایا اور مقبرہ جنیدیہ سے متصل بجانب مشرق پائین مزار جناب مولانا صفت اللہ علیہ الرحمۃ مدفون ہوئے۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی مولوی سید عبد العزیز ڈپٹی مجسٹریٹ مرحوم ساکن سید آباد برسائیں ضلع پٹنہ کی صاحبزادی یعنی منشی محمد عمر صاحب مرحوم پھلواروی علیہ الرحمۃ کی نواسی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکے سید علی اکبر سلمہٗ ہوئے۔ ولادت ۱۳۳۶ھ میں ہوئی، ہونہار نوجوان ہیں، انگریزی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی ہے، شاعر ہیں، اردو نظم و نثر خوب لکھتے ہیں، خلیق و ملنسار طبیعت پائی ہے، تعلیم سے فراغت کے بعد ہی "سب ڈپٹی مجسٹریٹ" ہوگئے، اب مغربی پاکستان منتقل ہوگئے ہیں، اور وہاں بھی ترقی و عروج کی راہ پر گامزن ہیں۔

عزیز موصوف کی شادی اپنے چھوٹے چچا مولوی شاہ جعفر میاں صاحب کی بڑی لڑکی سے ہوئی ہے، بارک اللہ فی عمرہٖ و حسناتہٖ۔

شاہ حسین میاں مرحوم کی دوسری شادی موضع مشکی پور مونگیر میں جناب مولوی حافظ عبد اللہ صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ان سے دو لڑکے سید زید و سید حسان سلمہم ہیں جو فی الحال تحصیل علم میں مشغول ہیں۔

مولوی شاہ غلام حسنین سلمہٗ اللہ:۔ ولادت ۶ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ میں ہوئی

انگریزی بی اے تک پڑھی ہے، پھر تحریک ترک موالات کے زمانہ میں انگریزی تعلیم ترک کر کے عربی کی طرف متوجہ ہوئے اور ندوۃ العلماء لکھنؤ میں معتدبہ حصّہ تک عربی تعلیم حاصل کی، مگر صحت کی خرابی نے امتحان میں داخلہ کا موقع نہ دیا، ندوۃ العلماء کے کورس کی تقریباً تکمیل کر چکے تھے۔ علمی لیاقت اور سیاسی فہم بہت بہتر ہے، ۲ر مارچ ۱۹۱۵ء کو مولانا حفیظ اللہ صاحب مہتمم دار العلوم ندوہ نے سند فراغ عنایت فرمایا۔

ایک زمانہ میں آپ نے اپنے ہاں سے ایک اخبار "غریب نواز" نامی جاری کیا تھا جس کی ایڈیٹری بھی خود کرتے تھے، اپنے والد کی مکمل سوانح حیات "خاتم سلیمانی" کے نام سے لکھی ہے، جس میں اپنے والد کے ملفوظات بھی جمع کئے ہیں ـــــ بیعت، اجازت وخلافت اپنے والد ہی سے حاصل کی ہے، پھلواری اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہیں، آپ کی شادی بہار شریف میں جناب شاہ محمد منعم صاحب کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے ہوئی ہے اور دونوں ہی بیویوں سے اولاد موجود ہے، اہلیہ اُولیٰ سے ایک بچہ سلمان سلمہٗ، جو فی الحال تحصیل علم میں مشغول ہے اور دو بچیاں ہیں، بڑی لڑکی مولوی حکیم محمد حسین الحق بن شاہ حبیب الحق علیہ الرحمۃ سجّادہ نشیں خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سے منسوب ہے۔

۳۰ر مئی ۱۹۳۵ء کو جناب شاہ رشید الحق بن مولانا شاہ وحید الحق منعمی قدس سرہٗ نے وثیقۂ تولیۃ مسجد سنگی رجسٹری کرا کے آپ کے حوالہ کیا اُس روز سے نظم ونسق مسجد ومشاہرہ مؤذن وخرچ روشنی وغیرہ اپنے پاس سے کرتے ہیں۔ اللہ جزائے خیر دے۔

مولوی قاری شاہ محمد جعفر سلمہٗ اللہ:- ولادت ۱۳۲۰ھ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم کے بعد انگریزی شروع کی مگر تحریک ترک موالات کے زمانہ میں تحصیل علوم عربیہ کے خیال سے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ چلے گئے اور تکمیل درسیات کے بعد سند فراغت حاصل کی، دینیات اور ادبیہ عربی میں اچھی مہارت ہے، اُردو وعربی تقریر وتحریر میں اپنے ہمچشموں میں ممتاز جگہ حاصل کی ہے، قاری ہیں، فن تجوید سے واقف ہیں، خوشگو ہیں، قرآن شریف اور مثنوی دونوں ہی بہت بہتر پڑھتے ہیں، فطرت سلیم پائی ہے، اپنے منجھلے بھائی مولوی شاہ حسین میاں مرحوم کے انتقال کے بعد سے اپنے والد کی جگہ پر جانشین ہیں۔ تقریباً تیرہ سال جامع مسجد ریاست کپورتھلہ میں امام وخطیب کے عہدے پر فائز رہے، تقسیم ہند کے بعد لاہور میں اقامت گزیں ہو گئے اور ادارۂ ثقافت اسلامیہ سے منسلک ہو کر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بیعت، اجازت وخلافت اپنے والد سے حاصل کی ہے اور اپنے والد ہی کے زمانۂ حیات سے بیعت

تمام معمولات انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی شادی لکھنؤ میں نواب سید نورالحسن خاں صاحب قنوجی بن نواب سید صدیق حسن خاں والی ریاست بھوپال کی نواسی سے ہوئی ہے، ان سے چند لڑکیاں ہیں۔ اور بہت تھوڑی مدت ہوئی ایک بچہ بیدا ہوا ہے۔

مولوی حکیم محمد ایوب علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۲۴ محرم ۱۲۸۲ھ میں ہوئی، آپ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے، ابتدائی کتابیں آپ نے دونوں ماموں مولانا شاہ نعمت مجیب اور مولانا شاہ صفت اللہ علیہما الرحمۃ سے پڑھی تھیں، پھر لکھنؤ تشریف لے گئے، اور مولانا محمد نعیم فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ سے بقیہ کتابیں پڑھیں۔

۱۳۰۸ھ میں جناب مولانا شاہ محمد عین الحق علیہ الرحمۃ کی معیت میں حج و زیارت مدینہ منورہ کے لئے تشریف لیگئے، پھر دوسری مرتبہ ۱۳۲۲ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہٗ کے ساتھ بھی حج و زیارت میں شریک سفر رہے۔

بیعت، اجازت و خلافت ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ سے تھی، اور سلسلۂ چشتیہ صابریہ اور حزب البحر کی اجازت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی، پیر و مرشد قدس سرہٗ اپنی نیابت میں متوسلین کے ہاں اخذ بیعت وغیرہ کے خیال سے اکثر بھیجتے تھے، مغتنم روزگار اور قابل قدر ذات تھی، اسلاف کی سچی تصویر تھے، زہد و اتقا، عبادت و اعمال میں اوقات عزیز بسر کرتے، خصوصاً درود خوانی سے خاص شغف تھا، ایک ساعت بھی زبان ذرود سے سے ساکن نہیں رہتی تھی، دن رات میں لاکھوں مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ میں چندماہ تپ محرقہ میں مبتلا رہکر انتقال فرمایا اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔ کاتب الحروف نے قطعہ تاریخ کہی ہے جس کا مادہ کثرت درود ہے۔

ایوب پاک طینت و فخر برادراں — سرمایہ دار خُلق و مروت بخُلق بود
بعد از نماز ورد بہمہ وقت و ہر زماں — غیر از درود خوانی دگر شغلِ اُو نبود
چوں گفت زیں جہاں سوئے فردوس وا اسف — صبر و قرار از دلِ اخوانِ خود ربود
آں ساعتے کہ روح تنش را وداع گفت — بست و سوم زماہ جمادی نخست بود
نیرؔ سوال کرد ز روحش سنِ وصال — ہم اجرایں عمل کہ بدرحق چہا نمود
روحش درود خواند و سرِ دل نہادہ گفت — دیدار حق نصیب شد از کثرت درود

۱۳ ۳۳ / ۴ / ۱۳۴۶

مولوی شاہ محمد عزیز صاحب فریدی ۔ ولادت یکم ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ میں ہوئی، فارغ التحصیل ہیں، عربی ادب سے بھی اچھی مناسبت ہے، متوسطات تک حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہ سے تعلیم حاصل کرکے مولانا محمد شریف مرحوم اعظم گڈھی اور مولانا معین الدین مرحوم اجمیری سے تکمیل درسیات کی، اور مدرسہ معینیہ درگاہ اجمیر شریف میں فاتحہ فراغ ہوا۔

آپ کو بیعت جناب مولوی شاہ محمد عبید اللہ فریدی علیہ الرحمۃ سے ہے اور تعلیم و تربیت بھی موصوف ہی سے ہے، فی الحال مدرسہ اسلامیہ موتیہاری ضلع چمپارن میں مدرس ہیں۔

آپ کی شادی شاہ شبیر الحق عرف لکھن میر پشا... حسین صاحب بہاری کی صاحبزادی سے ہوئی ہے، ان سے کئی اولاد موجود ہے، دو بڑے لڑکے یعقوب والیاس تحصیل علم میں مشغول ہیں۔

خاندان حضرت مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاری کی ایک شاخ

اس خاندان کے سب سے پہلے بزرگ مولوی سید دلاور علی مرحوم ہیں، جنھوں نے ۱۱۹۲ھ سے پھلواری میں اقامت اختیار کی، سید صاحب موضع یعقوب پور نگانواں ضلع پٹنہ کے باشندہ تھے، یہ موضع پھلواری سے پچھم چار یا پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، یعقوب پور نگانواں سے پہلے یہ خاندان صوبہ بہار میں موضع سید پور اساڑھی پرگنہ انگل ضلع گیا میں آباد تھا۔

مولوی سید دلاور علی مرحوم حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ کی صلبی اولاد میں ہیں، شجرۂ نسب اس طرح ہے۔

مولوی سید دلاور علی بن سید معشوق علی بن سید محمد صالح بن سید یار محمد بن سید حربی بن سید عالم بن سید پیارے بن سید رستم بن سید خضر بن سید محمد بن سید عبد الرحمن بن سید علاؤ الدین بن حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت بن سید احمد کبیر بن سید جلال الدین سرخ بخاری بن سید علی المؤید بن سید ... بن سید محمد بن سید محمود بن سید احمد بن سید عبد اللہ بن علی الاشقر بن جعفر ثانی بن امام علی الہادی بن امام ... جواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام سجاد زین العابدین بن سیدنا امام حسین علی جدہ و علیہ السلام۔

سیّد دلاور علی مرحوم سے اوپر چھٹی پشت میں سید پیارے بن سید رستم صوبۂ بہار میں آکر موضع سید پورا ساڑھی پرگنہ انکل ضلع گیا میں آباد ہوئے، یہاں ان کی جاگیریں تھیں، یہیں انتقال فرمایا، ان کا مزار بھی اسی موضع میں ہے۔

سیّد پیارے کے بعد ان کے بیٹے سیّد عالم اور ان کے بیٹے سیّد مربی موضع سید پورا ساڑھی میں رہے۔ سید مربی کے بعد ان کے بیٹے سید یار محمد نے موضع مذکور کا قیام ترک کرکے موضع یعقوب پور نگانواں میں اقامت اختیار کی، آپ کا مزار پھلواری میں حضرت مخدوم سیّد راستی قدس سرہٗ کے مقبرہ میں دکھن جانب واقع ہے۔

پھلواری سے تعلق اور توطن:۔ ــــــــــ اس بات کا صحیح پتہ لگانا کہ خاندان امیر عطاء اللہ اور خاندان مخدوم راستی قدس سرہما سے اور سیّد دلاور علی مرحوم کے خاندان سے کس زمانہ سے تعلقات قائم ہوئے، اِس زمانہ میں بہت مشکل ہے، مگر سید یار محمد علیہ الرحمۃ کا مقبرۂ مخدوم سیّد راستی قدس سرہٗ میں مدفون ہونا اس کی طرف رہنمائی ضرور کرتا ہے کہ ان کے تعلقات پھلواری سے یقینی قائم ہو چکے تھے، عام ازیں کہ یہ تعلقات روحانی ہوں یا قرابتمندانہ ہوں۔

سیّد یار محمد علیہ الرحمۃ کے بعد سے روحانی اور قرابتمندانہ دونوں ہی طرح کے تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔

قرابتمندانہ تعلقات:۔ سیّد یار محمد علیہ الرحمۃ کے تین صاحبزادے سیّد امان اللہ، سیّد محمد صلاح، سیّد شرف الدین۔

سیّد امان اللہ بن سیّد یار محمد کے بیٹے سید یار اللہ تھے، سیّد یار اللہ کی صاحبزادی بی بی رابعہ زوجہ شاہ واسع بن شاہ امان اللہ بن شاہ محمد امین بن مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ، بی بی رابعہ کی صاحبزادی بی بی آمنہ زوجہ غلام علی بن ملا مربیع الدین جعفری پھلواروی جن کا ذکر ابتدائے کتاب میں ہو چکا ہے۔

سیّد شرف الدین بن سید یار کے بیٹے سیّد محمد منعم تھے، سیّد محمد منعم کی صاحبزادی بی بی عاصمہ زوجہ شاہ پیر محمد ساکن گھسرہ داناپور، بی بی عاصمہ کی صاحبزادی بی بی نجیبہ زوجہ ثانیہ شاہ محمد مخدوم بن شاہ امان اللہ بن شاہ محمد امین بن مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ، بی بی نجیبہ کی صاحبزادی بی بی نفیسہ اہلیہ حضرت شاہ عبد الحی بن حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ جعفری پھلواروی

ان کے صاحبزادے حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح مجیبی قدس سرہٗ تھے۔

سید محمد صلاح الدین بن یار محمد کے بیٹے سید معشوق علی تھے، سید معشوق کے صاحبزادے سید دلاور علی مرحوم تھے جو پھلواری میں اس خاندان کے جدِ اعلیٰ ہیں۔

روحانی تعلقات:۔ سید دلاور علی مرحوم کے دادا سید محمد صلاح کو حضرت تاج العارفین قدس سرہ سے روحانی تعلق تھا، بیعت تھی یا ارشاد تھا یا محض عقیدتمندانہ مراسم تھے، اس کی تفصیل اب تک میری نظر سے نہیں گذری۔

میر دلاور علی مرحوم کے والد سید معشوق علی علیہ الرحمۃ حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے، ۱۱۹۵ھ میں بیعت کی تھی، سید دلاور علی مرحوم بھی حضرت شیخ العالمین کے مرید تھے، انہی تعلقات کی وجہ سے ان حضرات کی آمد و رفت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے جاری تھی، برابر شرکت عرس کے خیال سے تشریف لاتے تھے، خصوصیت کے ساتھ سید دلاور علی مرحوم کو حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے ساتھ بہت اُنس تھا، حضرت کی نوجوانی کے زمانہ ہی سے مخلصانہ و عقیدتمندانہ مراسم تھے، شیخ طالب علی مرحوم نے ان تعلقات و مراسم کا تذکرہ ملفوظات حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ میں کیا ہے۔

"میر دلاور علی یکے از یاران عہد صاحبزدگی آنحضرت بودند"

سید صاحب کا خاندان ہمیشہ سے با وجاہت و باثروت رہا ہے اور ابتک تموّل کا اثر اس خاندان میں باقی ہے، بفضلہ اس زمانہ میں بھی جو لوگ پھلواری میں موجود ہیں با وجاہت ہیں، اور ان کے روحانی تعلقات خانقاہ مجیبیہ سے قائم ہیں۔

پھلواری میں توطن کا سبب:۔ با ایں ہمہ دولت و ثروت سید صاحب کی کوئی اولاد نہ تھی، کئی بچے ہوئے اور سب ہی صغر سنی میں فوت ہو گئے، بتقاضائے بشریت بے ولدی کا صدمہ جانگسل تھا، ایک دفعہ آپ نے اپنے شیخ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ سے انتہائی حسرت کے ساتھ اولاد کے زندہ رہنے کے لئے دعا کی درخواست کی، حضرت شیخ العالمین نے دعا فرمائی اور سید صاحب سے فرمایا کہ اس دفعہ جب آپ کے ہاں اُمید ہو تو آپ اہل و عیال کے ساتھ پھلواری چلے آئیں۔ بزرگوں کی دعا بیخطا ہوتی ہے، کچھ دنوں کے بعد سیدہ صاحبہ کے یہاں اُمید کے آثار

نمایاں ہوئے، حسب الحکم سیّد صاحب مع اہل و عیال پھلواری چلے آئے۔

حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے اپنے برادر زادہ حضرت مولانا شاہ نور الحق تپاں قدس سرہٗ سے ان کا ننہالی مکان جو خالی اور افتادہ تھا اس کی کچھ اراضی دلوادی، سید صاحب نے وقتی طور پر بسر اوقات کے قابل ایک مختصر مکان تعمیر کروایا، اس کے بعد سے سید صاحب مستقل طور سے پھلواری میں مقیم ہوگئے، ابتدائً یہ مکان گرچہ مختصر تھا، مگر بعد میں اس کے اطراف کی دوسری اراضیاں خرید کر مکان کی توسیع کی گئی، اس وقت جس مکان میں مولوی سید احمد منیر صاحب مقیم ہیں یہ وہی مکان ہے جس کو سید دلاور علی صاحب مرحوم نے حضرت تپاں قدس سرہٗ سے لیا تھا، مولوی احمد منیر صاحب سید صاحب کے پانچویں پشت میں پوتے ہوتے ہیں۔

سیّد صاحب خانقاہ مجیبیہ کے تمام انتظامی امور میں مدار کل تھے، اعراس کے موقع پر باورچیخانہ کا انتظام پخت طعام اور اس کے لئے سامان مہیا کرنا سب کچھ سید صاحب کے ذمہ تھا، تمام عمر اس خدمت کو اپنی سعادت سمجھکر انجام دیتے رہے۔ ۲۸ رمضان ۱۲۲۲ھ میں انتقال فرمایا۔

الغرض کچھ دنوں کے بعد سیّد صاحب کے بڑے صاحبزادہ مولوی سیّد افضل علی پیدا ہوئے، اس کے بعد دوسرے صاحبزادہ مولوی سیّد فضل علی وجود میں آئے، ان ہی دونوں صاحبزادوں سے سیّد صاحب کی نسل جاری ہے۔

مولوی سیّد افضل علی علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۱۹۹ھ میں ہوئی، فارغ التحصیل تھے، ابتدائی کتابیں مولانا احمدی قدس سرہٗ سے پڑھی تھیں، اور فاتحہ فراغ ۱۲۲۲ھ میں مولانا محمد امام بن شیخ العالمین قدس سرہٗ سے ہوا، ۱۲۲۵ھ میں حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ سے بیعت کی، کلکتہ ہائی کورٹ میں مختار تھے، ۱۲۶۳ھ میں کلکتہ ہی میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کے دو صاحبزادے مولوی علی حسنین اور مولوی سید علی اعظم علیہما الرحمۃ تھے۔

مولوی سیّد علی حسنین علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۷ رجب ۱۲۳۳ھ میں ہوئی، فارغ التحصیل تھے، درسیات ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۵ھ میں مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ سے تمام کی، تاریخ انتقال ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ ہے، آپ کے صاحبزادے سید نور الحسنین صاحب تھے، جنہوں نے پٹنہ محلہ میدان فصاحت میں اقامت اختیار کی، آپکی دختری اولاد موجود ہے۔

مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۲۳۶ھ میں ہوئی، درسیات مولانا عبدالغنی قدس سرہ سے پڑھیں، ۱۰ رمضان ۱۲۶۴ھ میں سنگی مسجد میں آپکی دستار بندی کا جلسہ ہوا، جس میں اس دور کے مقتدر علماء شریک تھے، ۱۴ رشوال ۱۲۵۰ھ میں حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہ سے مرید ہوئے۔

نہایت بالغ الاستعداد اور وسیع النظر، صاحب تصنیف و تالیف، کثیر التلامذہ بزرگ تھے قدرت نے اپنے خزانۂ فیض سے علم و دولت دونوں ہی نعمت عطا فرمائی تھی، تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا مشغلہ برابر جاری رہا، آپ کا مکان مستقل مدرسہ تھا، طلبہ کی کثیر جماعت ہمیشہ زیر تعلیم رہا کرتی تھی، غیر مستطیع طلبہ کی رہائش اور ان کے خورد و نوش کا سامان اپنے پاس سے کرتے تھے، غربا پروری اور مہمان نوازی کا خاص جذبہ تھا، علماء فضلاء کی خدمت کرتے، مشاہیر علماء جب کبھی پھلواری آتے ان کو اپنا مہمان بناتے، اور پوری طرح ان کی تواضع و مدارات کرتے، آپ کا تمام وقت اہل علم کی معیت اور علمی مشاغل میں بسر ہوتا تھا۔

غرض یہ کہ نواب صدیق حسن خاں والی بھوپال کی طرح آپ نے بھی دولت کا صحیح مصرف لیا اور حسن اتفاق یہ کہ دونوں کا شجرۂ نسب اور زمانہ بھی ایک ہی ہے۔

جس زمانہ میں حضرت نصر قدس سرہ پھلواری میں تفضیلیت کی بیخ کنی فرما رہے تھے اور حضرت نصر قدس سرہ نے رد تفضیلیت میں ایک مبسوط کتاب "اسوۂ حسنہ" لکھی، اس زمانہ میں آپ نے بھی فضل شیخین میں ایک مبسوط رسالہ "معیار المذہب" تالیف فرمایا، اسوۂ حسنہ ۱۲۹۰ھ میں چھپکر شائع ہوئی اور آپ کا رسالہ ۱۲۹۲ھ میں شائع ہوا۔ [1]

---

[1] آپ کے تلامذہ میں ان حضرات کے نام معلوم ہیں:۔ آپ کے صاحبزادہ مولوی ولی عالم مرحوم، مولوی محمد علی شاد عظیم آبادی، شاد مرحوم نے اپنی کتاب تاریخ صوبۂ بہار میں اپنے تلمذ کے متعلق خود لکھا ہے، مولوی حکیم ناصر علی غیاث پوری منیری، مولوی مقصود علی ساکن نہسہ متصل پھلواری، مولوی حاجی احمد کبیر و مولوی احمد امیر فرزندان مولوی محمد فرید وکیل پھلواروی، مولوی حکیم محمد یحییٰ صاحب ساکن گھوگھٹہ ضلع سارن، مولوی فضیلت حسین ساکن دھنوت متصل پھلواری، مولوی محمد منیر پھلواروی محلہ مقدم ٹولی، مولوی محمد افضل حسین وکیل عدالت دیوانی فیض آباد ساکن جسینا ضلع مظفر پور، مولوی علی حسنین وکیل جسینا مذکور، مولوی احمد حسین وکیل مظفر پور، ساکن پھکن پور۔

آپ کی شادی موضع کرائی میں میر ہمت علی مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادے مولوی ولی عالم صاحب اور مولوی سید موسیٰ رضا صاحب تھے، اور چھ صاحبزادیاں تھیں، باستثناء دو لڑکیوں کے کُل صاحب اولاد تھیں، ایک صاحبزادی کے نواسے مولوی سید علی اکبر بن سید علی ضامن قادری ہیں، آپ حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے مرید ہیں، درسیات بھی پڑھی ہے، پابند اوقات اور بزرگوں کے اصول پر گامزن ہیں، خدا ان کی عمر و حیات دراز کرے۔

مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ کی ایک صاحبزادی کے لڑکے مولوی جمال الدین بن میر ولی حسین تھے، جن کے سنجھلے داماد سید نجم التوحید ہیں، ہجرہ معین پورہ ضلع پٹنہ کے رہنے والے ہیں، حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے مرید ہیں، عبادت و طاعات میں مصروف رہتے ہیں، فی الحال سید علی اکبر اور سید نجم التوحید ہنگامۂ ۱۹۴۷ء کے بعد کرائی و ہجرہ معین پورہ سے ہجرت کر کے پھلواری میں اپنے پیر کے سایہ میں مقیم ہو گئے ہیں، اللہ تعالےٰ ان کی حیات دراز کرے اور طاعات و عبادات میں مصروف رکھے۔

مولوی علی اعظم کی وفات بعارضۂ درد نقرس باقر گنج میں ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۵ھ میں ہوئی اور پھلواری میں باغ مجیبی میں مدفون ہوئے۔

مولوی سید ولی عالم بن مولوی سید علی اعظم مرحوم کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی، اپنے والد کے شاگرد تھے، نہایت ظریف الطبع سخی جواد تھے، عرصہ تک پھلواری میں مقیم رہے، وسط عمر میں بانکی پور محلہ رمنہ میں مقیم ہو گئے، اعراس کے موقع پر پھلواری تشریف لاتے تھے، ان کی شادی مولوی سید شیر علی مرحوم فرید پور حال مقام پٹنہ رانی پور کی کھڑکی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے دو صاحبزادہ مولوی سید علی اکرم مولوی سید علی اسلم اور دو صاحبزادیاں ہوئیں، الحمد للہ سب صاحب اولاد ہیں، اخیر عمر میں بعارضۂ اسہال کبدی مبتلا ہوئے اور مظفر پور میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

مولوی سید موسیٰ رضا صاحب مرحوم کے صاحبزادہ مولوی سید احمد منیر صاحب مرحوم تھے اور مولوی زین العابدین مولوی سید احمد منیر صاحب ذی علم اور تجربہ کار ہیں، پھلواری کے رؤسا میں آپ کا شمار ہے، آپ کو بیعت ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ سے ہے، آپ کا قیام اپنے آبائی و موروثی مکان میں ہے جس کو آپ کے جد اعلیٰ سید دلاور علی علیہ الرحمۃ نے حضرت شاہ نور الحق قدس سرہٗ سے لیا تھا۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی آپ کے ماموں جناب محمد شاہ بن شاہ محمد اکرم ساکن بیر سنگھ ضلع گیا

حال مقامی حاجی گنج منحلات شہر پٹنہ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادے حاجی محمد تحسین سلمہٗ ہیں، عزیز موصوف نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے، فی الحال صغریٰ وقف اسٹیٹ بہار شریف میں نائب متولی کے عہدہ پر فائز ہیں، ابھی ۱۳۹۶ھ میں حج و زیارت مدینہ منورہ سے واپس آئے ہیں، دینی جذبہ رکھتے ہیں، پیر و مرشد کے مرید ہیں، ان کی شادی موضع میورہ میں مولوی سعید عالم صاحب بیرسٹر کی منجھلی لڑکی سے ہوئی ہے۔ صاحب اولاد ہیں۔

مولوی سید احمد منیر کی دوسری شادی جناب شاہ یاسین صاحب جعفری ساکن بہار محلہ محل پر کی لڑکی سے ہوئی، ان سے ایک لڑکی اور تین لڑکے محمد مبین، حبیب رضا، احمد کبیر سلمہم ہیں، ان سب نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے۔

مولوی زین العابدین بن مولوی سید موسیٰ رضا صاحب مرحوم کے صاحبزادے مولوی برہان الدین وکیل حیدرآباد میں وکالت کرتے تھے، اب مشرقی پاکستان میں وکالت کرتے ہیں۔

مولوی سید فضل علی علیہ الرحمۃ:۔ ولادت ۱۲۷۱ھ میں ہوئی، فارغ التحصیل تھے، درسیات مولانا احمد امام قدس سرہٗ سے تمام کی، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید تھے، آپ بھی اپنے بڑے بھائی سید افضل علیہ الرحمۃ کی طرح کلکتہ میں ہائی کورٹ کے مختار تھے۔

آپ کی شادی موضع عیسیٰ پور میں شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے تین صاحبزادے، مولوی لطافت حسین، مولوی اشرف حسین، مولوی مرتضیٰ حسین تھے۔

مولوی فضل علی کی اولاد میں اس وقت ان کے دو بیٹے مولوی اشرف حسین اور مولوی مرتضیٰ حسن کی اولاد موجود ہے۔

مولوی اشرف حسین صاحب مرحوم کے پوتے مولوی سید عبدالباری بن سید عبدالخالق صاحب ہیں، آپ کا شمار بھی پھلواری کے رؤسا میں ہے، آپ کے بیٹے ولی احمد سلمہٗ ہیں جو انگریزی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب مرحوم عالم و فاضل فارغ التحصیل تھے، حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ سے درسیات تمام کی تھی، آپ کے صاحبزادہ مولوی حکیم مصطفیٰ حسن صاحب ہیں، کلکتہ میں مطب کرتے ہیں، آپ کے بیٹے عبدالقیوم سلمہٗ ہیں، اپنے والد کے ساتھ کلکتہ ہی میں مقیم ہیں، مگر اہل و عیال کا قیام پھلواری ہی میں ہے۔

خاندان قادریہ کی ایک شاخ

یہ خاندان بھی حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ کے عہد سے پھلواری میں آباد ہوا ہے، اس خاندان کے سب سے پہلے بزرگ جنہوں نے پھلواری میں اقامت اختیار کی حضرت شاہ احمد اللہ عرف شاہ منیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یہ بزرگ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہ کے نانا ہیں۔

حضرت سید شاہ احمد اللہ عرف شاہ منیری قدس سرہٗ

ولادت پنجم ربیع الثانی ۱۱۹۲ھ، وفات ۳ رمضان المبارک ۱۲۷۰ھ میں ہوئی، آپ حضرت سیدنا قیص قادری قدس سرہ کی اولاد امجاد سے ہیں، شجرۂ نسب یہ ہے:۔

شاہ احمد اللہ منیری بن سید لطف اللہ بن تیم اللہ بن وجیہ الدین بن نعیم الدین بن نجم الدین بن سید مصطفٰے ثانی بن سید مبارک بن سید مصطفٰے بن سید احمد حاجی بن سید قمیص قادری بن سید ابوالحیوٰۃ بن تاج الدین بن بہاء الدین بن جلال الدین بن سید داؤد بن سید علی بن ابو صالح نصر بن سید عبد الرزاق بن حضرت غوث الثقلین سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

شاہ منیری علیہ الرحمۃ صاحب سلسلہ بزرگ تھے، رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین، ارشاد و بیعت کا سلسلہ آپ کے خاندان میں ابًا عن جدٍ چلا آتا ہے، اپنے والد کے مجاز و خلیفہ تھے اور آبائی سلسلہ میں طالبین کی بیعت بھی لیتے تھے، مگر بیعت آپ کو اپنے والد سے نہ تھی، حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کے مرید تھے، ۲۱ ر رمضان المبارک ۱۲۱۷ھ میں طریقہ قادریہ قمیصیہ وارثیہ میں بیعت کی تعلیم و تربیت بھی حضرت شیخ العالمین ہی سے پائی، مگر اخذ بیعت اور اجرائے سلسلہ کی اجازت اپنے شیخ سے نہ لے سکے۔

آپ نے نہایت شاقہ ریاضتیں کی ہیں، مدتوں راجگیر کے پہاڑ پر عبادت و ریاضت میں زندگی بسر فرمائی۔

پھلواری کی آمد اور حصول بیعت:۔ پھلواری کی آمد اور حصول بیعت کا واقعہ مولوی ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ نے آپ کی زبان سے سُنکر تذکرۃ الکرام میں اس طرح تحریر فرمایا ہے:۔

شاہ منیری علیہ الرحمۃ جنہوں نے اسماء کے نصاب میں بزرگانِ سلف کی طرح نہایت سخت ریاضتیں کی ہیں، پندرہ پندرہ دنوں پر صرف درخت کی پتیاں پیسکر غذا کرتے تھے، اکثر و بیشتر نصاب پہاڑوں ہی میں دیئے تھے، استخارہ ان کے نزدیک کوئی اہم چیز ہی نہ تھی، اگر کسی دوسرے شخص کو بھی استخارہ کی تعلیم

دیتے تو شبھی ہی رات میں جس بزرگ سے مشرف ہونا چاہتا مشرف ہو جاتا۔

ایک روز جبکہ آپس میں یہ گفتگو چھڑی ہوئی تھی کہ خانقاہ میں فقرائے اہلِ دل کی آمد و رفت بہت ہے، شاہ منیری علیہ الرحمۃ نے ازراہِ شفقت فرمایا کہ حضرت شیخ العالمین کی خدمت میں میری حاضری بھی عجیب و غریب طریقہ سے ہوئی ہے۔

جس زمانہ میں میں راجگیر کے پہاڑ پر بعض خاص اسماء کے نصاب میں مشغول تھا مجھے رجعت عمل ہو گئی دیوانہ وار پہاڑ کے غاروں دروں اور چوٹیوں پر سرشار پھرا کرتا تھا، کچھ دنوں کے بعد اللہ نے فضل فرمایا، ایک رات اسی دیوانگی و بدحواسی کی حالت میں خواب میں حضرت مخدوم شعیب فردوسی شیخ پوری قدس سرہٗ سے مشرف ہوا، حضرت نے ایک درود بتایا اور فرمایا کہ کثرت سے اس درود کو پڑھا کرو، میں نے عرض کیا کس وقت پڑھوں؟ حضرت نے فرمایا کثرت سے پڑھو ہر وقت اور ہر حالت میں پڑھتے رہو، جب تک پڑھتے رہو گے ہوش و حواس قائم رہیں گے۔

صبح جب میں بیدار ہوا مجھے وہ درود یاد تھا میں نے پڑھنا شروع کیا، تھوڑے ہی عرصہ میں مجھے افاقہ ہو گیا۔

دوسری مرتبہ پھر میں خواب میں حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہٗ سے مشرف ہوا حضرت نے فرمایا اس درود کے خواص بہت ہیں از انجملہ ایک فائدہ یہ تھا جو تم نے دیکھا کہ مجنون کو اس کی مداومت تندرست کر دیتی ہے، اب تم بہار جاؤ فلاں محلہ میں فلاں آخوند صاحب رہتے ہیں ان سے اس درود کی اجازت لے لو، میں نے عرض کیا آپ کی اجازت کے بعد اب کسی اور سے اجازت لینے کی ضرورت ہی کیا باقی رہی؟ حضرت نے فرمایا جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔

بالآخر میں بہار پہنچا اور ان بزرگ سے ملکر اجازت چاہی، بزرگ موصوف نے فرمایا کہ یہ درود[1] طریقہ ہے اس کے پڑھنے کی اجازت میرے شیخ نے صرف مجھے دی ہے، دوسروں کو اجازت دینے کا میں مجاز نہیں ہوں

---

[1] درود طریقہ یہ ہے:۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ ۃ اس درود کے ختم نصاب کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ بلاناغہ جس قدر ممکن ہو باوضو پڑھیں یہاں تک کہ ایک لاکھ پچیس ہزار کی تعداد پوری ہو جائے، روزانہ ختم کے اندر پڑھنے کے لئے کوئی تعداد یا وقت مقرر نہیں ہے جس وقت موقع ملے اور جتنا پڑھ سکیں پڑھیں، شرط صرف اتنی ہے کہ باوضو پڑھیں اور بلاناغہ پڑھیں، اور درمیان میں ایک روز بھی ناغہ ہو گیا تو ازسرِ نو ختم شروع کرنا ہو گا، ختم کے بعد باوضو بے وضو ہر حال میں پڑھ سکتے ہیں، (مؤلف)

آپ کو کیسی طرح اجازت دوں؟ اور آپ کو یہ درود کیونکر معلوم ہوا؟

میں نے کہا جناب کو میرے معاملات وقصے سے کیا کام، میں جناب کے پاس حضرت مخدوم شعیب قدس سرہٗ کا بھیجا ہوا آیا ہوں، تب انہوں نے مجھے ناچار اجازت دی، میں ان سے اجازت لیکر واپس آیا۔ کچھ دنوں اور بھی اس درود کو پڑھتا رہا یہاں تک کہ پوری طرح مجھے صحت ہو گئی۔

تیسری بار میں پھر خواب میں حضرت مخدوم شعیب قدس سے مشرف ہوا حضرت نے فرمایا اب تم پھلواری شاہ نعمت اللہ کے پاس جاؤ اور ان سے درود کے اشغال سیکھو۔

میں نے عرض کیا کہ جب حضور نے اس کے پڑھنے کی اجازت دیدی ہے تو اس کے اشغال بھی خود ہی تعلیم فرمادیں، محض اتنی ضرورت کے لئے اس مسافت بعید کا طے کرنا دشوار ہے۔

حضرت نے فرمایا یہ دوسرے طریقہ کی چیز ہے اور اس طریقہ کے شیخ بھی اس وقت موجود ہیں، اس لئے مجھے اس طریقہ میں تصرف نہیں کرنا چاہئے، اُس وقت میں نے محض اس وجہ سے تمہیں اجازت دی تھی کہ تمہیں شاہ نعمت اللہ تک پہنچنے کی صلاحیت نہ تھی، مگر اب تم تندرست ہو اور ان تک پہنچ سکتے ہو، اس لئے تمہیں ان کے پاس جانا چاہئے۔

اس کے بعد شاہ منیری علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ یہ وجہ ہوئی کہ میں یہاں تک پہنچا، اور حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کی عنایات و برکات انفاس سے اس درود طریقہ کے اشغال وافکار سے مستفیض ہوا، انواع واقسام کے فوائد مجھے حاصل ہوئے، درحقیقت اس درود کی قدر اسی شخص کو ہوگی جو اس کا مداوم ہوگا۔

الغرض شاہ منیری قدس سرہٗ مخدوم شاہ شعیب قدس سرہٗ کے حکم سے حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوکر اکتساب طریقہ میں مشغول ہوئے، اور بقیہ زندگانی شیخ کی صحبت میں بسر کی، سخت سے سخت ریاضتیں کیں، شیخ اور شیخ کی خانقاہ کا احترام اس حد تک تھا کہ خانقاہ کی زمین پر تھوکنا اور خانقاہ کے بیت الخلاء میں رفع حاجت کے لئے جانا بھی بےادبی تصور کرتے تھے، ۲۵ سال کی عمر سے ۸۰ برس کی عمر تک آپ نے خانقاہ میں زندگی بسر کی، مگر کبھی بھی خانقاہ کی زمین پر آپ نے تھوک نہیں پھینکا، یہ بھی ایک ریاضت تھی۔

آپ میں ستر حال کا مادہ بہت زیادہ تھا، نصاب اسماء کے زمانہ میں جس قدر حالات و واردات آپ پر گذرے اور جو نعمتیں اُمید سے زیادہ آپ کو حاصل ہوئیں ان کا شمہ بھی کسی پر ظاہر کرنا

پسند نہ کرتے تھے اور جس قدر روحانی طاقت و قوت ریاضات و مجاہدات کی وجہ سے آپ میں پیدا ہو چکی تھی، اس پر آپ کو اعتماد بھی بہت زیادہ تھا، اسی کے ساتھ یہ خیال بھی جاگزیں ہو گیا تھا کہ جو باتیں بطریق راز میرے دل میں پوشیدہ ہیں ان کو کوئی صاحب تصرّف بھی معلوم نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ بیعت کے بعد اپنے شیخ سے بھی ان حالات و واردات کو آپ نے ظاہر نہ فرمایا، حالانکہ سالک کا یہ اوّلین فرض ہے کہ سلوک میں قدم رکھنے کے بعد جو حالات و واردات اس پر گذریں گی اپنے شیخ سے بیان کرے تاکہ شیخ کو اس کی اصلاح میں سہولت ہو۔

حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ پر مرید کی تمام باتیں منکشف تھیں، چاہتے تھے کہ کسی روز موقع سے ان کی اصلاح کر دوں، چنانچہ ایک روز جذب کلام کے ذریعہ آپ نے اصلاح فرمائی۔ تذکرۃ الکرام میں مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ نے اس جذب کلام کا واقعہ اس طرح تحریر کیا ہے:۔

ایک رات شاہ منیری علیہ الرحمۃ ایسی بات بول گئے جو ان کے حسب حال نہ تھی، بظاہر ان کی گفتگو سے یہ بات مستفہم ہو رہی کہ ریاضت اسماء سے جو باتیں مجھ میں پیدا ہو گئی ہیں اس کی اطلاع کسی کو نہیں ہے اور نہ کسی کو میری طاقت و قوت پر غلبہ ہو سکتا ہے۔

جب ملاقات کا وقت ہوا اور حضرت شیخ العالمین کی خلوتِ خاص میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے، ابھی تھوڑی مدّت بھی نہیں گذری تھی کہ اپنے تمام گذشتہ و موجودہ احوال و واردات جو اُن پر نصاب اسماء کے زمانہ میں وارد ہوئے تھے، ابتداء سے انتہا تک اس طرح بیان کرنے لگے جیسے کوئی ازخود رفتہ بول رہا ہو، یہاں تک کہ ایسی باتیں بھی بول گئے جن کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اور اثنائے گفتگو میں یہ بھی کہتے جاتے تھے میں اس وقت اپنے قابو میں نہیں ہوں، مجھ پر جذبی کیفیت طاری ہے۔

کمینۂ بارگاہ[1] بھی اس وقت حاضر تھا، جب رات زیادہ آگئی تو لوگوں کے بہت زیادہ تقاضہ و اصرار سے کھانا کھانے کے لئے اُٹھے۔

شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے تشریف لیجانے کے بعد حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اس وقت جو باتیں ان کی زبان سے سُنی ہے کسی پر ظاہر نہ کرنا، دراصل ان پر جذبی کیفیت طاری نہ تھی، بلکہ میں نے چاہا کہ اپنی جن باتوں پر انہیں ناز تھا اور کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے ان کو خود ان کی زبان سے

[1] یعنی مولانا ابوالحیوٰۃ مصنف تذکرۃ الکرام۔

ظاہر کرا دوں، میں نے صرف جذب کلام کیا تھا درحقیقت جاذب نہ تھا اور خود شاہ صاحب کو اس کا خیال نہیں کہ میں نے اتنی طویل باتیں کیوں کہیں۔

کمینۂ بارگاہ کہتا ہے کہ میں نے ان باتوں کو کبھی بھی کسی کے سامنے نہ دہرایا نہ شیخ العالمین کے عہد میں اور نہ شاہ منیری علیہ الرحمۃ کی زندگی میں، اور نہ ان باتوں کو اپنی اس کتاب میں درج کر رہا ہوں، ان باتوں سے میرے علاوہ اور لوگ بھی واقف ہیں جو اس وقت حاضر بارگاہ تھے۔"

شاہ منیری علیہ الرحمۃ استخارہ کے باب میں ید طولیٰ رکھتے تھے، تذکرۃ الکرام میں اس کے متعلق بھی ایک واقعہ مذکور ہے:

دوست علی خاں زمیندار جو راجہ کامگار خاں کی اولاد سے تھے، شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے بہت معتقد تھے، اور ان کی عقیدتمندی کی وجہ سے شاہ صاحب کو بھی ان کی بیعت کا بہت زیادہ خیال تھا، ایک دن خاں صاحب مذکور نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ میں بیعت کا ارادہ رکھتا ہوں، چند بزرگوں سے مجھے اعتقاد ہے، ایک تو جناب ہیں، دوسرے مولانا شاہ حسن رضا صاحب، تیسرے مخدوم شاہ حسن علی صاحب کہ یہ دونوں بزرگان حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ کے یاران کاملین میں ہیں، چوتھے شاہ محمد نعمت اللہ صاحب قادری پھلواروی ہیں، اگرچہ ان بزرگوں سے چنداں مجھے ارتباط نہیں ہے، مگر عقیدتمندی ضروری ہے، خصوصاً پھلواری تو مجھے جانے کا کبھی اتفاق بھی نہیں ہوا، البتہ شاہ نعمت اللہ صاحب کے فضل و کمال کا شہرہ سُنکر اپنے دل کا رجحان ان کی طرف پاتا ہوں، کوئی مشورہ دیجیے کہ آخر کس کے ہاتھ پر بیعت کروں، سخت متردد ہوں، شاہ صاحب نے فرمایا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روح پاک سے استخارہ کرو جو حکم ہو اس پر عمل کرو۔

اس کے بعد خاں صاحب نے کہا کہ میں نے شاہ صاحب کے حسب الحکم استخارہ کا عمل کیا اور ایک ہی مکان میں میں اور شاہ صاحب دونوں سوئے مگر اس رات مجھے کچھ معلوم نہ ہوا، صبح کو میں نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ رات مجھے کوئی بات معلوم نہیں ہوئی۔

شاہ صاحب نے فرمایا تمہیں کیا خبر حضرت غوث پاک تشریف لائے تھے مگر تم نے اس قدر شکم سیر ہو کر کھا لیا تھا کہ رات بھر غفلت میں پڑے رہے، اس لئے مشرف نہ ہو سکے، آج کی رات بھوکے سونا یا نصف پیٹ کھانا۔ چنانچہ دوسرے روز میں نے ایسا ہی کیا، حضرت غوث پاک کی زیارت نصیب ہوئی۔

میں نے عرضِ حال کیا، ارشاد ہوا یہ سب افراد میرے دوست ہیں مگر تمہاری قسمت شاہ نعمت اللہ سے وابستہ ہے وہ ولیِ زماں ہیں، ان کے پاس جاؤ اور بیعت کرو، حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب کے متعلق حضرت غوث پاک نے قطب کا لفظ استعمال فرمایا تھا قطب وقت کہا یا قطب زماں، ٹھیک یاد نہیں، بہر حال جب میں بیدار ہوا بجنسہٖ خواب کا واقعہ میں نے شاہ صاحب سے بیان کیا شاہ صاحب نے فرمایا اب بات صاف ہو گئی، دیر نہ کرو اور جلد شیخ العالمین کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت حاصل کرو، درحقیقت وہ قطب وقت ہیں۔

شاہ منیری علیہ الرحمۃ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے قریب تر رشتہ میں ماموں زاد بھائی تھے، زنانہ خانہ کی کل مستورات آپ سے رُوبرو ہوتی تھیں، اسی وجہ سے خانقاہ کا نظم و نسق آپ ہی کے متعلق کر دیا گیا تھا، اور اس لئے پخت طعام اور روزینہ اخراجات کے لئے ضروری سامان کا مہیا کرنا آپ ہی کے ذمہ تھا۔

آپ نے عمر بھی بہت پائی، شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد پاک سے حضرت نصر قدس سرہ کے عہد تک برابر خانقاہ کی خدمت کم و بیش بحسب اقتضائے سن و قویٰ انجام دیتے رہے، ۸۴ برس چار مہینے ۲۸ دن کی عمر پاکر رحلت فرمائی اور باغ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

اصلی وطن اور خاندان امیر عطاء اللہ سے برادرانہ تعلقات:- شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے اجداد موضع نظام پور کے رہنے والے تھے، یہ بستی نوبت پور کے قریب پرگنہ منیر ضلع پٹنہ سرکار صوبہ بہار میں واقع ہے، یہاں سادات رضویہ اور سادات قادریہ آباد تھے، نہایت قدیم اور مردم خیز بستی تھی، یہاں کے شرفأ صاحبِ عزت و وجاہت تھے، مگر افسوس گردش زمانہ سے شرفأ کیا اب تو علی العموم مسلمانوں ہی سے یہ بستی خالی ہو چکی ہے، جس طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھئے مسلمانوں کی جگہ ہنود آباد ہیں اور انہی کے قبضۂ تصرف میں ہے، بظاہر یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ کبھی یہاں مسلمان آباد تھے البتہ آثارات قدیمہ مثلاً افتادہ عمارتوں کی پختہ و شکستہ دیواریں مسلمانوں کی پختہ اور منہدم قبریں پختہ کنوئیں، شکستہ مسجدیں جو اب تک باقی ہیں زبانِ حال سے کہہ رہی ہیں کہ کبھی یہاں بھی مسلمان آباد تھے، اور یہاں کے مسلمان متمول اور صاحبِ اقتدار تھے۔ ؎

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ✲ آثار پدیداست صنادید عجم را

غرض زمانہ کی ناسازگاری سے یہ بستی ویران ہوگئی اور یہاں کے باشندے جابجا مختلف بستیوں میں آباد ہوگئے، رفتہ رفتہ لوگوں کی نقل وحرکت سے اور گاہے گاہے موت کی گرم بازاری سے یہ بستی مسلمانوں سے بالکل خالی ہوگئی۔

خاندان نظام پور کی شاخیں جابجا اطراف پٹنہ وضلع سارن ومظفر پور میں پھیلی ہوئی ہیں، اور شیر پور ومنیر واد لہن پور ضلع سارن کے خاندانوں سے ملی ہیں۔

سادات رضویہ کے سب سے پہلے بزرگ حضرت سید ابراہیم بن سید سلیمان مشہدی بن سید ماہ بن سید جلال الدین بن سید کمال الدین بن سید سراج الحق والدین بن سید برہان الحق والدین بن سید مرتضیٰ بن سید علی بن سید محمود بن سید مسعود بن سید حسن بن سید رضی یکے از اولاد امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام موضع نظام پور میں آباد ہوئے،

سید ابراہیم ابن سید سلیمان مشہدی بذریعہ تزویج تشریف لائے، آپ کی صاحبزادی بی بی نتھی صاحبہ حضرت سید آدم بن سید جلال الدین بن سید السادات سید محمد قادری اجھری قدس سرہٗ سے بیاہی گئی تھیں۔

سید سلیمان مشہدی کا مزار موضع بارہ پرگنہ سنورہ ضلع گیا میں ہے۔

اسی خاندان نظام پور کی ایک شاخ موضع گوندیا پرگنہ کسمر، موضع بسنت پور ضلع چھپرہ میں پہنچی ہے، جہاں حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قدس سرہٗ کی دوسری شادی بی بی طالعہ بنت سید محمد شاہ بن سید نور محمد نظام پوری سے ہوئی تھی اور آپ کے خسرزادہ سید محمد پناہ بن سید محمد شاہ بن سید نور محمد نظام پوری موضع بسنت پور میں مقیم ہوئے۔

حضرت شاہ احمد اللہ عرف شاہ منیری کا سے اور مذکورہ بالا بزرگان سے اخص قرابتمندی تھی، شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے والد شاہ لطف اللہ عرف نتھو بن شاہ تسیم اللہ قادری تاج العارفین قدس سرہ کی اہلیہ ثانیہ بی بی طالعہ کے قریب رشتہ میں بھائی تھے، شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ شاہ لطف اللہ کو برابر ماموں کہتے تھے، ان ہی خاندانی تعلقات کی بنا پر نظام پور کے بزرگان پھلواری تشریف لایا کرتے تھے اور برابر بذریعہ شادیات برادرانہ تعلقات قائم تھے۔

شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے والد شاہ لطف اللہ متوفی ۳ محرم ۱۱۴۳ھ کو اپنے آبائی سلسلہ

قادریہ قمیصیہ کی اجازت اپنے والد شاہ تیم اللہ قادری قمیصی سے حاصل تھی جو صاحب رشد و صاحب خانقاہ تھے مگر تاج العارفین کے فضل و کمال نے اپنی طرف کھینچا اور ۱۱۶۶ھ میں بطریقہ قادریہ قمیصیہ تاج العارفین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے اور اکتساب سلوک بھی کیا، آپ کا قیام برابر نظام پور ہی میں رہا۔

شاہ لطف اللہ کے بیٹے شاہ احمد اللہ عرف شاہ منیری اور ایک بیٹی بی بی شرف النساء،

بی بی شرف النساء قاضی غلام حق بن ولی اللہ بن عطاء اللہ ساکن موضع دنیانواں حال مقام منیر سے منسوب تھیں، ان کے ایک بیٹے امام الحق تھے جو لاولد فوت ہوئے۔

قاضی غلام حق منیری حضرت شاہ آیت اللہ پھلواروی کے نواسے ہیں، یعنی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے پرنواسے ہوئے

اس خاندان نظام پور کے ایک بزرگ سید شاہ برکت اللہ بن میر واصل نظام پوری (متوفی بستم ذی الحجہ ۱۲۱۱ھ) سے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی پوتی بی بی طاہرہ بنت شاہ احمد عبد الحق بیاہی گئی تھیں، ان کے صاحبزادے شاہ وجہ اللہ تھے، جن کا ذکر حضرت شاہ احمد عبد الحق قدس سرہٗ کے تذکرۂ اولاد میں گذشتہ اوراق میں آچکا ہے

شاہ برکت اللہ نظام پوری کی والدہ سید محمد شاہ بن سید مجتبیٰ بن دیوان سید مصطفےٰ شیر پوری کی صاحبزادی تھیں جیسا کہ قاضی سید محمد جواد اجھری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب الانساب میں لکھا ہے،

"سید محمد شاہ بن سید مجتبیٰ بن دیوان سید مصطفےٰ شیر پوری را یک دختر بود از "

"سید محمد واصل نظام پوری منسوب۔

پھر تاج العارفین قدس سرہٗ کی دوسری صاحبزادی بی بی عائشہ جو بی بی طالعہ کے بطن سے تھیں اور انہوں نے اپنے حقیقی بھائی حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کو صغر سنی میں دودھ بھی پلایا تھا، اسی خاندان نظام پور میں شیخ حفیظ اللہ عرف پانچو نظام پوری سے منسوب تھیں، ان سے ایک بیٹے جمال الدین اور ایک بیٹی بی بی فاطمہ تھیں۔

نظام پور کے لوگوں میں جو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے مرید ہوئے ان میں سے ایک شاہ برکت اللہ، دوسرے شاہ شکر اللہ پسران میر واصل نظام پوری ہیں، یہ دونوں بھائی بیاسی رمضان ۱۱۷۵ھ میں مرید ہوئے، تیسرے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے خویش شاہ حفیظ اللہ عرف پانچو

نظام پوری ہیں جو ۱۱۴۵ھ میں مرید ہوئے، چوتھے شیخ محمد دائم ولد شیخ رحم اللہ نظام پوری ہیں جو ۱۱۵۵ھ میں مرید ہوئے، پانچویں شیخ محمد نعیم ہیں جو ۱۱۶۵ھ میں مرید ہوئے، چھٹے شاہ لطف اللہ نظام پوری ہیں جو ماہ شعبان ۱۱۶۰ھ میں مرید ہوئے،

غرض یہ کہ نظام پور کا خاندان حضرت امیر عطاء اللہ کے خاندان سے برادرانہ تعلقات کے علاوہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ سے بیعت وارادتمندی کی وجہ سے بھی وابستہ تھا۔

حضرات نظام پور کے نسبی تعلقات سادات کی قدیم بستی اجھر قریب داؤد نگر ضلع گیا سے بھی ہیں، جیساکہ کتاب "انساب سادات اجھریہ" مصنفہ قاضی جواد اجھری علیہ الرحمۃ، اور کتاب "انساب محمدیہ" مصنفہ سید شاہ امین علیہ الرحمۃ، اور "انساب طیبہ" مصنفہ حکیم سید عبدالجلیل علیہ الرحمۃ داؤد نگری کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، اور ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کے بزرگان صاحب سلسلہ وصاحب خانقاہ تھے، قاضی جواد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:۔

"سید آدم بن سید جلال الدین بن سید غلام قادری اجھری قدس سرہٗ شادی در نظام پور عملہ پرگنہ منیر سرکار صوبہ بہار شدہ سادات آنجا دانائے روزگار عقل ومعاش زیادہ داشتند ودر آنجا خانقاہ بزرگاں بود انتہی"

ایک دوسری عبارت جس سے ان کی قرابتمندی کا پتہ لگتا ہے اس طرح ہے:۔

"سید شاہ اچھے بن سید اعظم بن سید مصطفےٰ شیر پوری راسہ دختران یکے از سید عبدالرسول کہ اجداد آن متوطن نظام پور عملہ پرگنہ منیر بودند، منسوب بود۔ سید عبدالرسول خود متوطن دردر بھنگہ شار ند سید عبدالرسول را یک پسر سید حسن عسکری بود۔ و دختر دیگر سید شاہ اچھے از سید امین برادر حقیقی سید عبدالرسول منسوب بود"

نظام پور کی طرح قصبہ منیر اور شیر پور سے بھی صاحبان اجھر کی قرابتمندی تھی، اسی کتاب "انساب سادات اجھریہ" میں ہے:۔

"سید مرتضیٰ بن سید مصطفےٰ شیر پوری را دو بنت بودند ودر برادری شیخ بہاؤالدین بن شیخ دلاور رئیس مشائخان منیر منسوب بود ویک پسر سید عنایت اللہ وایشاں را چہار دختران بودند یکے از آنہا از شاہ پیر محمد ساکن موضع نظام پور و دو دختراں در قصبہ منیر منسوب بودند"

شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے والد شاہ لطف تک اس خاندان کے تمام لوگ نظام پور ہی میں مقیم رہے، مگر شاہ منیری علیہ الرحمۃ نے نظام پور کا قیام ترک کرکے اپنی صاہرہ منیر میں اقامت اختیار کی پھر حضرت

شیخ العالمین قدس سرہٗ سے بیعت کرنے کے بعد منیر کا بھی قیام ترک ہوا اور مستقل اقامت پھلواری میں ہو گئی اور مزار بھی آپ کا مقبرہ مجیبیہ میں ہے۔

آپ کی شادی بی بی آل زہرا بنت سید باقر علی بن سید غلام علی بن شاہ غلام محمد درویش منیری سے ہوئی اور بی بی زہرا کی والدہ بی بی پیرن صاحبہ سید فتح علی بن شاہ غلام محمد درویش منیری کی بیٹی تھیں۔

شاہ منیری علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادے سید شاہ عنایت احمد اور سید بشیر احمد اور ایک صاحبزادی بی بی غفورن صاحبہ تھیں۔

بی بی غفورن صاحبہ کے صاحبزادہ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ تھے، اور سید بشیر احمد اُہن پور میں رہے اور ان کی اولاد بھی وہیں پھیلی۔

جناب سید شاہ عنایت احمد صاحب :- ولادت شب ۲۰ رمضان ۱۲۲۲ھ اور وفات آپ کی ۲۴ محرم ۱۳۰۰ھ میں ہوئی، آپ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید تھے، اجازت و خلافت آبائی اپنے والد سے پائی تھی، زندگی ساری آپ کی رشد و ہدایت میں گزری، اپنے شیخ کی خانقاہ کا ادب اور احترام بہت ملحوظ رکھتے تھے۔

آپ کی تین شادیاں ہوئیں، پہلی شادی مولانا علی سجاد قدس سرہٗ کی صاحبزادی بی بی نصیبہ سے ہوئی تھی مگر کوئی اولاد ان سے زندہ نہ رہی، دوسری شادی بی بی فرزند فاطمہ بنت حاجی احمد علی ابراہیم بن مولانا احمد کی قدس سرہٗ سے ہوئی، ان سے ایک بیٹے سید شاہ عطا محی الدین مرحوم، شب ۲۶ رجب ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے، ان کا قیام بسلسلہ کسب معاش زیادہ تر وطن سے باہر رہا، آپ کی شادی سید شاہ عبد الحئی صاحب مرحوم ساکن بیتھو کی صاحبزادی سے ہوئی، ان کے دو لڑکے حاجی وارث محی الدین سلمہٗ اور شاہ رضا محی الدین مرحوم، ان دونوں ہی بھائیوں کی اولاد موجود ہے، حاجی وارث محی الدین سلمہٗ نے مولانا شاہ محمد محی الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حج کیا ہے اور اماکن مقدسہ کی زیارت میں بھی سہولت و آرام کی غرض سے عزیز موصوف کو حضرت شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے شریک سفر رکھا، ان کو بیعت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے ہے ــــ حاجی شاہ عنایت احمد صاحب مرحوم کی تیسری شادی اہلیہ ثانیہ کے انتقال کے بعد حاجی احمد علی ابراہیم قدس سرہٗ کی محل ثالث کی لڑکی سے ہوئی تھی، ان سے سید عبد الرزاق صاحب ہیں۔

جناب سید عبد الرزاق صاحب :- ولادت ۳۰ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ میں ہوئی، آپ کا تاریخی نام مظہر سعید ہے۔ ۱۲۸۹

تعلیم قدر حاجت ہے، پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے مرید ہیں، بچپن ہی میں والد کا انتقال ہو گیا تھا، اسلئے پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے ہاں بلا لیا، اس کے بعد سے برابر خانقاہ ہی میں قیام رہا، رفتہ رفتہ خانقاہ کی نجی امور میں معین و مددگار کی حیثیت سے کام کرنے لگے اب تک منتظم کار کی حیثیت سے مخلصانہ خدمت انجام دیتے ہیں۔ قدرت نے کسب معاش کا بہتر سلیقہ دیا ہے ہمیشہ کچھ نہ کچھ تجارتی کاروبار رکھتے ہیں، انسانوں اور بعض جانوروں کے خاص خاص نسخے انہیں بہت لاجواب معلوم ہیں، وسیع الملاقات اور حکام رس ہیں، اپنے معتقدات میں راسخ العقیدہ ہیں، ایک فقیر سیاح نے انہیں دمہ کے لئے ایک بوٹی بتائی ہے جس سے صدہا انسانوں کو فائدہ پہنچا، ہر اتوار کو مفت تقسیم کرتے ہیں، حاجتمندوں کا ہجوم رہتا ہے، شیر دل اور باہمت ہیں۔[1]

سید عبدالرزاق صاحب کی شادی حکیم وزیرالدین ساکن محلہ لودی کٹرہ شہر پٹنہ کی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو لڑکے مولوی لطف احمد اور مولوی فضل احمد ہیں۔

مولوی لطف احمد سلمہٗ۔ ولادت سنہ ۱۳۲۲ھ میں ہوئی، درسیات تقریباً تمام ہے۔ مولوی شاہ قمرالدین اور مولوی شاہ نظام الدین سلمہم ابنائے پیر و مرشد سید شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے شاگرد ہیں، مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہٗ نے اپنے سلاسل کی اجازت عطا فرمائی ہے، بیعت ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ سے ہے۔

جب سے ان کے والد سید عبدالرزاق صاحب کو خانقاہ کے نجی امور کی انجام دہی میں کبر سنی کی وجہ سے دقت پیش آنے لگی اس زمانہ سے عزیز موصوف ہی ان امور کو مخلصانہ انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی شادی جناب محی الدین بن حکیم وزیرالدین ساکن لودی کٹرہ منحلات شہر پٹنہ کی لڑکی سے ہوئی ان سے کئی بچے اور بچیاں ہیں۔

مولوی فضل احمد سلمہٗ۔ ولادت سنہ ۱۳۲۴ھ میں ہوئی، متوسطات تک تعلیم پائی ہے۔ مولوی شاہ نظام الدین سلمہٗ کے شاگرد ہیں، حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ سے بیعت ہے اور مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے اپنے سلاسل کی اجازت فرمائی ہے، اپنے والد اور بھائی کے ساتھ انتظامی امور میں شریک رہتے ہیں، بسلسلۂ تجارت وغیرہ اکثر باہر بھی جاتے رہتے ہیں۔

ان کی شادی موضع بورنا ضلع مونگیر میں جناب ابوالبشر صاحب کی لڑکی سے ہوئی ہے، صاحب اولاد ہیں۔"

---

[1] نہایت تاسف کے ساتھ یہ اضافہ کیا جا رہا ہے کہ ۱۸ شوال دوشنبہ ۱۳۷۰ھ کی صبح کو محض دو دن کی علالت کے بعد انہوں نے انتقال کیا، اللہ مغفرت فرمائے۔

معمولات ورواسم خانقاہ مجیبیہ

خانقاہ مجیبیہ میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے جو معمولات از قسم اعراس و قل و تقسیم طعام و طریق زیارت موئے مبارک وغیرہ چلے آتے ہیں جن کا تذکرہ مولوی امان علی ترقی نے اپنے مثنوی میں کیا ہے، اس سے کہیں زیادہ تفصیل کے ساتھ شیخ طالب علی مرحوم نے ملفوظات شیخ العالمین میں لکھا ہے، یہ بزرگ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید تھے، اپنے مرید ہونے کے بعد سے ہر روز کی حاضری و نشست میں جو حالات و واقعات حضرت شیخ العالمین کے دیکھتے تھے یا جو گفتگو سنتے اس کو بطور ملفوظ قلمبند کر لیا کرتے تھے، اس مجموعہ میں تمام معمولات لیلی و نہاری از قسم عبادات، و طاعات، و ریاضات و مجاہدات قلمبند کرتے ہوئے معمولات خانقاہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

حضرت تاج العارفین کے عہد میں ہر مہینہ میں چار قل ہوا کرتے تھے، بتاریخ دہم نیاز حضرت سیدنا امام حسین علی جدہ و علیہ السلام، و بتاریخ شب یازدہم نیاز حضرت غوث اعظمؓ و بتاریخ شب دوازدہم نیاز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بتاریخ شب بست و یکم نیاز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ۔

ہر فاتحہ کے روز حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ مختصر کھانا پکوا کر مہمانوں کو مدعو کرتے، خود ہی ہاتھ دھلواتے اور دسترخوان بچھا کر کھانا کھلاتے، کچھ لوگ دسترخوان پر کھاتے اور کچھ لوگ تبرک گھر لیجاتے تھے۔

ربیع الاوّل اور ربیع الثانی کے عرس کا یہ دستور تھا کہ پہلی تاریخ سے کثرت درود خوانی و ختم قرآن شریف و کثرت نوافل کی لوگوں کو تاکید کی جاتی یہاں تک کہ یازدہم و دوازدہم تاریخ آجاتی، ان دونوں راتوں میں آخیر وقت اوراد و اشغال و تہجد سے فرصت کرنے کے بعد خانقاہ میں فرش و فروش اور روشنی کا اہتمام ہوتا اور نماز صبح سے پہلے نعت خوانی ہوتی تھی، نماز صبح کے بعد جب لوگ اپنے معمولات و وظائف سے فارغ ہو جاتے تو مہمانوں کی مدارات ہوتی، اسی طرح بارہویں تاریخ کو بھی ہوتا تھا، باورچیخانہ رات ہی سے گرم رہتا تھا، ان دونوں عرسوں میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ پلاؤ، قلیہ اور میٹھا دہی تقسیم فرماتے تھے، اسی دوازدہم کو ظہر کی نماز کے بعد زنانہ خانہ میں پھر مردانہ مکان میں موئے مبارک کی زیارت ہوتی تھی۔

تیرھویں یا چودھویں تاریخ کو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ ابتدائے تخلیہ میں سماع سنتے،

یہ محفل مسجد کی پشت پر حجرۂ اربعین سے متصل ایک مکان میں منعقد کی جاتی، اگر کبھی کوئی قوال آگیا تو سن لیا ورنہ آپ کے خلفا میں جو خوش گلو ہوتا نعتیہ غزلیں پڑھتا۔

انہی تاریخوں میں حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہٗ کے ہاں بھی اعراس ہوتے تھے، آپ علانیہ سماع سنتے تھے مگر حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو اس میں احتیاط تھی، پھر کچھ عرصہ کے بعد بجسب ایما ارواح طیبات حضرت خواجہ غریب نواز و حضرت سلطان المشائخ قدس سرہما علانیہ سماع سننا شروع کیا اور بطریق پیران چشت جوش وخروش اور افاضہ بھی کرنے لگے۔

حضرت مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد یازدہم ربیع الثانی کو موئے مبارک کی زیارت کے بعد حضرت مولانا کا قل بھی تاج العارفین قدس سرہٗ نے قائم کیا۔

حضرت تاج العارفین کے عہد میں اسی عنوان سے اعراس ہوتے تھے، اس وقت مجمع بہت کم ہوتا تھا، قصبہ کے رہنے والے اقران و مریدان شریک ہو جایا کرتے تھے، جب حضرت شیخ العالمین جانشین ہوئے تو انہیں اعراس کو نہایت اولوالعزمی و اہتمام بلیغ کے ساتھ انجام دیتے رہے، خصوصاً عرس ربیع الاول میں ہر عرس سے زیادہ اہتمام مدنظر رکھتے تھے، آخر ماہ صفر سے تمام مکانات صاف کئے جاتے دیواروں پر چونہ گردانی کی جاتی، پخت طعام کے لئے قبل سے وافر لکڑیوں کا سامان مہیا کیا جاتا، کثیر مقدار میں گھی اور تیل فراہم ہوتا، باسمتی چاول تقریباً سو من خریدا جاتا اور آٹھویں ربیع الاول کو پلاؤ، قلیہ اور میٹھا تمام قصبہ میں ہر مسلمان کے گھر تقسیم کیا جاتا اور نویں اور دسویں تاریخ عرس کے مہمانوں کے لئے کھچڑی پکوائی جاتی تھی جس کے ساتھ املی کی چٹنی ہوتی تھی،

یکم ربیع الاول سے ختم درود و ختم قرآن مجید و نوافل ہدیۃ النبی کی کثرت شیخ العالمین خود بھی کرتے تھے، اور مریدوں کو بھی تاکید فرماتے تھے، اس سلسلہ میں اتنا انہماک ہوتا کہ تین شب غذا نہیں کرتے، اور صرف چائے پر اکتفا کرتے تھے۔

راقم سطور سے جدی مولوی معشوق کشش علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے زمانہ میں ملازمین اور ماما ئیں تک ختم درود کرتی تھیں، میں نے اپنے بچپن اور جوانی میں دیکھا ہے کہ پہلی ربیع الاول سے نوجوانوں میں درود خوانی کا جذبہ اس درجہ پیدا ہوتا تھا کہ ہر شخص کے ہاتھ میں خوشنما تسبیحیں ہوتی تھیں اور ان کی زبان درود سے رطب اللسان

رہتی تھی ـــــــ شب یازدہم کو آخر شب سے قل کا اہتمام ہوتا تھا، خانقاہ میں فرش بچھایا جاتا اور روشنی کا کافی انتظام ہوتا تھا، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ خلوت سے تشریف لاتے اور سجادہ پر جلوہ افروز ہوتے، آپ کے سامنے دسترخوان بچھایا جاتا، دسترخوان کے مغربی کنارے پر پانچ شمعیں چاندی کی قرینہ سے رکھی جاتیں اور پانچ عدد چاندی کے گلاب پاش اور چار بجا چاندی کے بخوردان رکھے جاتے پھر قرینہ سے دو خوانچہ میں شیرینی اور دو خوانچہ میں بیرہ پان جس پر دو کٹوروں میں گھسا ہوا صندل ہوتا تھا رکھا جاتا، صندل کے دو کٹوروں میں ایک کٹورہ چاندی کا ہوتا تھا اور ایک تانبے کا صندل کی تقسیم اسی تانبے کے کٹورے میں ہوتی تھی، دسترخوان کے شرقی کنارہ پر قل پڑھنے والے قبلہ رُخ ہو کر بیٹھتے تھے، جب تمام سامان قرینہ سے رکھدیا جاتا آپ قل خوانی کے لئے بطریقہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ اشارہ فرماتے، قل میں مخصوص سورتیں پڑھی جاتیں جن کا تفصیلی ذکر آگے آئیگا، قل ختم ہونے کے بعد دسترخوان تمام لوازمات اُٹھا دیا جاتا اور شیرینی تقسیم ہوتی ساتھ سماع شروع ہو جاتی، قل کے بعد پہلی چوکی میاں امین اللہ قوال کی ہوتی نماز صبح کے بعد میاں احمد وارثی قوال گاتے، یہ دونوں قوال حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد مبارک سے بہت مقبول قوال تھے اور پٹنہ کے تمام مشائخ ان کا گانا بہت رغبت سے سنتے تھے۔[1]

احمد کے انتقال کے بعد یہ وقت میاں زلفن نے لیا، ان کی چوکی کے بعد میاں غوثن، ان کی چوکی کے بعد میاں عنایت علی سہسرامی گایا کرتے تھے۔[2]

غرض مجلس سماع کا یہ سلسلہ دوپہر تک رہتا پھر مجلس برخواست ہو جاتی۔

شب دوازدہم کو بھی اسی طرح قل کا اہتمام ہوتا تھا، اور محفل سماع بھی اسی عنوان سے منعقد ہوتی تھی، البتہ آج کے روز دو مرتبہ قل خوانی ہوتی ایک مرتبہ سماع سے پہلے اور ایک مرتبہ سماع کے بعد۔

---

[1] میاں احمد مرحوم حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے مرید تھے انہوں نے اپنے پیر کی شان میں ایک ٹھمری کہی تھی۔

میں تاج العارفین کے بل بل جیہوں ۔۔۔ احمد پر آپ کرپا کیجے دینی دربار دیکھیہوں

میں تاج العارفین کے بل بل جیہوں

[2] میاں عنایت علی حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے مرید تھے انہوں نے بھی اپنے پیر کی منقبت میں ایک ٹھمری کہی تھی۔

بانکی چھب مدھ بھری انکھیاں میرے نعمت جی کے سنولائے رنگ دیا۔ لگ گیلی بر ہا سن لے رنگ دیا..... بانکی چھب مدہ.....

دن کے قُل میں شربت کا بھی اہتمام ہوتا تھا اور یہ دستور ہر سال عرس میں اب تک چلا آتا ہے۔

زیارت موئے مبارک:۔ مجلس سماع کے برخواست ہونے کے بعد سماع خانہ کے صحن میں چوبی کٹھرہ لاکر رکھے جاتے تھے پہلے مرد زیارت کرتے، پھر زنانہ خانہ میں عورتیں زیارت کرتی تھیں، مگر حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے وسط عہد سے زنانہ خانہ کی زیارت کا وقت صبح کا مقرر کیا گیا، کیونکہ زائرات کی کثرت اور تنگی وقت کی وجہ سے اکثر عورتیں زیارت سے محروم رہجایا کرتی تھیں، ساتھ ہی ساتھ اس کا بھی انتظام کر دیا گیا کہ بیمار و ضعیف عورتیں اور نا کتخدا بچیاں خلوت ہی میں زیارت کرلیں، یہ دستور پیر و مرشد قدس سرہٗ کے آخر عہد تک تھا، مگر اس زمانہ کے بعض ناعاقبت اندیش حضرات کی خود غرضانہ ترکیب سے خلوت کی زیارت بند کر دی گئی اب ہر عورت زنانہ خانہ ہی میں زیارت کرتی ہے۔

ہر چند کہ موئے مبارک کی عظمت و منزلت مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں ہے، مگر خصوصیت کے ساتھ اس خاندان کو جیسی وابستگی اس نعمت لازوال کے ساتھ رہی اس کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ موئے مبارک کی جب کوئی خدمت کسی کے سپرد کی گئی اپنی سعادت اخروی سمجھکر تا عمر اس خدمت کو انجام دیتا رہا۔

موئے مبارک کی خدمات کیا ہیں؟ موئے مبارک کا سر پر اٹھائے ہوئے زیارت کے لئے لانا، گرد و غبار اور خس و خاشاک سے بچانے کے لئے مورچھل جھلنا، زیارت کے وقت نعتیہ اشعار سے مدح خوانی کرنا، یہی خدمات ہیں جو ہمیشہ سعادت سمجھکر انجام دی گئی ہیں، اور آج بھی ان خدمات کو انجام دینے والے اپنی سعادت ہی سمجھکر انجام دیتے ہیں۔

آثار شریف لانے کی خدمت:۔ چنانچہ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد پاک میں جیسا کہ شیخ طالب علی مرحوم نے لکھا ہے، حضرت مولانا شاہ نور الحق تپاں قدس سرہٗ آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور تھے، آپ برابر اس خدمت کو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے بعد بھی انجام دیتے رہے، پھر ۱۲۱۱ھ میں جب آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ کو سجادہ عادیہ پر اپنا جانشین کیا تو یہ خدمت بھی ان کے سپرد کر دی، مولانا ممدوح نے چند ماہ تک یہ خدمت انجام دی، پھر ۱۲۱۲ھ میں مولانا احمدی قدس سرہٗ کو تفویض فرمائی، مولانا احمدی آخر عمر تک

نہایت انضباط کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے رہے، زمانۂ ملازمت میں جب کبھی حاضر نہ ہوسکتے، اُن کے عوض میں شاہ غلام سرور قدس سرہٗ جو حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے عزیز خاص و مرید و خلیفہ تھے یہ خدمت انجام دیتے تھے، مولانا احمدی قدس سرہٗ کی بصارت میں جب بے انتہا ضعف آگیا اور قوائے جسمانی بھی ضعف پیری کی وجہ سے مضمحل ہوگئے تو آپ کی خواہش ہوئی کہ اس خدمت کو مولانا محمد امام قدس سرہٗ کے سپرد کردیں، آپ نے بذریعہ استخارہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، حکم ہوا یہ خدمت شاہ ابوالحیوٰۃ کو دی جائے،

۱ا محرم ۱۲۷۹ھ میں مولانا احمدی قدس سرہٗ نے مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ کو طلب فرمایا اور واقعات کی اطلاع دیکر یہ خدمت تفویض کردی، زیارت سے پہلے خود غسل کرکے خلوت میں تشریف لائے، مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ آثار شریف لانے کے لئے بالا خانہ پر تشریف لے گئے، جب آثار شریف خلوت میں تشریف لائے مولانا احمدی قدس سرہٗ کی نگاہ موئے مبارک کے دُرج سیمیں پر پڑی غلاف کا کنارہ ہوا میں حرکت کررہا تھا، انتہائی جوش میں آپ کی زبان پر یہ شعر جاری ہوگیا۔ ؎

اخذت ذیل رسول اللہ معتصماً ✩ باللہ خالقنا ذی الفضل والکرم

اور پیچھے سے شاہ ابوالحیوٰۃ کا دامن آپ نے پکڑلیا۔

یہ واقعہ حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کی وصال کے دوسرے سال کا ہے، اس تاریخ سے برابر مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ اس خدمت کو انجام دیتے رہے، ہاں جب کبھی بیمار پڑجاتے اور خدمت کی صلاحیت نہیں رہتی، ان کی نیابت میں مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ اس خدمت کو انجام دیتے تھے، مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد سے مولانا محمد حسین قدس سرہٗ مستقل اس خدمت پر مامور ہوئے ۱۳۰۷ھ میں مولانا محمد حسین قدس سرہٗ حج کے لئے تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ میں بتاریخ ۱۳ شعبان ۱۳۰۷ھ رحلت فرمائی اس وقت سے مولوی وصی احمد قدس سرہٗ اس خدمت پر مامور ہوئے، اور تا عمر اس خدمت کو انجام دیتے رہے، جس سال آپ کا وصال ہوا ہے، مرض موت سے پہلے کلکتہ تشریف لیگئے تھے، کلکتہ سے دہلی تک ریلوے لائن جاری ہوچکی تھی، اس سہولت کے پیدا ہوجانے کی وجہ سے جب کبھی کلکتہ تشریف لیجاتے، یازدہم میں وطن واپس آجایا کرتے تھے، مگر اس سال ان کی طبیعت ایسی ناساز ہوئی کہ سفر کی صلاحیت نہیں رہی، صاحب سجادہ کے پاس اپنی عدم شرکت کی معذوری لکھ بھیجی، اس زمانہ میں حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ

مسند آرائے سجادہ تھے، آپ نے مولوی محمد یحییٰ بن مولانا شاہ ابوالحیوٰۃ کو نیابتہً اس خدمت پر مامور کیا، مولانا وصی احمد قدس سرہٗ نے ۱۲۹۳ھ میں انتقال فرمایا، اس کے بعد سے مولوی محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ کو مستقل یہ خدمت تفویض ہوگئی، آپ نے یہ خدمت ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے ابتدائی عہد سجادگی ۱۳۱۲ھ تک انجام دی ہے۔ جب ان کی عمر ۹۰ سنہ سے تجاوز کر چکی، قوائے جسمانی بہت کمزور ہو چکے تو یہ خدمت مولوی محمد عمر دراز بن مولانا علی سجاد قدس سرہٗ کو سپرد کر دی گئی، مولوی عمر دراز علیہ الرحمۃ اگرچہ مولوی محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ سے بہت چھوٹے تھے، مگر اکثر بیمار رہا کرتے تھے، چنانچہ ۱۳۱۴ھ میں بالکل ذی فراش ہوگئے، دو سال کے بعد ۱۳۱۶ھ میں رحلت فرمائی، ان کے ہنگام علالت سے مولوی شاہ اسداللہ بن شاہ محمد عارف بن مولانا احمدی کو یہ خدمت عطا کی گئی، ممدوح برابر اس خدمت کو انجام دیتے رہے، مگر آخر عمر میں زیادہ تر ان کا قیام چھپرہ میں رہا کرتا تھا، ہر ماہ زیارت کی غرض سے تشریف لاتے اور اپنی خدمت انجام دیکر واپس تشریف لیجاتے تھے، ایک سال ۱۳۲۳ھ میں ممدوح کی تشریف آوری میں دیر ہوگئی، گاڑی اتنا لیٹ تھی کہ عصر کے وقت پھلواری پہونچے اور شریک زیارت نہ ہو سکے، ان کی نیابت میں مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے یہ خدمت انجام دی، مولوی شاہ اسداللہ علیہ الرحمۃ چونکہ ایک عرصہ سے عارضۂ ضیق النفس و دیگر امراض میں مبتلا تھے، ضعف و بیماری کی وجہ سے اکثر زیارت میں ان کی غیر حاضری ہونے لگی، اس لئے مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کو مستقلاً یہ خدمت تفویض کر دی گئی، آپ پیر و مرشد قدس سرہٗ کے عہد تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جب آپ جانشین ہوئے تو آپ نے یہ خدمت مولوی حکیم فضیلت حسین بن مولوی ید اللہ بن مولانا محمد حسین کو سپرد کر دی تھی، مگر حکیم فضیلت حسین صاحب مرحوم نے کچھ دنوں کے بعد مولانا شاہ محمد قمرالدین سلمہ اللہ تعالیٰ کو تفویض کر دی، الحمد للہ کہ یہ ابتک اس خدمت پر مامور ہیں، مولانا شاہ محمد قمرالدین سلمہ اللہ تعالیٰ کے سفر حج کے موقع پر اور دو بار ان کی شدید علالت کے موقع پر مولانا شاہ محمد نظام الدین سلمہٗ اس خدمت کو انجام دے رہے تھے۔

مولوی عمر دراز علیہ الرحمۃ کے ہنگام علالت میں دو مرتبہ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ نے بھی آثار شریف لانے کی خدمت انجام دی ہے۔

چوبرداری:۔ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد میں مولانا شاہ محمد عبدالحی اور ان کے صاحبزادے مولانا شاہ شمس الدین ابوالفرح قدس سرہما چوبرداری کی خدمت پر مامور رہتے، بلکہ آثار شریف کے جملہ لوازمات

مورچھل و مسند وغیرہ آپ ہی کی ذمہ داری میں تھے، آپ ان سامانوں کو حجرۂ اربعین کے بالاخانہ پر محفوظ رکھتے اور زیارت کے روز نکال کر دیتے تھے؛ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے شاہ ابوالقاسم مصطفےٰ قدس سرہٗ کو یہ خدمت دی گئی مگر آپ کا قیام زیادہ تر کلکتہ میں رہا کرتا تھا، اس لئے ان کے صاحبزادے مولوی وصی احمد قدس سرہٗ کے تعلق ان چیزوں کی نگرانی کی گئی، مولوی وصی احمد قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد جملہ سامان متعلقہ زیارت آثار شریف از قسم مورچھل و مسند و شامیانہ وغیرہ کل خلوت میں رہنے لگا، جو آج تک وہیں محفوظ رہتا ہے اور یازدہم کے روز نکال کر زیارت کے مصرف میں لایا جاتا ہے۔

حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد میں چوبرداری کی خدمت پر مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ اور مولانا علی سجاد قدس سرہٗ صاحبزادگان حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ اور مولوی محمد ہادی و مولوی حاجی احمد علی ابراہیم بن مولانا احمدی فہرست اسرار ہم مقرر تھے، مولانا احمد علی ابراہیم قدس سرہٗ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو ان کی نیابت میں ان کے بھائی مولوی مہدی علیہ الرحمۃ یہ خدمت انجام دیتے رہے، جب حاجی ابراہیم قدس سرہٗ حج سے واپس تشریف لائے حسب معمول اپنی خدمت انجام دینے لگے، اور تا عمر اس کے پابند رہے، آپ کے انتقال کے بعد مولوی مہدی علیہ الرحمۃ کو مستقل یہ خدمت دیدی گئی، مولانا ہادی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادہ مولانا فضل احمدی، ان کے انتقال کے بعد مولانا فضل اللہ، ان کے وصال کے بعد ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کو یہ خدمت تفویض ہوئی۔

ہر زمانہ میں یہ معمول رہا ہے کہ جب آثار شریف لانے کے لئے کسی نئے آدمی کی ضرورت پیش آئی تو چوبرداران میں جو نہایت مناسب ہوا اس خدمت پر مقرر کر دیا گیا، اسی طرح چوبرداری کی کمی اہل خاندان مدح خوان سے پوری کی جاتی تھی۔

حضرت فرد قدس سرہٗ کے عہد میں جب مولانا ابوالحیوٰۃ قدس سرہٗ آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور ہوئے تو ان کی جگہ پر ان کے صاحبزادے مولوی یحییٰ علیہ الرحمۃ چوبرداری کی خدمت پر مامور ہوئے، ان کے علاوہ مولانا ہادی، مولانا حاجی ابراہیم مولانا علی سجاد حسب سابق اپنی خدمت انجام دیتے رہے، یہ حضرات حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد پاک تک بقید حیات تھے۔

مولانا ہادی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد مولانا فضل احمدی، ان کے انتقال کے بعد مولانا فضل اللہ ان کی عدم موجودگی میں مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ، مولانا فضل اللہ قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد ہمارے

پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ، اور مولانا حاجی ابراہیم قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد مولانا مہدی، اور مولانا علی سجاد قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد مولانا عمر دراز علیہ الرحمۃ، یہ حضرات جناب شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ کی عہد سجادگی تک چوبرداری کی خدمت انجام دیتے رہے، مولوی مہدی علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد مولوی شاہ محمد اسد اللہ مقرر ہوئے،

ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ کے اوائلِ عہد میں مولانا شاہ محمد صفت اللہ و مولانا شاہ محمد اشرف مجیب و مولوی عمر دراز و مولوی اسد اللہ علیہم الرحمۃ چوبرداری کی خدمت پر مامور تھے۔

جب مولوی شاہ اسد اللہ علیہ الرحمۃ آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور ہوئے، چوبرداری کی خدمت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کو تفویض ہوئی، اور جب مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور ہوئے چوبرداری کی خدمت مولوی حکیم فضیلت حسین بن مولوی ید اللہ بن مولانا محمد حسین قدس سرہٗ کو سپرد کی گئی اور جب حکیم فضیلت حسین جناب مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کے اوائل عہد سجادگی میں آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور ہوئے، چوبرداری کی خدمت مولوی شاہ محمد قمر الدین سلمہٗ اللہ تعالےٰ کو عطا کی گئی۔ مگر کچھ دنوں کے بعد حکیم فضیلت حسین صاحب مرحوم نے آثار شریف لانے کی خدمت مولوی قمر الدین سلمہٗ کو تفویض کر دی اور خود حسب سابق چوبرداری کی خدمت انجام دینے لگے، حکیم فضیلت حسین صاحب کے انتقال کے بعد سے مولوی نظام الدین سلمہٗ اللہ تعالےٰ یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولانا شاہ محمد صفت اللہ علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد مولوی حسن میاں مرحوم، ان کے انتقال کے بعد مولوی محمد موسیٰ صاحب یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولانا شاہ محمد اشرف مجیب علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد ان کے بھتیجے و جانشیں شاہ محمد عبید اللہ رحہ جب انہوں ترک خدمت کر دیا تو ان کی جگہ پر مولوی نظیر حسین صاحب مرحوم مقرر ہوئے، مولوی نظیر حسین صاحب کے انتقال کے بعد سے یہ خدمت مولوی حافظ شہاب الدین سلمہٗ انجام دے رہے ہیں۔

جب مولوی محمد عمر دراز علیہ الرحمۃ آثار شریف لانے کی خدمت پر مامور ہوئے چوبرداری مولوی عبد اللہ علیہ الرحمۃ کو دی گئی، مولوی عبد اللہ کے انتقال کے بعد سے مولوی حیات عظیم بن مولوی یحییٰ اس خدمت کو انجام دے رہے تھے، ۱۳۶۹ھ میں انہوں نے انتقال کیا تو دوازدہم ربیع الاول ۱۳۶۹ھ سے نور چشم مولوی عون احمد سلمہٗ اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔

لَحَسْبُكَ نَاعِتًا اللّٰهُ رَبِّيْ ؎ فَمَا لِيْ قَدْ مَدَحْتُكَ يَا مُرَبِّيْ

مدح خوانی:۔ سابق سے یہ معمول چلا آتا ہے کہ چند خوش گلو اشخاص مدح خوانی کیلئے منتخب کرلئے جاتے ہیں، ان کی دو صفیں ہوتی ہیں، پہلی صف مسند آثار شریف سے متصل دکھن جانب اُتر رُخ کھڑی ہوتی ہے، اس صف میں کسی ایک آدمی کے ہاتھ میں مدح کی کتاب ہوتی ہے، یہ صف سوالی کہی جاتی ہے۔ دوسری صف اس صف کے پشت پر ہوتی ہے، یہ جوابی کہی جاتی ہے۔

جب آثار شریف لاکر چوکی پر رکھدیئے گئے، اس وقت مدح شروع ہوتی ہے، پہلے صف اول والے ترنم سے مطلع پڑھکر خوش ہوجاتے ہیں، پھر صف ثانی اس مطلع کو اسی لحن میں پڑھتی ہے، اس نظم کا ایک ایک شعر پڑھکر صف اول خموش ہوجاتی ہے اور دوسری صف والے مطلع کا اعادہ کرتے ہیں۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد میں مدح خوانی کن حضرات کے ذمہ تھی اس کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی، مگر حضرت شیخ العالمین کے عہد میں مولانا شاہ علی اکبر بن ملّا وحید الحق ابدال اور میر نور الحسن مدح خوانی کرتے تھے، مولانا علی اکبر اپنی ملازمت کی وجہ سے کم حاضر ہونے لگے اور میر نور الحسن صاحب نے رحلت فرمائی تو جناب مولانا شاہ محمد حسین قدس سرہٗ متعین ہوئے، جب مولانا محمد حسین قدس سرہٗ کو آثار شریف لانے کی خدمت سپرد ہوئی تو مولوی جان علی علیہ الرحمۃ مقرر ہوئے، مولوی جان علی اپنی شادی کے بعد زیادہ تر اپنی سسرال میں رہتے تھے، اور حاضر نہ ہوسکتے تھے اس لئے مولوی محمود اسمٰعیل مدح خوانی کرنے لگے، کچھ دنوں کے بعد مولوی محمود اسمٰعیل منصف ہوکر داؤد نگر چلے گئے، ان کی جگہ مولوی محمد یونس بن مولوی عبد العلی بن ملّا محمد مبین علیہ الرحمۃ نے لی، جب ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ میں موصوف نے رحلت فرمائی، شیخ طالب علی پھلواروی (جامع ملفوظات شیخ العالمین) مقرر کئے گئے، میر نور الحسن مرحوم کی علالت کے زمانہ میں صرف ایک ماہ یازدہم صفر ۱۲۸۵ھ میں حکیم عنایت محی الدین بن حکیم واعظ اللہ بن حکیم محبوب عالم علیہ الرحمۃ نے سوالی میں مدح خوانی کی ہے، یہ پہلے سے جوابی میں بھی مدح خوانی کرتے تھے، جب حکیم صاحب موصوف اپنی ملازمت پر تشریف لے گئے ان کی جگہ شاہ محی الدین عرف محدان[1] مقرر ہوئے، یہ حضرات سوالی میں مدح خوانی کرتے تھے۔

اور جوابی میں قبل سے مولوی محمد طالع بن سید شاہ محمد منعم اور مولوی تفضل حسین و مولانا شاہ محمد ابو تراب آشنا، و مولوی سید جان علی بن سید فیض علی و شیخ طالب علی مذکور و میر عباد اللہ کریم چکی،

[1] شاہ محی الدین عرف محدان شیخ العالمین کے مرید تھے، شیخ العالمین کے ایک مرید خلیفہ مولوی سید شاہ اشرف علی علیہ الرحمۃ نے ان کو متبنّٰی لیا تھا۔

دمیر عباس علی وحکیم عنایت محی الدین وشاہ محمدن ومیر آل یاسین ومولوی سید احمد یعقوب بن حکیم احمد اشرف وشاہ وعداللہ بن شاہ سعد اللہ وشیخ غلام احمد بن شاہ محمد کریم ومولوی آل حسنین وشاہ حیدر علی ومولوی ابو سعید بن شاہ غلام امام بن شاہ غلام سرور ومولوی حسن علی ومنشی طاہر علی ومولوی محمد فرید ومولوی افضل علی رحمہم اللہ

جو نام میں نے دیئے ہیں ان میں آپ نے ناموں کا تکرار دیکھا ہوگا۔ یعنی سوالی میں بھی ان کا نام مذکور ہے اور جوابی میں بھی ـــ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی طوالت عمر کی وجہ سے حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد سے حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد تک کمی کے ساتھ موجود رہے، اور جو مرتے گئے، ان کی جگہ پر... جوابی میں جو مناسب ہوا سوالی میں سے لیا گیا یا ان کی اولاد میں جو خوش گلو ہوا مقرر کیا گیا۔

مولوی سیّد احمد یعقوب علیہ الرحمۃ جب خدمت افتا وصدر اعلائی پر مامور ہوکر بروداں وڈھاکہ تشریف لیگئے تو ان کی جگہ پر ان کے صاحبزادہ کاتب الحروف بندہ گنہگار محمد شعیب کے جدّ امجد مولوی سید رضی الدین احمد علیہ الرحمۃ مقرر کیے گئے، ایک عرصہ کے بعد آپ بھی عہدۂ ڈپٹی مجسٹریٹی پر فائز ہوکر بروداں تشریف لے گئے، آپ کو اپنی اس سعادت کے چھوٹنے کا سخت افسوس تھا، اس لئے مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ کے نام سے ایک خط روانہ کیا جس میں حضرت نصر قدس سرہٗ سے درخواست کی تھی کہ میری جگہ پر میرے لڑکے محی الدین احمد کو مدح خوانی کی خدمت عطا کی جائے، چنانچہ: وازدہم ربیع الاول ۱۲۸۶ھ سے حضرت والد مولوی سید محی الدین احمد علیہ الرحمۃ اس خدمت پر مامور کیے گئے، اور تمام عمر اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔

میں نے اپنے بچپن اور جوانی میں جن بزرگوں کو مدح خوانی کرتے ہوئے دیکھا وہ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی اور ان کی عدم موجودگی میں آپ کے چھوٹے بھائی مولوی ایوب صاحب علیہ الرحمۃ وجناب شاہ محمد ولایت الحق بن حاجی احمد علی ابراہیم وجناب شاہ امین الدین احمد بن شاہ احمد عبداللہ اور میرے والد ماجد علیہم الرحمۃ تھے، یہ حضرات سوالی میں مدح خوانی کرتے تھے۔

اور جوابی میں پڑھنے والے مولوی محمد ایوب صاحب برادر خورد مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب اور اخی مولوی شاہ محمد انس صاحب وشیخ حسین بن شیخ طالب علی مرحوم ومیر نیاز حسین عرف میر کلو وداروغہ محمد یحییٰ بن مولوی حکیم امجد علی صاحبان تھے۔

۱۳۱۴ھ میں شاہ ولایت الحق علیہ الرحمۃ ترک وطن کرکے گورکھپور تشریف لے گئے اور وہیں اقامت

اختیار کرلی، ان کی جگہ پر مولوی عبدالغفور بن مولوی شیخ یحییٰ علی عیسیٰ پوری مقرر ہوئے، گیارہ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ میں مولوی عبدالغفور صاحب نے بعارضۂ طاعون انتقال فرمایا، ان کی جگہ کچھ عرصہ تک خالی رہی پھر یازدہم محرم ۱۳۲۰ھ میں اس بندۂ گنہگار محمد شعیب کو یہ خدمت عطا کی گئی۔

کچھ عرصہ تک ان بزرگوں کی سایہ افگنی میں مدح خوانی اپنے سابق رنگ پر باقی رہی، مگر جب یہ بزرگان ایک ایک کرکے اس عالم سے تشریف لیگئے اور خاندان کے بزرگوں میں جو موجود ہیں ان میں بعض ایسے ہیں جن کو نغمہ و ترنم سے طبعاً کوئی مناسبت نہیں، اور جن میں فی الجملہ مناسبت ہے بھی تو ان کے معتقدانہ جذبات باقی نہیں ہیں، اس لئے اب سوالی میں صرف تین آدمی ہیں جو بُرے بھلے رسم مدح خوانی ادا کر رہے ہیں۔ ایک یہ گنہگار راقم سطور اور ملک محمد محسن صاحب بن ملک الطاف حسین صاحب مرحوم اور برادرم مولوی سید حسن آرزو صاحب مگر برادر ممدوح بھی جب سے گورنمنٹ اُردو لائبریری میں لائبریرین مقرر ہوگئے ہیں اپنے علائق کی وجہ سے کم شرکت کرتے ہیں[1]، یازدہم محرم ۱۳۶۴ھ میں جبکہ میں سنگ مثانہ کے آپریشن کی وجہ سے جنرل ہسپتال پٹنہ میں علیل تھا میرے لڑکے نورچشم حکیم محمد یوسف رضوی سلمہ کو یہ خدمت عطا کی گئی[2] اس زمانہ سے یہ بھی اس خدمت میں شریک ہیں۔

اور جوابی میں برادرم محمد کریم[3] بن شاہ عنایت اللہ و برادرم مظہر امام[3] بن قاضی موسیٰ امام بن قاضی علی امام عیسیٰ پوری و عزیزم ثناء اللہ بن مولوی علی محی الدین پھلواروی و مولوی حاجی عبدالقدوس صاحب وکیل بانکی پور پٹنہ، و جناب زین الدین بن داروغہ محمد یحییٰ صاحب مرحوم و عزیزم احمد نواسہ داروغہ یحییٰ صاحب مرحوم، اور حاجی سید نجم التوحید (حجرہ معین پورہ) حال مقیم پھلواری مدح خوانی کرتے ہیں۔

غسل موئے مبارک :۔ حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے عہد سے یہ دستور چلا آرہا تھا۔ کہ ہر ماہ کی یازدہم تاریخ زیارت سے پہلے موئے مبارک غسل دئے جاتے تھے اور اس کا غسالہ زیادہ پانی میں ملا کر حاضرین میں تقسیم کردیا جاتا تھا، یازدہم ماہ رجب ۱۲۱۱ھ تک یہ دستور قائم رہا، مگر اس خیال سے کہ بار بار ہاتھ لگانے سے سوء ادبی کا احتمال ہے، ہر مہینہ کا غسل بند کردیا گیا، صرف بارھویں ربیع الاول کو زیارت سے پہلے بالاخانہ ہی پر غسل دیا جاتا تھا، حضرت فرد قدس سرہٗ کے عہد تک یہی دستور رہا، اس کے بعد پھر کسی نے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی۔

---

[1] ملک محسن صاحب اور سید حسن آرزو صاحب نے دو ایک سال کے اندر انتقال کیا اسلئے اب سوالی میں میرے علاوہ میرے نورچشم حکیم یوسف سلمہٗ اور حاجی* سید نجم التوحید ہیں۔ [2] و [3] ان دونوں کا بھی انتقال ہوگیا۔

۱۲۶۹ھ میں حضرت نصر قدس سرہٗ کی خواہش ہوئی کہ میں بھی ایک مرتبہ غسل دینے کی سعادت حاصل کرتا، اس لئے آپ کے اعمام ذوی الاحتشام نے جو طریقہ غسل سے واقف تھے آثار شریف کے بالاخانے پر تشریف لیجاکر حضرت نصر قدس سرہٗ کے ہاتھ سے غسل دلوادیا، اس وقت سے آج تک ۱۳۶۶ھ چھیانوے سال کی مدت گذر چکی ہے کسی نے بھی موئے مبارک کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی۔

سابق کا غسالہ ایک قرابہ میں موجود ہے، اس میں سے بقدر حاجت نکال کر تازہ عرق گلاب ملا لیتے ہیں اور نئے ہوئے غسالہ کو زیادہ پانی میں ملاکر استبراکاً حاضرین میں تقسیم کردیتے ہیں، لوگ پیتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ [1]

یہ تمام اعراس حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد کے تھے جن کو حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ نے

---

[1] غسالہ موئے مبارک سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت یہ ہے الحدیث الثانی فی جمع الصحیحین للحمیدی عن عبد اللہ بن موھب قال ارسلنی اھلی الی ام سلمۃ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدح من ماء فجاءت بجلجل من فضۃ فیہ شعر من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان اذا اصاب الانسان عین اوشیٔ بعث باناء الیھا فخضخضت لہ فشرب منہ فاطلعت فی الجلجل فرایت شعرات احمر۔

ترجمہ:۔ حمیدی کی جمع الصحیحین میں ہے عبد اللہ بن موہب سے روایت کرتے ہیں کہ میری بیوی نے مجھکو ایک پیالہ میں پانی لیکر حضرت ام سلمہ زوجہ مطہرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، وہ ایک چاندی کی ڈبیا لے آئیں اس میں چند موئے مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے، لوگوں کا معمول تھا کہ کسی کو نظر بد لگ جاتی یا کوئی بیماری پیدا ہو جاتی تو ایک پیالہ میں پانی لیکر اُن کے پاس جاتے اس پانی میں حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا موئے مبارک کو حرکت دیدیتیں، اس پانی کو پینے سے شفا ہو جاتی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس ڈبیہ کے اندر جب نظر کی تو چند بھورے بال اس میں تھے، غرض غسالہ موئے مبارک سے برکت حاصل کرنی استشفاء جائز ہے اور اسی مقصد سے اس وقت غسالہ تبرکاً تقسیم کرنے کا معمول ہے۔

اپنے زمانہ میں فروغ دیکر مہتم بالشان بنادیا تھا، آپ کے زمانہ میں تین عرس کا اضافہ اور ہوا، یعنی شب ۲۹ صفر عرس حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام، شب ۲۷ رجب عرس معراج شریف، بستم جمادی الثانی عرس حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ ــــــ تین عرس یعنی ربیع الاول و ربیع الثانی و جمادی الثانی کے اوقات وہی رہے جیسا اوپر ذکر ہوا، یعنی آخر شب سے شروع ہو کر دوپہر تک، مگر عرس بست یکم رمضان و ۲۹ صفر و شب معراج کی محفلیں نماز عشا کے بعد سے بارہ بجے شب تک رہتی تھیں، ہر عرس میں کھانا پکوا کر تقسیم کرتے تھے، یہ سلسلہ حضرت نصر قدس سرہٗ کے عہد تک رہا مگر اسی عہد میں کمی فتوحات و قلت آمدنی کی وجہ سے ماہ شوال ۱۲۷۵ھ سے ہر ماہ کی تقسیم موقوف کر دی گئی، اسی طرح اوقات عرس میں بھی تبدیلی کی ضرورت لاحق ہوئی۔

ایک سال ۱۲۸۵ھ میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عرس میں صبح کے وقت قُل پڑھنے والے حضرات وقت پر تشریف نہ لاسکے اور نہ حاضرین مجلس ہی پہونچ سکے، صبح کا قل نماز صبح کے بہت دیر کے بعد ہوا۔

اس کے بعد حضرت نصر قدس سرہٗ نے مولانا ابوالحیوٰۃ اور مولانا محمد حسین قدس سرہٗ سے مشورہ کرنے کے بعد ۲۴ محرم ۱۲۸۶ھ میں حضرت فرد الاولیا قدس سرہٗ کے عرس سے وقت بدل دیا اور ربیع الاول و ربیع الثانی کے سوا تمام عرس کے اوقات دو وقت پر تقسیم فرمادئے۔ رات کے وقت نماز عشاء کے بعد سے بارہ بجے شب تک، اور دن کے وقت آٹھ بجے دن سے بارہ بجے دن تک، پھر قل کے بعد مجلس برخواست کر دی جاتی، دو سال کے بعد ۱۲۹۰ھ میں ربیع الثانی کے عرس کے وقت کی بھی تبدیلی محسوس کی اور وہ بھی دیگر عرسوں کی طرح دو وقت ہونے لگا، اس زمانہ سے اب تک اسی پر تعامل ہے۔

درحقیقت حضرت نصر قدس سرہٗ نے تبدیلی اوقات میں بہت دُور اندیشی سے کام لیا، ورنہ جیسی بدمذاقی اور معمولات شیوخ سے بے اعتنائی پیدا ہے، اگر اوقات تبدیل نہ کئے جاتے تو اس زمانہ میں سخت دقت پیش آتی اور اعراس کا انجام و انصرام مشکل ہو جاتا۔

اس دور میں جس قدر عرس و قل خانقاہ حضرت تاج العارفین پیر مجیب قدس سرہٗ میں ہوتے ہیں ان کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

دہم محرم[1]:- خانقاہ مجیبیہ پھلواری کا معمول یہ ہے کہ زوال آفتاب کے بعد صاحب سجادہ اپنے وظائف

[1] احادیث و آثار میں اس دن میں خیرات و مبرات صوم و صلوٰۃ کی تاکید اور اس کا اجر و ثواب (باقی صفحہ ۴۰۸ پر)

واور اد عشرہ محرم سے فارغ ہوکر خلوت سے خانقاہ میں تشریف لاتے ہیں، دسترخوان بچھا کر گلاب پاش رکھے جاتے ہیں، بخوردان روشن کیے جاتے ہیں، قُل کے بعد مختصر بیان شہادت اور اسمائے شہدائے کربلا پڑھکر فاتحہ ہوتی ہے، پھر شربت و شیرینی تقسیم کرتے ہیں، یہ قل حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے ہے، شب عاشورہ میں روزمرہ سے زیادہ روشنی کا انتظام بھی ہوتا ہے۔ یہ دستور حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد سے ہے۔

۲۴ محرم :- عرس حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ۔ ۲۳ دن گذار کر شب ۲۴ و روز ۲۴ کو عرس و قُل ہوتا ہے اور مہمانوں کے لئے کھانا بھی پکوایا جاتا ہے۔

۴ صفر :- عرس شاہ عبدالحق قدس سرہٗ۔ دن کے وقت کھانا پکوا کر اہل قرابت میں تقسیم کیا جاتا ہے پھر ۴ دن گذار کر شب ۵ و روز ۵ کو قل و عرس ہوتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۷ کا) مذکور ہے، اس لئے اکابر صوفیہ اس دن میں روزہ رکھتے اور بکثرت نوافل پڑھتے ہیں، درود خوانی کرتے ہیں، اس کا ثواب ارواح طیبات شہدائے کربلا کو ہدیہ کرتے ہیں، اور واقعہ کربلا کو یاد کرکے چشم پرنم رہتے ہیں، خیرات و مبرات اطعام طعام کرتے ہیں، مگر عوام اپنی جہالت سے جذبات میں بھونڈی لغویات و ناجائز حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں، جس سے بجائے حصول ثواب مستحق عذاب بنجاتے ہیں، جو قطعاً ممنوع و ناجائز ہے، اکابر صوفیہ اپنی خانقاہوں میں بطریق یادگار و بغرض حصول ثواب صحیح واقعات شہادت بیان کرتے تھے۔ اکثر اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں عاشورہ کے روز ذکر شہادت اور ایصال ثواب کا معمول رہا ہے، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنے مکتوبات کے ایک رقعہ میں تحریر فرماتے ہیں خانصاحب عالی مراتب مجمع خوبیہا و الطاف قدر دانان علما، سلامت' از فقیر عبدالعزیز بعد سلام مسنون مشہود ضمیر ذکا تخمیر باد کہ عنایت نامہ سامی بار دگر در مقدمہ استفسار مرثیہ خوانی وغیرہ وصول نمودہ، مہربان من فقیر را طاقت استماع عبارات طویلہ نیست چہ جائے جواب مفصل و آنچہ مرقوم بود کہ مولوی رشید الدین خاں یا مولوی محمد اسحاق را باید گفت کہ ایشاں بتحریر جواب پردازند، ایں ہر دو صاحبان بسیار قلیل الفرصت اند و بسبب درس و دیگر امور اصلا یکدم فرصت ندارند معہذا بتدریج ایں ہر دو صاحبان را خواہد گفت لیکن بالفعل آنچہ معمول ایں فقیر است می نویسد از ہمیں جا قیاس باید کرد در تمام سال دو مجلس در خانۂ فقیر منعقد می شوند، مجلس ذکر وفات شریف و مجلس شہادت حسنین رضی اللہ عنہما، اول کہ مردم روز عاشورہ تا یک دو روز کس ازیں قریب چہار صد کس تا پنج صد کس بلکہ ہزار فراہم می آیند و درود می خوانند، بعد ازاں کہ فقیر می آید می نشیند ذکر فضائل حسنین رضی اللہ عنہ کہ در حدیث شریف وارد شدہ در بیان می آید و آنچہ در احادیث اخبار شہادت ایں بزرگاں و تفصیل بعضے حالات و بد مآلی قاتلاں ایشاں وارد شدہ نیز مذکور می شود، بایں تقریب بعضے شدائد کہ در جناب ایشاں گزشتہ از روئے احادیث معتبرہ بیان کردہ می شود، دریں ضمن بعضے مرثیہ کہ از مردم غیر یعنی جن و پری حضرت ام سلمہ و دیگر صحابہ شنیدہ اند نیز مذکور می شود، و خوابہائے متوحش کہ حضرت ابن عباس و دیگر صحابہ دیدہ اند و دلالت بر فرط حزن و اندوہ روح مبارک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم می کنند مذکور می گردد، بعد ازاں ختم قرآن مجید

باقی صفحہ ۴۰۹ پر

۵/صفر:۔ نصاب حزب البحر ۔ پیر و مرشد قدس سرہٗ کے عہد کی خصوصیات سے ہے، صفر کی پانچویں تاریخ آخر عصر سے نصاب حزب البحر کے لئے تین دن یعنی چھٹی، ساتویں، آٹھویں اعتکاف کرتے ہیں، اثنائے اعتکاف میں روزانہ بوقت چاشت و بعد نماز مغرب و بعد نمازِ عشا ایک ایک مرتبہ دعاءً حزب البحر مکمل پڑھی جاتی ہے، نویں شب کو اعتکاف کی مدت تمام ہو جاتی ہے بعد نماز مغرب صالحین کی دعوت کی جاتی ہے۔

نصاب کا یہ طریقہ حضرت حاجی امداد اللہ صابری چشتی مہاجر مکّیؒ قدس سرہٗ سے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کو پہونچا ہے، اور اب یہی طریقۂ نصاب یہاں رائج ہے۔

(مسلسل حاشیہ صفحہ ۴۰۸) و پنج آیت خوانده بر ما حضر فاتحہ نموده می آید و درین بین اگر شخصے خوش الحان سلامی خواند یا مرثیہ مشروع ایں اتفاق نمی شود، ظاہر است کہ درین بین اکثر جہلا مجلس ہا و ایں فقیر را ہم رقّت، و بکا لاحق می شود ایں ست، قدر یکہ بعمل می آید پس اگر ایں چیز ہا نزد فقیر ہمیں وضع کہ مذکور شد جائز نمی بود اقدام بر آں اصلاً نمی کرد، بعد از بر آنچہ امور دیگر نا مشروع است، حاجت بیان نمی دارد، و بجز توفیق حسنات چہ بہ نگارد، والسلام۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری قدس سرہٗ اپنی کتاب "ارشادات رحمانی" ملفوظات حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمٰن قدس سرہٗ گنج مرادآبادی میں فرماتے ہیں، بارہویں ربیع الاول ۱۳۰۰ھ شنبہ دس بجے دن کو میں حاضر خدمت بابرکت تھا، بہت سی باتیں ہوئیں، اُس میں یہ بھی فرمایا کہ محرم میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں حسن حسین کہتے ہیں، حضرت امام حسین علیہ السلام ان سے خوش ہوتے ہیں، میں نے عرض کیا یہ جو ماتم کرتے ہیں؟ فرمایا نہیں، جو لوگ ان کی تعریف کرتے ہیں اور جو کچھ دیتے ہیں ان سے حضرت خوش ہوتے ہیں، اور ان پر رحمت نازل ہوتی ہے، بھلا ایسے لوگوں کے ذکر میں خصوصاً ان کے غم و ماتم کے بیان میں کیا فیضان نہ ہو، مولوی دلدار صاحب مسجد میں حال شہادت کا بیان فرمایا کرتے تھے، میں بھی جایا کرتا تھا، بیشک اس میں ایک طرح کا فیضان ہوتا تھا، انتہی صفحہ ۹۲

لطائف اشرفی صفحہ ۲۲۹ جلد دوم، حضرت قدوۃ الکبریٰ فرمودند گرچہ شرح قصۂ مشہد و مقتل امام حسین رضی اللہ عنہ بتصحیح روایات صحیح و اسناد بمعقولات صریحہ پیوستہ است ولیکن بنا بر تطویل کتاب دریں مجموعہ مذکور نشد، قرأۃ مقتل در مجمع کثیرہ ممنوع ہم است، از جہت استماع نوع ارا ذلہ نور دیدگان رسول و جگر گوشگان بتول و جماعہ رضی اللہ عنہم، اما بطریق اجمال اگر ذکر مقتل ایشان کہ موجب درد صاحب دلان است و سبب طراوت در مقبلان گردد خالی از ثواب نیست کما جاء فی بعض الاخبار و ورد فی شرح الآثار ۔ من بکی و فاضت عیناه من خشیۃ اللہ فی یوم عاشوراء ولیلتہ کتب عند اللہ من الخاشعین وجعل لہ نصیبا فی عبادہ الخائفین ومن صافح اخاہ یوم عاشوراء صافح الروحانیون والکروبیون حتی یخرج من قبرہ ۔ انتہی ۔ وجاء فی بعض الاخبار ان امام الحسین یجیئ فی عرصۃ القیامۃ ویقول رب شفع فی من بکی علی مصیبتی ۔ انتہی

۱۶ر صفر :- عرس حضرت پیر و مرشد فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین قدس سرہٗ۔ ۱۵ر دن گذار کر شب ۱۶ و روز ۱۶ر اور شب ۱۷ر کو عرس و قل ہوتا ہے، مہمانوں کے لئے کھانے کا خاص انتظام بھی ہوتا ہے۔

۲۴ر صفر :- فاتحہ حضرت ملا وحید الحق ابدال قدس سرہٗ - ۲۳ر دن گذار کر شب ۲۴ر کو قل ہوتا ہے، اگر شب کے وقت نہ ہو سکا تو ۲۴ر تاریخ عصر کی نماز کے بعد ہوتا ہے۔

۲۹ر صفر :- عرس حضرت امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام صرف ۲۹ر شب کو ایک وقت قل مجلس ہوتی ہے، سابق میں اس عرس میں طعام داری کا انتظام نہیں تھا، اگر باہر کے کچھ لوگ آگئے تو روزمرہ کے لنگر سے ان کی ضیافت کی جاتی تھی، مگر سنہ ۱۳۵۱ھ سے مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے طعام داری کا بھی انتظام کر دیا ہے۔ —— ۲۹ر صفر کو زیارت کا بالاخانہ جھاڑ بہار کر اور چونہ گردانی کر کے مرتب کر دیا جاتا ہے؛ چاند رات سے شب دوازدہم تک عورتیں مغرب کے بعد محتاط پابند صوم وصلوٰۃ وادراد ووظائف کرنے والیاں بالاخانہ پر حاضر ہو کر روشنی کر کے نوافل وختم درود میں مشغول ہو جاتی ہیں، اُس سے فارغ ہو کر بالاخانہ مقفل کر کے اُتر آتی ہیں، تھوڑی دیر مدح خوانی کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتی ہیں، یہ دستور بہت قدیم سے حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد سے چلا آتا ہے۔

۲ر ربیع الاوّل :- عرس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یکم دن گذار کر شب دوم وروز دوم کو عرس ہوتا ہے، سنہ ۱۳۳۰ھ سے ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ نے قائم کیا ہے، حضرت فرماتے تھے کہ ہمارے پیر و مرشد مولانا شاہ محمد علی حبیب قدس سرہٗ کی خواہش تھی کہ اس تاریخ میں مجلس میلاد وعرس قائم کروں، مگر صرف مجلس میلاد اپنی وفات سے ایک سال پہلے قائم کر سکے، مجلس سماع قائم کرنے کا موقع نہ ملا، اس لئے ہم نے قائم کر کے آپ کی آرزو کو پوری کر دیا۔

۸ر ربیع الاوّل کو سابق عہد تاج العارفین قدس سرہٗ سے یہ معمول چلا آتا تھا کہ پلاؤ اور دہی کا نمکین مٹھا تمام بستی میں عام طور پر برادری وغیر برادری میں تقسیم کیا جاتا تھا، اور ہر شخص کو دو سفالی آدمی پیچھے دیا جاتا تھا اور گھر کے سردار کو تین سفالی دیجاتی تھی، حضرت شیخ العالمین نے اس تقسیم کو برقرار رکھا اور مسلسل ہر سجادہ نشینوں کے عہد تک جاری رہا، حضرت نصر قدس سرہٗ کے وسط عہد میں قلت آمدنی کی وجہ سے چند سال موقوف ہو گیا تھا، مگر پھر ۱۲۸۶ھ سے یہ دستور جاری کر دیا گیا

جو بحمداللہ آج تک جاری ہے، اس سال ۱۳۶۶ھ میں صوبہ بہار کی قیامت خیز قتل و غارتگری اور کنٹرول کی ناپاک پابندیوں کی وجہ سے غلہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے تقسیم نہ ہو سکا، اللہ تعالیٰ اس دستور کو جو بزرگان کی حسن نیت کی یادگار ہے پھر جاری کردے۔

۱۰ ربیع الاوّل کو بعد نماز ظہر ۱۳۲۱ھ سے بیان میلاد مولوی محمد عزالدین بن مولانا سید معین الدین احمد مرحوم کرتے ہیں۔

۱۱ ربیع الاوّل ۱۰ دن گذار کر شب یازدہم کو اخیر شب سے قل شروع ہوتا ہے، یہ قل حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ہوتا ہے، اُس کے بعد مجلس سماع منعقد ہوتی ہے، جو اذان صبح کے بعد نماز کے لئے موقوف کردی جاتی ہے، نماز و اوراد و وظیفہ کے بعد پھر سماع شروع ہوتا ہے، اور بارہ بجے دن تک محفل مسلسل ہو کر ختم ہو جاتی ہے، اس دن ختم مجلس کے بعد قل نہیں ہوتا ہے۔

۱۲ ربیع الاوّل گیارہ دن گذار کر شب بارہ کو نماز عشاء کے بعد مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان میلاد کرتے تھے، جس میں صاحب سجادہ شریک رہتے تھے، یہ خانقاہ کے معمولات قدیم سے نہیں ہے، مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ نے اس تقریب کو ۱۳۰۲ھ سے مولوی عبدالمجید بن مولانا عنایت رسول علیہ الرحمۃ کے مکان امام باڑہ میں شروع کیا تھا، پھر ۱۳۰۳ھ میں اپنے مکان پر قائم کیا، اور ۱۲ شب کو بھی یہ تقریب اس سال اپنے مکان ہی پر انجام دی، مگر ۱۳۰۴ھ سے باستدعائے حضرت مولانا شاہ محمد عین الحق علیہ الرحمۃ خانقاہ میں انجام دینے لگے، جو بحمداللہ اس وقت تک جاری ہے، شب یکم سے شب یازدہم تک اپنے مکان میں کرتے تھے، اور شب دوازدہم کو خانقاہ میں یہ بیان نہایت پر ذوق و مؤثر ہوتا تھا، اور ارباب ذوق سننے کے لئے دور دور سے تشریف لاتے تھے، اُن کی وفات کے بعد ان کے جانشین اب تک انجام دیتے ہیں، یہ تقریب بارہ بجے ختم ہوتی ہے، بارہ بجے صاحب سجادہ مزار حضرت تاج العارفین پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لیجاتے ہیں، اس کے بعد قل، مجلس کا اہتمام فرش و فروش و روشنی کا انتظام شروع ہوتا ہے، اس کے بعد شب یازدہم کی طرح قل و مجلس سماع کا آغاز ہو جاتا ہے صبح کی نماز کے بعد زنانہ خانہ میں زیارت کا اہتمام شروع ہوتا ہے، آٹھ بجے سے قبل ساڑھے سات کے بعد زنانہ خانہ میں زیارت شروع ہو جاتی ہے، بارہ بجنے سے قبل زیارت ختم ہوتی ہے، جب تک خانقاہ میں مجلس سماع گرم ہوتی ہے، زنانہ خانہ کی زیارت کے بعد قل کا دسترخوان بچھتا ہے اور قل کے بعد

مجلس برخواست ہو جاتی ہے، اب مردوں کے لئے زیارت کا اہتمام شروع ہوتا ہے، نماز ظہر کے بعد زیارت شروع ہو جاتی ہے اور اذان عصر سے قبل ختم ہو جاتی ہے۔ [1]

۱۴ ربیع الاول ۱۳ دن گذار کر شب ۱۴ کو نماز عشاء کے بعد عرس حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کا ہوتا ہے، یہ عرس بھی خانقاہ کے سابق معمولات اعراس سے نہیں ہے، بلکہ اس کو ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے زمانہ میں قائم کر دیا ہے، اس کی صورت یہ ہوئی کہ ہر سال قدیم سے ۱۴ ربیع الاول کو دن کے وقت مجلس سماع بلا قوّل کارندوں کے خیال سے جو ۱۱ و ۱۲ کی مجلس میں شرکت نہیں کر سکتے تھے، کیجاتی تھی، یہ لوگ انتظام پخت طعام و تقسیم و مہمانوں کے ٹھہرانے اور بوریا و سبو و سبو پچ خورد کے بانٹنے میں شبانہ یوم اس درجہ مشغول و منہمک رہتے تھے کہ باوجیکہ سے ایک لمحہ کے لئے بیٹھنے کا موقع نہیں ملتا تھا، مجلس کی شرکت تو محال تھی، انہی لوگوں کے خیال سے

---

[1] عرس دوازدہم کی بنیاد کب قائم ہوئی، مخ المعانی میں حضرت مخدوم الملک بہاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

مجلس اٹھائیسویں بالائے بام انبار خانہ بعد نماز خفتن بدولت جلوس فرمودہ بودند، چند یاران مخصوص در مجلس شریف حاضر بودند، ذکر در نقل و عرس حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افتادہ بود، بندگی مخدوم فرمود کہ در تفسیر زاہدی ہچنیں آوردہ است کہ نقل حضرت رسالت در روز غرہ ربیع الاول بود، بعد از نقل جائے دفن میان صحابہ اختلاف افتاد کہ دفن کجا کنید، مہاجراں می گفتند در مکہ دفن کنید کہ مولد و منشاء رسول در مکہ است، انصاریاں می گفتند کہ در مدینہ دفن کنید کہ اظہار اسلام در مدینہ بود، طائفہ صحابہ می گفتند کہ در بیت المقدس دفن کنید و آبا و اجداد رسول را در آنجا دفن کردہ اند یعنی مہتر ابراہیم پیغامبر و پیغامبران دیگر بعد ازاں ابا بکر صدیق فرمودند در آنچہ کہ رسول علیہ السلام از مکہ ہجرت کردہ در مدینہ در آمد، اہل مدینہ استقبال کردند و بجان و مال و خانماں پیش آمدند ہر یکے عرض می داشت کہ اگر رسول خدا در خانہ من نزول فرماید ایں دولت مرا باشد، حضرت رسالت دل ہمہ نگاہ داشتند و ہر یکے را دعائے ارزانی می فرمود کہ جزائے تو بخیر باد در خانہ ہیچ یکے فرود نیامد، بعد ازاں شتر مبارک ہمانجا کہ ایں زماں روضۂ مبارک رسول است ہمانجا بہ نشست، رسول بر لفظ مبارک راند ھذا مقامی و منہا فتحی یعنی ایں جائے بودن من است و ایں جائے دفن من است، بعدہٗ بدیں حدیث ہمہ راضی شدند کہ دفن ہم در مدینہ باشد، بعدہ دوم روز از نقل در مدینہ دفن کردند و بعد از نقل میان صحابہ اختلافے در امر خلافت افتاد کہ خلیفۂ رسول خدا ۔۔ کہ باشد، مہاجرے می گفت کہ از مہاجراں باشد، انصاری می گفت کہ از انصاریاں باشد و بعضے صلح می انگیختند کہ یکے مہاجرے و دیگرے انصارے دریں اختلاف

(باقی صفحہ ۴۱۴ پر)

۱۳ تاریخ کو دن کے وقت دو ایک گھنٹہ کے لئے مجلس سماع منعقد کی جاتی تھی، حضرت پیر و مرشد قدس سرہ کے وسط عہد میں مجمع بہت بڑھا اور حاجتمندوں و مرید ہونے والوں کی کثرت اس قدر ہوئی کہ ۱۳ تاریخ کو بھی فرصت نہ ملی، تب یہ تقریب ۱۴ شب کے وقت نماز عشاء کے بعد کے لئے اٹھا رکھی گئی، ۱۳۲۸ھ کے ماہ ربیع الاول میں حضرت پیر و مرشد قدس سرہ نے سونچا کہ جب مجلس سماع چودہ شب کے لئے اُٹھا رکھی گئی ہے اور یہ تاریخ حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے عرس کی ہے، مناسب ہے کہ اس مجلس سماع کو قل کا اضافہ کر کے حضرت خواجہ کا مستقل عرس ہی قرار دیدیا جائے، چنانچہ آپ نے قل کا اضافہ کر کے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کا عرس قائم کر دیا، اس سال سے یہ مستقل عرس کی صورت میں انجام پاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۳ کا) نُہ روز گزشت و این نہ روز نہ حرم بودند کہ یکے ہر روز سے طعام بنام رسول علیہ السلام چنانکہ موجود بود کردند و در حرم رسول چنداں اسباب از کجا بودے کہ طعام چنداں کردندے کہ بہمہ رسیدے، الغرض بعد از نہم روز صحابہ ہر یکے استدلال بر این یک چیز کردند کہ در آنچہ حضرت رسالت را زحمت غالب شد، از سبب ملال زحمت نتوانستند کہ در مسجد حاضر شوند و بوجود حضرت رسالت علیہ السلام کرا مجال بودے کہ امامت کردے، وچوں وقت نماز در آمد بلالؓ بخدمت حضرت رسالت علیہ السلام بیامد عرضداشت کہ امامت کردن فرمان کرا می شود، حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اشارت فرمود کہ ابوبکر را بگوئے تا امامت کند، بلالؓ این فرمان بامیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسانید ایشاں امامت کردند، ہم برین صحابہ استدلال کردند کہ پیغامبر خدا مر ابابکر صدیق را در نماز کہ یکے از ارکان دین است امامت فرمود در این کار امین گردانید و خلیفہ خود گردانید، کہ امامت نماز فرمود پس جائیکہ در کار دین اُورا امام گردانید و امین داشت، در کار دُنیا بر طریق اولی کہ امام ما باشد بدین بیا سود و قرار گرفت و اجماع منعقد شد بر خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بود، خلافت بر ایشاں متعین شد پس دہ روز بعد از نقل اختلاف در دفن گزشت، و نُہ روز در این اختلاف گزشت، جملہ یازدہ روز گزشت، دوازدہم روز بعد اینکہ اختلاف برخواست، و ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ متعین گشت، ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ بروح رسول طعام ساختند و طعام آں مقدار ساختند کہ تمامت مدینہ را بس کرد شور در مدینہ افتاد کہ امروز چیست گفتند الیوم عرس رسول اللہ الیوم عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی امروز عرس رسول خدا است و روز دوازدہم عرس مشہور شد۔"

۲۷ ربیع الاوّل:۔ ۲۶ ردن گزار کر شب ۲۷ رکو نمازِ عشاء کے بعد اور روز ۲۷ رکو ۹ بجے کے بعد حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہٗ کا عرس ہوتا ہے، ۲۶ تاریخ کو بعد نمازِ عصر درگاہ سے فاتحہ پڑھنے کے بعد صاحب سجادہ واپس تشریف لاکر جب ہفت درہ میں جلوہ افروز ہوتے ہیں، نان تنوری کباب اور شیر چائے تقسیم ہوتی ہے۔ کچھ عرصہ سے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے عہد ہی سے یہ عرس تین وقت ہوتا ہے، شب ۲۷ ر، روز ۲۷ ر، شب ۲۸ ر حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اس شب میں ۱۳۲۵ھ سے قائم کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بزرگوں کے قل اور فاتحہ میں سابق سے اکابر کا یہ دستور رہا ہے کہ قل یا فاتحہ بوقت انتقال یا بوقت تدفین انجام دیتے ہیں، حضرت نصر قدس سرہٗ کا انتقال ۲۷ ربیع الاول اذان ظہر کے بعد ڈھائی بجے ہوا اور تدفین شب ۲۸ ر کے دس بجے انجام پائی، ۲۷ ر کے دونوں وقتوں میں قل نہ تو انتقال کے وقت ہوتا ہے اور نہ تدفین کے وقت، اس لئے شب ۲۸ ر کو ایک اور قل تدفین کے وقت کے لئے مقرر کیا گیا،

۷ ربیع الثانی:۔ ۶ ردن گذار کر شب ۷ ر کو نمازِ عشاء کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد ابوتراب قدس سرہٗ کا عرس ہوتا ہے، یہ عرس حضرت نصر قدس سرہٗ نے اپنے مرشد کی یادگار میں قائم کیا تھا جو ابتک جاری ہے۔

۹ ربیع الثانی:۔ ۸ ردن گذار کر شب ۹ ر کو نمازِ عشاء کے بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا فاتحہ اہتمام بلیغ کے ساتھ حضرت مولانا شاہ محمد ابوتراب قدس سرہٗ اپنے مکان پر کثرت چراغاں کے ساتھ کرتے تھے، جس میں حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ تشریف لیجاتے تھے، اور بستی کے عمائدین و عوام کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے، اور قوالی بھی ہوتی تھی، ان کے انتقال کے بعد بھی یہ فاتحہ انہی کے مکان میں حضرت نصر و حضرت مولانا شاہ عبدالحق قدس سرہما کے عہد تک بدستور جاری رہا، حضرت شاہ محمد علیم الحق علیہ الرحمۃ کے عہد میں موقوف ہوگیا تھا ہمارے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے زمانہ میں پھر جاری فرمایا اور اس فاتحہ کو خلوت مجیبی میں کرنے لگے، اب یہ فاتحہ ہر سال خلوت میں ہوتا ہے —— ۹ ربیع الثانی کو مولانا ابوتراب قدس سرہٗ گیارہ من کی پختہ فاتحہ کرتے تھے، اس فاتحہ میں احتیاط کی حد نہ تھی، باسمتی صاف کرنے اور کنکریوں سے

پاک کرنے کے لئے قرابت کی باوضو عورتیں درود کا ورد کرتی ہوئی مقرر کی جاتیں اور وہی عورتیں چن کر پاک جھوں دمٹکوں میں محفوظ کر دیتیں، باورچی اور ان کے معاون اور پانی بھرنے والی عورتیں مقرر کیجاتیں جن کے لئے مستعد دھلے ہوئے پاک وصاف کپڑے ہوتے تھے، جب وہ لوگ کام کرنے آتیں غسل کرکے پاک کپڑا پہن لیتیں، جب کام میں مصروف ہوتیں، اور منتظمین پر تاکید تھی کہ عورتیں بجز درود کے فضول باتیں نہ کریں، اس طرح اتنے دِنوں کے عرصہ میں ایک کروڑ سے زیادہ ختم درود ہو جاتا تھا، اس کی بڑی برکت تھی، جب کھانا تیار ہو جاتا تو صاحب سجّادہ کو خبر دیجاتی، جب وہ تشریف یجاتے تو فاتحہ خوانی ہوتی تھی، یہ کام ۹ تاریخ دن کے آٹھ بجے انجام دیا جاتا تھا، قوالی بھی ہوتی تھی، اس طرح یہ سلسلہ حضرت نصر و حضرت شاہ عبدالحق قدس سرہما کے عہد تک جاری رہا، مگر درمیان میں موقوف ہو گیا تھا، ہمارے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے زمانہ میں پھر جاری کیا، مگر بجائے گیارہ من کے گیارہ پنجسیری کی بحث قلت آمدنی کی وجہ سے کر دی گئی ہے، اب یہ زنانہ خانہ میں آثار شریف کے کوٹھے کے نیچے سائبان میں میں ہوتا ہے، اور خانقاہ کے معمولاتِ فاتحہ سالانہ سے ایک ضروری یہ بھی ہے جو ہر سال انجام دیا جاتا ہے۔

۱۱۷۰ھ میں جس سال شاہ ابوتراب قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی ہے، وصال سے کچھ دنوں پیشتر آپ نے حضرت نصر قدس سرہٗ کو بلوا کر کچھ روپے دیئے اور فرمایا کہ فاتحہ یازدہم کے لئے میں نے یہ روپے رکھدئے تھے، کیا خبر اس وقت تک میں رہوں یا نہ رہوں، اس لئے یہ روپے آپ لیجیے اور تاریخ مقررہ پر صرف کیجئے، خواہ ایک ہی سال اعلیٰ پیمانہ پر فاتحہ کا انتظام کرکے صرف کیجئے یا کئی سال میں صرف کیجئے، یہ آپ کو اختیار ہے۔

حضرت نصر قدس سرہٗ کئی سال تک اسی رقم سے نیاز دیتے رہے جب یہ رقم ختم ہو گئی، مرشد کی یادگار سمجھتے ہوئے یہ نیاز اپنے ذمہ لے لی، اس وقت سے آج تک برابر یہ نیاز ہوتی ہے، قصبہ اور پٹنہ کے اکثر حضرات شریک حسنات ہوتے ہیں۔

اس تقریب میں حضرت ابوتراب قدس سرہٗ مرقومہ ذیل بزرگوں کی نیاز دیتے تھے:۔ حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم، حضرت سیدتنا خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، حضرت سیدنا غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، دستو کلاں حضرت غوث الثقلین، دستو سلطان سید اشرف جہانگیر

قدس سرہ، دمؤکلاں سید اشرف جہانگیر قدس سرہ، وحضرت فرید الدین گنج شکر، وحضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہما۔ جب حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کا وصال ہوگیا، آپ کی فاتحہ کا بھی اضافہ کیا گیا، شاہ ابوتراب قدس سرہ کے وصال کے بعد حضرت نصر قدس سرہ نے ان کی فاتحہ کا بھی اضافہ کردیا۔

۱۱ ربیع الثانی :۔ عرس حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔ ۱۰ ردن گذار کر شب گیارہ و روز گیارہ کو حسب دستور عرس ہوتا ہے، ظہر کی نماز کے بعد موئے مبارک کی زیارت ہوتی ہے، ربیع الاول اور ربیع الثانی کے مہینے میں موجودہ سماع خانہ کے شمال مشرقی گوشہ پہ جو خلوت کے دروازہ سے متصل ہے، زیارت کا انتظام کیا جاتا ہے، ربیع الاول میں ہجوم کی وجہ سے لوہے کا جنگلہ لگاکر لکڑی کا کٹہرہ دار تخت بچھانا پڑتا ہے، مگر ربیع الثانی میں چونکہ ہجوم کم ہوتا ہے، اس لئے اس کی ضرورت نہیں پڑتی، گیارہ کو جو کھانا بغرض فاتحہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ پکایا جاتا ہے، اُس میں ایک دیگ بغرض فاتحہ حضرت مولانا رسولنما قدس سرہ بھی رہتا ہے۔

موئے مبارک کی زیارت کے بعد حضرت مولانا وارث رسولنما بنارسی قدس سرہ کا قل اور مجلس ہوتی ہے، نماز عصر کے وقت مجلس موقوف کردی جاتی ہے۔

۱۲ ربیع الثانی :۔ عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صبح کے آٹھ یا نو بجے قُل ہوتا ہے، پھر مجلس سماع ہوتی ہے۔

۱۴ ر و ۱۵ ربیع الثانی :۔ عرس حضرت مولانا محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہ۔ یہ عرس بنارس میں حضرت مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہ کی درگاہ محلہ "مولوی کا باڑہ" میں ہوتا ہے۔

مولانا کے وصال کی تاریخ گیارہ ربیع الثانی ہے، ہمیشہ سے یہ معمول ہے کہ خاص محلہ کے باشندے متوسلین خانقاہ مجیبیہ ومقامی منتظم تاریخ وفات میں (گیارہ ربیع الثانی آخر وقت) مزار شریف پر قل کرتے ہیں۔ شاہ عین الحق علیہ الرحمۃ کے عہد سجادگی میں جبکہ ان کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوئی اور خانقاہ کے اعراس موقوف کردیئے گئے، ایک سال ۱۳۰۷ھ میں پیر و مرشد قدس سرہ نے محض فاتحہ خوانی اور حاضری آستانہ کے خیال سے بنارس کا قصد کیا، آپ کے اس ارادہ کی اطلاع جب اہل قرابت یا اخوان طریق کو ہوئی اکثر حضرات ہمسفر ہوگئے، پھلواری کے اکثر سربرآوردہ مشائخ شریک سفر تھے، تیرہ ربیع الثانی کو یہ قافلہ

بنارس روانہ ہوا ـــــ آستانہ پر پہونچنے کے بعد باہم مشورت ہوئی کہ قل اور مجلس ہونی چاہیے، سب لوگوں نے نذرانہ کی رقمیں حاضر کیں، ان جانے والوں میں بعض قوال بھی تھے، ۱۵ رشب کو مولانا کے آستانہ ہی پر مزار شریف کے سامنے قل کے بعد مجلس ہوئی، مجلس بہت گرم رہی، سب لوگ بحسب استعداد مستفیض و محظوظ ہوئے۔ اس کے بعد یہ رائے ہوئی کہ ہر سال آستانہ پر حاضر ہو کر عرس قائم کرنا چاہیے، اس سال سے آج تک ہر سال چودھویں اور پندرھویں شب میں عرس ہوتا ہے، زائرین کثرت سے حاضر ہوتے ہیں، ان کے طعام و قیام کا انتظام خانقاہ سے ہوتا ہے، قبل میں شہر کے اکثر عمائدین زائرین کی دعوت کیا کرتے تھے، مگر چند سال سے اس کا سلسلہ موقوف کر دیا گیا ہے، کُل اخراجات خانقاہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

تا اختتام عرس روزانہ مزار شریف پر نماز صبح و نماز عصر کے بعد قرآن خوانی ہوتی ہے، مغرب کی نماز کے بعد سے عشاء کی اذان تک کاسبین و شاغلین اپنے اوراد و اشغال میں مزار شریف کے محاذ میں مصروف رہتے ہیں، نماز عشاء کے بعد مزار شریف پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کرتے ہیں، اس کے بعد سماع خانہ میں قل کے بعد مجلس ہوتی ہے۔

پیر و مرشد قدس سرہٗ کو صرف تین سال حاضری کا اتفاق ہوا، ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ میں جانشین ہو جانے کی وجہ سے ۱۳۱۰ھ سے بنارس تشریف نہ لیجا سکے، آپ کی نیابت میں مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ دیگر اراکین خانقاہ و اعیانِ پھلواری کے ساتھ برابر تشریف لیجاتے رہے، حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کے جانشین ہونے کے بعد ۱۳۴۳ھ سے ان کی نیابت میں مولوی شاہ محمد قمر الدین سلمہ اللہ تعالےٰ تشریف لیجاتے ہیں، مزار مبارک کے پائیں میں ایک دالان اور سائبان مولانا شاہ محمد علی سجاد قدس سرہٗ کے اہتمام سے باجازت حضرت فرد الاولیاً تعمیر کرایا گیا تھا، جس میں زائرین فرد کش ہوتے تھے، عرس کے موقع پر بھی زائرین اُسی میں قیام کرتے رہے، کچھ لوگ مسجد اور اس کے حجرہ میں مقیم ہوتے تھے، رفتہ رفتہ ہجوم بڑھتا گیا، جگہ کی قلت نے مکان بنوانے اور زمین خریدنے کی ضرورت محسوس کی، ۱۳۱۹ھ میں ملک یعقوب صاحب نے اُس دالان اور مزار مبارک کے درمیان ایک خوش قطع حجرہ تعمیر کرایا، اور حصول اراضیات اور توسیع مکانات خانقاہ کی فکر میں رہے، یہاں تک کہ وافر زمینیں خریدی گئیں جن کا زرِ ثمن جب جب زمیں خریدنے کا موقع آیا حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ ملک یعقوب صاحب کو بھیجتے رہے۔ رفتہ رفتہ آستانہ کے قریب اراضی خرید کر کے ایک خانقاہ تعمیر کرائی گئی، اب عرس اسی خانقاہ میں ہوتا ہے۔

اور یہی مہمانوں کی فرودگاہ ہے، ۱۳۲۵ھ میں اس خانقاہ کی بنیاد پڑی، خشتِ اوّل حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے بتاریخ ۲۰ ربیع الاول بروز جمعہ اپنے ہاتھ سے رکھا تھا، اس کی تعمیری نگرانی ملک محمد یعقوب[۱] صاحب مرحوم (ساکن میجرا بہار) کرتے تھے، اور ان کی معاونت میں اخی میر عبدالرزاق صاحب پھلواروی رہتے تھے، ۱۳۳۰ھ میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی، اب آستانہ کے ہر چہار طرف خانقاہ مجیبیہ کی طرف سے خریدی ہوئی اراضی موقوفہ یہ آستانہ حضرت مولانا کے لئے وافر ہوگئی ہیں، بسبب التفات وعنایات حضرت مولانا رسولنما قدس سرہٗ ۱۳۴۶ھ سے تدریجاً جملہ سامان واسباب عرس مثل ظروف وفروشں وغیرہ فراہم ہوئے، اب کسی اشیاء کے مستعار لینے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، ۱۳۷۰ھ میں سماع خانہ کی توسیع اور چند حجروں کا اضافہ بھی ہوگیا ہے۔

پیر ومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے وصال کے بعد سے اخوان طریق نے آپ کا عرس بھی ۱۶ شعبان کو آستانہ پر قائم کردیا ہے، اس کے خرچ کا تعلق خانقاہ سے اس وقت نہیں ہے۔

۲۶ ربیع الثانی:۔ عرس حضرت بدیع العصر مولانا شاہ محمد نورالحق قدس سرہٗ خلف و جانشین حضرت فردالاولیا قدس سرہٗ۔ ۲۵ دن گذار کر شب ۲۶ کو قل ومجلس ہوتی ہے، اب اس قل کے ساتھ قطب الاقطاب شاہ محمد مخدوم زینبی جعفری قدس سرہٗ کا قل بھی شریک کرلیا گیا ہے۔

سابق میں یہ قل حضرت شاہ محمد آیت اللہ قدس سرہٗ کی خانقاہ میں ان کے جانشین کیا کرتے تھے، اور صاحب سجادہ مجیبی اس قل میں شرکت کے خیال سے تشریف لیجاتے تھے، حضرت مخدوم کے ہاں اعراس میں مجلس سماع نہیں ہوتی تھی، صرف قل اور طعام داری ہوتی تھی، جب سے آپ کے ہاں سجادگی کا سلسلہ موقوف ہوگیا غیر مستقل طریقہ سے آپ کی اولاد میں جس کو توفیق ہوتی خانقاہ مجیبیہ میں قل کردیا کرتا تھا، ۱۳۴۳ھ میں جب مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہٗ جانشین ہوئے اس قل کو اپنے

---

[۱] ملک محمد یعقوب صاحب مرحوم ساکن میجرا متصل قصبہ بہار شریف ضلع پٹنہ۔ حضرت نصر قدس سرہٗ کے مرید تھے، ۱۳۱۱ھ میں ترک وطن کرکے پھلواری آئے اور حضرت پیر ومرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہٗ کے حلقۂ ارشاد میں داخل ہوگئے اور مشق سلوک میں مصروف رہے، حضرت مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ کا ملفوظ بالاستیعاب تمام کیا، بڑے مخلص وفدائی انسان تھے، ۱۳۱۹ھ میں پھلواری سے بنارس تشریف لیگئے اور کامل ۱۴ سال آستانہ پر مقیم رہے وہاں کا نظم ونسق بھی درست کرتے تھے، ۱۱ شوال ۱۳۳۳ھ میں انتقال فرمایا، حضرت مولانا کے آستانہ سے نیچے زینہ کے قریب جانب شمال مدفون ہوئے۔

اللّٰھم اغفر لہ

اپنے ذمہ لے لیا، کیونکہ علاوہ جزئیت کے حضرت مخدوم کا سلسلہ بھی آپ کو پہنچا ہے، اسلئے اب مولانا شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کا سالانہ قل بھی سجادہ مجیبی کے تعلق ہو گیا ہے۔

۲۰ر جمادی الاولیٰ :۔ عرس حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر زینبی جعفری پھلواروی عرف حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ۔ اس کی ابتدا بسلسلہ جمادی الاولیٰ ۱۱۲۵ھ میں حضرت شاہ غلام نقشبند قلندر قادری قدس سرہٗ کی سجادگی کے بعد سے ہوئی، اس وقت آپ کم سن تھے، حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے محض حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے اجرائے سلسلہ اور معمولات خانقاہ عمادیہ کی بقا کی غرض سے آپ کو جانشین کر دیا تھا، معمولات اعراس حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ خود انجام دیتے تھے، حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے عرس میں دو روپیہ کی رقم اپنی جیب خاص سے شرکت عرس کے لئے دیا کرتے تھے۔

جب شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ تکمیل علوم ظاہری و باطنی کے بعد سن رشد کو پہونچ گئے، تو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے جملہ انتظامات آپ کے سپرد کر دئے، تمامی امورات متعلقہ سجادگی و اعراس خانقاہ بحسن و خوبی آپ نے انجام دینا شروع کیا، حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے آپ کی شادی اپنی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے کر دی تھی، پہلی شادی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی محل اُولیٰ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، جن کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی، دوسری شادی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی اہلیہ ثانیہ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی، ان سے دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں، ان دونوں کو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے اپنے دو پوتوں حضرت مولانا شاہ نور الحق بن شاہ احمد عبد الحق قدس سرہما اور حضرت مولانا شاہ شمس الدین بن شاہ احمد عبد الحی قدس سرہما سے منسوب کر دیا تھا، مگر شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کی حیات میں تقریب انجام نہ پا سکی۔

حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ نے ۱۱۷۳ھ میں رحلت فرمائی، اُس وقت ان کی عمر ستاون ۵۷ سال کی تھی، حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو ان کی بیوقت رحلت سے از حد صدمہ پہونچا، کوئی اولاد ذکور بھی نہیں چھوڑی تھی، کہ جس سے آئندہ خانقاہ عمادیہ کی بقا و حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے اجرائے سلسلہ کی توقع ہوتی، اس لئے آپ نے حضرت محی السالکین مولانا شاہ محمد نور الحق قدس سرہٗ کو کہ ان کی عمر اس وقت صرف سترہ ۱۷ سال کی تھی، بروز چہارم الباس خرقہ کر کے سجادہ عمادیہ پر جانشین کر دیا۔

اور معمولات خانقاہ و دیگر امور کی نگرانی آپ کے حوالے کر دی، پھر چند سال کے بعد دونوں صاحبزادیوں
کی تقریب شادی انجام کر کے تمام متروکات و اثاث البیوت دونوں پر تقسیم فرمادیا اور دونوں پوتوں کو تمامی
سلاسل کی اجازت عطا فرما کر سلسلۂ عمادیہ کے اجرا کی تاکید فرمائی اور عرس کا تعلق بھی انہی دونوں بزرگوں
کی ذات سے وابستہ کر دیا۔

حضرت شاہ شمس الدین قدس سرہٗ خانقاہ مجیبیہ میں عشا کی نماز کے بعد میاں صاحب قدس سرہٗ
کا عرس کرتے تھے، اور حضرت شاہ نور الحق قدس سرہٗ بیسویں تاریخ دن کے وقت خانقاہ عمادیہ میں
عرس کرتے تھے، اور مزار شریف پر حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے مرید شاہ محمد مقیم علیہ الرحمۃ طلوع
آفتاب کے بعد صرف قل کرتے تھے، جس میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ اپنے تمام اعزہ و مریدین
و خلفا کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔

لیکن جب سے خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ میں تعمیر ہوئی اور مولانا شاہ محمد نور الحق قدس سرہٗ
اور ان کے صاحبزادہ مولانا شاہ محمد ظہور الحق قدس سرہٗ نے بسلسلۂ تدریس و ارشاد محلہ منگل تالاب میں
مستقل اقامت اختیار کر لی، یہ عرس بھی بتاریخ بستم جمادی الاولیٰ پٹنہ میں ہونے لگا، اور جو رقم
خانقاہ عمادیہ پھلواری میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے شرکت عرس کی غرض سے
دی جاتی تھی، منگل تالاب بھیجی جانے لگی، پھلواری سے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے متوسلین
خصوصیت کے ساتھ اس عرس کی شرکت کے خیال سے پٹنہ جایا کرتے تھے، بحمد اللہ وہ سلسلہ آج تک
جاری ہے ــــــ حسب معمول سابق پھلواری میں یہ عرس ابتک دو وقت ہوتا ہے، شب کے وقت
نماز عشاء کے بعد خانقاہ مجیبیہ میں اور صبح کے وقت مزار شریف پر آٹھ نو بجے کے قریب، شب کا قل
شاہ محمد شمس الدین قدس سرہٗ کے زمانہ سے اُن کے پوتے مولوی وصی احمد قدس سرہٗ کی حیات تک انہی
بزرگوں کے اہتمام سے ہوتا رہا۔

مولوی وصی احمد قدس سرہٗ لاولد تھے، ان کے انتقال کے بعد حضرت نصر قدس سرہٗ نے
محسوس کیا کہ پھلواری سے اب حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کا عرس ختم ہوتا ہے، اس لئے اس
عرس کو آپ نے اپنے ذمہ لے لیا، اور وہ رقم جو خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں بھیجی جاتی تھی، اسی عرس
میں صرف ہونے لگی، کیونکہ جس غرض سے یہ رقم وہاں بھیجی جاتی تھی اس کا سلسلہ خود یہاں صاحب سجادہ

کی طرف سے قائم ہو گیا تھا ــــــــ میں نے اس رقم کے وصولی کی ایک رسید حضرت مولانا شاہ علی امیر الحق قدس سرہٗ کے دستِ خاص کی لکھی ہوئی دیکھی ہے جو قدیم کاغذات کے فائل میں ابتک موجود ہے، یہ مولوی وصی احمد قدس سرہٗ کے حیات ہی کی ہے، ان کے انتقال کے بعد کا کوئی پُرزہ دیکھنے میں نہیں آیا، اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ جب سے حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کا عرس خانقاہ مجیبیہ کی طرف سے ہونے لگا یہ رقم اسی عرس میں صَرف ہونے لگی۔

جس طرح حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے عرس میں شرکت فاتحہ کی غرض سے خانقاہ مجیبیہ کے صاحب سجادہ دو روپیہ کی رقم خانقاہ عمادیہ میں بھیجتے تھے، حضرت مولانا شاہ محمد نور الحق قدس سرہٗ بھی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عرس کی شرکت کے خیال سے دو روپیہ کی رقم خانقاہ مجیبیہ پھلواری میں بھیجتے تھے، یہ دستور حضرت مولانا شاہ علی امیر الحق قدس سرہٗ کے عہد تک باقی رہا۔ مگر جب سے یہاں سے وہ رقم بھیجی جانی موقوف ہو گئی وہاں سے بھی رقم آنی موقوف ہو گئی، کیونکہ وہاں بھی شب بستم جمادی الثانی کو حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کا قل بغیر مجلس سماع کے ہوتا ہے اس لئے وہ رقم اب اسی قل میں صَرف ہوتی ہے۔

صبح کے وقت حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے مزار پر قل کی شرکت کی غرض سے حسبِ دستور صاحب سجادہ خانقاہ مجیبی اپنے تمام حلقہ کے ساتھ تشریف لیجاتے ہیں، جس محلہ میں آپ کا مزار ہے وہ آپ کے والد ماجد حضرت لعل میاں قدس سرہٗ کے نام پر محلہ "لعل میاں کی درگاہ" سے مشہور ہے۔

سابق میں قصبۂ پھلواری کے دیگر عمائدین و عظماء بھی تشریف لیجاتے تھے، جس کی وجہ سے خاصہ مجمع ہو جاتا تھا، مگر اب بستی ایسے بزرگوں سے خالی ہو گئی اور اس ذوق کے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں، اور جو ہیں وہ اپنے خانگی تعلقات کی وجہ سے اکثر باہر رہتے ہیں، اس لئے اب خانقاہ کے باشندے اور محلہ لعل میاں کے حضرات، اور کچھ اہل قصبہ اور صاحبان عیسیٰ پور شریک رہتے ہیں۔

درگاہ شریف میں حاضر ہو کر سب سے پہلے صاحب سجادہ حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھتے ہیں، پھر آپ کے والد ماجد حضرت برہان الدین عرف لعل میاں قدس سرہٗ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے کے بعد حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے مزار مبارک سے متصل اُتر رُخ بیٹھ جاتے ہیں، شیرینی و بخوردان وغیرہ رکھکر قل شروع ہوتا ہے، قل کے بعد سماع کا معمول

نہیں ہے، اگر قوال موجود رہا اور اہل ذوق نے سماع کی استدعا کی تو چند ساعت کے لیے سماع بھی ہو جاتی ہے ــــــــ اس کے بعد صاحب سجادہ ثانیاً ان دونوں مزارات پر اور اسی چابوترہ سے کھڑے ہو کر حضرت امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ کے مزار پر جو سامنے نظر آتا ہے فاتحہ پڑھکر واپس ہوتے ہیں، واپسی میں حضرت شاہ غلام نقشبند قدس سرہٗ اور اس چابوترہ پر جتنے اکابر مدفون ہیں، ان کی فاتحہ خوانی سے فرصت کرکے اپنی قیام گاہ پر تشریف لیجاتے ہیں، اثنائے راہ میں مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ کا مکان ہے، اہلِ مکان کی حسبِ استدعا کچھ دیر وہاں قیام فرماتے ہیں، آپ کے ساتھ جتنے لوگ ہوتے ہیں سب کی چائے بسکٹ اور عطر و پان سے دعوت ہوتی ہے، اس کے بعد وہاں سے واپسی میں جتنے مقابر راستہ میں پڑتے ہیں ہر جگہ کچھ دیر کھڑے ہو کر اُن کی میت پر فاتحہ پڑھتے ہوئے خانقاہ میں تشریف لاتے ہیں۔

مولوی سیّد علی اعظم علیہ الرحمۃ کے مکان پر صاحبِ سجادہ خانقاہ مجیبی واپس آنے میں ضرور قیام فرماتے ہیں، یہ معمول حضرت شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے زمانہ میں نہ تھا، حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ قل اور مزارات پر فاتحہ خوانی کرکے خانقاہ میں واپس چلے آیا کرتے تھے حضرت فرد الاولیا مولانا شاہ محمد ابوالحسن فرد قدس سرہٗ کی جانشینی کے آٹھ ماہ کے بعد ہفتم جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ سے یہ معمول شروع ہوا ہے۔

مولوی سید افضل علی بن میر سیّد دلاور علی علیہ الرحمۃ کی دلی تمنا تھی کہ اس عرس وقل کے موقع پر حضرت فرد قدس سرہٗ کو بغرض حصول سعادت و برکت تھوڑی دیر اپنے مکان پر ٹھہرائیں اور جب تشریف لائیں تو چاء و عطر وغیرہ سے ضیافت کی جائے، مولوی صاحب ممدوح نے تاریخ عرس سے ایک روز پیشتر حضرت فرد قدس سرہٗ سے اپنی دلی تمنا کا اظہار کرتے ہوئے واپسی میں اپنے مکان پر تھوڑی دیر ٹھہرنے کی درخواست کی، حضرت فرد قدس سرہٗ نے قبول فرمایا۔

جناب مولوی صاحب ممدوح وہاں سے واپس تشریف لانے کے بعد سامان دعوت مہیا کرنے میں مشغول ہوئے اور تمام قصبہ و موضع عیسٰی پور کے عمائدین کو بذریعہ رقعہ نوید بھیجی ضیافت کے لئے شیر مال و کباب و شیر چائے تیار کرا رکھا، حضرت فرد قدس سرہٗ کے لئے علاوہ سامان دعوت ایک جوڑہ کپڑہ بھی آپ کے ملبوس کے مطابق تیار کرایا۔

جب عرس کی تاریخ آئی اور حضرت فرد قدس سرہٗ حسب معمول شرکت قل و فاتحہ کے لئے مزار پر تشریف لیگئے اور فاتحہ خوانی سے فارغ ہوکر واپس ہونے لگے، حسب استدعا مولوی صاحب موصوف کے دولت خانہ پر تشریف لیگئے، مولوی صاحب ممدوح اپنے سرپر اٹھائے ہوئے ایک خوانچہ میں وہ ملبوس لائے جو پہلے سے تیار رکھا تھا، اور استعمال کرنے کی درخواست کی، حضرت فرد قدس سرہٗ نے اس میں سے ایک تھان یہ کرتہ زیب تن فرمایا، مولوی صاحب ممدوح نے عطر کی شیشی کھولکر اپنے ہاتھ سے آپکے تمام ملبوس پر عطر مالش کیا، اور دست بوس ہوکر نذر پیش کی، اس کے بعد شیرمال و کباب و شیر چائے سامنے لائے، مختصراً آپ نے تناول فرمایا اور چائے نوش کی، پھر تمام لوگوں کی دعوت کے بعد عطر و پان تقسیم ہوکر مجمع برخاست ہوا، حضرت فرد قدس سرہٗ کے ساتھ سب لوگ خانقاہ تک تشریف لاکر اپنی اپنی جگہ واپس گئے۔

اس سال سے مولوی سید افضل علی علیہ الرحمۃ نے یہ معمول کرلیا کہ ہر سال اس تاریخ میں واپسی کے وقت صاحب سجادہ کو اپنا مہمان بناتے اور تمام شرکائے عرس کی چائے بسکٹ و عطر وغیرہ سے ضیافت کرتے، ان کے اس اخلاص کی قدر تمام صاحب سجادہ مجیبی اپنے اپنے زمانہ میں کرتے رہے، اور آج کہ ایک سو اٹھارہ سال کی مدت گذر چکی ہے یہ سلسلہ اب تک باقی ہے، ناظرین اوراق میں سے اگر کسی کو اس تقریب میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے تو انہوں نے دیکھا ہوگا کہ صاحب خانہ اپنے ہاتھ سے صاحب سجادہ کے ملبوسات پر عطر مالش کرتے ہیں اور دو روپیہ نذر پیش کرتے ہیں، دراصل یہ بھی مولوی صاحب ممدوح کے اخلاص کی یادگار ہے، جو اب تک چلی آتی ہے، اس واقعہ کو شیخ طالب علی مرحوم نے ملفوظات حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ میں حضرت فرد قدس سرہٗ کی سجادگی کے واقعہ میں لکھا ہے۔

مولوی سید افضل علی علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادہ مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے والد کے قائم کردہ معمول کو حضرت شاہ عبد الحق قدس سرہٗ کے عہد تک قائم رکھا، ۱۲۹۰ھ میں مولوی علی اعظم علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادہ مولوی سید ولی عالم صاحب نے اپنے انتقال سے دو تین سال قبل تک اس سلسلہ کو جاری رکھا، لیکن اخیر میں ان کی مالی حالت کمزور ہوگئی تھی اس لئے ان کے نسبتی بھائی مولوی سید وحید الدین صاحب مرحوم نے اس کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا، دوم شوال ۱۳۱۵ھ میں مولوی سید وحید الدین صاحب نے

رحلت فرمائی، اس کے بعد اُن کے صاحبزادے مولوی سید خلیل الدین صاحب مرحوم نے جو مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ کے نواسے تھے، اپنے اسلاف کی مبارک یادگار سمجھتے ہوئے اس کا انتظام اپنے ذمہ لیا، اور تا عمر اُسی دستور و معمول کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

درگاہ شریف کا قل جس کے بانی شاہ محمد مقیم علیہ الرحمۃ تھے، ان کے انتقال کے بعد شاہ محمد کریم علیہ الرحمۃ (متوفی ۴ ار رجب ۱۲۰۹ھ) نے اس کا انتظام اپنے ذمہ لیا، یہ بزرگ حضرت تاج العارفین کے مرید و خلیفہ تھے، شاہ محمد کریم کے بعد ان کے بیٹے شاہ غلام احمد نے اپنے ذمہ لیا یہ بزرگ بھی حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے،

انہوں نے ۱۲۴۲ھ میں اپنے تین بیٹے شاہ واحد علی، شاہ نجف علی، شاہ حیدر علی کو چھوڑ رحلت فرمائی، اب اس کا انتظام شاہ حیدر علی کرنے لگے، شاہ حیدر علی کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے شیخ عبدالرسول اپنی کم مائیگی کی وجہ سے اس کا انتظام نہ کر سکے، اسلئے مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ نے قل کا نظم بھی اپنے ہی ذمہ کر لیا، اب جملہ لوازمات قل و دعوت آپ کی ذات سے متعلق ہو گئے، جس کا سلسلہ مولوی سید خلیل الدین مرحوم کی زندگی تک مسلسل باقی رہا۔

مولوی سید خلیل الدین مرحوم کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ تقریباً ختم ہو چکا تھا، غیر مستقل طریقہ پر کسی سال اہلِ محلہ چندہ سے قل کر دیا کرتے تھے، یہ زمانہ ہمارے پیر و مرشد قدس سرہٗ کا آخر زمانہ تھا، مگر پیر و مرشد قدس سرہٗ حسبِ معمول تاریخ مقررہ میں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لیجاتے، اگر کسی کی طرف سے قل ہوتا تو صبح کے وقت شرکت کے خیال سے جاتے ورنہ عصر کی نماز کے بعد فاتحہ پڑھکر واپس چلے آتے۔

قل کی غیر مستقل حالت حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ کے ابتدائے عہد سجادگی تک رہی، سجادگی کے دوسرے سال ۱۳ ار شعبان ۱۳۲۴ھ میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے، اور ماہ صفر ۱۳۲۵ھ میں حج و زیارت مدینہ منورہ و بیت المقدس و نجف اشرف و کربلائے معلّٰی و کاظمین و بغداد شریف سے مراجعت فرمائی، اس سال جمادی الاولیٰ میں آپ کے خیر مقدم کی خوشی میں محلہ "لعل میاں" کے ممتاز لوگوں نے کچھ زیادہ اہتمام سے کام لیا،

لے مولوی عبدالغنی صاحب و مولوی حفیظ اللہ صاحب نے خاص اہتمام ... کیا، مولوی سید احمد منیر صاحب کے

(باقی صفحہ ۴۲۵ پر)

قل اور فاتحہ سے فرصت کرکے سب لوگ مولوی سید احمد منیر صاحب کے مکان پر تشریف لیگئے، معمول قدیم کے مطابق چائے بسکٹ وعطر و پان سے دعوت ہوئی، اس سال سے یہ قل مولوی سید احمد منیر بن سید موسیٰ رضا بن مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ کے ذمہ ہے، اللہ تعالیٰ انکی ہمت میں برکت دے اور ان کی اولاد کو اس معمول قدیم کے برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے،

۱۳۴۶ھ میں چونکہ عرس برسات کے موسم میں پڑ گیا تھا اور ترشح بھی ہو رہا تھا، اسلئے حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے مولوی سید احمد منیر صاحب سے فرمایا کہ قل ابھی اپنے مکان پر کیجئے اور جب ایسا موقع ہو تو مکان ہی پر قل کیا کیجئے، چنانچہ جب تک برسات رہی مولوی صاحب ممدوح کے مکان ہی پر قل ہوتا رہا۔

۲۹ رجمادی الاولیٰ:- عرس حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس اللہ سرہٗ۔ ۲۸ دن گذار کر شب ۲۹ اور روز ۲۹ اور شب ۳۰ کو عرس و قل ہوتا ہے، مہمانوں کے لئے کھانے کا خاص انتظام بھی ہوتا ہے۔

۱۹ رجمادی الثانی:- فاتحہ حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ۔ نماز عصر کے بعد صرف قل ہوتا ہے، مگر ۱۳۵۳ھ سے مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ طعامداری بھی کرتے ہیں، پلاؤ و قلیہ پکوا کر تقسیم کرتے ہیں۔

۲۰ رجمادی الثانی:- عرس حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ۔ ۱۹ تاریخ نماز عصر کے بعد حسب دستور روزمرہ صاحب سجادہ مزار پر فاتحہ کیلئے تشریف لیجاتے ہیں، واپسی کے بعد حضرت جنید ثانی کا قل ہوتا ہے، پھر نان تنوری و کباب و شیر چائے تقسیم ہوتی ہے، یہ فاتحہ خاص حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کا بغرض حصول مقاصد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۴ کا) مکان سے مزار شریف تک کاغذی مختلف رنگ کی جھنڈیاں ڈور میں ڈال کر باندھا اور "انجمن تعلیم الاطفال" کے بچوں کو چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں دیکر سڑک کی دونوں طرف دو قطاروں میں یہ کہکر کھڑا کر دیا کہ جس وقت "جناب حضور" تشریف لائیں تم لوگ نعرۂ تکبیر بلند کرنا اور مولوی سید احمد منیر صاحب نے قل و دعوت کا تمام سامان معمول قدیم کے مطابق تیار کر رکھا، جیسے حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ قل کیلئے تشریف لائے اور مزار مبارک کے قریب پہونچے، بچوں نے نعرۂ "اللہ اکبر" بلند کیا، اس وقت کا سماں اہل محلہ کے مخلصانہ جذبات کا آئینہ دار اور نہایت پُر اثر تھا۔

وحاجات علیحدہ بھی کیا جاتا ہے۔۲۰ر شب میں نماز عشاء کے بعد قل ومجلس سماع ہوتی ہے، اور بیسویں تاریخ دن کے ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک مجلس سماع ہوتی ہے، قل کے بعد عرس ختم ہو جاتا ہے۔

۶ر رجب :- عرس حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ یہ عرس بھی خانقاہ کے قدیم اعراس میں سے نہیں ہے، مولوی سید خلیل الدین مرحوم نواسہ مولوی سید علی اعظم علیہ الرحمۃ بیعتاً چشتی تھے، ایک سال اجمیر شریف حضرت خواجہ کے استانہ پر حاضر ہوئے، واپسی کے بعد عرس قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا اسلئے اگلے سال شب ششم رجب کو پیر و مرشد قدس سرہٗ کی اجازت سے آپ نے خانقاہ میں حضرت خواجہ کا عرس قائم کیا، مگر یہ عرس غیر مستقل تھا، جب موقع ہوتا عرس کرتے اگر معذوری ہوتی اُس سال ترک کر دیتے، مگر ۱۳۲۳ھ سے بعض اخوان طریق جن کو سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھی، اپنے مصارف سے مستقل طور پر کرنے لگے، اپنی زندگی تک مولوی سید خلیل الدین مرحوم بھی حصہ لیتے رہے، جب تک یہ حضرات زندہ رہے یہ عرس دونوں وقت طعام داری کے ساتھ ہوتا رہا، مگر جب ان میں سے ایک ایک کر کے سب رخصت ہو گئے، اور جو بچ رہے ان کی مالی حالت ایسی نہ رہی کہ اس بار کے متحمل ہو سکیں تو مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ نے خانقاہ سے صرف قل کا انتظام کر دیا ہے، اگر قوال موجود رہے تو مجلس سماع بھی ہو جاتی ہے، اس لئے اب یہ قل بھی خانقاہ کے معمولات میں داخل ہو گیا ہے۔

۲۷ر رجب :- عرس یادگار معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۶ر دن گزار کر شب ۲۷ر کو بعد نماز عشا، قل ومجلس سماع ہوتی ہے، اوائل میں یہ عرس کچھ بہت زیادہ اہتمام سے نہیں ہوتا تھا، مگر ۱۳۱۹ھ سے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اس کو مہتم بالشان بنا دیا، ہر در و بام کثرت چراغاں سے منوّر رہتے ہیں، آنکھوں میں آرائش سرمدی کا نقشہ کھچ جاتا ہے، دُور دُور سے لوگ شرکت عرس کے خیال سے آتے ہیں، عموماً خانقاہ کے تمام عرسوں میں قل کے لئے شیرینی میں الائچی دانہ تقسیم ہوتا ہے، مگر اس عرس میں بوندیہ تقسیم ہوتی ہے، یہ اہتمام بھی حضرت پیر و مرشد قدس سرہ نے اُسی خواہش کے مطابق کیا جس کی آرزو حضرت نصر قدس سرہٗ کو تھی، آپ اس عرس کو اسی اہتمام سے کرنا چاہتے تھے، جس کا موقع ان کو نہ ملا۔

یکم شعبان :- عرس حضرت مولانا احمدی قدس سرہٗ۔ سابق میں حضرت مولانا احمدی

قدس سرہٗ کی اولاد کبھی کبھی یہ عرس خانقاہ مجیبیہ میں کیا کرتی تھی، مگر پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اس کو مستقل کر دیا، پہلی تاریخ دن کے دس بجے سے بارہ بجے تک مجلس سماع ہوتی ہے، پھر قل کے بعد مجلس برخاست ہو جاتی ہے۔

۲۹ر شعبان:۔ عرس حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ — انتیسویں شب اور انتیس دن کو حسب دستور عرس ہوتا ہے اور مہمانوں کی دعوت ہوتی ہے،

معمولات رمضان شریف:۔ یکم رمضان شریف سے روزمرّہ عصر کی نماز کے بعد چند مٹی کی چھوٹی تشتریاں اور ایک بڑے برتن میں اُبالے ہوئے چنے لاکر ہفت درہ[1] میں رکھ دئے جاتے ہیں، جب صاحب سجادہ نماز عصر و فاتحہ مزار سے فرصت کر کے ہفت درہ میں جلوہ افروز ہوتے ہیں، اس وقت دعائے افطار کا سفینہ، ایک تشتری اُبالے ہوئے چنے اور ایک تشتری میں پختۂ شعبان[2] (یہ آٹے کی خرمی ہے جو ۲۹ر شعبان کو بنائی جاتی ہے) اور ایک گلاس آب زمزم ایک چھوٹے ٹونٹیدار لوٹے میں پانی اور ایک سلابچی لاکر صاحب سجادہ کے سامنے رکھ دیتے ہیں، اس کے بعد مٹی کی چھوٹی تشتریوں میں یہی اُبالے چنے تمام حاضرین کو تقسیم کر دئے جاتے ہیں، کچھ لوگ اسی جگہ صاحب سجادہ کے پاس افطار کرتے ہیں، کچھ لوگ تبرّک گھر لیجاتے ہیں۔

ایک معتبر آدمی غروب آفتاب دیکھنے کے لئے جاتا ہے، جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے، غروب کی اطلاع دیتا ہے، صاحب سجادہ دعاء افطار پڑھکر آب زمزم اور پختۂ شعبان سے افطار کرتے ہیں پھر تمام حاضرین میں زمزم تقسیم کر دیا جاتا ہے، اس وقت نقارچی کو نقارہ بجانے کا حکم دیا جاتا ہے وہ نقارہ بجاکر تمام لوگوں کو افطار کرنے کی اطلاع دیتا ہے، افطار کے بعد مغرب کی اذان ہوتی ہے نماز کے بعد صاحب سجادہ اوراد وقتیہ میں مشغول ہو جاتے ہیں، اس اثناء میں دال اور روٹیاں حصہ لگاکر ہفت درہ میں ایک دستر خوان سے چھپاکر رکھدی جاتی ہیں،

---

[1] ہفت درہ مسجد مجیبیہ کے سامنے کا دالان جس میں بعد نماز عصر صاحب سجادہ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

[2] یہ آٹے کی خرمی ہے، ۲۹ر شعبان کو افطار کی دعا ایک کاغذ پر لکھکر پانی سے دھوکر اسی پانی سے خمیر کیا جاتا ہے، اس کی خرمی تیار کی جاتی ہے اس کو پختۂ شعبان کہتے ہیں ورنہ نام کی خصوصیت سے شعبان کے مہینہ کی ہر پکی ہوئی چیز پختۂ شعبان کہی جاسکتی ہے، اس خرمی کے نام کی یہی خصوصیت ہے۔"

جب صاحب سجادہ اوراد و ظیفہ سے فرصت کرکے باہر تشریف لاتے ہیں، دستر خوان کے قریب بیٹھکر طلباء، واردین وصادرین، نقارچی، خادم درگاہ و خاکروب کو اپنے ہاتھ سے دال روٹیاں تقسیم کرتے ہیں۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کا تمام سال یہ معمول تھا کہ جب تک مذکورہ بالا افراد کو کھانا تقسیم نہیں فرمالیتے تھے خود کچھ تناول نہیں کرتے تھے، اگرچہ اس زمانہ میں منتظمین کی وسعت کی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں رہی، لیکن رمضان شریف میں حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کی اتباع میں اس پر تعامل ضرور ہوتا ہے۔

تقسیم کے بعد صاحب سجادہ خلوت میں تشریف لیجاکر کھانا تناول فرماتے ہیں، عشاء کی اذان کے بعد ضروریات سے فرصت کرکے جماعت عشاء، وتراویح کے لئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں، نماز تراویح کے بعد خلوت میں واپس تشریف لیجاتے ہیں، اوراذکار واشغال میں مشغول رہتے ہیں، تمام شب بیدار رہتے ہیں، صبح کی نماز غلس میں شروع ہوتی ہے، اور اسفار میں ختم ہوتی ہے، نماز صبح اوراوراد و ظیفہ سے فرصت کرکے خلوت میں تشریف لیجاتے ہیں اور نماز اشراق کے بعد چند گھنٹے استراحت فرماتے ہیں، آخر ماہ صیام تک یہی سلسلہ رہتا ہے، تقریباً خانقاہ کے تمام لوگ شب بیداری کرتے ہیں اور دن کو اشراق کے بعد گیارہ بجے تک سوتے ہیں۔

رمضان شریف میں نماز تہجد بھی باجماعت ہوتی ہے، اگر حافظ کا انتظام ہوگیا تو فبہا، ورنہ ساکنین خانقاہ کسی امام کی اقتدا میں ادا کرلیتے ہیں، صاحب سجادہ کی شرکت ضروری نہیں ہے۔

حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ کے عہد سے غروب کی اطلاع بذریعہ نوبت دیجاتی تھی مگر ۱۳۴۵ھ سے حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حج کی واپسی کے بعد سے توپ کا انتظام کردیا ہے پہلے توپ سر ہوتی ہے، اس کے بعد حسب دستور سابق نقارہ بجایا جاتا ہے، پھر رات کے ایک بجے توپ سحر کے لئے سر ہوتی ہے اور نقارہ بجایا جاتا ہے، پھر منتہائے سحر میں دو توپ سر ہوتی ہے۔

۲۱ رمضان شریف :- عرس امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف۔ ۲۰ دن گزار کر شب بست و یکم کو صرف ایک وقت نماز عشاء، وتراویح کے بعد قل و مجلس سماع ہوتی ہے، اس عرس میں الائچی دانہ کے بجائے جلیبیاں تقسیم ہوتی ہیں اور عصر کے وقت بجائے اُوبالے چنے کے چنے کی بھگوئی ہوئی

دال جس میں نمک سرخ مرچ اور اجوائن ملا کر بناتے ہیں تقسیم ہوتی ہے۔

معمولات یوم عید الفطر :- عید کے روز صبح سویرے، خشکہ اور ماش کی دال جو چنے کے ساتھ تیار کی جاتی ہے اور بگھار میں قدرے ہینگ دی جاتی ہے، اور دُو پالی ہوئی سوئیاں خلوت میں، اکثر کھڑیجاتی ہے، نماز عید سے پہلے طلباء و قوّالان و خادم درگاہ و خدمت گاروں کو تقسیم کرتے ہیں، اس کے بعد خاص لوگ جو باہر سے نماز عید کی شرکت کے خیال سے آتے ہیں خلوت میں صاحب سجادہ سے ملاقات کرتے ہیں، اسکے بعد صاحب سجادہ نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں، نماز و خطبہ سے فراغت کر کے مزارات پر فاتحہ کے لئے تشریف لیجاتے ہیں، وہاں سے واپس آنے کے بعد کچھ دیر سماع ہوتی ہے، بارہ بجے مجلس برخاست ہو جاتی ہے، نماز ظہر سے فراغت کر کے خلوت میں واپس تشریف لیجاتے ہیں۔

۶ر شوال :- عرس حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری البہاری قدس سرہ۔ یہ عرس صاحبان عیسیٰ پور کی طرف سے مخدومانہ کی آمدنی سے ہوتا ہے، صرف چھٹی شب میں قل ہوتا ہے، اگر قوالوں کا انتظام ہوگیا تو مجلس سماع بھی ہوتی ہے۔

۱۵ر شوال :- فاتحہ حضرت مولانا شاہ محمد ہادی قدس سرہ - پندرہویں شب کو صرف قل ہوتا ہے۔

۳ر ذالحجہ :- فاتحہ حضرت مولانا شاہ محمد شرف الدین قدس سرہ - شب کے وقت صرف قل ہوتا ہے۔

لوٹ :- جتنے سالانہ قل ہیں اگر رات کے وقت نہ ہو سکے تو دوسرے دن عصر کی نماز کے بعد کردئے جاتے ہیں یہاں تک جتنے اعراس و فاتحہ بزرگان و دیگر معمولات لکھے گئے ہیں یہ سالانہ معمولات ہیں، ان کے علاوہ بعض بزرگان کی فاتحہ ہر ماہ بھی ہوتی ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

شب یازدہم :- قل حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ۔

شب دوازدہم :- قل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شب شانزدہم :- قل حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد بدرالدین قدس سرہ - اس کے ساتھ سماع بھی ہوتی ہے، چند سال تک پخت طعام بھی ہر ماہ میں کیا گیا، مگر اب موقوف ہے۔

شب بستم :- قل حضرت تاج العارفین قدس سرہ، اس میں سماع بھی ہوتی تھی، مگر حضرت نصر قدس سرہ کے وسط عہد سے یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔

شب بست و یکم :- قل حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف۔

شب بست و چہارم[24] :- قل حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد قدس سرہٗ۔

شب بست و ہفتم[27] :- قل حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ۔

شب بست و نہم[29] :- قل حضرت شیخ العالمین مولانا شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ و حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ اور اس کے ساتھ سماع بھی ہوتی ہے۔

قل میں کون کون سورتیں معمول ہیں؟ کلام پاک کا جو حصہ بھی یاد ہو اس کو پڑھکر ایصال ثواب کرنا چاہیئے، کسی سورت یا آیت کی تعیین نہیں ہے مگر عام طور پر قل خوانی کا جو طریقہ رائج ہے نہایت نامحمود ہے، اولاً پڑھنے والوں کی تعیین نہیں ہوتی، مجمع میں جس شخص کی خواہش ہوتی ہے پڑھنا شروع کر دیتا ہے، ان میں بعض جاہل مطلق ہوتے ہیں جو قرآن مجید غلط پڑھتے ہیں، اور تمام مجمع کو گنہگار بناتے ہیں، ایک دوسرے پر پڑھنے میں سبقت کرتا ہے، اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ دوسرا خموش ہو جائے، اس تنازع فی القرآن کی معصیت کے علاوہ ایسی بے لطفی پیدا ہوتی ہے کہ نہ پڑھنے والا دلجمی سے پڑھتا ہے اور نہ سننے والے کو سکون سے سننے کا موقع ملتا ہے، اس لئے حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے سب سے پہلے پڑھنے والوں کی تعیین کر دی تھی، مگر اس میں یہ نقصان تھا کہ پڑھنے والے کبھی جلد ختم کر دیتے اور اکثر لوگ شرکت سے محروم رہجاتے، کبھی اتنی تاخیر ہوتی کہ سننے والے اکتا جاتے، اس لئے حضرت تاج العارفین قدس سرہ چاہتے تھے کہ سورتیں بھی مقرر کر دی جائیں۔

ایک روز بوقت حضوری حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا کہ قل میں مرقومہ ذیل سورتیں ترتیب وار پڑھو۔

سورۂ فاتحہ باتسمیہ، الٓم تا مفلحون باتسمیہ، آیۃ الکرسی تا خالدون بلاتسمیہ، لا یستوی تا ھو العزیز الحکیم بلاتسمیہ، سورۂ مزمل مکمل باتسمیہ، سورۂ نباء باتسمیہ، سورۂ کافرون باتسمیہ، سورۂ اخلاص باتسمیہ، سورۂ معوذتین باتسمیہ، سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العالمین بلاتسمیہ، ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما بلاتسمیہ، اسکے بعد درود تاج پڑھتے ہیں، یہ درود اس خاندان میں دو طریقہ سے رائج ہے، ایک طریقہ یہ ہے:-

لبیک اللھم ربنا وسعدیک اللھم صل وسلم علی سیدنا ومولانا محمد

وعلیٰ اٰل سیدنا ومولانا محمد الذی کان علیاً فی درجاتہٖ حسناً فی صفاتہٖ شہیداً فی تجلیاتہٖ زین العابدین باقر علم الاولین والاٰخرین صادقاً فی اقوالہٖ کاظماً فی جمیع احوالہٖ متمکناً فی مقام الرضاء جواد الکف عند العطاء ھادیاً الی سبیل النجاۃ عسکریاً مع الغزاۃ مہدیاً الی طریق الیقین صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیہ وعلیہم اجمعین ؕ

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف اور حضرت امام حسن و امام حسین علی جدہ وعلیہما السلام کے قل میں صرف اسی قدر عبارت پڑھی جاتی ہے ـــ ان کے علاوہ جتنے صاحب خطاب بزرگان ہیں ان کے خطابات بھی مہدیاً الی طریق الیقین کے بعد بڑھا دیتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ یہ کس کی نیاز ہے مثلاً

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے قل میں	مہدیاً الی طریق الیقین غیاث المستغیثین
حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ	مہدیاً الی طریق الیقین معین الحق والملۃ والدین
مخدوم الملک بہاری قدس سرہٗ	شرف الحق والملۃ والدین
مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہٗ	وارث علم الاولین والاٰخرین
خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ	محبوب رب العالمین
تاج العارفین قدس سرہٗ	مجیب دعوۃ المضطرین
شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ	مخدوم العالمین
ملا وحید الحق قدس سرہٗ	وحید الحق والملۃ والدین
شیخ العالمین قدس سرہٗ	شفیع المذنبین
حضرت فرد قدس سرہٗ	فرد الحق والملۃ والدین
حضرت نفر قدس سرہٗ	شفیع المسلمین
حضرت پیر و مرشد قدس سرہ	فیاض المسلمین
مولانا احدی قدس سرہٗ	مأمن الخائفین
مولانا ہادی قدس سرہٗ	ھادیاً للمتقین
مولانا شاہ محمد محی الدین قدس سرہٗ	محی الحق والملۃ والدین

درود تاج کا دوسرا طریقہ یہ ہے :- لبیک اللہم ربنا وسعدیک اللہم صل وسلم علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا ومولانا محمد صاحب التاج والمعراج والبراق والعلم دافع البلاء والوباء والالم جسمہ مقدس مطہر منور معطر فی الحرم اسمہ مکتوب مرفوع فی اللوح والقلم سید العرب والعجم سید الثقلین نبی الحرمین امام القبلتین وسیلتنا فی الدارین صاحب قاب قوسین جد الحسن والحسین محبوب رب المشرقین والمغربین مولانا ومولی الثقلین ابوالقاسم محمد رسول اللہ ایہا المشتاقون بنور جمالہ صلوا علیہ واٰلہ ....

حسنہٖ وجمالہٖ ؕ

یہ درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قل ہیں اور ان بزرگوں کے قل میں جن کے خطابات نہیں ہیں اور عامۃ المسلمین کے لئے پڑھتے ہیں۔ ایک معمول قدیم یہ بھی چلا آتا ہے کہ سالانہ بڑے عرسوں میں درگاہ کے پھاٹک پر نوبت بٹھائی جاتی ہے اور دو دن تک شاہنائی بجتی ہے۔

تنظیمِ امورِ خانقاہ مجیبیہ:۔ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد میں حضرت شیخ التاملین شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ خود منتظم کار تھے، یہاں تک کہ مریدوں کے خطوط و عرائض کا جواب بھی زیادہ تر آپ ہی دیتے تھے، نذورات و فتوحات کی کُل آمدنی حضرت تاج العارفین آپ کے حوالہ کر دیتے اور فرماتے کہ آج تمام دن میں یہ کُل آمدنی صرف ہو جانی چاہیے اور ایسا ہی ہوتا کہ کُل آمدنی اسی روز صرف کر دی جاتی، اور ضرورت کی تمام چیزیں مہیا کر لی جاتیں، حضرت تاج العارفین کو ثانیاً کسی ضرورت کیلئے کہنے کی حاجت نہیں پڑتی۔

حضرت شیخ العالمین قدس سرہ نے اپنے عہد میں پخت طعام، و خریداری غلہ و روغن زرد و دیگر اجناس و اسباب کی نگرانی اور ان کے مہیا کرنے کا انتظام جناب میر دلاور علی مرحوم کے سپرد کیا، میر صاحب تمام سامان مہیا کرتے اور اعراس کے موقع پر صرف کرتے تھے، شیخ العالمین کے ساتھ ان کے معتقدانہ و نیازمندانہ تعلقات سجادگی کے پیشتر ہی سے چلے آتے تھے اور ترقیم مکاتیب و جواب عرائض و دیگر امور خانہ داری و خانقاہ کا تعلق حضرت فرد قدس سرہٗ کے ساتھ تھا شیخ العالمین سارے جھگڑوں سے فارغ ہو کر عبادت و ریاضت و ارشاد و ہدایت خلق میں مصروف رہتے، نذورات و فتوحات جو کچھ آتے، حضرت فرد قدس سرہٗ کے ہاتھ میں دیدیتے اور انہیں کی سرکردگی میں اپنے تمام صاحبزادگان کی پوری کفالت کرتے —— ۲۷ رمضان ۱۲۳۱ھ میں میر دلاور علی صاحب نے رحلت فرمائی تو ان کی جگہ پر ضروریات اعراس و پخت طعام و خریداری غلہ وغیرہ کے لئے سید شاہ احمد اللہ منیری رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے، اعراس کے موقع پر ہجوم کام کی وجہ سے میر دلاور علی مرحوم کے دونوں صاحبزادگان مولوی سید افضل علی و مولوی سید فضل علی پھلواروی و قاضی ابراہیم حسین اور ان کے بیٹے قاضی مظفر حسین و قاضی غلام امام مرحومین ساکنین عیسیٰ پور تقسیم عمل کر لیتے تھے —— چونکہ اعراس میں آنے والے مہمانوں کے ساتھ مسلمان ملازمین کے علاوہ سواری کے جانور، پالکی کے کہاران و بیگاران وغیرہ از قوم ہنود ہوتے تھے اسلئے ان کے کھانے کا انتظام یہ ہوتا تھا کہ مسلمانوں کو باورچی خانہ سے کھانا دلوا دیا جاتا اور ہندوؤں کی خوراک مودھی کی دوکان سے دلوائی جاتی، اس کی فہرست حاجی شاہ محمد یعقوب بن شاہ لعل محمد قدس سرہٗ و ملک بدیع الزماں مرحوم و مولوی علی وارث علیہ الرحمۃ مرتب کرتے تھے، شاہ محمد یعقوب صاحب کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے حاجی کاظم علی جو شیخ العالمین کے مرید تھے یہ خدمت انجام دیتے رہے، یہ سلسلہ حضرت فرد الاولیاء قدس سرہٗ کے عہد تک جاری رہا اور جو لوگ زندہ رہے اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔

۳ رمضان ۱۲۷۳ھ میں شاہ احمد اللہ منیری علیہ الرحمۃ نے رحلت فرمائی تو ان کی جگہ پر میر عنایت علی مرحوم منیری جو شاہ احمد اللہ کے قرابتدار اور حضرت فرد الاولیاء کے مرید تھے مقرر کئے گئے اور صاحبان عیسیٰ پور معین و مددگار رہے ۷ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ میں جناب میر صاحب نے انتقال کیا ان کے بعد جناب سید عطا الٰہی بخش مرحوم منتظم کار مقرر ہوئے۔

داروغہ الٰہی بخش مرحوم، چلبن پور بھپھوا ضلع شاہ آباد کے رہنے والے تھے، غدر کے زمانہ میں انسپکٹر تھے، حکومت کی بہی خواہی میں انہوں نے بہت کارہائے نمایاں کیے تھے جس کے صلہ میں ان کو سردار پنشن ملا تھا، قوم کائستھ سے تھے، حضرت قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر مع اہل و عیال مشرف باسلام ہوئے، اور بیعت حاصل کی، پنشن پانے کے بعد پیر کی خانقاہ میں تازندگی مقیم رہے، اور خسروانہ زندگی بسر کی۔

حسب دستور صاحبان عیسی پوران کی مدد و معاونت میں بھی شریک کار رہے، ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ بدرالدین قدس سرہٗ کے ابتدائے عہد تک انہوں نے یہ خدمت بحسن و خوبی انجام دی۔ ۸ محرم ۱۳۱۲ھ میں بعارضہ ہیضہ وبائی انتقال کیا اور مقبرہ مجیبی میں مدفون ہوئے، اس کے بعد ان کے اہل و عیال وطن چلے گئے۔

داروغہ صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد مولوی عبدالغفور بن شیخ یحییٰ علی بن مولوی شیخ محمد اسمٰعیل علیہ الرحمۃ عیسی پوری منتظم کار مقرر ہوئے، مگر صرف چار سال زندہ رہے، ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ میں انتقال فرمایا، تو ان کی جگہ شیخ وحید الدین بن شیخ مظہر حسین صاحب مرحوم عیسی پوری جو قبل سے جائداد کے نگراں تھے مختار عام مقرر ہوئے اور تمام عمر اس خدمت پر مامور رہے، اور بحسن و خوبی اپنے فرائض انجام دیتے رہے ۱۳۴۲ھ میں جس سال ماہ صفر میں پیر و مرشد قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی اسی سال ماہ ۱۰ جمادی الثانی میں انہوں نے بھی انتقال کیا، ان کی جگہ پر ان کے صاحبزادہ مختار فریدالحق صاحب اور ان کی ہدایت و معاونت کے لئے اخی حکیم فضیلت حسین صاحب جملہ امور خانقاہ کے لئے بذریعہ رجسٹری مختار عام مقرر ہوئے، ۱۳۵۱ھ میں اخی حکیم فضیلت حسین صاحب نے انتقال کیا، ان کی جگہ پر صرف ربیع الاول کے عرس میں تحریری معاون کی حیثیت سے میرے ماموں زاد بھائی برادرم محمد نظیرالحسین سلمہ اللہ تعالیٰ ساکن علی نگر ضلع دربھنگہ مقرر ہوئے ہیں جو ہر سال پابندی کے ساتھ عرس ربیع الاول میں شریک ہو کر نیازمندانہ اپنے فرائض انجام دیتے ہیں، برادر موصوف پیر و مرشد قدس سرہٗ کے مرید اور حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشد ہیں، اخی سید عبدالرزاق صاحب مرحوم حضرت پیر و مرشد کے عہد سے اپنے آخر وقت تک خانقاہ کے اہم دینی امور کو مخلصانہ انجام دیتے رہے ——— اس طرف چند سال سے مختار فریدالحق صاحب اپنی شدید علالت کی وجہ سے انتظام نہیں کر پاتے تھے، اس لئے ان کی جگہ زمینداری کی دیکھ بھال ان کے چھوٹے بھائی شیخ اختر حسین صاحب کرنے لگے، اور باورچی خانہ کا انتظام اخی سید عبدالرزاق صاحب مرحوم کے صاحبزادگان عزیزان سید لطف احمد اور سید فضل احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں، اور نہایت ہمدردی و خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔

مختار فریدالحق صاحب نے بتاریخ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ میں انتقال کیا، اب ان کی جگہ پر مستقل بذریعہ رجسٹری ان کے بھائی شیخ اختر حسین صاحب کو مختار عام بنا دیا گیا۔

تمام شد

کتبہٗ محمد عبداللہ دلگیر دربھنگوی

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	۱۶	سنہ ۱۲۸۴ھ	سنہ ۱۰۸۴ھ
۴۶	۱	سنہ ۱۰۰۰ھ	سنہ ۱۰۱۲ھ
〃	۶	سنہ ۱۰۲۱	سنہ ۱۰۳۴
۷۴	۱۳	X	انکو قطب وقت ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الجزولی سے
۸۷	۱۳	امام محمد باقر سے ان کو	امام محمد باقر سے حضرت رسول اللہ صلعم تک
۱۳۵	۳	برداشتے	بروایتے
۱۳۱	۸	سنہ ۱۱۳۱ھ	سنہ ۱۱۲۶ھ
۱۴۲	۱۸	سنہ ۸۵۷ھ	سنہ ۷۹۱ھ
۱۴۳	۷	علی ہمدانی	علی موحّد ربانی
۱۵۲	۱۷	سنہ ۷۸۵ھ	سنہ ۷۹۱ھ
۱۶۴	۱۲	نسب	نسبت
۱۶۶		دو یار	دو تار
۱۸۷	۳	معاصرین نگاہ میں	معاصرین کی نگاہ میں
۲۰۴	۱۶	سال اُلفت از سر نہلہ	سال او گفتہ بالفہ از سر نہلہ
۲۱۷	۱۲	تقرأ	تقریباً
۲۲۹	۶	شاہ محمد حسین شائق	شاہ محمد حسین ملّا
〃	۹	〃 شائق	〃 ملّا
۲۳۴	۱۳	۲۹ شعبان سنہ ۱۱۲۷ھ	۷ ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۲ھ
〃	۱۵	سنہ ۱۱۷۳ھ	سنہ ۱۱۲۷ھ
〃	۱۹	سنہ ۱۱۸۹ھ	سنہ ۱۱۸۵ھ
۲۷۵	۶	جرأت علی	خیرات علی
〃	۱۱	عزت علی	عشرت علی
۲۹۱	۱۰	سنہ ۱۳۳۰	سنہ ۱۲۳۶ھ
۳۱۸	۱۸-۲۲	عزت علی	عشرت علی
۳۱۹	۱	〃	〃
۳۷۱	۸	دخلیل	دخیل
۳۹۲	۱۱	سید غلام قادری	سید محمد قادری
۳۹۶	۱۰	شرید	شریک

تاریخ طبع کتاب اعیان وطن

از جناب شیخ حرمت علی وجد تاجر کتب کتبخانہ اشرفیہ پھلواری شریف

چھپی کیا خوب پھلواری کی تاریخ — بہت تحقیق سے لکھی گئی ہے

کہی پھر وجد نے چھپنے کی تاریخ — یہ آثارات پھلواری چھپی ہے

۱۳۶۲ھ

فقرہ تاریخی

آثارات وطن مقدس — آثارات پھلواری ہے — تذکرۂ چمن سعادت

۱۳۶۲ھ — ۱۳۶۲ھ — ۱۹۵۳ء

سلسلۂ دارالاشاعت کی پہلی کتاب

"محی الملۃ والدین"

جو

حضرت امیر شریعت صوبۂ بہار مولانا الحاج شاہ محمد محی الدین قادری قدس اللہ سرہٗ

(سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہؒ)

کی مکمل سوانح حیات ہے جس میں اُن کے علمی و عملی کارنامے بالتفصیل درج ہیں۔ اور ضمناً اکابر پھلواری شریف کے حالات بھی آ گئے ہیں۔

قیمت ۱؎

اس کے نسخے اب کم رہ گئے ہیں۔

سلسلہ دار الاشاعت ۲

اِنَّ وَلِیِّ یَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ (قرآن)

آثارِ پھلواری شریف

۱۹ ۶ ۴۷

موسوم بہ

اعیانِ وطن

پھلواری شریف کے دو سو چوالیس ۲۴۴ علما و صوفیا و محدثین و عہدہ داران حکومت مثل قاضی القضاۃ و مفتی و حکما و دیگر باشندگان کی سوانح حیات و آثار و تبرکات و اسناد سلاسل طریقہ و احادیث جو پھلواری شریف میں پہنچے ہیں، و مقابر و مساجد و امام باڑے و خانقاہیں و مصادر و اوقاف و توضیحات ضروری کی

جامع تاریخ و دیگر معلومات و مباحث علمیہ کا بہتر مجموعہ

مؤلفہ

جناب مولانا حکیم سید شاہ محمد شعیب صاحب نیر مدظلہ

طابع و ناشر

دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

(پٹنہ)